UGC-NET/JRF

II Paper

نصاب کے عین مطابق اپنی نوعیت کی منفرد اور پہلی کتاب

4TH EDITION

منارِ اردو

ضیاء المصطفیٰ مصباحی

ناشر

آسی بک سینٹر، سیوان

محمد ندیم اقبال

بہادر گنج غازیپور






فہرست

شاعری

مصباحی

119
121
122
124
125
126
127
127
128
129
129
130
132
134
134
135
135
136
138
139
140
140
142
143
144

نثر

غیر افسانوی نثر

تاریخ زبان اردو

دکنیات

تنقید

تنقید کے مختلف دبستان

اردو کے اہم ناقدین

اردو کے اہم محققین

رکھنے والے طلبا کے پاس ہونے کے لیے ضروری ہے کہ تینوں پرچوں کا مجموعی نمبر کم سے کم 40 فیصد ہو اور او۔ بی۔ سی سے تعلق رکھنے والے طلبا کا 35 فیصد ہو۔ جبکہ پہلے جنرل طلبا کو پہلے اور دوسرے پرچے میں کم سے کم 40، 40 اور تیسرے پرچے میں 50 فیصد نمبر لانا ضروری تھا۔ پاس ہونے والے طلباء میں سے ٹاپ چھ فیصد طلبا کو یو۔ جی۔ سی اسسٹنٹ پروفیسر کا اہل قرار دیتی ہے اور پھر ان چھ فیصد کے ٹاپ 14 فیصد طلبا کو یو جی سی جے آر ایف یعنی جونیئر ریسرچ فیلو سے نوازتی ہے۔

زیرِنظر کتاب 'منارِ اردو' میں داخل نصاب غزل، مثنوی، مرثیہ اور قصیدہ گو شعرا اور افسانوی و غیر افسانوی نثر نگاروں اور تنقید نگاروں کے حالات، کارنامے، اقوال اور ان کے متعلق مختلف ادبا و شعرا کے آرا و خیالات کو مستند کتابوں سے اخذ کر کے پیش کرنے کی کوشش کی گئی ہے اور ساتھ ہی شامل نصاب مثنویوں، ناولوں، داستانوں اور ڈراموں کے خلاصے نہایت ہی جامعیت اور اختصار کے ساتھ اس طرح بیان کرنے کی سعی کی گئی ہے کہ کرداروں کے رشتے واضح ہو جائیں۔ علاوہ ازیں 'کرداروں کی پہچان' کی سرخی قائم کر کے کرداروں کی مزید وضاحت بھی کی گئی ہے۔ اس کتاب میں حتی الامکان تکرار سے بچا گیا ہے۔ کتاب کی ابتدا میں نصاب اور نمونے کے طور پر جنوری 2017 کا پرچہ بھی شامل کیا گیا ہے تاکہ طلبا کو سوالات کی نوعیت کی تفہیم میں آسانی پیدا ہو۔

اخیر میں میں اپنے ان تمام اساتذہ کا تہہ دل سے شکریہ ادا کرتا ہوں جن کی فیض تربیت سے کچھ لکھنے پڑھنے کے قابل ہو سکا بالخصوص پروفیسر خالد محمود، پروفیسر وہاج الدین علوی، پروفیسر شہپر رسول، پروفیسر شہزاد انجم، پروفیسر کوثر مظہری، پروفیسر احمد محفوظ، ڈاکٹر خالد جاوید، ڈاکٹر سہیل احمد فاروقی، ڈاکٹر ندیم احمد اور اپنے نگراں ڈاکٹر سرور الہدیٰ کا۔

بڑی ناسپاسی ہوگی اگر ہم اس مقام پر اپنے ان احباب کو فراموش کر دیں جنھوں نے ہمارا قدم قدم پر ساتھ دیا، ہمارے لڑکھڑاتے قدم کو سنبھالا اور اپنے مفید مشوروں سے نوازتے رہے لہٰذا میں ڈاکٹر محضر رضا، محوفہ آفرین، ظہیرالدین بابر، فداء المصطفیٰ کا دل کی اتھاہ گہرائیوں سے شکر گزار ہوں۔ ان احباب کے علاوہ تجمل حسین، زین العابدین، اعظم ایوبی، سفیان، طیب، پرویز، وسیم احمد علیمی، آصف جمال، رضاء الدین، علیم اسماعیل، تنویر کوثر، محمد اکرام کا بھی ممنون و مشکور ہوں کہ ان احباب نے فراہمی مواد، کمپوزنگ اور پروف ریڈنگ کے مراحل طے کرنے میں آسانیاں فراہم کیں۔

10 ستمبر 2017

ضیاء المصطفیٰ مصباحی
ریسرچ اسکالر، جامعہ ملیہ اسلامیہ نئی دہلی

پیش لفظ

'منارِ اردو' کی شکل میں وہ خواب شرمندۂ تعبیر ہو رہا ہے جو دو سال پیشتر میں اور میرے ہم درس اور رفیق تجمل حسین نے دیکھا تھا۔

نیٹ کی تیاری کے دوران ہمیں ایک ایسی کتاب کی تلاش تھی جس میں نیٹ نصاب کے متعلق تمام مواد یکجا موجود ہو — اس مقصد کے لیے ہم نے بہت سی معروضی کتابوں کا بنظر غائر مطالعہ کیا مگر ساری کتابیں ایک ہی نہج پر اور نیٹ نصاب کا احاطہ کرنے سے قاصر نظر آئیں اور اس بات کا بھی احساس ہوا کہ ان تمام کتابوں کو تمام معروضی امتحانات مثلاً نیٹ، سیٹ، سی ٹیٹ وغیرہ کے لیے مفید بنانے کے چکر میں طلب الکل فوت الکل کی مصداق بنا دی گئی ہیں۔

ہاں یہ ضرور ہے کہ ایک آدھ کتاب ایسی بھی نظر آئی جس میں دیگر معروضی کتابوں کے مقابلے میں نیٹ نصاب کے متعلق 50 فی صدی مواد ضرور تھا مگر اس میں بھی بہت سی مشکوک چیزیں اور غلطیاں ملنے کی وجہ سے ہمیں مایوسی ہوئی تو ہم نے باہم مشورہ کیا کہ اگر بفضلہٖ تعالیٰ اس بار ہمیں نیٹ کے امتحان میں کامیابی ہوئی تو انشاء اللہ ہم مستند کتابوں کی مدد سے ایک ایسی کتاب مرتب کریں گے جس میں نیٹ نصاب سے متعلق تمام مواد یکجا ہو تا کہ اردو ادب کے طلبا کو ان دشواریوں کا سامنا نہ کرنا پڑے جن دشوار گزار راستوں سے ہمیں گزرنا پڑا۔

چنانچہ نیٹ جے آر ایف کوالیفائی کرنے کے بعد ہم نے حسب ارادہ اس کام کو شروع کیا مگر رفیق درس تجمل حسین اپنی مصروفیت کی وجہ سے راقم الحروف کا ساتھ نہ دے سکے اور راقم الحروف کو اللہ بھروسے اس کام کو انجام تک پہنچانا پڑا۔

واضح ہو کہ کسی بھی کالج یا یونیورسٹی میں لکچرر بننے کے لیے نیٹ کا امتحان پاس کرنا ضروری ہے۔ یو۔ جی۔ سی سال میں دو مرتبہ نیٹ کا امتحان کراتی ہے جس میں تین پرچے ہوتے ہیں۔ پہلا پرچہ سو نمبرات اور 50 سوالات پر مشتمل ہوتا ہے۔ اس پرچہ میں معلومات عامہ سے متعلق سوالات پوچھے جاتے ہیں — دوسرا پرچہ بھی سو نمبرات اور 50 سوالات پر مشتمل ہوتا ہے — تیسرا پرچہ ڈیڑھ سو نمبرات اور 75 سوالات پر مشتمل ہوتا ہے۔ آخر کے دونوں پرچوں میں موضوع سے متعلق سوالات پوچھے جاتے ہیں۔ معلوم ہونا چاہیے کہ تینوں پرچوں کے ہر سوال دو دو نمبر پر مشتمل ہوتے ہیں اور تمام سوالوں کا جواب دینا ضروری ہوتا ہے۔ یو جی سی کے نئے قانون کے مطابق جنرل طبقے سے تعلق

Syllabus: CBSE -UGC-NET (URDU)

الف۔شاعری:

(1) غزل: غزل گوشعرااوران کے کلام کا فنی وتنقیدی مطالعہ

1۔ ولی دکنی

2۔ درد

3۔ میر؟

4۔ آتش

5۔ غالب

6۔ مومن

7۔ شاد

8۔ حسرت

9۔ فانی

10۔ فراق

11۔ اصغر

12۔ جگر

13۔ یگانہ

14۔ جذبی

15۔ مجروح

16۔ خلیل الرحمٰن اعظمی

(2) مثنوی: اہم مثنویوں کا فنی وتنقیدی مطالعہ

1۔ قطب مشتری

2۔ گلشن عشق

3۔ علی نامہ

4۔ پھول بن

10- میراجی

11- فیض

12- اختر الایمان

13- مخدوم محی الدین

ب۔ نثر:

افسانوی نثر: (داستان، ناول، افسانہ، ڈراما)

(1) داستان: اردو داستانوں کا فنی وتنقیدی مطالعہ

1- سب رس

2- باغ و بہار

3- فسانہ عجائب

4- بوستان خیال

5- رانی کیتکی کی کہانی

(2) ناول: اردو ناولوں کا فنی وتنقیدی مطالعہ

1- فسانۂ آزاد

2- توبۃ النصوح

3- فردوس بریں

4- امراؤ جان ادا

5- گئو دان

6- لندن کی ایک رات

7- ٹیڑھی لکیر

8- ایک چادر میلی سی

9- آگ کا دریا

(3) افسانہ: اردو کے اہم افسانوں کا فنی وتنقیدی مطالعہ

1- پریم چند

5۔ خواب و خیال

6۔ سحرالبیان

7۔ گلزار نسیم

8۔ زہرعشق

(3) **قصیدہ: اردو کے چند اہم قصیدہ گو شعرا کا فنی و تنقیدی مطالعہ**

1۔ سودا

2۔ ذوق

3۔ غالب

4۔ محسن کاکوروی

(4) **مرثیہ: اردو کے مرثیہ گو شعرا اور ان کے کلام کا فنی و تنقیدی مطالعہ**

1۔ انیس

2۔ دبیر

3۔ حالی

4۔ جوش

(5) **نظم: اردو کے نظم گو شعرا اور ان کے کلام کا فنی و تنقیدی مطالعہ**

1۔ نظیر اکبرآبادی

2۔ حالی

3۔ محمد حسین آزاد

4۔ اکبر الٰہ آبادی

5۔ سرور جہاں آبادی

6۔ نظم طباطبائی

7۔ چکبست

8۔ اقبال

9۔ جوش

2۔ سعادت حسن منٹو

3۔ کرشن چند

4۔ راجندر سنگھ بیدی

5۔ عصمت چغتائی

6۔ خواجہ احمد عباس

7۔ حیات اللہ انصاری

(4) ڈراما: اردو کے اہم ڈراموں کا فنی وتنقیدی مطالعہ

1۔ امانت لکھنوی

2۔ آغا حشر کاشمیری

3۔ امتیاز علی تاج

4۔ حبیب تنویر

5۔ محمد حسن

غیر افسانوی نثر: مضمون، انشائیہ، خطوط، سوانح، خودنوشت کا فنی وتنقیدی مطالعہ

1۔ مقالات سرسید

2۔ مقالات شبلی

3۔ نیرنگ خیال

4۔ سیپارۂ دل

5۔ مضامین رشید

6۔ مضامین پطرس بخاری

7۔ خطوط غالب

8۔ غبار خاطر

9۔ یادگار غالب

10۔ نذیر احمد کی کہانی کچھ ان کی کچھ میری زبانی

11۔ یادوں کی برات

5۔ نصرتی: گلشن عشق

6۔ ہاشمی بیجاپوری: دیوان ریختی

7۔ علی عادل شاہ ثانی شاہی: کلیات شاہی

قطب شاہی دور

1۔ محمد قلی قطب شاہ: انتخاب کلیات مرتبہ اکبرالدین صدیقی

2۔ ملا وجہی: سب رس، قطب مشتری

3۔ غواصی: سیف الملوک و بدیع الجمال

4۔ ابن نشاطی: پھول بن

5۔ ولی: دیوان ولی

6۔ سراج اورنگ آبادی: کلیات سراج

اردو تنقید و تحقیق

1۔ تنقید کی تعریف اور اہمیت

2۔ اردو تنقید کے اصول و نظریات: مشرقی و مغربی

(الف) مشرقی تنقید: عربی، فارسی اور سنسکرت

(ب) مغربی تنقید: ارسطو، لان جائنس، آئی اے رچرڈس اور ٹی ایس ایلیٹ

3۔ تذکروں کی تنقیدی اہمیت

4۔ تنقید کے مختلف دبستان: مارکسی، نفسیاتی، ہیئتی، اسلوبیاتی، تاثراتی اور جمالیتی

5۔ تحقیق کی اہمیت اور افادیت

6۔ تحقیق اور تنقید کا باہمی رشتہ

7۔ اصول تحقیق اور طریق کار

8۔ متنی تنقید اور اس کے اصول و کار

9۔ اردو کے اہم نقاد اور ان کی تنقید: حالی، شبلی، محمد حسین آزاد، احتشام حسین، کلیم الدین احمد، آل احمد سرور، محمد حسن، شمس الرحمٰن فاروقی

10۔ اردو کے اہم محققین اور ان کے تحقیقی کارنامے: محمود شیرانی، محی الدین قادری زور، قاضی

(5) تنقید: اصول اور نظریات

1۔ اردو تذکروں میں تنقیدی عناصر

2۔ ارسطو کا تنقیدی نظریہ

3۔ تنقید کے مختلف دبستان

4۔ تحقیق و تنقید کا باہمی رشتہ

5۔ حالی و شبلی کا نظریۂ تنقید

(6) عملی تنقید: درج ذیل نقادوں کا خصوصی مطالعہ

1۔ احتشام حسین

2۔ کلیم الدین احمد

3۔ آل احمد سرور

4۔ محمد حسن

5۔ شمس الرحمٰن فاروقی

(7) تاریخ زبان اردو

1۔ ہند آریائی کی مختصر تاریخ

2۔ اردو کی ابتدا کے بارے میں مختلف نظریات

3۔ اردو ساخت کے بنیادی عناصر

4۔ دکنی اردو کی لسانی خصوصیات

5۔ اردو اور اس کی اہم بولیاں (Dialect)

6۔ اردو کی لسانی انفرادیت

دکنیات

1۔ دکن میں اردو ابر دا اور ارتقا

2۔ دکنی اردو کی لسانی خصوصیت

3۔ بہمنی اور عادل شاہی دور

4۔ نظامی بیدری: کدم راؤ پدم راؤ

4۔ اقبال کی فکر کے اساسی پہلو

الف: وطنی وقومی شعور

ب: ملی واسلامی شعور

ج: سماجی شعور

د: مابعد الطبعی تصورات: خودی اور بےخودی

ہ: فنی اورادبی شعور

5۔ اقبال کی اردو شاعری کا فنی وتنقیدی مطالعہ

الف: بانگ درا

ب: بال جبریل

ج: ضرب کلیم

د: ارمغان حجاز

6۔ اقبال کا فن

الف: بحیثیت غزل گو

ب: بحیثیت نظم نگار

(7) مندرجہ ذیل منظومات کا تجزیاتی مطالعہ

1۔ شکوہ

2۔ شمع وشاعر

3۔ خضر راہ

4۔ طلوع اسلام

5۔ مسجد قرطبہ

6۔ ساقی نامہ

7۔ ذوق وشوق

8۔ لینن خدا کے حضور مین

9۔ ابلیس کی مجلس شوریٰ

عبد الودود، امتیاز علی عرشی، مسعود حسین خان، رشید حسن خان

11- تنقید میں جدید تر رجحانات

12- اردو میں لسانیاتی تحقیق

Elective 3rd Sir Syed and his Age

سر سید اور ان کا عہد

1- سر سید کی شخصیت اور سوانح: ملکی اور قومی خدمات کی روشنی میں

2- سر سید کی تاریخ نگاری

3- سر سید بحیثیت مضمون نگار

4- سر سید کے سیاسی اور تہذیبی نظریات

5- سر سید کی صحافتی خدمات

6- سر سید کی سیرت نگاری

7- سر سید کا اسلوب تحریر

8- اردو نثر کے ارتقا میں سر سید کا حصہ

9- سر سید کے معاصرین اور رفقا (سر سید کے اثرات اردو ادب پر)

10- علی گڑھ تحریک کی سماجی، علمی اور ادبی خدمات

11- سر سید اور سائنٹفک سوسائٹی

12- سر سید کی خطوط نگاری

13- سر سید کا تصور تعلیم

14- سر سید کے مذہبی افکار

Elective 4th Dr Iqbal and His Age

اقبال اور ان کا عہد

1- اقبال کا تاریخی، تہذیبی اور ادبی پس منظر

2- اقبال کی زندگی کے مختلف ادوار اور ذہنی ارتقا

3- اقبال کے فکری سرچشمے: مشرقی اور مغربی



شاعری

10۔ لالہ صحرائی

Elective 5th Urdu Literature after 1935

اردو ادب 1935ء کے بعد

1۔ ترقی پسند تحریک کا سیاسی اور فکری پس منظر
2۔ ترقی پسند تحریک کا ارتقائی سفر
3۔ مندرجہ ذیل شعرا کے کلام کا فنی اور تنقیدی مطالعہ

جوش۔فراق، مجاز۔جذبی۔میراجی۔ن م راشد۔فیض احمد فیض۔جان نثار اختر۔سردار جعفری۔اختر الایمان۔مجروح سلطان پوری

4۔ مندرجہ ذیل ناول نگاروں اور افسانہ نگاروں کا فنی وتنقیدی مطالعہ

کرشن چند۔راجندر سنگھ بیدی۔سعادت حسن منٹو۔عصمت چغتائی۔عزیز احمد۔قرۃ العین حیدر۔جیلانی بانو

5۔ مندرجہ ذیل مزاح نگاروں کا تنقیدی مطالعہ

رشید احمد صدیقی۔پطرس بخاری۔کنہیا لال کپور

(6) **جدیدیت:** سماجی وفکری پس منظر

7۔ اردو شعر وادب میں جدیدیت کے نمایاں رجحانات
8۔ عہد حاضر کے اہم نقاد اور ان کی تنقیدی خدمات

☆☆☆

غزل

- غزل عربی زبان کا لفظ ہے جس کے معنی ہیں عورتوں سے یا عورتوں کی باتیں کرنا، عورتوں کے حسن و جمال کی تعریف کرنا، رسی بٹنا۔
- عرب شعرا جب اپنی معشوقاؤں کا سراپا کھینچتے یا ان کے حسن و جمال کی تعریف کرتے یا ان کی محبت میں اپنے دلی جذبات کا اظہار کرتے تو اس عمل کو ''تغزل'' اور ایسے اشعار کو غزل کہتے تھے۔
- ابتداً غزل کا موضوع حسن و عشق ہی ہوتا تھا مگر وقت گزرنے کے ساتھ اس کے موضوعات میں ہر طرح کے مضامین شامل ہوتے گئے۔
- غزل کے تمام مصرعے ایک ہی وزن اور ایک ہی بحر میں ہوتے ہیں۔
- دو کلموں کے حرکت و سکون میں برابر ہونے کو وزن کہتے ہیں۔
- لفظ مصرع کا معنی دروازے کا ایک پٹ ہے۔
- ردیف وہ لفظ یا الفاظ کا وہ مجموعہ ہے جسے ہر شعر کے آخر میں دہرایا جائے۔
- قافیہ ان حروف و حرکات کے مجموعے کو کہتے ہیں جو ہم آواز ہوتے ہیں مگر الفاظ بدلے ہوتے ہیں۔ قافیہ ردیف سے پہلے ہوتا ہے۔
- غزل کا پہلا شعر جس کے دونوں مصرعے ہم قافیہ اور ہم ردیف ہوں مطلع کہلاتا ہے۔
- غزل کا آخری شعر جس میں شاعر اپنا تخلص استعمال کرتا ہے مقطع کہلاتا ہے۔
- مطلع اور مقطع کے علاوہ باقی اشعار فرد کہلاتے ہیں۔
- غزل میں مطلع اول کے بعد اگر دوبارہ مطلع کی طرح کوئی شعر آتا ہے تو اسے حسن مطلع، زیب مطلع اور مطلع ثانی کہتے ہیں۔
- غزل کے سب سے اچھے شعر کو بیت الغزل، شاہ بیت یا حاصل غزل کہتے ہیں۔
- غزل میں کم سے کم 5 / شعر ہوتے ہیں اور زیادہ کی کوئی قید نہیں غزل کی خصوصیات میں سے اختصار و ایجاز ہے۔

- غزل کے اشعار میں مثنوی کی طرح خیالات کا تسلسل نہیں ہوتا بلکہ ہر شعر اپنی جگہ ایک مکمل اکائی ہوتا ہے۔ اور ہر شعر میں ایک پوری بات کہہ دی جاتی ہے۔
- غزل یا نظم کے ردیف و قافیہ کو زمین کہتے ہیں۔ یا وہ بحر اور ردیف و قافیہ جس کی غزل میں پابندی کی جاتی ہے اس کو غزل کی ''زمین'' کہتے ہیں۔
- جدید غزل کے عناصر اربعہ۔ اصغر، جگر، فانی، حسرت ہیں۔

غزل کے بارے میں ادبا و شعرا کے خیالات

- غزل جتنی بدنام ہے، اتنی ہی مجھے عزیز ہے : رشید احمد صدیقی
- غزل اردو شاعری کی آبرو ہے : رشید احمد صدیقی
- غزل شاعری نہیں تہذیب بھی ہے : رشید احمد صدیقی
- ہماری تہذیب غزل میں اور غزل ہماری تہذیب میں ڈھلی ہے : رشید احمد صدیقی
- شاعری کا نام آتے ہی میرا ذہن غزل کی طرف مائل ہو جاتا ہے : رشید احمد صدیقی
- شاعری زیور کی محتاج ہے اور زیور غزل کا محتاج ہے : رشید احمد صدیقی
- غزل کو میں فن نہیں اردو شاعری کی آبرو سمجھتا ہوں : رشید احمد صدیقی
- غزل ریزہ کاری میں مینا کاری ہے : رشید احمد صدیقی
- غزل شاعری نہیں عطر شاعری ہے : فراق گورکھپوری
- غزل مختلف پھولوں کی مالا ہے : فراق گورکھپوری
- غزل انتہاؤں کا ایک سلسلہ ہے : فراق گورکھپوری
- اگر تمام فنون لطیفہ احساسات و کائنات کا عطر ہے
  تو غزل اس عطر کا عطر ہے : فراق گورکھپوری
- غزل کا خمیر عشق و محبت ہے : شبلی نعمانی
- غزل نقاب پوش آرٹ اور چاول پر قل ہو اللہ لکھنے کا آرٹ ہے : آل احمد سرور
- غزل بڑی کافر صنف سخن ہے : آل احمد سرور
- غزل نیم وحشی صنف شاعری ہے : کلیم الدین احمد

اردو کا چاسر

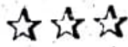
ولی

(1668ء اورنگ آباد۔1720ء۔احمد آباد)

- نام ولی محمد تھا۔
  (جمیل جالبی، وہاب اشرفی، احتشام حسین سیدہ جعفر کے مطابق)
- لقب شمس الدین تھا۔
- ولی اورنگ آباد میں 1668ء میں پیدا ہوئے۔
- ولی کا انتقال 25۔1720ء کے درمیان احمد آباد میں ہوا۔ کیوں کہ ان کے ایک ہم عصر شاعر فراقی نے اپنی ایک طویل نظم مسمیٰ ''مراۃ الحشر (تاریخ تصنیف 1720ء) میں اس وقت کے مرحوم شعرا کا ذکر کیا ہے جس میں ولی کا نام شامل نہیں ہے۔
- اہل دکن کے مطابق ولی محمد کا وطن اورنگ آباد اور اہل گجرات کے مطابق احمد آباد تھا۔
- ولی کے والد کا نام شریف محمد تھا۔
- ولی نے شیخ نورالدین سے اکتساب فیض کیا تھا۔
- ولی نے 1112ھ مطابق 1700ء میں اپنے عزیز ترین دوست سید ابوالمعالی کے ہمراہ دہلی کا سفر کیا تھا اور یہاں سعد اللہ گلشن سے ملاقات کی تھی۔
- ولی مغلیہ بادشاہ اورنگ زیب کے عہد میں دہلی گئے تھے۔
- سعد اللہ گلشن نے ولی کو دو مشورے دیے: (1) دکنی الفاظ کا استعمال کم کرو اور ان کی جگہ فارسی کے شیریں الفاظ کا انتخاب کرو (2) فارسی شاعری میں جو مضامین موجود ہیں انہیں اپنی زبان میں ادا کرو۔
- اردو غزل کی روایت کے برخلاف ولی نے اپنی محبوبہ کو عورت مان کر مخاطب بھی کیا ہے اور عورت کو عاشق کے روپ میں بھی پیش کیا ہے۔

- غزل کی گردن بے تکلف مار دینی چاہیے : عظمت اللہ خاں
- غزل بے وقت کی راگنی ہے : حالی
- قصیدہ اور غزل شاعری کے ناپاک دفتر ہیں
اور عفونت میں سنڈاس سے بھی بدتر ہیں : حالی
- ''راقم الحروف کی طبیعت نے اپنے لیے اصناف سخن میں غزل کو اپنے حسب حال پا کر منتخب کرلیا ہے۔'' (حسرت موہانی)
- غزل کا مرتبہ گرچہ اول ہے ولے ہر بیت میرا ایک غزل ہے

(ابن نشاطی)



- ولی نے اپنے کلام میں فارسی شعرا میں سے عرفی، انوری اور خاقانی کا ذکر کیا ہے۔

کلیات ولی

- کلیات ولی میں چھ (6) قصائد ہیں۔ تمام قصائد مذہبی ہیں۔
- ولی کا صرف ایک قصیدہ خطابیہ ہے جو حضرت میراں محی الدین کی مدح میں ہے باقی پانچ تمہیدیہ قصیدے ہیں۔
- کلیات ولی میں 3500/اشعار ہیں۔
- کلیات ولی میں 404/غزلیں ہیں۔
- کلیات ولی میں 26/رباعیات ہیں۔
- ولی نے ایک فارسی رسالہ ''نور المعرفت'' کے نام سے بھی لکھا تھا جو تصوف سے متعلق نہیں ہے بلکہ یہ ایک مدرسہ ہدایت بخش نامی کی تعریف میں ہے۔
- کلیات ولی کو پہلی دفعہ 1833ء میں فرانسیسی مستشرق گارساں دتاسی نے فرانسیسی زبان کے مقدمہ کے ساتھ شائع کیا تھا جس مقدمہ کا ترجمہ یوسف حسین خاں نے کیا تھا۔
- 1927ء میں احسن مارہروی نے بھی ''کلیات ولی (ٹائپ شکل میں) انجمن ترقی اردو کے زیر اہتمام شائع کیا۔
- 1989 میں کلیات ولی کو نورالحسن ہاشمی نے مرتب کرکے بسیط مقدمہ مع فرہنگ کے شائع کیا۔
- کلیات ولی مرتبہ نورالحسن ہاشمی کا پیش لفظ محمود الٰہی نے تحریر کیا ہے۔

ولی کے کچھ مشہور اشعار

عیاں ہے ہر طرف عالم میں حسن بے حجاب اس کا
بغیر از دیدۂ حیراں نہیں جگ میں نقاب اس کا

شغل بہتر ہے عشق بازی کا　　کیا حقیقی و کیا مجازی کا

مت غصہ کے شعلے سوں جلتے کوں جلاتی جا　　ٹک مہر کے پانی سوں توں آگ بجھاتی جا

- 1719ء میں ولی کا دیوان دہلی آنے سے دہلی میں اردو شاعری کا باقاعدہ آغاز ہوا تھا۔
- اس وقت دلی کا صوبہ دار محمد یار خاں تھا۔
- ولی نے اپنے دیوان میں اپنے ہندو دوستوں، امرت لال، گوبند لال، کھیم داس اور بنود کا ذکر کیا ہے۔
- ولی کے مسلم دوست جن کا ذکر ان کے دیوان میں ملتا ہے: سید ابوالمعالی، شمس الدین، سراج، کامل واکمل، محمد مراد اور محمد یار خاں۔
- ولی نے اپنے کلام میں ایک ہم عصر فقیر اللہ آزاد کا بھی ذکر کیا ہے۔
- ولی کا ہم عصر شاعر فراقی تھا جس سے ولی کی ادبی چشمک تھی۔
- ولی کا مقابلہ چاسر سے کیا جاتا ہے۔ اور ولی کو اردو کا چاسر کہا جاتا ہے۔

ولی کے کارنامے

- ولی کے دیوان کا قلمی نسخہ پیرس میں ہے۔
- ولی کا دیوان پہلی مرتبہ لندن سے شائع ہوا۔
- ولی کے دیوان میں دو مختصر مثنویاں ہیں۔
- پہلی مثنوی بغیر عنوان کی ہے۔ اس کے اشعار کی تعداد 31 ہے۔
  اس کا پہلا شعر ہے:

الٰہی دل اور دے عشق کا داغ
یقیں کے نین ملی سٹ کحل ما زاغ

- دوسری مثنوی جس کا عنوان "در تعریف شہر سورت" ہے۔
- اس مثنوی میں سورت کی تعریف کی گئی ہے۔ یہ مثنوی 47/اشعار پر مشتمل ہے۔
- ولی نے سورت کو باب المکہ کہا ہے۔
- ولی نے اپنی مثنویوں میں گجرات اور شہر سورت کا ذکر کیا ہے۔
- ولی نے ایک اور مثنوی "شاہ وجیہہ الدین" کے بارے میں بھی لکھی ہے جس کا تعلق گجرات سے تھا۔

صوفی شاعر

خواجہ میر درد

(1133ھ مطابق 1721ء)

- نام خواجہ میر اور درد تخلص تھا۔
- درد 1133ھ مطابق 1721ء میں دہلی میں پیدا ہوئے۔
- درد کا انتقال 1785ء میں دہلی میں ہوا۔
- درد کے مورث اعلیٰ خواجہ محمد طاہر نقشبند عہد اورنگ زیب میں بخارا سے دہلی آئے تھے۔
- درد کے دادا کا نام نواب ظفر اللہ خاں اور والد کا نام خواجہ محمد ناصر تھا۔ جو مشہور صوفی اور شاعر تھے۔ اور جن کا تخلص عندلیب تھا۔
- خواجہ ناصر عندلیب کی مغل شہنشاہوں سے قرابت تھی۔
- خواجہ ناصر عندلیب نے رموز طریقت و معرفت پر دو کتابیں لکھی ہیں۔
- (1) نالۂ عندلیب (2) رسالہ ہوش افزا
- خواجہ ناصر عندلیب ''طریق محمدی'' کے بانی ہیں۔
- میر درد، ناصر عندلیب کے پہلے مرید ہونے کی وجہ سے ''اول المحمدین'' کہلائے۔
- درد نے کبھی دلی نہیں چھوڑی۔
- درد ایک صوفی شاعر تھے مگر فن موسیقی سے گہرا لگاؤ اور سماع کا کافی شوق تھا۔
- وحدت الوجود اور وحدت الشہود درد کے پسندیدہ موضوعات تھے۔
- درد کے مطابق شاعری کوئی ایسا کمال نہیں جسے آدمی اپنا پیشہ بنالے اور اس پر ناز کرے۔
- مجنوں گورکھپوری، شمس الرحمٰن فاروقی، رشید حسن خاں اور خلیل الرحمٰن اعظمی نے درد کو خالصتاً صوفی شاعر ماننے سے انکار کیا ہے۔
- خان آرزو ہر مہینے کی پندرہویں تاریخ کو اپنے مکان پر مجلس ریختہ منعقد کیا کرتے تھے۔ جب دہلی اجڑی اور خان آرزو دہلی چھوڑنے پر مجبور ہوئے تو یہ محفل درد کے مکان پر

کیا مجھ عشق نے ظالم کوں آب آہستہ آہستہ
کہ آتش گل کوں کرتی ہے گلاب آہستہ آہستہ

مفلسی سب بہار کھوتی ہے
مرد کا اعتبار کھوتی ہے

جسے عشق کا تیر کاری لگے
اسے زندگی کیوں نہ بھاری لگے

خوب رو خوب کام کرتے ہیں
یک نگہ میں غلام کرتے ہیں

تو سر سے قدم تلک جھلک میں
گویا ہے قصیدہ انوری کا

ولی کے متعلق مختلف آرا و خیالات

- محمد حسین آزاد نے ولی کو اردو شاعری کا بابا آدم کہا ہے۔
- محمد حسین آزاد نے ولی کو اردو شاعری میں وہی مقام دیا ہے جو انگریزی شاعری میں چاسر اور فارسی شاعری میں رودکی کو حاصل ہے۔
- بقول آزاد ولی نے ایک زبان کو دوسری زبان سے ایسا بے معلوم جوڑ لگایا کہ آج تک زمانے نے کئی پلٹے کھائے مگر پیوند میں جنبش نہیں آئی۔
- ولی آئندہ دو سو سال کے نظام شمسی کا وہ سورج ہے جس کے دائرہ کش میں اردو شاعری کے مختلف سیارے گردش کرتے ہیں: (جمیل جالبی)
- میر نے ولی کو مسلم الثبوت استاد قرار دیا ہے۔
- میر نے ولی کو ریختہ کا استاد کہا ہے۔
- نکات الشعرا میں میر نے ولی کے متعلق لکھا ہے کہ وہ شیطان سے زیادہ مشہور ہے۔
- میر نے ولی کے متعلق لکھا ہے:
- معشوق جو اپنا تھا
  باشندہ دکن کا تھا
- ولی کے کلام کو شمالی اور جنوبی ہند کے درمیان لسانی و ادبی پل قرار دیا گیا ہے۔
- ولی اورنگ آبادی اپنی رحلت کے بعد بھی چلتے پھرتے رہے اور احمد آباد میں مزار کی صورت میں ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہوتے رہے۔(یوسف ناظم)

☆☆☆

(4) **نالۂ درد** (77-1776ء)

(5) **آہ سرد** (1779ء) (شاعری)

(6) **شمع محفل** (شاعری۔1780ء)

(7) **درد دل** (شاعری۔1780ء)

- نالۂ درد میں ہر سرخی میں نالے، آہ سرد میں آہ، شمع محفل میں نور اور درد دل میں درد کا لفظ استعمال ہوا ہے۔
- نالۂ درد کو میر اثر نے ترتیب دیا تھا۔

ان چاروں تصانیف میں بالترتیب 341 نالے، 341 آہیں، 341 نور اور 341 درد ہیں۔ یہی اعداد لفظ ناصر کے ہیں۔

(8) دیوان فارسی
(9) حرف تمنا رغنا
(10) دیوان اردو
(11) واقعات درد
(12) سوز دل
(13) صحیفۂ واردات

- درد کا فارسی دیوان 1309ھ میں دہلی سے شائع ہوا تھا۔
- صدر یار جنگ کا ترتیب کردہ اردو دیوان سب سے پہلے 1885ء میں دہلی سے شائع ہوا تھا۔
- خواجہ میر درد کے اردو دیوان میں غزلیات، رباعیات، مخمس اور ترکیب بند کے کل 1449 اشعار ہیں۔
- درد کے پورے دیوان میں نہ کوئی قصیدہ ہے نہ مرثیہ نہ مثنوی۔

منتخب اشعار

آواز نہیں قید میں زنجیر کی ہر گز
ہر چند کہ عالم میں ہوں عالم سے جدا ہوں

کیا فراق داغ وگل میں کہ جس میں بو نہ ہو
کس کام کا وہ دل ہے کہ جس دل میں تو نہ ہو

ذکر مرا ہی وہ کرتا تھا صریحاً لیکن
میں جو پہنچا تو کہا خیر یہ مذکور نہ تھا

رات محفل میں ترے حسن کے شعلے کے حضور
شمع کے منہ پہ جو دیکھا تو کہیں نور نہ تھا

جگ میں آکر ادھر ادھر دیکھا
تو ہی آیا نظر جدھر دیکھا

ہونے لگی اور جب انہوں نے درویشی اختیار کر لی تو یہ ذمہ داری میر تقی میر نے قبول کر لی۔

- درد نے خود کو ''گلشن معنی کا عندلیب کہا ہے۔
- قدرت اللہ شوق نے درد کو ''مرد و جہی لکھا ہے۔
- میر نے درد کو آدھا شاعر مانا ہے۔

درد کے شاگردوں کے نام

(1) خواجہ محمد میر اثر (2) شیخ محمد قائم چاند پوری
(3) ہدایت اللہ خاں ہدایت (4) حکیم ثناء اللہ خاں فراق
(5) میر محمد علی بیدار (6) مرزا محمد اسماعیل طپش
(7) محمد پناہ خاں نثار (8) خواجہ صاب میر اَلم
(9) بھکاری لال عزیز دہلوی (10) نرائن داس بے خود
(11) جھمن ناتھ جھمن (12) لالہ بال مکند حضور

درد کے کارنامے

(1) **اسرار الصلوٰۃ :**

- **اسرار الصلوٰۃ** (36-1735ء) یہ درد کی پہلی تصنیف ہے اور نماز کی اہمیت کے بارے میں ہے۔ جسے درد نے 15 رسال کی عمر میں حالات اعتکاف میں تحریر کیا تھا۔

(2) **واردات درد**

- **واردات درد** (59-1758ء) درد کا معروف نثری رسالہ ہے جو دیباچوں اور ایک سو گیارہ واردات پر مشتمل ہے۔ اس میں ہر موضوع کی ابتدا آیات ربانی اور حدیث نبوی سے کی گئی ہے۔ درد نے یہ رسالہ 39 رسال کی عمر میں اپنے بھائی میر اثر کے کہنے پر لکھا تھا درد نے ''وارات درد'' کو ''مجموعہ نکات'' بھی کہا ہے۔

(3) **علم الکتاب**

- **علم الکتاب** (68-1767ء) تصوف کے بنیادی رموز و نکات پر مشتمل 648 صفحات کی کتاب ہے۔ درد کا کہنا ہے کہ میرا سارا کلام اسی لوح محفوظ سے بہرہ یاب ہوا ہے۔

درد کے متعلق مختلف آرا و خیالات

- درد پہلے شاعر ہیں جنھوں نے اردو غزل کو تصوف کے میدان میں فارسی شعرا کے برابر کھڑا ہونے کے لائق بنایا۔ (وحید اختر)
- کسک میں سوز و گداز میں درد کی غزلیں میر کی غزلوں کے دوش بدوش ہیں۔ کاشف الحقائق۔از امداد امام اثر)
- درد نے تلواروں کی آبداری نشتروں میں بھر دی ہے۔ (آزاد)
- درد عملی زندگی میں چاہے بہت سنجیدہ اور ڈوبے ہوئے صوفی رہے ہوں لیکن ان کی شاعری میں تصوف کا رنگ قال کی منزل سے آگے نہیں بڑھتا (شمس الرحمٰن فاروقی)
- درد کے اشعار کا اگر بغور مطالعہ اور تجزیہ کیا جائے تو اس بات میں کسی شبہ کی گنجائش نہیں رہ جاتی کہ خواجہ میر درد کو جا گیر و معاش کے علاوہ اپنے ایام شباب میں تھوڑی بہت تک و دو محبوبانِ مجازی کے کوچے میں بھی کرنی پڑی ہے۔ (خلیل الرحمٰن اعظمی)

☆☆☆

ہجویں کہی ہیں۔ میر کی ہجو یہ مثنوی ''اژدر نامہ'' اسی زمانے کی تخلیق ہے۔

- اژدر نامہ کا جواب حاتم کے شاگرد محمد امان نثار نے دیا ہے۔
- میر نے لکھنؤ میں اکتیس برس آرام سے گذارے ہیں۔
- میر سے متعلق سب سے بڑا کام شمس الرحمٰن فاروقی نے کیا ہے۔ فاروقی نے میر سے متعلق ''شعر شور انگیز (چار جلدوں میں)'' لکھی ہے اور اسی کتاب پر شمس الرحمٰن فاروقی کو سرسوتی سمان ملا ہے۔
- میر تقی میر کے والد میر کو نصیحت کیا کرتے تھے کہ: ''بیٹا عشق کرو، عشق ہی اس کارخانۂ ہستی کا چلانے والا ہے۔ بغیر عشق کے زندگی وبال ہے۔ عشق میں جی جان کی بازی لگا دینا ہی کمال ہے۔ عشق ہی بناتا ہے۔ عشق ہی جلا کر کندن بنا دیتا ہے۔''

القاب وخطابات

- خدائے سخن، ناخدائے سخن، سرتاج شعرائے اردو، ریختہ گویانِ ہند کا استاد اعظم، شاعر بے دماغ، قنوطی شاعر، فتنۂ روزگار۔

میر کے کارنامے

- میر کے کل 7 دیوان ہیں جن میں سے چھ اردو میں ہیں اور ایک فارسی میں ہے۔

دیوان اول (1752ء)	دیوان دوم (1775ء)
دیوانِ سوم (1786ء)	دیوانِ چہارم (1794ء کے آس پاس)
دیوانِ پنجم (1803ء)	دیوانِ ششم (1809ء)

- کلیات میر (1811ء) تمام چھ دواوین مطبوعہ فورٹ ولیم کالج
- دیوانچہ دیوانِ ششم سے وفات تک کا کلام
- دیوان زادہ: یہ دیوان پنجم کا انتخاب ہے۔
- ان چھ دواوین میں میر کی 1916 رغزلیں شامل ہیں اور کل اشعار کی تعداد 13908 ہے۔
- میر نے ہر ایک دیوان کو'' جادو کی پڑیٔ'' کہا ہے۔
- میر نے اپنے کلام کو''خواص پسند'' قرار دیا ہے۔

خدائے سخن

میر تقی میر

(پیدائش 1135ھ مطابق 1722ء۔ وفات 1810ء)

- میر کا نام محمد تقی تھا اور تخلص میر۔
- میر تقی میر 36-1135ھ مطابق 23-1722ء میں اکبر آباد (آگرہ) میں پیدا ہوئے۔
- میر کا انتقال 20/ستمبر 1810ء میں لکھنؤ میں ہوا اور وہیں مدفون ہیں۔
- میر کے والد کا نام محمد علی تھا جنھیں لوگ علی متقی کہہ کر پکارتے تھے اور جن کا انتقال اس وقت ہوا تھا جب میر صرف 11 سال کے تھے۔
- میر کے دو بھائی تھے۔ ایک حافظ محمد حسن (سوتیلے) جو میر سے بڑے تھے، دوسرے محمد رضی (سگے) جو میر سے چھوٹے تھے۔
- میر کے منھ بولے چچا امان اللہ تھے۔ جنھیں علی متقی نے میر کو سات برس کی عمر میں تربیت کے لیے سپرد کیا تھا۔
- میر کے استاد سوتیلے بھائی کے ماموں خان آرزو تھے۔
- میر نے سعادت امروہوی کے مشورے پر شاعری شروع کی تھی۔
- میر کے دو بیٹے تھے۔ بڑے بیٹے کا نام فیض علی فیض تھا اور چھوٹے بیٹے کا نام حسن عسکری عرش تھا۔
- میر کے گھر پر مہینے کی ہر 15/تاریخ کو مشاعرہ ہوتا تھا۔
- میر اپنے والد کے انتقال کے بعد 1734ء میں دہلی گئے تھے جہاں خواجہ محمد باسط کے چچا صمصام الدولہ نے ایک روپیہ یومیہ مقرر کیا تھا۔
- میر کو فورٹ ولیم کالج بلایا گیا تھا لیکن عمر و صحت کی وجہ سے انھوں نے انکار کر دیا تھا۔
- میر آصف الدولہ کی دعوت پر 1781ء میں لکھنؤ گئے تھے۔
- حاتم کے شاگرد بقاؔ سے میر کی ادبی چشمک رہی ہے اور دونوں نے ایک دوسرے کی

دیگر مثنویاں

ساقی نامہ، مثنوی مذمت دنیا، ننگ نامہ، اژدر نامہ، مذمت برشگال، کذب، شکار نامہ، مرغ بازان ہولی، سگ و گربہ، مناجات، گھر کا حال، در ہجو خانۂ خود، جھوٹ، آئینہ دار، موسم برسات۔

میر کے قصائد:

- میر کے مطبوعہ کلیات میں کل سات قصیدے ہیں۔ جن میں تین قصیدے حضرت علی، ایک قصیدہ حضرت امام حسین، ایک قصیدہ شاہ عالم اور دو قصیدے نواب آصف الدولہ کی شان میں ہیں۔
- لیکن میر کے دیوان اول کے قلمی نسخے مملوکہ ادارۂ ادبیاتِ اردو، حیدرآباد میں میر کا ایک قصیدہ اور ہے جس کا عنوان ''قصیدہ در شکایتِ نفاقِ یارانِ زماں'' ہے۔
- میر نے 34/مرثیے اور 7/سلام بھی لکھے ہیں۔

نثری تصانیف:

- نکات الشعرا (1752ء) فارسی زبان میں اردو شعرا کا پہلا تذکرہ ہے۔اس میں 103/ اردو شاعروں کے مختصر حالات اور ان کا منتخب کلام شامل ہے۔ نکات الشعرا کے جواب میں میر محمد یار خاکسار نے تذکرہ ''معشوق چہل سالۂ خود'' لکھا ہے۔
- ذکرِ میر (1772ء) فارسی میں میر کی خودنوشت سوانح عمری ہے اس میں میر نے اپنی زندگی کے حالات لکھے ہیں۔اس کا اردو ترجمہ نثار احمد فاروقی نے کیا ہے۔
- فیض میر۔ یہ پانچ حکایتوں پر مشتمل ہے۔ ان حکایتوں میں میر نے اللہ والوں کے حالات اور پیروں کی کرامات بیان کی ہیں۔
- فیض میر ایک مختصر فارسی تصنیف ہے جو انھوں نے اپنے بڑے بیٹے فیض علی کی تعلیم کے لیے قلم بند کیا تھا۔

- میر نے کتنی مثنویاں لکھیں اس بارے میں اختلاف ہے۔
- پروفیسر مظفر حنفی نے میر کی 37 / مثنویاں بتائی ہیں۔(مونوگراف میر تقی میر 230 ناشر اردو اکادمی، دہلی۔ از مظفر حنفی)
- 37 مثنویوں میں 9 / عشقیہ، 13 واقعاتی، 3 مدحیہ اور 12 ہجویہ مثنویاں ہیں۔
- ظفر انصاری کی جدید تحقیق کے مطابق میر کی مثنویوں کی تعداد 39 ہے۔(جدید اردو مثنوی فن اور فکری ابعاد۔ص: 171۔ از ظفر انصاری)

میر کی عشقیہ مثنویاں مندرجہ ذیل نو ہیں:

(1) خواب وخیال

- اس میں انھوں نے اپنی آپ بیتی بیان کی ہے۔

(2) معاملات عشق

- یہ قدرے طویل مثنوی ہے جس میں عشق کے سات معاملات کا ذکر ملتا ہے۔

(3) دریائے عشق

- اسم بامسمیٰ مثنوی ہے۔ اس میں عاشق و معشوق دونوں دریا میں کود کر جان دے دیتے ہیں۔

(4) شعلۂ عشق

- مثنوی شعلۂ عشق میں ایک وفادار بیوی کی داستان محبت بیان کی گئی ہے۔اس مثنوی میں اصل قصے سے پہلے 132 اشعار میں عشق کی تعریف بیان کی گئی ہے۔

(5) جوش عشق

(6) اعجاز عشق

(7) حکایت عشق

- حکایت عشق میر کی طبع زاد مثنوی ہے اس میں افغان پسر کے عشق کا قصہ بیان کیا گیا ہے۔

(8) جوان عروس

(9) مورنامہ

- اس مثنوی میں انسان اور حیوان کے درمیان ہونے والے عشق کا ذکر کیا گیا ہے۔

میر کے منتخب اشعار

اب کے جنوں میں فاصلہ شاید نہ کچھ رہے
دامن کے چاک اور گریباں کے چاک میں

میرے سلیقے سے میری نبھی محبت میں
تمام عمر میں ناکامیوں سے کام لیا

پاس ناموس عشق تھا ورنہ
کتنے آنسو پلک تک آئے تھے

لے سانس بھی آہستہ کہ نازک ہے بہت کام
آفاق کے اس کارگہ شیشہ گری کا

افسردگی سوختہ جاں ہے میر
دامن کو ٹک ہلا کہ بجھی دلوں کی آگ

مصائب اور تھے پر دل کا جانا
عجب اک سانحہ سا ہو گیا ہے

شام سے کچھ بجھا سا رہتا ہے
دل ہوا ہے چراغ مفلس کا

روشن ہے اس دل سوزاں میں داغ ایک
اجڑے نگر میں جیسے جلے ہے چراغ ایک

عجز و نیاز اپنا، اپنی طرف ہے سارا
اک مشت خاک کو ہم مسجو د جانتے ہیں

سراپا آرزو ہونے نے بندہ کردیا ہم کو
وگرنہ ہم خدا تھے گر دل بے مدعا ہوتے

کوچے نہ تھے دلی کے اوراق مصور تھے
جو شکل نظر آئی تصویر نظر آئی

رات محفل میں تیری ہم بھی کھڑے تھے چپ کے
جیسے تصویر لگا دے کوئی دیوار کے ساتھ

میر کے متعلق مختلف آرا و خیالات

- قائم چاند پوری نے میر کو ''میر خمیر'' کہا ہے۔
- میر واسوخت کے موجد ہیں۔ (آزاد)
- میر اردو کے شیخ سعدی ہیں۔ ان کا کلام اکسیر شاعری ہے۔ (رام بابو سکسینہ)
- میر کی شاعری دلی اور دل کا مرثیہ بن گئی ہے۔ (خواجہ احمد فاروقی)
- میر کا کلام آہ ہے اور مرزا کا کلام واہ۔ (خواجہ باسط)
- میر کے اشعار کی داخلیت بھیتری چوٹ ہے۔ (فراق)
- میر کے غم میں زخم ہی مرہم بن جاتے ہیں۔ (فراق)
- ہندوستان میں میر اپنے وقت کے سب سے بڑے ہندوستانی، سب سے بڑے انسان اور سب سے بڑے شاعر تھے۔ (فراق)
- آپ بے بہرہ ہے جو معتقد میر نہیں (غالبؔ)

اردو شاعری کا حافظ

خواجہ حیدر علی آتش

(1192ھ مطابق 1778ء۔ 1263ھ مطابق 1847ء)

- آتش کا نام خواجہ حیدر علی تھا اور آتش تخلص۔
- آتش کے والد کا نام علی بخش تھا۔
- آتش فیض آباد میں 1192ھ مطابق 1778ء میں پیدا ہوئے۔
- آتش کا انتقال 1263ھ مطابق 1847ء میں لکھنؤ میں ہوا۔
- آتش کے جد اعلیٰ بغداد سے دہلی آئے تھے اور دہلی کے قیام کے بعد علی بخش فیض آباد چلے گئے تھے۔
- آتش نے غزل کے سوا کچھ نہیں لکھا۔
- آتش نواب مرزا محمد خاں ترقی کے دربار سے وابستہ تھے اور ترقی کے ساتھ ہی 29 رسال کی عمر میں لکھنؤ آکر انہوں نے مصحفی کی شاگردی اختیار کر لی تھی۔
- آتش اور ناسخ میں ادبی چشمک تھی۔
- آتش ہر وقت اپنے ساتھ تلوار رکھتے تھے اور مشاعروں میں بھی لے جاتے تھے۔
- آتش فقیرانہ زندگی گذارتے تھے۔ جسم پر گیروے رنگ کا لمبا چوغہ ہوتا تھا اور ہاتھ میں موٹا ڈنڈا کمر سے تلوار لٹکی رہتی تھی۔
- آتش کو کبوتر پالنے کا شوق تھا۔
- آتش بھنگ، چرس، افیم پیتے تھے۔ حقہ منھ سے لگا ہی رہتا تھا۔
- آتش کا تعلق دبستان لکھنؤ سے تھا۔
- آتش نے شاعری کو ''مرصع سازی'' کا نام دیا ہے۔
- آتش کے شاگرد رند، صبا، خلیل، نواب مرزا شوق، پنڈت دیا شنکر نسیم تھے۔
- آتش آخری عمر میں نابینا ہو گئے تھے۔

- غالب آتش کو ان شعرا کی صف میں کھڑا کرتے ہیں جن کی شاعری فارسی شعرا کی طرح "چیز دگر" کے ذیل میں آتی ہے۔
- آتش کا کلام متین اور سنجیدہ ہے (مصحفی)
- عبدالسلام ندوی نے آتش کی شاعری کو عشق و محبت کا آئینہ قرار دیا ہے۔

☆☆☆

➢ آتش کے انتقال پر رشک نے تاریخ کہی ''خواجہ حیدر علی اے وامردند''۔

آتش کے کارنامے

➢ آتش کی اردو کلیات دو دیوانوں پر مشتمل ہے۔
➢ پہلا دیوان ان کی زندگی میں ہی شائع ہو چکا تھا۔
➢ دوسرا دیوان ان کی وفات کے بعد میر دوست علی خلیل نے مرتب کر کے پہلے دیوان میں شامل کر دیا۔

منتخب اشعار

زمیں کدھر ہے کہاں آسماں نہیں معلوم
جہاں و کار جہاں سے ہوں بے خبر میں مست

بدلتا ہے رنگ آسماں کیسے کیسے
زمین چمن گل کھلاتی ہے کیا کیا

مٹے نامیوں کے نشاں کیسے کیسے
نہ گور سکندر نہ ہے قبر دارا

شاعری بھی کام ہے آتش مرصع ساز کا
بندشِ الفاظ جڑنے سے نگوں کے کم نہیں

ہم اور بلبل بے تاب گفتگو کرتے
یہ آرزو تھی تجھے گل کے روبرو کرتے

سوتے ہیں ہاتھ گردن مینا میں ڈال کر
ہر شب شب برات ہے ہر روز روز عید

قبریں بھری ہوئی ہیں عظام رمیم سے
اک مشتِ استخواں پہ نہ اتنا غرور کر

ہر بار عجب رنگ ہے ہر بار عجب روپ
جب دیکھیے کچھ اور ہی عالم ہے تمہارا

لگا کے آگ مجھے کارواں روانہ ہوا
نہ پوچھو مرا حال چوب خشک صحرا ہوں

آتش کے متعلق مختلف آرا و خیالات

➢ فراق نے آتش کو اخلاقی شاعری کا بادشاہ کہا ہے۔
➢ مصحفی نے آتش کو ''وجیہہ مسند الاخلاق'' لکھا ہے۔
➢ عبد السلام ندوی نے آتش کو اردو شاعری کا حافظ کہا ہے۔
➢ آتش کے کلام میں ترشے ہوئے الفاظ، آبدار موتیوں کی طرح لڑی میں پروئے ہوئے معلوم ہوتے ہیں۔ (رام بابو سکسینہ)

- غالب کے سات (7) بچے پے در پے ہوئے تھے اور ساتوں فوت ہو گئے۔اس کے بعد غالب نے اپنی بیوی کے بھانجے زین العابدین خاں عارفؔ کے دو بچوں پہلے حسین علی خاں جو چھوٹا لڑکا تھا اسے گود لیا پھر بڑے لڑکے باقر علی کو گود لیا تھا۔
- غالب نے دہلی کا سفر 1812ء مین کیا تھا اور تقریبا پچاس برس دہلی میں قیام کیا تھا۔
- غالب نے پنشن کی بحالی کے لیے کلکتہ کا سفر 1828ء میں کیا تھا اور حالؔی کے مطابق کلکتہ میں پورے دو برس قیام کیا تھا۔

(یادگار غالب ص:18۔از حالی۔ناشر اتر پردیش اردو اکادمی)

- اور کچھ لوگوں نے قیام کلکتہ ایک سال نو مہینے بھی لکھا ہے۔
- غالب نے کوئی لمبا سفر کلکتہ کے سوا نہیں کیا تھا۔
- غالب نے کلکتہ کے سفر کے دوران لکھنؤ اور بنارس میں بھی قیام کیا تھا۔اس زمانے میں لکھنؤ کے فرماں روا نصیر الدین حیدر تھے اور نائب روشن الدولہ۔
- غالب نے لکھنؤ میں مارچ 1826ء سے لے کر جون 1827ء تک قریب سوا پندرہ مہینے قیام کیا تھا۔(توقیت غالب۔ص:107)
- غالب کی ملاقات لکھنؤ میں میر انیس سے ہوئی تھی۔
- غالب دو مرتبہ رام پور گئے تھے پہلی مرتبہ 19 جنوری 1860ء میں نواب یوسف حسن خاں کی دعوت پر اور دوسری مرتبہ 1865ء میں نواب یوسف حسن خاں کے انتقال کے بعد تعزیت کے لیے۔
- انگریزی حکومت سے غالب کو 700 روپے سالانہ پنشن ملتی تھی۔
- بہادر شاہ ظفر کی طرف سے غالب کو 50 روپے ماہانہ ملتے تھے۔
- نواب رام پور کی سرکار سے غالب کو 100 روپے ماہانہ ملتے تھے۔
- غالب کو شطرنج اور جوا کھیلنے کی بہت عادت تھی۔
- غالب قمار بازی یعنی جوا کھیلنے کے جرم میں دو بار جیل گئے تھے۔
- پہلی مرتبہ 1841ء میں 100 روپے جرمانہ اور چار ماہ قید کی سزا ہوئی۔
- دوسری بار 1847ء میں 200 روپے جرمانہ اور چھ ماہ کی قید کی سزا ہوئی۔

حیوان ظریف

مرزا اسداللہ خاں غالبؔ

(1797ء-1869ء)

- غالب کا نام اسداللہ خان اور عرفیت مرزا نوشہ تھی۔
- ابتداً اسدؔ تخلص کرتے تھے لیکن جب یہ سنا کہ کوئی اور شاعر بھی اسدؔ تخلص رکھتا ہے تو خود کو ممتاز کرنے کے لیے اس وقت سے غالبؔ تخلص اختیار کرلیا۔
- غالب 1212ھ مطابق 27 / دسمبر 1797ء کو آگرہ میں پیدا ہوئے۔
- 15 / فروری 1869ء کو دہلی میں وفات پاکر بستی حضرت نظام الدین میں مدفون ہوئے۔
- غالب کے والد کا نام عبداللہ بیگ اور عرفیت مرزا دولہا تھی۔
- غالب کے دادا کا نام قوقان بیگ تھا جو شاہ عالم کے زمانے میں ایران سے دہلی آئے تھے۔
- غالب کا سلسلہ نسب افراسیاب بادشاہ توران تک پہنچتا ہے۔
- غالب دو بھائی تھے۔ دوسرے بھائی کا نام مرزا یوسف خان تھا۔
- 1801ء میں جب غالب کی عمر چار سال کی تھی تو گولی لگنے کی وجہ سے والد کا انتقال ہوا تھا۔
- والدہ کا نام عزت النسا تھا۔
- غالب کے چچا کا نام مرزا نصر اللہ بیگ تھا۔ چچا نے ہی غالب کی پرورش کی تھی۔
- 1806ء میں جب غالب کی عمر نو (9) سال تھی چچا نصر اللہ بیگ بھی وفات پا گئے۔
- ابتدائی تعلیم غالب نے شیخ معظم سے حاصل کی۔
- فارسی زبان کی تعلیم غالب نے عبدالصمد سے حاصل کی جو پارسی نژاد تھا اور جس کا اصل نام ہُرمُزد تھا۔
- غالب کی شادی الٰہی بخش خاں معروف کی بیٹی امراؤ بیگم سے 7 / رجب 1225ھ مطابق 1810ء میں ہوئی تھی۔

- حالی کے مطابق من جملہ چھ مہینے میں سے 3ر مہینے غالب نے قید میں گذارے۔
- غالب نے قید میں ایک فارسی ترکیب بند اپنے حسب حال لکھ کر دوستوں کو بھیجا تھا جس نظم میں کل سات بند اور ہر بند میں بارہ بارہ اشعار ہیں۔
- مرزا غالب نے کبھی پڑھنے کے لیے نہ کوئی کتاب خریدی تھی اور نہ ہی رہنے کے لیے کوئی مکان۔ بلکہ زندگی بھر کتاب اور مکان دونوں کرایہ پر لے کر کام چلاتے رہے۔
- غالب نے گیارہ برس کی عمر میں 1808-1807ء میں شاعری شروع کی تھی۔اور تخلص اسد اختیار کیا تھا۔1816ء سے غالب تخلص کا باقاعدہ استعمال کرنے لگے تھے۔
- غالب نے اپنے خطوط میں لکھا ہے کہ ان کو ایک ڈومنی چاہتی تھی۔
- غالب نے شاعری میں بیدل کی روش اختیار کی ہے۔

طرز بے دل میں ریختہ کہنا اسد اللہ خاں قیامت ہے

- غالب نے مثنوی باد مخالف میں فارسی کے 9ر شعرا کو اپنا استاد قرار دیا ہے۔
- غالب کے مخلص دوست مولوی فضل حق تھے جن کی تحریک پر غالب نے اپنے ابتدائی کلام کا دو تہائی حصہ نکال ڈالا تھا۔
- غالب نے فارسی میں شعر گوئی کا باقاعدہ آغاز 1827-1826ء میں کیا۔
- غالب کو اپنے اردو کلام سے زیادہ فارسی کلام پسند تھا۔
- غالب نے اپنی کتاب مہر نیم روز میں ایک موقع پر بہادر شاہ کی طرف خطاب کر کے یہ ظاہر کیا ہے کہ ''شاہجہاں کے عہد میں کلیم شاعر سیم و زر میں تولا گیا تھا مگر میں صرف اس قدر چاہتا ہوں کہ اور کچھ نہیں تو میرا کلام ہی ایک دفعہ کلیم کے کلام کے ساتھ تول لیا جائے۔
- غالب نے ایک جگہ لکھا ہے کہ ''جس بحر میں کوئی اسم یا لفظ نہ آسکے اس کی تدبیر خاقانی اور فردوسی سے بھی نہ ہوگی۔ میں کیا کروں گا! تمہارا نام آسکتا ہے لیکن الف دبتا رہتا ہے۔خدا کے واسطے اس کی تدبیر سرور صاحب سے پوچھنا۔''

القاب و خطابات

- بہادر شاہ ظفر نے غالب کو نجم الدولہ، دبیر الملک، نظام جنگ کا خطاب 1266ھ

رسالے لکھے گئے تھے۔

- ان کتابوں کے جواب میں غالب کے دوستوں نے ''لطائف غیبی'' ''واقع ہذیان'' ''سوالات عبدالکریم'' لکھی تھیں۔
- غالب نے اپنی کتاب قاطع برہان میں ملا عبدالصمد کی شاگردی کی طرف اشارہ کیا ہے لیکن قاضی عبدالودود اور کچھ محققین نے ملا عبدالصمد کو ایک فرضی وجود قرار دیا ہے جسے غالب نے اپنے مخالفین پر اپنی فارسی دانی کا سکہ جمانے کے لیے گڑھا تھا۔

○ **درفش کادیانی:**

- غالب نے قاطع برہان کو اعتراضات اور دیگر مضامین اور فوائد کے ساتھ دوسری بار درفش کادیانی کے نام سے 1277ھ میں چھپوایا تھا۔

○ **پنج آهنگ:** پانچ حصوں پر مشتمل ہے۔ جیسا کہ نام سے ظاہر ہے، اس میں فارسی انشاپردازی کے نمونے دیے گئے ہیں۔

کلیات فارسی: غالب کا فارسی کلام 1835ء میں ''مے خانہ آرزو کے نام سے شائع ہوا۔

○ **سبد چین:** اس میں غالب نے فارسی کلام کے وہ اشعار درج کیے ہیں جو فارسی کلیات میں شامل ہونے سے رہ گئے تھے۔

○ **گل رعنا:** غالب نے اپنے کلکتہ کے ایک دوست مولوی سراج احمد کی فرمائش سے اپنے تمام اردو و فارسی دیوان کا انتخاب کیا تھا اور اس کا نام گل رعنا رکھا تھا جو 1828ء میں شائع ہوا۔

○ **لطائف غیبی:** (1864ء)

○ **دعا صباح:** (1867ء) منظوم فارسی ترجمہ

- غالب نے اردو میں خطوط نویسی کا آغاز 48-1847ء میں کیا تھا۔
- ایک قول یہ بھی ہے کہ غالب نے خطوط نویسی کا آغاز 1850 میں کیا تھا۔

○ **عود هندی:** غالب کے خطوط کا پہلا مجموعہ ہے جس میں 162 خطوط ہیں اور جو غالب کے انتقال کے چار مہینے پہلے 17/ اکتوبر 1868ء میں شائع ہوا۔

○ **اردوئے معلی:** غالب کے خطوط کا دوسرا مجموعہ ہے اس میں 472/ خطوط ہیں اور یہ غالب کے انتقال کے 19 دن بعد مارچ 1869ء میں شائع ہوا۔

مطابق 1849ء میں عطا کیا تھا۔ اور خاندان تیمور کی تاریخ نویسی کی خدمت پر پچاس روپیہ ماہ وار کے مامور کیا تھا۔

- ذوق کے انتقال کے بعد غالب کو ملک الشعرا کا خطاب ملا۔

غالب کے شاگرد

میر مہدی مجروح، الطاف حسین حالی، یوسف علی خاں والی، بہادر شاہ ظفر، نواب ضیاء الدین خاں نو درخشاں، منشی ہر گوپال تفتہ، نواب علاء الدین خاں علوی، ذکی، عزیز، مشتاق، جوہر، مرزا قربان علی بیگ سالک

غالب کے کارنامے

○ **پرتوستان:** خاندان تیمور کے تاریخی حالات (فارسی زبان میں)

- اس کتاب کے پہلے حصے کا نام ''مہر نیم روز'' ہے جس کی چار جلدیں ہیں۔
- مہر نیم روز میں غالب نے عہد تیمور سے ہمایوں تک کے تاریخی حالات بیان کرنے کا ارادہ کیا تھا اور اسے پورا کیا۔
- دوسرے حصے کا نام ''ماہ نیم ماہ'' ہے۔ اس حصہ میں جلال الدین محمد اکبر سے لے کر سراج الدین بہادر شاہ ظفر کے زمانے تک کے تمام واقعات درج کرنے کا ارادہ کیا تھا جو نامکمل رہا۔
- غالب کو اپنی دو ترکیبوں پر بڑا ناز تھا۔ ایک ماہ نیم ماہ اور دوسرے رستخیز بیجا۔

○ **دستنبو:** (1858ء) ایک روزنامچہ ہے جس میں غالب نے فارسی زبان میں 15/ مہینوں یعنی مئی 1857ء سے لے کر اگست 1858ء تک کے غدر کے حالات قلم بند کیے ہیں جو 1858ء میں شائع ہوا تھا۔

○ **قاطع برھان:** (1276ھ/1862ء): محمد حسین تبریزی کی فارسی لغت ''برہان قاطع'' میں پائی جانے والی غلطیوں کی نشان دہی اور اس کی اصلاح کے بعد غالب نے اس کا نام قاطع برہان رکھا اور یہ کتاب 1276ھ میں چھپی۔

قاطع برہان کے جواب میں 'محرق قاطع، قاطع قاطع، مؤید برہان، ساطع برہان وغیرہ

مولانا امتیاز علی عرشی نے 1937ء میں شائع کیا۔

- مکاتیب غالب: مولانا امتیاز علی عرشی نے 1937ء میں شائع کیا۔
- رقعات غالب:
  - فارسی میں لکھے گئے خطوط کا مجموعہ ہے، جس میں 15 رمکتوب ہیں۔
- خطوب غالب
- نادرات غالب
  - 47 رخطوط کا مجموعہ ہے جو 1869ء میں شائع ہوا۔ اس میں نبی بخش حقیر کے نام سے خطوط ہیں۔
- نکات غالب
  - اس میں اردو زبان میں فارسی قواعد ہیں۔
- قادر نامہ: آٹھ صفحات کا رسالہ ہے۔ غالب نے اسے اپنی بیوی کے بھانجے زین العابدین عارف کے دو بچوں باقر علی خاں اور حسین علی خاں کے لیے لکھا تھا جنھیں غالب نے گود لیا تھا۔ قادر نامہ میں ہندی فارسی عربی کے مترادف بیان کیے گئے ہیں۔
- انشائیہ غالب: انگریز افسروں کو اردو پڑھانے کے لیے لکھی گئی تھی۔
- نامۂ غالب: (1865ء) یہ خوابی رسالہ ہے۔

مثنویاں:

- مرزا غالب کی کل گیارہ مثنویاں ہیں جن میں سب سے طویل مثنوی ابر گہر بار ہے۔
- **بادِ مخالف:**
  - بادِ مخالف میں غالب نے اپنی غریب الوطنی کا ذکر، اہل کلکتہ کی نامہربانی کی شکایت اور اپنے کلام پر ان کے اعتراضات اور اپنے جوابات کو بیان کیا ہے۔

مثنوی ابرِ گوہر بار: مثنوی ابر گوہر بار غالب کی ناقص مثنوی ہے جس میں اشعار کی تعداد ایک ہزار پچانوے ہے۔

- مثنوی ابر گوہر بار میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے معراج کا واقعہ بڑی تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔
- **مثنوی چراغ دیر**

- مثنوی در صفتِ انبہ
- مثنوی دعائے صباح
- مثنوی شان نبوت وولایت
- **دیوان غالب:**

➤ غالب کے دیوان اردو میں 1802 اشعار ہیں۔

➤ دیوان غالب، غالب کی زندگی میں پانچ بار شائع ہوا۔

پہلی بار 1841ء مین دوسری بار 1847 میں

تیسری بار 1861ء میں چوتھی بار 1862ء میں

پانچویں بار 1863ء میں

- **نسخہ حمیدیہ:**

➤ نسخہ حمیدیہ کو مفتی انوار نے 1931ء میں ترتیب دے کر شائع کیا تھا۔

➤ دیوان غالب نسخہ عرشی 1958ء میں پہلی بار شائع ہوا۔

➤ اس میں عرشی نے غالب کے اردو کلام کو تاریخی ترتیب سے پیش کیا ہے۔

➤ دیوان غالب نسخہ عرشی تین حصوں پر مشتمل ہے۔ پہلے حصے کا نام گنجینۂ معنی ہے۔ اس میں غالب کے 3 رقصائد، 268 رغزلیں، متفرق اشعار اور 6 رباعیاں ہیں۔

➤ اس میں وہ تمام اشعار ہیں جو غالب نے شروع میں کہے اور شائع کیے۔

➤ دوسرے حصہ کا نام نوائے سروش ہے۔

➤ تیسرے حصے کا نام ''یادگار نالہ'' ہے۔ اس حصے میں غالب کا وہ کلام ہے جو ان کے دیوان کے کسی نسخے کے حاشیے یا خاتمے یا ان کے کسی خط میں یا کسی بیاض میں ملا ہے یا ان کے نام سے کسی رسالے میں شائع ہوا ہے۔

غالب کے قصائد

➤ غالب کے منتخب اردو دیوان میں کل چار قصیدے ہیں جن میں ابتدائی دو قصیدے حضرت علی کی منقبت میں اور آخر کے دو قصیدے بہادر شاہ ظفر کی مدح میں ہیں۔

- غالب کے چار مختصر قصیدے اور ہیں جو انگریز حکام کی مدح میں ہیں۔اس طرح غالب کے کل آٹھ قصیدے ہیں۔
- غالب کو اپنی تشبیب پر بڑا ناز تھا۔
- غالب کے ابتدائی دو قصیدے جو حضرت علی کی شان میں ہیں ان پر فارسیت اور مشکل پسندی کا غلبہ نظر آتا ہے۔
- غالب کا پہلا قصیدہ جو حضرت علی کی شان میں ہے اس کا مطلع ہے:

ساز یک ذرہ نہیں فیضِ چمن سے بیکار
سایۂ لالہ بے داغ سویدائے بہار

- دوسرا قصیدہ جو حضرت علی کی شان میں ہے اس کا مطلع ہے:

دہر جز جلوۂ یکتائی معشوق نہیں
ہم کہاں ہوتے اگر حسن نہ ہوتا خود بیں

- بہادر شاہ ظفر کی مدح میں پہلا قصیدہ جس کا مطلع یہ ہے:

(1) ہاں مہِ نو سنیں ہم اس کا نام جس کو تو جھک کے کر رہا ہے سلام

- یہ قصیدہ ان کے چاروں قصیدوں میں سب سے بڑا ہے اور اٹھاون اشعار پر مشتمل ہے۔
- بہادر شاہ ظفر کی مدح میں دوسرا قصیدہ جس کا مطلع ہے:

(2) صبح دم دروازۂ خاور کھلا مہرِ عالم تاب کا منظر کھلا

اس قصیدے میں غالب نے ایک غزل بھی پیش کی ہے جس کا ایک شعر ہے:

ہم پکاریں اور کھلے یوں کون جائے یار کا دروازہ پائیں گر کھلا

غالب کے منتخب اشعار

جب تک کہ نہ دیکھا تھا قد یار کا عالم میں معتقد فتنۂ محشر نہ ہوا تھا
ہے آدمی بجائے خود اک محشر خیال ہم انجمن سمجھتے ہیں خلوت ہی کیوں نہ ہو
اس سادگی پہ کون نہ مر جائے اے خدا! لڑتے ہیں اور ہاتھ میں تلوار بھی نہیں
بوئے گل، نالۂ دل، دودِ چراغِ محفل جو بھی نکلا تیری محفل سے پریشاں نکلا

خطوطِ غالب

- مرزا غالب کے خطوط ہی ان کی اردو نثر نگاری کا سرمایہ ہیں۔
- کاظم علی جواں کے مطابق دستیاب خطوطِ غالب کی تعداد 873 اور مکتوب الیہم کی تعداد 90 ہے۔
- خلیق انجم کے مطابق خطوط غالب کی تعداد 886 اور مکتوب الیہم کی تعداد 92 ہے۔
- غالب نے سب سے زیادہ خطوط تفتہ منشی مرزا ہر گوپال کے نام لکھے تھے جس کی تعداد 123 ہے۔
- خلیق انجم کے مطابق غالب نے منشی شیونارائن کو 36، خواجہ غلام غوث بے خبر کو 25، علاء الدین احمد خاں کو 58، نواب کلب علی خان کو 76، میر مہدی مجروح کو 50، میرزا حاتم علی مہر کو 19، اور نواب یوسف علی خان کو 40 خطوط لکھے تھے۔
- خطوطِ غالب کا بے تکلف اندازِ بیان اور بذلہ سنجی بیک نظر متاثر کرتی ہے۔
- مرزا غالب نے اپنے خطوط نگاری کے متعلق لکھا ہے کہ "میں نے وہ اندازِ تحریر ایجاد کیا ہے کہ مراسلہ کو مکالمہ بنا دیا۔ ہزار کوس سے بزبان قلم باتیں کیا کرو۔ ہجر میں وصال کے مزے لیا کرو۔
- غالب اپنے خطوط میں لمبے چوڑے القاب کے بجائے مختصر القاب استعمال کرتے ہیں جیسے بھائی، برخوردار، میری جان، جان غالب، صاحب، مہاراج، بندہ پرور، کیو صاحب، قبلہ و کعبہ وغیرہ۔
- غالب کا کہنا ہے کہ میں مکتوب علیہ کو آواز دیتا ہوں اور کام کی بات شروع کر دیتا ہوں۔
- غالب کے خطوط سے ان کی شخصیت کے تمام پہلوؤں پر روشنی پڑتی ہے۔
- خطوط غالب سے 1857 کی غدر کے واقعہ اور بغاوت کو سمجھا جا سکتا ہے کیونکہ غالب نے اپنے خطوط میں اپنے عہد کی سچی تصویر کشی کی ہے۔
- غالب اپنے خط میں بطورِ مزاح لکھتے ہیں کہ "منہہ گھڑی بھر برسے تو چھت گھنٹہ بھر برسے کہیں لگن دھرا ہے تو کہیں چلپچی، خط لکھوں تو کہاں بیٹھ کر"......لوگ روٹی کھاتے ہیں میں کپڑا کھاتا ہوں۔
- خواجہ احمد فاروقی نے خطوطِ غالب کے بارے میں لکھا ہے کہ "خاکم بدہن اگر دیوان غالب نہ ہوتا اور صرف خطوطِ غالب ہوتے تو بھی غالب غالب ہی رہتے۔"



- مغل دور نے ہندوستان کو تین چیزیں دی ہیں: (1) غالب (2) اردو (3) اور تاج محل۔ (رشید احمد صدیقی)
- لٹریری قابلیت کے لحاظ سے مرزا جیسا جامع حیثیت آدمی خسرو اور فیضی کے بعد آج تک ہندوستان کی خاک سے نہیں اٹھا۔ (یادگار غالب از حالی)
- شعر فہمی اور کتاب فہمی میں وہ ایک مستثنٰی آدمی تھے۔ کیسا ہی مشکل مضمون ہو وہ ایک سر سری نظر میں اس کی تہہ تک پہنچ جاتے تھے۔ (یادگار غالب از حالی)
- غالب سے پہلے اردو شاعری دل والوں کی دنیا تھی۔ (آل احمد سرور)
- ایک زمانہ وہ بھی آئے گا جب لوگ غالب کی شاعری کو بھول جائیں گے تو ایسے زمانے میں ان کی نثر اور ان کے خطوط ان کی عظمت کو برقرار رکھیں گے۔ (آل احمد سرور)
- اقبال نے اپنی نظم میں غالب کو گوئٹے کا ہم نوا بتایا ہے۔
- دونوں (غالب اور گوئٹے) اقلیم سخن کے شہنشاہ ہیں۔ تہذیب و تمدن، تعلیم و تربیت، فطرت کوئی زندگی کا ایسا پہلو نہیں جس پر دونوں کا اثر نہ پڑا ہو۔۔۔ شاعری کا دونوں پر خاتمہ ہو گیا۔ (عبدالرحمٰن بجنوری)
- آل احمد سرور نے غالب کی شاعری کے متعلق کہا ہے کہ اسے مرض عشق کے چکر سے نکال کر انسانوں کے دل کی دھڑکن بنا دیا۔
- غالب جدید اردو نثر کے موجد اور خطوط نویسی کے رہ نما ہیں۔ (آل احمد سرور)

☆☆☆

وفا کیسی، کہاں کا عشق، جب سر پھوڑنا ٹھہرا　　تو پھر اے سنگ دل تیرا ہی سنگ آستاں کیوں ہو
سبزہ و گل کہاں سے آئے ہیں　　ابر کیا چیز ہے ؟ ہوا کیا ہے ؟
دے کے خط منہ دیکھتا ہے نامہ بر　　کچھ تو پیغام زبانی اور ہے
ان آبلوں سے پاؤں کے گھبرا گیا تھا میں　　جی خوش ہوا ہے راہ کو پر خار دیکھ کر

غالب کے بارے میں مختلف آرا و خیالات

- غالب کو ''حیوان ظریف'' حالی نے کہا تھا۔
- ''ماضی کا رچا ہوا شعور، حال کے پیچ و خم کا احساس اور آنے والے دور کی کرنیں سبھی کچھ موجود ہیں۔ (آل احمد سرور)
- غالب کو ''نشاط کا شاعر'' ممتاز حسین نے قرار دیا ہے۔
- غالب کو ''پہلا فلسفی شاعر'' یوسف حسین خاں نے کہا ہے۔
- غالب کو خود بھی احساس تھا کہ وہ ''عندلیب گلشن نا آفریدہ'' ہیں۔
- اقبال نے غالب کا مقابلہ گوئٹے سے کیا ہے۔
- غالب کے کلام کو ''جلوۂ صد رنگ'' سرور نے کہا ہے۔
- ''دیوانِ غالب کا ہر مصرع تارِ رباب نظر آتا ہے۔'' (عبدالرحمٰن بجنوری)
- ہندوستان کی الہامی کتابیں دو ہیں ایک وید مقدس، دوسری دیوانِ غالب: عبدالرحمٰن بجنوری)
- غالب کے تصرف سے غزل اردو کی تاثیر اور تقدیر بن گئی۔ (رشید احمد صدیقی)
- غالب نے اردو شاعری کو ایک نیا شعور، ایک نیا نسب، ایک نیا افق دیا۔ (رشید احمد صدیقی)
- غالب نے غزل کی تقدیر دریافت کی اور غزل کو ایسی فضاؤں سے آشنا کیا جہاں اردو کے تمام ممکناتِ شعری و شاعری کے برگ و بار لانے کے لیے سامان اور سہولتیں فراہم ہیں۔ (رشید احمد صدیقی)
- اگر اس لڑکے کو کوئی کامل استاد مل گیا اور اس نے اس کو سیدھے راستہ پر ڈال دیا تو لاجواب شاعر بن جائے گا ورنہ مہمل بکنے لگے گا۔ (میر تقی میر)
- مرزا غالب کے لیے شاعری موسیقی اور موسیقی شاعری ہے۔ (عبدالرحمٰن بجنوری)

- پہلی شادی 1833ء میں ایک زمیندار خاندان کی لڑکی سے ہوئی لیکن نباہ نہ ہوئی اور علاحدگی ہوگئی۔
- مومن کی دوسری شادی خواجہ میر درد کے خاندان میں ہوئی۔ ان سے ایک لڑکا احمد نصیر خاں اور ایک لڑکی محمدی بیگم بقید حیات رہے۔
- مومن کی معشوقہ کا نام ام الفاطمہ اور تخلص حجاب تھا۔
- مثنوی ''قول غمیں'' میں ان کی معشوقہ کا کردار ہے جس کا تخلص صاحب جی ہے۔
- معاملہ بندی مومن کے کلام کا خاص وصف ہے۔
- مومن کی غزلوں کا دائرہ حسن و عشق تک محدود ہے۔
- مومن صنعت مکر شاعرانہ کے موجد ہیں۔
- مومن اپنے تخلص کو معنی خیز انداز میں استعمال کرتے ہیں۔
- مومن کی غزلوں میں عشقیہ جذبات کا برملا اظہار رنگینی اور شگفتگی پیدا کردیتا ہے۔

مومن کے شاگرد

شیفتہ، میر حسن، تسکین، میر غلام علی وحشت، اصغر علی خان نسیم

مومن کے کارنامے

- مومن کے دیوان کو ان کے شاگرد نواب مصطفیٰ خاں شیفتہ نے مرتب کیا اور مولی کریم الدین نے 1846ء میں شائع کیا۔
- مومن نے اردو میں کل 9 قصیدے لکھے ہیں جن میں 2 قصیدے حمد و نعت کے ہیں، 4 قصیدے خلفائے راشدین کی شان میں، ایک قصیدہ امام حسین کی شان میں، ایک قصیدہ وزیر الدولہ امیر الملک نواب محمد وزیر خاں والی ٹونک کی تعریف میں اور ایک قصیدہ تہنی کے شکرانہ کے طور پر رئیس پٹیالہ کے بھائی راجا اجیت سنگھ کی تعریف میں۔ یعنی مومن نے 7 مذہبی اور 2 غیر مذہبی قصیدے لکھے ہیں۔
- مومن کی کلیات میں ایک مرثیہ ہے جو انھوں نے محبوبہ کی موت پر لکھا تھا۔
- مومن کی کلیات میں 3 واسوخت بھی ملتے ہیں۔

مومن خاں مومن

(1215ھ/1800ء-1268ھ/1852ء)

- نام محمد مومن خاں تھا اور تخلص مومن۔
- مومن 1215ھ/ 1800ء میں دہلی میں پیدا ہوئے۔
- مومن کی وفات 1268ھ/1852ء میں دہلی میں ہوئی اور دہلی دروازہ کے باہر شاہ ولی اللہ کے خاندانی قبرستان میں دفن ہوئے۔
- مومن کی موت کوٹھے سے گرنے کی وجہ سے ہوئی تھی۔
- موت سے چند مہینے پہلے مومن کوٹھے سے گر پڑے تھے جس کی وجہ سے ہاتھ پاؤں ٹوٹ گئے تھے۔
- اس حادثہ کی تاریخ کہی جو آخر کار موت کی تاریخ بھی ثابت ہوئی اور یہ ان کے مزار پر کندہ ہے۔(دست و بازو بشکست (ہاتھ پاؤں ٹوٹ گئے)
- مومن کے والد کا نام غلام نبی خاں تھا۔
- مومن کا خاندانی پیشہ طبابت تھا۔
- حکیم غلام نبی خاں کے مرشد شاہ عبدالعزیز نے مومن کی پیدائش پر کان میں اذان دی تھی اور مومن نام تجویز کیا تھا۔ حالاں کہ گھر والوں نے حبیب اللہ نام رکھا تھا۔
- مومن نے عربی شاہ عبدالقادر سے اور طب اپنے والد حکیم غلام نبی خاں سے پڑھی تھی۔
- مومن ریاضی، نجوم، موسیقی اور شطرنج میں بھی مہارت رکھتے تھے۔
- مومن کو علم رمل اور تاریخ گوئی میں بھی مہارت حاصل تھی۔
- مومن کی شاعری کے استاد شاہ نصیر تھے۔
- مومن مسلکاً وہابی تھے اور حافظِ قرآن بھی تھے۔
- مومن نے دو شادیاں کی تھیں۔

- مومن کی کلیات میں کل بارہ مثنویاں ہیں۔
- مومن کی پہلی مثنوی ''شکایت ستم'' ہے جو انھوں نے 16 رسال کی عمر میں لکھی تھی۔
- مومن کی 6 مثنویوں کا موضوع خود ان ہی کا عشق ہے۔

مثنویاں:
(1) شکایت ستم (2) قصہ غم (3) قول غمیں (4) کف آتشیں (5) حسنین مغموم (6) آہ و زاری مظلوم (7) مثنوی جہاد (8) اسرار عشق (9) درماتم حکیم غلام نبی خاں (10) نکاح یار جانی کی تاریخ (11) نامۂ مومن جاں باز بہ جانب محبوبۂ دل نواز (12) نامہ باسوز و گداز بہ سمت معشوقہ طناب۔

مومن کے منتخب اشعار

تم ہمارے کسی طرح نہ ہوئے ورنہ دنیا میں کیا نہیں ہوتا
غیروں پہ کھل نہ جائے کہیں راز دیکھنا میری طرف بھی غمزۂ غماز دیکھنا
محفل میں تم اغیار کو دزدیدہ نظر سے منظور ہے پنہاں نہ رہے راز تو دیکھو
اثر اس کو ذرا نہیں ہوتا رنج، راحت فزا نہیں ہوتا
میرے آنسو نہ پوچھنا ورنہ کہیں دامان ترنہ ہو جائے
ہم بھی کچھ خوش نہیں وفا کر کے تم نے اچھا کیا نباہ نہ کی
آنکھوں سے حیا ٹپکے ہے انداز تو دیکھو ہے بوالہوسوں پر بھی ستم ناز تو دیکھو
کچھ قفس میں ان دنوں لگتا ہے جی آشیاں اپنا ہوا برباد کیا

مومن کے متعلق مختلف آرا و خیالات

- مومن کی شاعری کو ''مکرِ شاعرانہ'' کا نام ضیا احمد بدایونی نے دیا تھا۔
- تم میرے پاس ہوتے ہو گویا
  جب کوئی دوسرا نہیں ہوتا

مومن کے اس شعر کے متعلق غالب نے فرمایا تھا کہ اگر مومن مجھے اپنا یہ شعر دے دیں تو میں ان کو اپنا پورا دیوان دینے کو تیار ہوں۔

خان بہادر

شاد عظیم آبادی

(19 محرم 1262ھ/ جنوری 1846ء۔1927ء)

- شاد کا نام سید علی محمد، تخلص شاد اور خطاب خان بہادر تھا۔
- شاد عظیم آبادی 19 محرم 1262ھ/ جنوری 1846ء کو شہر عظیم آباد (پٹنہ) محلہ پورب دروازہ اپنے نانیہال میں پیدا ہوئے۔
- شاد کا انتقال 1927ء میں 81 سال کی عمر میں پٹنہ میں ہوا۔
- شاد کے والد کا نام سید عباس مرزا تھا اور دادا کا نام سید تفضل علی خاں۔
- شاد کے والد عباس مرزا ترک سکونت کر کے عظیم آباد چلے آئے تھے۔
- شاد کے آغاز تعلیم سے لے کر منتہائے تعلیم تک کے استاد: مولوی فرحت حسین، شیخ آغا جان، شیخ علی باقر آبا، سید عبداللہ، مولوی آغا محمد، ناظر وزیر علی، مسٹر فریزر، مولوی محمد اعظم اور شیخ محمد علی ہیں۔
- شاد کی شاعری کے استاد خواجہ میر درد کے شاگرد شاہ الفت حسین فریاد ہیں۔
- شاہ الفت حسین فریاد نے ہی علی محمد کا تخلص شاد تجویز کیا تھا۔
- ابتداً شاد نے ناظر وزیر علی عبرتؔ سے بھی مشورۂ سخن کیا تھا۔
- سات آٹھ برس کی عمر میں آپ نے تلنگی پر یہ شعر موزوں کر کے لکھا تھا:

جوکوئی اس تلنگی کو لوٹے
گر پڑے ہاتھ پاؤں سر ٹوٹے

- شاد کو انیس و دبیر کی صحبت بھی میسر رہی اور حالی و سر سید سے بھی ملاقات رہی۔
- شاد غزل میں میر اور آتش سے متاثر ہیں۔
- شاد نے مرثیہ میں انیس کا اتباع کیا ہے۔
- میر انیس جب پٹنہ آئے تھے تو شاد کو مرثیہ کہنے کا مشورہ دیا تھا۔ اور شاد نے بیس پچیس

- سعادت خاں ناصر نے مومن کو ''مسیحیٔ نفس'' ''حکیم بے نظیر'' اور ''شاعر بے عدیل'' کہا ہے۔
- اگر میرے سامنے تمام شعراءِ متقدمین کے کلام رکھ کر مجھ کو صرف ایک دیوان حاصل کرنے کی اجازت دی جائے تو میں بلا تامل کہہ دوں گا کہ مجھے کلیات مومن دے دو باقی سب اٹھالے جاؤ۔ (نیاز فتح پوری)
- ان (مومن) کی غزلوں میں عاشقی کی وہ فضا ملتی ہے جس میں بازاری انداز ہوتا ہے۔'' (ڈاکٹر سید عبداللہ)
- مومن تہذیب کی لگام کبھی ہاتھ سے جانے نہیں دیتے اور ہمیشہ باتیں رمز و کنایہ کے پیرائے میں کہتے ہیں۔'' (امداد امام اثر)
- مومن اپنے قصیدوں میں مواد اور ہیئت کو ہم آہنگ کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ (ڈاکٹر عبادت بریلوی)



- شاد کی رباعیاں سات سو کے قریب ہیں۔
- شاد کے مجموعۂ مثنوی میں آٹھ مثنویاں شامل ہیں۔

(1) **نالۂ شاد:** یہ مختصر عشقیہ مثنوی ہے

(2) **نغمہ جاں فزا**

(3) **یادِ حبیب**

(4) **چشمہ کوثر**

(5) **ثمرۂ زندگی**

(6) **فغانِ دلکش**

(7) **نوید ہند:** بعد میں یہی مثنوی ''مادر ہند'' کے نام سے شائع ہوئی۔

(8) **نالۂ دلکش**

مجموعۂ مراثی و مولود وغیرہ۔ اس مجموعہ میں 48 رمرثیے، تین مولود، بیس سلام ہیں۔

نثری تصانیف

کتاب نصائح الصبیان

کتاب تاریخ صوبہ بہار

صورت حال

حیات فردا

- **صورۃ الخیال:** یہ ایک ناول ہے جو 1876ء میں منشی حسن علی کے حسب ایما لکھا گیا تھا۔ یہ ناول تین جلدوں میں ہے۔ پہلی جلد کا نام صورۃ الخیال، دوسری کا بیئۃ المقال اور تیسری کا حلیۃ الکمال ہے۔
- **کتاب نوائے وطن:** صوبہ بہار کے لوگوں کی زبان درست کرنے کے لیے لکھی گئی۔
- اردو تعلیم
- فارسی تعلیم
- الصرف، النحو، المنطق
- ذخیرۂ ادب: اس میں ادب، فن شاعری و زبان دانی کے متعلق بارہ چودہ ابواب ہیں۔

بند کا مرثیہ بھی انیس کو اصلاح کرنے کے لیے دیا تھا۔

- شاد نے دو شادیاں کیں تھیں۔
- شاد کی پہلی شادی 1862ء میں کلثوم فاطمہ بنت میر آغا سے ہوئی تھی۔
- شاد کی دوسری شادی 1886ء میں زہرہ بیگم سے ہوئی تھی۔
- 1874ء میں شاد نے ہفت روزہ اخبار "نسیم سحر" کا اجرا کیا اور سات برس اس کے اڈیٹر رہے۔
- 1875ء میں شاد نے شہر کے لڑکوں کی اردو و فارسی تعلیم کے لیے زبدۃ المدارس اسکول قائم کیا تھا۔
- شاد کو انگریزی حکومت نے 1891ء میں خان بہادر کا خطاب دیا تھا۔
- شاد کو حکومت کی طرف سے 1000 روپیہ ماہانہ وظیفہ ملتا تھا۔
- شاد 1889ء میں آزیری مجسٹریٹ بنے اور 17/سال تک رہے پھر 16/برس تک میونسپل کمشنر رہے۔

شاد کے کارنامے

- شاد کی تصانیف نظم ونثر فارسی و اردو، مطبوعہ وغیر مطبوعہ سب ملا کر قریب بتیس (32) ہیں۔
- شاد کے کلام میں غزلیں، رباعیاں، مثنویاں، قطعات، افراد، ترجیع بند، مخمسات، مسدسات، مراثی اور مولود وسلام سب ہیں۔
- شاد کے دیوان میں بارہ سو غزلیں ہیں جن میں گیارہ ہزار پانچ سو گیارہ شعر ہیں۔
- شاد کی غزلوں کا دیوان ان کے شاگرد حمید عظیم آبادی نے 1928ء میں مرتب کر کے "نغمۂ الہام" کے نام سے شائع کیا۔
- کلام شاد بھی شاد کا ایک دیوان ہے جو ان کی زندگی میں چھپا۔

مجموعہ کلام:

- نغمہ الہام، مے خانۂ الہام، حیات فریاد، رباعیات شاد، سروش مستی، مادر وطن (مثنوی)
فروغ ہستی (یہ نظموں کا مجموعہ ہے)
اندھیر نگری (دیوان)

امام المتغزلین

حسرت موہانی

(ولادت 1298ھ/ 81-1880ء۔وفات 13/ مئی 1951ء)

- حسرت کا نام سید فضل الحسن تھا اور تخلص حسرت۔
- حسرت موہانی قصبہ موہان میں اپنے خاندانی مکان میں جسے ''بارہ دری'' کہا جاتا تھا۔ 1298ھ/ 81-1880ء میں پیدا ہوئے۔
- حسرت موہانی کا انتقال اتوار 13/ مئی 1951ء میں فرنگی محل لکھنؤ میں ہوا۔
- حسرت کے والد کا نام سید از ہر حسن اور والدہ کا نام شہر بانو بیگم تھا۔
- حسرت کے دادا کا نام سید مہر الحسن اور پردادا کا نام سید مظہر حسن تھا۔
- حسرت کے سات بھائی بہن تھے۔
- حسرت کے آبا و اجداد میں ایک بزرگ سید محمود نیشا پوری ۶۱۱ھ میں ترک وطن کر کے التمش کے زمانے میں 615ھ میں ہندوستان آئے اور موہان پہنچ کر مستقل سکونت اختیار کر لی۔
- سید محمود نیشا پوری کے تعلق سے ہی حسرت نے یہ شعر کہا ہے:

کیوں نہ ہوں اردو میں حسرت ہم نظیری کے نظیر
ہے تعلق ہم کو آخر خاک نیشا پور سے

- حسرت کی پہلی بیوی نشاط النسا بیگم ان کی چچازاد بہن تھیں۔
- حسرت نے اپنی پہلی جیل یاترا کے دوران ان پر ایک غزل کہی تھی جس کی ردیف ہے ''نشاط''
- حسرت نے 1894ھ میں موہان مڈل اسکول سے مڈل کا امتحان پورے صوبے میں امتیازی نمبروں سے پاس کیا تھا اور مزید تعلیم کے لیے سرکاری وظیفے کے حق دار ہوئے تھے۔
- حسرت نے 1899ء میں گورنمنٹ ہائی اسکول فتح پور سے انٹرنس کا امتحان اول درجے

ہزاروں آرزوئیں ساتھ ہیں پھر بھی اکیلی ہے
ہماری روح بے بوجھی ہوئی اب تک پہیلی ہے

پس از معشوق مرنا عشق کو بدنام کرنا ہے
خدا مجنوں کو بخشے مر گیا اور مجکو مرنا ہے

زندگی تک ہجر کی حد ہوگئی
دے دیا صدقہ بلا رد ہوگئی

اقربا کہتے ہیں یہ ہم میں نہیں
شاد رسوائی کی بھی حد ہوگئی

شاد کے متعلق مختلف آرا و خیالات

- سید سلیمان ندوی نے شاد کو اس دور کا میر کہا ہے۔
- قاضی عبدالودود نے شاد کی خودنوشت کا تحقیقی جائزہ لینے کے بعد کہا تھا کہ وہ جھوٹوں کا بادشاہ تھا۔
- نورالحسن نقوی نے شاد کو دبستانِ عظیم آباد کی آبرو کہا ہے۔
- موجودہ اساتذہ میں شاید شاد کا ہم عصر کوئی دوسرا نکل سکے۔ جس نے ہماری محفل ادب کا پچھلا سماں دیکھا ہو استادان کہن کی صحبت اٹھائی ہو۔ (سلیمان ندوی)
- شاد کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ اگر میر کے سادہ اور بے ساختہ انداز بیان میں آتش کی رنگینیٔ بیان کی امیزش کر دی جائے تو شاد کا اسلوب وجود میں آتا ہے۔



- کشکول
- کتاب ترجمۃ الاسلاف
- کتاب مردم دیدہ
- مجموعۂ لکچر تصحیح تاریخ
- رسالہ یومیہ
- خودنوشت
- شاد کی کہانی شاد کی زبانی
- نوائے وطن
- ذکر بلیغ
- مرثیہ گوئیاں
- لمعات شاد
- مسدس ظہور رحمت
- ریاض عمر
- زبور عرفان
- کلام اور شرح کلام

منتخب اشعار

یہ بزم مے ہے یاں کوتاہ دستی میں ہے محرومی
جو بڑھ کر خود اٹھا لے ہاتھ میں مینا اسی کا ہے

ڈھونڈو گے ہمیں ملکوں ملکوں ملنے کے نہیں، نایاب ہیں ہم
تعبیر ہے جس کی حسرت وغم اے ہم نفسو! وہ خواب ہیں ہم

دیکھا کیے وہ مست نگاہوں سے بار بار   جب تک شراب آئے کئی دور ہو گئے

تجھی کو تیرے مسافر اگر نہ پائیں گے   وطن میں جا کے منھ اپنا کسے دکھائیں گے

کوئی ماتم کرے میرے لیے کیوں   سزا جینے کی ہے اتنا جیے کیوں

میں خاص امتیاز کے ساتھ پاس کیا تھا۔

- مزید تعلیم کے لیے حسرت علی گڑھ آئے اور جب وہ پہلی بار علی گڑھ میں داخل ہوئے تو وہاں کے موجود طالب علموں نے ان کی ہیئت دیکھ کر انہیں ''خالہ جان'' کہا۔
- حسرت چار سال تک علی گڑھ کے طالب علم رہے۔ بی۔اے کی ڈگری حاصل کی اور ''خالہ جان'' سے ''مولانا حسرت موہانی'' بن گئے۔
- حسرت نے 1903ء میں ایم اے او کالج علی گڑھ سے بی اے کیا۔
- علی گڑھ میں حسرت کا نام تین بار مقامی سیاست میں حصہ لینے کی وجہ سے پرنسپل نے ''فرد سیاہ'' میں درج کیا تھا۔
- محمڈن اینگلو اورینٹل کالج میگزین علی گڑھ جنوری 1902ء میں حسرت کے ستائس اشعار کی ایک نظم شائع ہوئی تھی اس میں یہ شعر بھی ہے جو مشہور ہے:

پھیر لی پیر مغاں نے ہم سے گر چشم کرم
ہم کو ہے کافی نگاہِ فیض بخش ماریسن

اس شعر میں پیر مغاں سے مراد سر سید ہیں۔

- میں تو سمجھا تھا قیامت آگئی   خیر پھر صاحب سلامت ہوگئی

یہ حسرت کی پہلی غزل ہے جو انھوں نے اپنی عمر کے بارہویں یا تیرہویں سال میں لکھی تھی:

- بولے کوئے یار سے باوصف زغم   نکہت باد صبا ملتی نہیں

یہ حسرت کی آخری غزل ہے جو انھوں نے 20 نومبر 1950 کو لکھی تھی۔

- حسرت نے دو مرتبہ لندن کا سفر کیا تھا۔
- نیاز فتح پوری حسرت کے عزیز ترین اور بچپن کے، دوست تھے۔
- بہت سے نقادوں نے غزل کے نشاۃ ثانیہ کا سہرا حسرت کے سر باندھا ہے
- حسرت کی شاعری کے استاد تسلیم تھے۔
- تسلیم، نسیم دہلوی کے شاگرد تھے او نسیم مومن کے۔ حسرت اس سلسلۂ تلمذ پر ناز کرتے تھے۔
- حسرت کی اصغر گونڈوی سے بھی دوستی تھی۔
- حسرت نے بی اے کرنے کے فوراً بعد 1903ء میں اپنا سیاسی کیریئر شروع کیا تھا۔

حسرت کے کارنامے

(شعری و نثری)

- حسرت کا کلام تیرہ دیوانوں میں تقسیم ہے۔
- حسرت کا پہلا دیوان 1914ء میں الناظر پریس لکھنؤ سے شائع ہوا۔اسے بیگم حسرت موہانی نے مرتب کیا تھا۔
- حسرت نے بارہ دیوانوں پر مشتمل اپنی کلیات 1943ء میں شائع کیا۔اس میں 1893ء سے 1942ء تک کا کلام شامل ہے۔
- تیرہواں دیوان کلیات سے علیحدہ شائع ہوا ہے اس میں 1943ء سے 1950 تک کی غزلیں پائی جاتی ہیں۔ان کی تعداد 66 ہے۔
- حسرت کی تمام غزلوں کی تعداد 771 ہوتی ہے جن میں 383 غزلیں یعنی تقریباً نصف قید یا نظر بندی کی حالت میں لکھی گئی تھیں۔
- قید فرنگ حسرت کے شعری مجموعے کا نام ہے۔
- حسرت نے درج ذیل اردو شاعروں کے دواوین کے انتخابات پہلے اردوئے معلیٰ میں اور پھر کتابی صورت میں شائع کیے۔

(1) دیوان اشرف (2) دیوان جرأت (3) دیوانِ حسرت
(4) دیوان سوز (5) دیوان شیفتہ (6) دیوان قائم
(7) دیوان مصحفی (8) دیوان میر حسن (9) دیوان حاتم

نکاتِ سخن:

- ہندوستان کی جنگ آزادی کے دوران جو زندانی ادب تخلیق ہوا تھا، اس میں حسرت کی ''نکات سخن'' بھی ہے۔
- نکات سخن اردوئے معلیٰ میں پہلے قسط وار شائع ہوئی پھر بعد میں متروکات سخن،معائب سخن،محاسن سخن اور نوادر سخن کے نام سے کتابی صورت میں شائع ہوئی۔
- **دیوان غالب اردو مع شرح:** 1905ء میں حسرت نے غالب کا دیوان اور اس کی شرح

- جب 1916ء میں کانگریس لیگ سمجھوتہ نہ ہوا تو حسرت مسلم لیگ کے صدر منتخب ہوئے۔
- 1946ء میں مسلم لیگ کے ٹکٹ پر یوپی اسمبلی کے لیے منتخب ہوئے۔
- حسرت تین بار جیل گئے۔
- پہلی بار 23/جون 1908ء کو حسرت کو بغاوت کے الزام میں گرفتار کر کے دوسال کی سزا اور پانچ سو روپے جرمانہ عائد کیا گیا۔
- جرمانے کی رقم وصول کرنے کے لیے پولیس نے ان کی ذاتی لائبریری نیلام کردی تھی۔
- حسرت کی گرفتاری اردوئے معلیٰ (اپریل 1908ء) میں ''مصر میں انگریزوں کی تعلیمی پالیسی'' کے عنوان سے مضمون، چھاپنے کی وجہ سے ہوئی تھی کیوں کہ حکومت نے اس مضمون کو باغیانہ قرار دیا تھا۔
- حسرت دوسری بار 13/اپریل 1916ء کو جیل گئے۔
- حسرت پہلے مجاہد آزادی ہیں جنھوں نے 1921ء میں احمد آباد کانگریس کے سالانہ جلسے میں مکمل آزادی کی تجویز پیش کی تھی۔
- اس موقع پر انھوں نے جو تقریر کی اس کی پاداش میں انھیں چھ سال کی سزا دی گئی اور تیسری بار جیل گئے۔ گرفتاری 14/اپریل کو کانپور میں عمل میں آئی)
- حسرت سودیشی تحریک کے بہت بڑے علم بردار اور مبلغ تھے۔
- حسرت نے 11/ بار حج کیا تھا۔
- مولانا محمد علی خاں اثر رام پوری نے حسرت کی وفات پر آٹھ اشعار کا قطعہ تاریخ کہا ہے۔ جس کا مطلع ہے:

کاملان ادب و شعر پہ آیا ہے وہ سال
جس میں اکثر نے پیا ساغر صہبائے اجل

- آخری شعر سے تاریخ وفات نکلتی ہے۔ شعر ہے:

پوچھا جب مصرع تاریخ تو آئی یہ ندا
حاجی کاملِ حق گو و شہنشاہِ غزل

یاسیات کے امام

فانی بدایونی

(13 ستمبر 1879ء۔1941ء)

- نام شوکت علی خاں تھا اور تخلص پہلے شوکت بعد میں فانی۔
- فانی بدایوں کے ایک قصبے میں 13 ستمبر 1879ء میں پیدا ہوئے۔
- فانی کا انتقال 1941ء میں حیدر آباد میں ہوا۔
- فانی کے والد کا نام شفاعت علی خاں تھا جو تھانے دار تھے۔
- فانی کے جد اعلیٰ اصالت خاں شاہ عالم بادشاہِ دہلی کے زمانے میں کابل سے ہندوستان آئے۔
- فانی کا خاندانی تعلق یوسف زئی افغانوں کے قبیلے عمر خیل سے تھا۔
- فانی کے پردادا کا نام بشارت خاں تھا۔
- فانی نے گورنمنٹ ہائی اسکول بدایوں سے انٹرنس امتحان 1897ء میں پاس کیا۔
- فانی نے بی۔اے کی ڈگری بریلی کالج سے 1901ء میں حاصل کی۔
- فانی نے علی گڑھ میں ایل ایل بی میں 1906ء میں داخلہ لیا۔
- فانی نے علی گڑھ سے ایل ایل بی کی گری 1908ء میں حاصل کی۔
- اس کے بعد ہائی کورٹ کا امتحان پاس کیا اور لکھنؤ میں وکالت شروع کردی۔
- فانی کی شادی قصبہ اکبری ضلع بدایوں کے زمیندار انتظار علی خاں کی صاحبزادی شاہ زمانی بیگم سے 1903ء میں ہوئی۔
- فانی کی زمانی بیگم سے تین اولادیں ہوئیں۔
- فانی نے گیارہ سال کی عمر میں شاعری شروع کی اور نام کی مناسبت سے شوکت تخلص اختیار کیا۔
- فانی نے اپنی پہلی غزل 1890ء میں کہی جو رندانہ خیالات پر مشتمل تھی۔

ساقی اس میں ڈال دے سب میکدے کے خم　　آیا ہے آج ہاتھ میں ساغر شراب کا
لالہ پر جھک پڑی ہے گلِ یاسمن کی شاخ　　یا دست نازنین میں ہے ساغر شراب کا

شائع کی تھی۔

- **مشاہدات زنداں:** حسرت کی خودنوشت ہے جس میں 23 جون 1908 سے 19 جون 1909 تک کے قید فرنگ کی الم ناک داستان ہے۔
- اس داستان کو مشاہدات زنداں کے نام سے حسرت نے اردوئے معلیٰ میں تیرہ قسطوں مین شائع کیا۔ پہلی قسط دسمبر 1909ء میں اور آخری قسط جنوری 1910ء میں اور نیاز فتح پوری نے نگار (لکھنؤ، جون 1952ء) میں چھاپا۔

ڈائری (روزنامچہ)

- حسرت رسالہ اردوئے معلیٰ علی گڑھ سے نکالتے تھے۔
- اردوئے معلیٰ کا پہلا شمارہ جولائی 1903ء میں شائع ہوا۔
- اردوئے معلیٰ کی آخری اشاعت اپریل 1913ء میں ہوئی تھی۔
- حسرت نے جولائی 1914ء سے تذکرۃ الشعرا کے نام سے ایک سہ ماہی رسالہ جاری کیا تھا۔
- حسرت نے کانپور سے 1928ء میں ''مستقل'' نام سے ایک روزنامہ شائع کرنا شروع کیا تھا۔
- حسرت نے 1913ء میں فیض آباد سے ''قیصر ہند'' نام کا ایک اردو ہفتہ وار اخبار بھی جاری کیا تھا۔

منتخب اشعار

حسن بے پروا کو خود بیں و خود آرا کردیا
کیا کیا میں نے کہ اظہار تمنا کردیا

بھلاتا لاکھ ہوں لیکن برابر یاد آتے ہیں
الٰہی ترک الفت پر وہ کیوں کر یاد کرتے ہیں

توڑ کر عہد کرم نا آشنا ہو جایئے
بندہ پرور جایئے اچھا خفا ہو جایئے

گو نگاہِ شوق کو محو تماشا دیکھیے
قہر کی نظروں سے مصروف سزا ہو جایئے

نہیں آتی تو یاد ان کی مہینوں تک نہیں آتی
مگر جب یاد آتے ہیں تو اکثر یاد آتے ہیں

آئینے میں وہ دیکھ رہے تھے بہار حسن
آیا مرا خیال تو شرما کے رہ گئے

گراں گزرے گا حرف آرزو اس طبع نازک پر
نگاہ شوق اس مضمون رنگیں کو ادا کر دے

خرد کا نام جنوں پڑ گیا، جنوں کا خرد
جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے

☆☆☆

- فانی کا تیسرا مجموعہ کلام **''عرفانیات فانی''**، لطفی پریس، دہلی سے 1939ء میں شائع ہوا۔
- فانی کا چوتھا اور آخری مجموعہ کلام **''وجدانیات فانی''** مطبع دار الکتابت، حیدر آباد سے فانی کی وفات سے سال بھر پہلے 1940ء میں شائع ہوا۔
- فانی کی وفات کے پانچ سال بعد حیرت بدایونی نے چاروں مجموعوں کو یک جا کرکے کلیات کی صورت میں ترتیب دیا۔ اس میں وہ کلام بھی شامل کر دیا جو مختلف رسائل میں شائع ہوا تھا لیکن کسی مجموعے میں شامل نہ ہو سکا تھا۔

فانی کی نادر تحریریں:

- **نقش فانی:** فانی کے تربیتی دور کے کلام کا انتخاب ہے۔
- **ارمغانِ فانی:** اس میں فانی کی غزلوں کا انگریزی ترجمہ ہے۔
- **انتخاب فانی:** فانی کے وہ اشعار ہیں جو خود انھوں نے منتخب کیے۔
- **بیاض فانی:** اس میں فانی کے پسندیدہ فارسی اشعار ہیں۔

فانی کی نثری تحریریں:

- **شعر و شاعری:** یہ مضمون ایک تقریر ہے جو فانی نے اپنی وفات سے چند ماہ قبل حیدر آباد ریڈیو سے نشر کی تھی۔
- **موازنہ نظم و غزل:** یہ مضمون بھی فانی کی ریڈیو تقریر ہے۔
- **دستور الاصلاح پر رائے:** فانی کی یہ تحریر سیماب اکبر آبادی کی تالیف دستور الاصلاح پر مختصر تبصرہ ہے۔

فانی کے منتخب اشعار

جب پرسشِ غم وہ کرتے ہیں کیا جانے کیا ہو جاتا ہے
کچھ یوں بھی زباں نہیں کھلتی، کچھ درد سوا ہو جاتا ہے

دل کا اجڑنا سہل سہی، بسنا سہل نہیں ظالم
بستی بسنا کھیل نہیں، بستے بستے بستی ہے

تم ہی کہو تمھیں اپنا بنا کے کیا پایا
مگر یہی کہ جو اپنے تھے سب پرائے ہوئے

- فانی نے 1898ء میں اپنا پہلا دیوان مرتب کر لیا تھا لیکن ان کے والد نے اسے غصے سے نذرِ آتش کر دیا تھا۔
- شوکت علی خاں فانی بدایونی نے شوکت کی جگہ فانی تخلص 1899ء میں اختیار کیا۔
- فانی 1906ء سے 1917ء تک شاعری سے کنارہ کش رہے۔
- فانی کی آخری مطبوعہ غزل جوان کی زندگی میں شائع ہوئی۔ اس کا ایک مصرعہ یہ ہے ؎

یہاں اب ایک بھی دل درد کے قابل نہیں ملتا

- فانی شاعری میں حالی سے متاثر نظر آتے ہیں۔
- فانی کی نظموں میں ''علم''، ''دارفانی''، ''غمازی'' اور مختلف قطعات پر حالی کی گہری چھاپ نظر آتی ہے۔
- فانی کے کلام میں غربت کا لفظ بار بار آیا ہے۔
- فانی کی غزل کی خصوصیات ''قنوطیت'' ہے۔
- فانی نے شیکسپیئر کے طربیہ ڈرامے Much ado about notihng (مچ اڈو باؤٹ تھنگ) اور ملٹن کی نظم Comus (کومس) کا اردو ترجمہ کیا تھا، جو ضائع ہو گیا۔
- 1906ء میں جب فانی علی گڑھ میں تھے تو ان کا دوسرا دیوان چوری ہو گیا۔
- فانی نے دو مرتبہ حیدرآباد کا سفر کیا تھا۔
- فانی نے پہلی مرتبہ حیدرآباد کا سفر 1926ء میں کیا اور دوسری مرتبہ مہاراجہ کشن پرشاد کی دعوت پر 1927ء میں حیدرآباد گئے تھے۔
- فانی ماہ نامہ تسنیم کے مدیرِ اعلیٰ تھے جو دسمبر 1930ء سے نکلنا شروع ہوا تھا۔
- رشید احمد صدیقی نے فانی کو یاسیات کا امام کہا ہے۔

فانی کے کارنامے

- فانی کے کل چار مجموعے شائع ہوئے۔
- فانی کا پہلا مجموعہ کلام **''دیوانِ فانی''** نقیب پریس بدایوں سے 1921ء میں شائع ہوا۔
- فانی کا دوسرا مجموعۂ کلام **''باقیاتِ فانی''** آگرہ اخبار پریس سے 1926ء میں شائع ہوا۔

مل کے پلٹی تھیں نگاہیں کہ دھواں دل سے اٹھا بجلیاں ٹوٹ پڑی جب وہ مقابل سے اٹھا

دل پہ گھٹا چھائی ہے کھلتی ہے نہ برستی ہے آنسو تھے سو خشک ہوئے جی ہے کہ اُمڈا آتا ہے

آ مری قبر پہ آ، حشر کا ساماں بھی لا تیری آمد کے تصدق تیرے جلوؤں کے نثار



- فراق کی شاعری کا لب و لہجہ سکون، نرمی اور ٹھنڈک سے پہچان لیا جاتا ہے۔
- لہلہاٹیں، رسمساہٹیں، ملگجاہٹیں جیسے الفاظ فراق نے وضع کیے تھے۔
- فراق کی غزلوں میں انگریزی کی شعری روایت کا پرتو نظر آتا ہے۔
- فراق کی شاعری کی بڑی خصوصیت رومانی نیم خوابی کی کیفیت ہے۔
- فراق کے کلام کی اہم خصوصیات جنسیت، جمالیات، فطرت پرستی اور ہندوستانیت ہے۔
- فراق کے کلام میں ہندوستانی صنمیات کا سب سے زیادہ اثر ہے۔
- فراق نے جمالیاتی رباعیاں کہی ہیں۔
- فراق اردو کے تاثراتی نقاد ہیں۔

اعزازات وانعامات

- فراق کو گل نغمہ پر ساہتیہ اکادمی ایوارڈ 1962 میں ملا تھا۔
- فراق کو پدم بھوشن اور سوویت لینڈ نہرو ایوارڈ 1968 میں ملا تھا۔
- فراق کو گل نغمہ پر گیان پیٹھ ایوارڈ 1969 میں ملا تھا۔
- فراق کو اتر پردیش اردو اکادمی ایوارڈ گل نغمہ پر 1961 میں ملا تھا۔
- فراق کو ساہتیہ اکادمی فیلوشپ 1970 میں ملی تھی۔

فراق کے کارنامے

مجموعۂ کلام:

- تحفۂ خوشتر 1922، فراق کا پہلا شعری مجموعہ ہے۔
- شعلۂ ساز 1945
- روح کائنات جون 1945، (رباعیاں اور نظمیں)
- مشعل 1946
- روپ 1946، یہ رباعیوں کا مجموعہ ہے۔
- رمز و کنایت 1947
- شبنمستان 1947 (بیشتر شعلۂ ساز، مشعل اور رمز و کنایات کی بازگشت)

فراق گورکھپوری

(28 اگست 1896ء۔1982ء)

- فراق کا نام رگھوپتی سہائے تھا اور فراق تخلص
- فراق 28 اگست 1896ء میں بنوار یار تحصیل بانس گاؤں ضلع گورکھپور میں پیدا ہوئے تھے۔
- فراق کا انتقال 1982ء میں دہلی میں حرکت قلب رکنے کی وجہ سے ہوا۔
- والد کا نام گورکھ پرشاد تھا اور عبرت تخلص۔ پیشہ وکالت
- فراق کے والدہ کا نام دلاری دیوی تھا۔
- فراق کے شاعری کے پہلے استاد پروفیسر ناصری پھر وسیم خیرآبادی اور ریاض خیرآبادی ہیں۔
- فراق نے بی۔اے الہ آباد یونیورسٹی سے کیا تھا۔
- فراق کا پی سی ایس میں انتخاب 1919 میں ہوا تھا۔
- فراق یو جی سی کی طرف سے نیشنل پروفیسر 1959 میں ہوئے تھے۔
- فراق تحریک آزادی میں شریک ہوئے تھے جس کی پاداش میں 1920 میں ڈھائی سال قید کی سزا ہوئی تھی۔
- جیل میں فراق کی ملاقات عارف ہنسوی، حکیم آشفتہ، مولانا احمد علی، حسرت موہانی اور مولانا ابوالکلام سے ہوئی تھی۔
- فراق کے کلام میں ہندوستانی دیومالائی عناصر کا اثر سب سے زیادہ ہے۔
- بقول فراق انھوں نے 19 برس کے ہونے کے بعد شاعری شروع کی یعنی 1916 میں ان کی شاعری کا آغاز ہوا تھا۔
- فراق مصحفی کے دلدادہ تھے۔
- فراق نے میر، مصحفی، ذوق، داغ اور ناسخ کا اثر قبول کیا ہے۔
- فراق اردو کے علاوہ انگریزی، ہندی اور سنسکرت ادب سے بھی گہری واقفیت رکھتے تھے۔
- دیومالائی عناصر فراق کی شاعری میں جابجا نظر آتے ہیں۔

- گل نغمہ 1959 (رباعیوں اور نظموں کے علاوہ 71 غزلیں ہیں جو دوسرے مجموعوں میں شامل ہیں)
- ہزار داستان 1964
- غزلستان 1965
- شعرستان 1966
- دھرتی کی کروٹ 1966 (نظمیں)
- گلبانگ 1967
- پچھلی رات 1969
- نغمہ نما
- چراغاں 1966 (انتخاب)
- گلہائے پریشاں
- بزم زندگی رنگ شاعری 1970
- فراق گورکھپوری (منتخب کلام)
- جہانِ فراق

غیر مدون، غیر مطبوعہ نظمیں:

- مدو و جزر عرفان
- ایک دوست کی موت سے متاثر ہو کر
- صبح جمال
- امریکی بنجارہ نامہ
- ہند و پاک جنگ
- آشنا
- خراج عقیدت

نثری تصانیف:

موت کا بھی علاج ہے لیکن
زندگی کا کوئی علاج نہیں

اس دور میں زندگی بسر کی
بیمار کی رات ہو گئی ہے

تم مخاطب بھی ہو، قریب بھی ہو
تم کو دیکھیں کہ تم سے بات کریں

دلوں کو تیرے تبسم کی یاد یوں آئی
کہ جگمگا اٹھیں جس طرح مندروں میں چراغ

ایک مدت سے تیری یاد بھی آئی نہ ہمیں
اور ہم بھول گئے ہوں تجھے ایسا بھی نہیں

شام بھی تھی دھواں دھواں حسن بھی تھا اداس اداس
دل کو کئی کہانیاں یاد سی آکے رہ گئیں

فراق کے بارے میں مختلف آرا و خیالات

- محمد حسن نے فراق کو اردو شاعری کا 'آسکر والڈ' کہا ہے۔
- محمد حسن نے فراق کو اردو ادب کا 'جانسن' کہا ہے۔
- کامل قریشی نے فراق کو 'حسن و عشق کا رسیا' کہا ہے۔
- فراق نے اردو میں ہندوستانی دیومالائی تصور جمال کی ترجمانی کی ہے۔ (گوپی چند نارنگ)
- فراق حسن و جمال کی بولتی ہوئی روح کے شاعر ہیں۔ (گوپی چند نارنگ)
- فراق جیسی چند جامع شخصیتیں روز روز نہیں پیدا ہوا کرتیں۔ (مجنوں گورکھپوری)
- اردو شاعری میں آنے والی شخصیت فراق کی ہے۔ (اصغر گونڈوی)
- میں فراق کو اردو غزل کا ایک اہم ستون تسلیم کرتا ہوں۔ (کلیم الدین احمد)
- فراق نے اردو شاعری کی طاق میں ہندوستانیت اور آفاقیت کی شمع روشن کی۔ (سلام سندیلوی)
- دنیا سے جاتے ہوئے غزل کو فراق کے ذمے کیے جا رہا ہوں۔ (یگانہ چنگیزی)
- فراق کی شاعری حقیقی شاعری کی بہترین مثال ہے۔ (یگانہ چنگیزی)
- اگر مجھ سے پوچھا جائے کہ آج کے شعرا میں سب سے درخشاں مستقبل کس کا ہے تو میں تنہا فراق کا نام لوں گا۔ (نیاز فتح پوری)
- فراق کو میں اس صدی کے موجودہ پچاس سال کے منفرد اور ممتاز غزل گویوں کی صف میں جگہ دیتا ہوں۔ غزل کا جو آئندہ رنگ و آہنگ ہوگا اس میں فراق کا بڑا حصہ ہوگا۔ (رشید احمد صدیقی)

- اردو کی عشقیہ شاعری 1945 (تنقید)
- حاشیے (تنقید)
- اردو غزل گوئی 1955 (تنقید)
- ہمارا سب سے بڑا دشمن
- اندازے (مختلف مضامین کا مجموعہ)
- اردو ساہتیہ کا اتہاس (ہندی)
- من آنم 1962: من آنم فراق کے ان خطوط کا مجموعہ ہے جو انھوں نے محمد طفیل مدیر نقوش کے نام لکھے تھے۔ یہ خطوط فروری 1953 سے لے کر 1956 تک کے زمانے کو محیط ہیں۔

تراجم:

- ایک سو ایک نظمیں
- ہملیٹ
- گیتا نجلی
- سادھو کی کٹیا

افسانے:

- سرخ گلاب (ماخوذ)
- گوپال اور چرواہا
- سچ کہاں ہے

فراق کی مشہور نظمیں:

ہنڈولہ، پرچھائیاں، جگنو، آدھی رات، ترانۂ عشق، عہد طفلی کا بیان، شام عبادت، یہاں نہ باندھو ناؤ

فراق کے منتخب اشعار

فضا تبسم صبح بہار تھی لیکن   پہنچ کے منزل جاناں پہ آنکھ بھر آئی

اصغر گونڈوی

(1884ء-1936ء)

- نام اصغر حسین تھا اور تخلص اصغر
- اصغر 3 جمادی الاوّل 1301ھ مطابق یکم مارچ 1884ء میں گورکھ پور میں پیدا ہوئے۔
- اصغر کا انتقال 1936ء میں الہ آباد میں ہوا۔
- اصغر کے والد کا نام منشی تفضل حسین تھا۔
- اصغر عمر کے آخری دس سال چھوڑ کر تمام زندگی گونڈہ میں رہے۔ اس نسبت سے گونڈوی کہلائے۔
- اصغر نے تین شادیاں کیں۔
- پہلی شادی والدین نے اوائل عمر ہی میں کر دی تھی۔
- دوسری شادی اصغر نے چھٹن سے کی جو نسیم کی بڑی بہن اور جگر کی سالی تھی۔
- تیسری شادی اصغر نے نسیم مطلقہ جگر سے کی تھی۔
- اصغر کی سات لڑکیاں تھیں جو پہلی بیوی سے ہوئی تھیں۔
- اصغر نے 07-1906 میں باقاعدہ شاعری شرع کر دی تھی۔
- اصغر نے ابتداً منشی خلیل احمد وجد بلگرامی سے مشورۂ سخن کیا پھر منشی امیر اللہ تسلیم سے اصلاحِ سخن لی۔
- اصغر کی طبیعت تصوف کی طرف مائل تھی۔ اصغر شاہ عبدالغنی منگلوری سے بیعت تھے۔
- اصغر اردو مرکز لاہور سے 1936 میں ملازمت کی غرض سے وابستہ ہوئے تھے۔
- اصغر ہندوستانی پریس سے نکلنے والے رسالہ 'ہندوستانی' کے ایڈیٹر بھی رہے۔
- اصغر کے کلام کا نشاطیہ رنگ ہمیں فارسی شاعر حافظ کی یاد دلاتا ہے۔
- اصغر کے کلام میں تصوف کا رنگ پایا جاتا ہے۔

- فراق کی یہ خوبی ہے کہ انھوں نے احساس جمال کو حیات و کائنات سمجھنے کے لیے بطور قدر استعمال کیا ہے اور ایسے جذبے اور فکر میں ڈوبے ہوئے نغموں کو ایسے آتشیں احساس کے ساتھ جگایا ہے کہ شعلہ سا لپک جائے ہے اور ہم تھوڑی دیر کے لیے نئی آگاہیوں کی ایک حسین دنیا میں پہنچ جاتے ہیں۔ (خواجہ احمد فاروقی)۔
- راشد اور فیض کے بعد جدید نظم نگاری کے معیار پر صرف فراق کی نظمیں پورا اترتی ہیں۔ (عزیز احمد)
- جب ہم لوگوں کو بھول جائیں گے اس وقت بھی فراق کی یاد تازہ رہے گی۔ (جگر مرادآبادی)
- اپنے فراق کو میں قرنوں سے جانتا اور ان کے اخلاق کا لوہا مانتا ہوں۔ مسائل علم و ادب پر جب وہ زبان کھولتے ہیں لفظ و معنی کے لاکھوں موتی پرو لیتے ہیں۔ (جوش ملیح آبادی)
- جو شخص یہ نہیں تسلیم کرتا کہ فراق کی عظیم شخصیت ہندوستان کے ماتھے پر ٹیکہ اور زبان کی آبرو اور شاعر کی مانگ کا صندل ہے وہ خدا کی قسم کورے مادر زاد ہے۔ (جوش ملیح آبادی)



رند جو ظرف اٹھا لیں وہی ساغر بن جائے
جس جگہ بیٹھ کے پی لیں وہی مے خانہ بنے

آلامِ روزگار کو آساں بنا دیا
جو غم ہوا اسے غمِ جاناں بنا دیا

مری ندائے درد پر کوئی صدا نہیں
بکھرا دیے ہیں کچھ مہ و انجم جواب میں

☆☆☆

اصغر کے کارنامے

- اصغر کے کلام کے دو مجموعے ہیں جن میں اشعار کی مجموعی تعداد ایک ہزار باسٹھ (1062) ہے۔ اگر ان اشعار میں وہ دو شعر علامہ اقبال کے شامل کردیئے جائیں جو انھوں نے اصغر کو تفویض کردیئے تھے تو کل اشعار ایک ہزار چونسٹھ ہوجاتے ہیں۔
- اصغر کا پہلا مجموعۂ کلام 'نشاط روح' کے نام سے پہلی بار مرزا احسان احمد نے دسمبر 1925 میں مرتب کر کے مطبع معارف اعظم گڑھ سے شائع کیا۔
- نشاط روح میں اصغر کا 1917 سے 1924 تک کا کلام ہے۔
- نشاطِ روح میں اشعار کی تعداد 559 ہے۔
- اصغر کا دوسرا مجموعۂ کلام سرور زندگی ہے جو 1934 میں شائع ہوا۔
- سرور زندگی میں اصغر کا 1925 سے 1934 تک کا کلام شامل ہے۔
- سرودِ زندگی میں کل اشعار کی تعداد 503 ہے۔

اردو شاعری کی ذہنی تاریخ (سال تصنیف 1928 تا 1933)

- **یادگار نسیم:** اصغر نے مثنوی گلزار نسیم اور دیوان نسیم کا انتخاب مع تحشیہ اور طویل مقدمے کے انڈین پریس سے شائع کیا تھا۔
- **دیوان مظہر جانِ جاناں:** مرتب اصغر گونڈوی
- **تنقیدی مضامین:** مقدمہ روح رواں، رباعیات رواں، مقدمہ پیام زندگی، مقدمہ یادگار نسیم، دیباچہ مطلع انوار، نوید زندگی، نظم ونثر پر ایک نظر، اردو کی نشو ونما، اردو شاعری کی ذہنی تاریخ

منتخب اشعار

یوں مسکرائے جان سی کلیوں میں پڑ گئی　　یوں لب کشا ہوئے کہ گلستاں بنا دیا
سراپا حسن وہ رنگیں ادا جان بہار　　حسن پر حسن تبسم صبح خنداں بہار
سو بار ترا دامن ہاتھوں میں مرے آیا　　جب آنکھ کھلی دیکھا اپنا ہی گریباں تھا

رئیس المتغزلین

جگرمرادآبادی

(1890ء-1960)

- نام علی سکندر تخلص جگر
- علی سکندر جگر مرادآبادی 1890ء میں مرادآباد میں پیدا ہوئے۔
- جگر مرادآبادی کا انتقال گونڈہ میں 1960ء میں ہوا۔
- جگر کے مورث اعلیٰ مولوی محمد سمیع شاہ جہاں کے استاد تھے۔
- جگر کے والد علی نظر صاحب دیوان شاعر تھے اور خواجہ وزیر لکھنوی سے اصلاح لیتے تھے۔
- جگر نے 14 برس کی عمر میں شاعری شروع کی اور جگر تخلص اختیار کیا۔
- جگر نے شروع میں والد سے اصلاح لی پھر داغ اور منشی امیراللہ تسلیم کو استاد بنایا۔
- جگر کی شاعری کے موضوعات وہی ہیں جو ان کے اساتذہ یعنی داغ و تسلیم کے ہیں جیسے معشوق کا سراپا، حسن کی ادائیں، عشق کی جاں سپاری وغیرہ۔
- جگر کی ملاقات اصغر سے 1919ء میں ہوئی۔ اور جگر اصغر کے ساڑھو بھائی تھے۔
- جگر نے بارہ تیرہ سال کی عمر سے شراب پینا شروع کی تھی اور اصغر گونڈوی کے سمجھانے پر 1939 میں مے نوشی ترک کر دی تھی۔
- جگر نے 3 شادیاں کی تھیں۔
- اصغر گونڈوی کے انتقال کے بعد جگر نے اصغر کی بیوی سے شادی کرلی تھی۔
- جگر کو کیرم، شطرنج اور طاش میں دلچسپی تھی۔
- 1942 میں فضل احمد فضلی کے مسلسل اصرار پر ایک فلم 'آسمانی مشاعرہ' میں جگر مرادآبادی نے داغ دہلوی کا پارٹ ادا کیا تھا۔
- جگر نے احباب کی خوشنودی اور تفنن طبع کے لیے 'دارالکھلا' قائم کی تھی۔
- 1954 میں جگر مرادآبادی نے حج کا فریضہ انجام دیا۔

وہ زلفیں دوش پر ڈالے ہوئے ہیں جہان آرزو تھرا رہا ہے

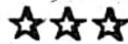
اے رحمت تمام! مری ہر خطا معاف میں انتہائے شوق میں گھبرا کے پی گیا

پیتا بغیر اذن یہ کب تھی مری مجال درپردہ چشم یار کی شہہ پاکے پی گیا

وہ ہزار دشمن جاں سہی مجھے غیر پھر بھی عزیز ہے جسے خاک پا تری چھو گئی وہ برا بھی ہو تو برا نہیں

جگر کے متعلق مختلف آرا و خیالات

- وہ (جگر) آج کل کے مشہور فلم ایکٹر کی طرح تھے کہ جہاں جاتے تھے اپنے ساتھ جم غفیر لے جاتے اور یہ ہی ان کا سب سے بڑا اعزاز تھا۔ (علی سردار جعفری)
- غزل اگر اردو کی آبرو ہے تو جگر بلاشبہ غزل کی آبرو ہیں۔ (سعادت علی صدیقی)



- جگر کی زندگی میں ان کی موت کی خبر دو مرتبہ اڑی پہلی مرتبہ 1935 میں اور دوسری مرتبہ 1958 میں۔
- بیسویں صدی میں اردو غزل کے 4 ستون: فانی، حسرت، اصغر اور جگر ہیں۔
- آل احمد سرور سے جگر کی خاص دوستی تھی۔

اعزازات

- آخری مجموعہ **'آتش گل'** کے انجمن ترقی اردو ہند کے 1958 کے ایڈیشن پر جگر صاحب کو ساہتیہ اکیڈمی کا 5 ہزار کا انعام 1959 میں ملا تھا۔
- جگر اپنے زمانے تک کے پہلے اردو شاعر تھے، جنھیں پدم بھوشن کا خطاب ملا تھا۔
- علی گڑھ مسلم یونیورسٹی نے انھیں ڈی لٹ کی اعزازی ڈگری عطا کی تھی۔

جگر کے کارنامے

- جگر کا کلام تین مجموعوں کی شکل میں شائع ہوا ہے:

(1) پہلا مجموعہ 'داغ جگر' (1922) بزم ادب اعظم گڑھ،

(2) دوسرا 'شعلۂ طور' (1932)،

(3) 'آتش گل' (1958) انجمن ترقی اردو ہند

○ **'یادگارِ جگر'** محمد اسلام کا مرتب کردہ وہ مجموعہ ہے جس میں جگر کا وہ کلام شامل ہے جسے مذکورہ بالا تینوں مجموعہ میں شائع نہیں کیا گیا تھا۔

جگر کی مشہور نظمیں: اعلان جمہوریت، بھاگ مسافر میرے چمن سے میرے وطن سے بھاگ، آوازیں، پھرتے ہیں آستینوں میں خنجر لیے ہوئے، گزر جا، نوائے وقت

- جگر کے مکاتیب کی مجموعی تعداد 62 ہے۔

منتخب اشعار

یہ عشق نہیں آساں بس اتنا سمجھ لیجیے　　اک آگ کا دریا ہے اور ڈوب کے جانا ہے

تجاہل، تغافل، تبسم، تکلم　　یہاں تک تو پہنچے وہ مجبور ہو کر

غالب جنگ

یگانہ یاس چنگیزی

(1884ء-1956ء)

- نام مرزا واجد حسین تھا اور تخلص پہلے یاس پھر یگانہ۔
- تاریخی نام مرزا افضل علی بیگ تھا اور عرف میں مرزا یاس یگانہ چنگیزی مشہور ہیں۔
- یگانہ بقول خود 27 ذی الحجہ 1301ھ مطابق 17 اکتوبر 1884ء میں پٹنہ کے محلّہ مغل پورہ میں پیدا ہوئے۔
- یگانہ کا انتقال 1956ء میں لکھنؤ میں ہوا۔
- مرزا یگانہ کے والد کا نام مرزا غلام حسین عرف مرزا پیارے صاحب تھا۔
- یگانہ کے جدِ اعلیٰ مرزا احسن بیگ مغلوں کے زمانے میں ہندوستان آئے اور سرکار دہلی کی فوج میں ملازم ہوئے۔ انھیں خدمات کے صلے میں چند جاگیریں پرگنہ حویلی عظیم آباد میں عطا ہوئیں۔
- یگانہ نے 1903 میں انٹرنس کا امتحان پاس کیا۔
- یگانہ نے 1904 میں کلکتہ کا سفر کیا اور مٹیا برج میں واجد علی شاہ کے خاندان کے دو افراد یعنی شہزادہ محمد یعقوب علی اور شہزادہ محمد یوسف علی مرزا کی انگریزی تعلیم پر مقرر ہوئے۔
- یگانہ نے 1905 میں لکھنؤ کا سفر علاج کی غرض سے کیا اور یہیں زندگی کا بڑا حصہ گزار دیا۔
- یگانہ نے لکھنؤ میں لکھنؤ کے نامور حکیم اور 'مباحثہ گلزار نسیم' یعنی 'معرکۂ چکبست و شرر' کے مرتب حکیم مرزا محمد شفیع کی بیٹی کنیز حسین سے 1913 میں شادی کی۔
- یگانہ نے پہلے سید علی خاں بے تاب عظیم آبادی سے مشورۂ سخن کیا پھر شاد عظیم آبادی سے اصلاحِ سخن لی۔
- یگانہ نے 21-1920 سے 1927 تک یاس اور یگانہ دونوں تخلص استعمال کیا۔
- 1927 میں یاس تخلص بالکل ترک کر کے صرف یگانہ استعمال کرنے لگے۔

یگانہ کے کارنامے

نشتر یاس:

- نشتر یاس یگانہ کا پہلا مطبوعہ مجموعہ کلام ہے جو اپریل 1914ء میں شائع ہوا۔
- نشتر یاس کی ایک منفرد خصوصیت یہ ہے کہ اس میں اکثر اشعار پر صاد بنائے گئے ہیں۔

آیات وجدانی:

- یگانہ کا دوسرا اور اہم ترین مجموعہ ہے جس کا پہلا ایڈیشن 1927ء میں، دوسرا ایڈیشن 1934ء میں اور تیسرا ایڈیشن ۱۹۴۵ء میں شائع ہوا۔

ترانہ:

- ترانہ یگانہ کا تیسرا مجموعہ کلام ہے جو صرف رباعیات پر مشتمل ہے اور اس کی اشاعت 1933ء میں ہوئی۔
- ترانہ میں رباعیوں کی تعداد 205 ہے جس میں سے 15 رباعیاں فارسی میں ہیں۔ ترانہ میں 9/ مزاحیہ رباعیاں غالب کے بارے میں ہیں۔

گنجینہ:

- گنجینہ یگانہ کے اس مجموعہ میں آیات وجدانی کی تینوں طباعتوں میں شامل کلام کے علاوہ ''ترانہ'' کی تمام رباعیات بھی شامل ہیں۔
- گنجینہ کو علی سردار جعفری نے ترتیب دیا ہے۔

کجکول:

- اس بیاض میں یگانہ نے اردو فارسی کے پسندیدہ اشعار، نکات علمیہ، لطائف شعرا، اور بعض اہم شخصیات سے متعلق خاص واقعات درج کیے ہیں۔

خودنوشت یاس (قلمی)

چراغ سخن:

- یگانہ کی اس کتاب کا موضوع علم عروض وقوافی ہے لیکن کتاب کے شروع اور آخر میں دو مضامین ''شعر وسخن'' اور ''اہل زبان وزبان داں'' بھی شامل کیے ہیں جن میں یگانہ نے

- شعرائے لکھنؤ چونکہ غالب کے مقلد تھے اس لیے یگانہ اپنے آپ کو 'آتش کا مقلد' کہتے تھے۔
- یگانہ نے اپنے پہلے شعری مجموعے 'نشتر یاس' 1914 کے سرورق پر اپنے نام سے پہلے خاک پائے آتش لکھا ہے۔
- 'چراغِ سخن' میں اپنے آپ کو 'آتش پرست' لکھا ہے۔
- یگانہ نے اپنے آپ کو غالب شکن اور غالب کا چچا کہا ہے۔
- یگانہ کے غالب شکنی کا آغاز ان کے پہلے شعری مجموعے نشتر یاس سے ہوتا ہے جو 1914 میں شائع ہوا۔
- یگانہ نے غالب شکنی کے متعلق ایک رسالہ 'غالب شکن' کے نام سے پہلی مرتبہ 1934 میں اور اضافوں کے ساتھ دوسری مرتبہ 1935 میں شائع کیا۔
- یگانہ اپنے نام کے ساتھ امام الغزل یا خداوند معانی یا ابوالمعانی یا مجاہد العصر یا غالب جنگ لکھا کرتے تھے۔ لیکن ابوالمعانی اور امام الغزل لکھنا زیادہ پسند تھا۔
- یگانہ نے پہلی مرتبہ اپنے نام کے ساتھ چنگیزی کا اضافہ 1932 میں کیا۔
- ان کے رباعیوں کے مجموعے 'ترانہ' کا انتساب بھی چنگیز خان کے نام سے ہے جسے یگانہ 'پیغمبر قہر و عذاب' اور 'شہنشاہِ بنی آدم' سمجھتے تھے۔
- یگانہ نے 1919 میں 'انجمن خاصانِ ادب' کے نام سے ایک ادبی انجمن بنائی۔
- 1924 میں یگانہ اٹاوہ جاکر اسلامیہ ہائی اسکول میں ملازمت کرنے لگے۔
- یگانہ نے اٹاوہ سے رسالہ 'صحیفہ' جاری کیا۔
- اٹاوہ میں یگانہ کے فانی اور جگر سے دوستانہ مراسم رہے۔
- یگانہ 1926 میں اصغر اور جگر کے ساتھ لاہور گئے۔
- یگانہ کی ملاقات لاہور میں اقبال سے ہوئی۔ اقبال یگانہ کی زبان دانی کے معترف تھے۔
- یگانہ 1927 میں حیدرآباد گئے۔
- یگانہ اودھ اخبار سے بھی وابستہ رہے۔

شعرائے لکھنؤ سے اپنے اختلافات کی تفصیل بیان کی ہے۔ اسی سلسلے میں غالب کے خلاف بھی بہت کچھ لکھا ہے۔

شہرت کاذبہ:

- اس کتاب کا پورا نام ''شہرت کاذبہ المعروف بہ خرافات عزیز'' ہے۔

غالب شکن:

- یگانہ کے مجموعۂ کلام ''ترانہ'' میں غالب کے خلاف شائع ہوئی رباعیوں پر پروفیسر مسعود حسن رضوی ادیب نے جو اعتراض کرتے ہوئے خط لکھا تھا اس کے جواب میں لکھے ہوئے خط کو یگانہ نے 1934ء میں پہلی بار ''غالب شکن'' کے نام سے ایک کتابچہ کی شکل میں شائع کیا جس میں غالب کے خلاف 24/رباعیات ہیں۔
- یہی کتابچہ 1935ء میں یگانہ نے ''غالب شکن'' (دوآتشہ) کے نام سے شائع کیا اور اس میں 24 کے بجائے 32/رباعیاں شامل کیں۔

یگانہ کے منتخب اشعار

موت مانگی تھی خدائی تو نہیں مانگی تھی
لے دعا کر چکے اب ترکِ دعا کرتے ہیں

ہر شام ہوئی صبح کو ایک یادِ فراموش
دنیا یہی دنیا ہے تو کیا یاد رہے گی

لے دوا صبح ہوئی تو کیا، وہی آگ دل میں بھری رہی
وہی خور رہی، وہی بور رہی، وہی فطرتِ بشری رہی

☆☆☆

اعزازات وانعامات

➤ معین احسن جذبی کو ان کی زندگی ہی میں غالب ایوارڈ، امتیاز میر، مہاراشٹر اردو اکادمی ایوارڈ، ہریانہ اردو اکادمی ایوارڈ، اقبال سمان 1993 اور اعزاز غالب 2000 سے نوازا گیا تھا۔

جذبی کے کارنامے

- جذبی کی زندگی میں ان کے کل تین شعری مجموعے شائع ہوئے۔
- پہلا شعری مجموعہ فروزاں 1943
- دوسرا مجموعہ سخن مختصر 1960
- تیسرا مجموعہ گدازِ شب 1985
- جذبی کے انتقال کے بعد 2006 میں ساہتیہ اکادمی نے ان کا کلیات 'کلیاتِ جذبی' کے نام سے چھاپا۔
- حالی کا سیاسی شعور جذبی کے پی ایچ ڈی کا مقالہ ہے۔
- جذبی کی نظمیں: طوائف، موت

منتخب اشعار

دل کے گداز نے آنکھوں کو اے دیے آنسو — یہ جانتے ہوئے غم کے چین کچھ اور بھی ہیں
سب کچھ نصیب ہو بھی تو اے شورش حیات — تجھ سے نظر چرانے کی عادت کہاں سے لائیں
ملے مجھ کو غم سے فرصت تو سناؤں وہ فسانہ — کہ ٹپک پڑے نظر سے مے عشرت شبانہ
یہی زندگی مصیبت یہی زندگی مسرت — یہی زندگی حقیقت یہی زندگی فسانہ
مرے قہقہوں کی زد پر کبھی گردشیں جہاں کی — مرے آنسوؤں کی رو میں کبھی تلخیِ زمانہ

جذبی کے متعلق مختلف آرا و خیالات

➤ محمد حسن نے جذبی کو سلگتی ہوئی آتش رفتہ کا شاعر کہا ہے۔

➤ ترقی پسند تحریک کے ابتدائی دور کے نوجوان شعرا میں جذبی ہی ایک ایسے شاعر تھے جن کو غزل کے فن پر قابو تھا۔ (خلیل الرحمٰن اعظمی)

➤ ان کا کلام شروع سے آخر تک ایک ہموار شخصیت کے ذہنی ارتقا کا ترجمانی کرتا ہے۔ (خلیل الرحمٰن اعظمی)

معین احسن جذبی

(21 اگست 1912ء۔2005ء)

- جذبی کا نام معین احسن تھا اور جذبی تخلص، ابتدائی تخلص ملال۔
- جذبی کی پیدائش 21 اگست 1912ء میں قصبہ مبارک پور اعظم گڑھ میں ہوئی۔
- جذبی کا انتقال 2005ء میں علی گڑھ میں ہوا۔
- جذبی کے والد کا نام احسن الغفور اور دادا کا نام عبدالغفور تھا جو شاعر تھے اور مظہر تخلص رکھتے تھے۔
- جذبی نے ہائی اسکول جھانسی سے پاس کیا۔
- جذبی نے بی اے اینگلو عربک کالج (ڈاکٹر ذاکر حسین کالج) دہلی سے (38-1936) میں مکمل کیا۔
- جذبی نے ایم اے اردو (1942) میں اور 'حالی کا سیاسی شعور' کے موضوع پر پی ایچ ڈی 1956 میں علی گڑھ مسلم یونیورسٹی سے کی۔
- جذبی اگست 1943 سے فروری 1945 تک اردو ماہ نامہ 'آجکل' کے نائب مدیر رہے۔
- جذبی مسلم یونیورسٹی علی گرھ کے شعبہ اردو میں 1945 میں لکچرار ہوئے۔
- جذبی درس و تدریس کے فرائض سے سبکدوش 21 اگست 1974 کو ہوئے۔
- جذبی نے 9 سال کی عمر میں جب وہ درجہ چہارم میں تھے اس وقت شاعری شروع کر دی تھی لیکن جذبی کی شاعری کا باقاعدہ آغاز 1929 میں ایک غزل سے ہوا۔
- شروع میں جذبی کے شاعری کے استاد حامد شاہ جہاں پوری اور صادق دہلوی رہے۔
- جذبی شروع شروع میں ملالؔ تخلص کرتے تھے بعد میں انھوں نے جذبی تخلص اختیار کرلیا۔
- جذبی کی ابتدائی شاعری فانی، جگر، حسرت سے متاثر نظر آتی ہے۔
- جذبی ترقی پسند شاعر تھے۔

اعزاز

- مجروح کو 1992 میں اقبال سمان ملا۔

مجروح کے کارنامے

- مجروح کے دو شعری مجموعے ہیں: (1) غزل (2) مشعل جاں
- مجروح کا پہلا شعری مجموعہ 'غزل' کے عنوان سے 1953 میں انجمن ترقی اردو علی گڑھ سے شائع ہوا تھا۔
- اس کا تعارفی مقدمہ علی سردار جعفری نے اور اس کا پیش لفظ قاضی عبدالغفار نے لکھا ہے۔
- مجروح کے اس پہلے مجموعے میں 1942 سے 1952 کے درمیان لکھی گئی غزلیں شامل کی گئی ہیں۔
- 1956 میں چند نئی غزلوں کے اضافے کے ساتھ 'غزل کا دوسرا ایڈیشن' شائع ہوا تھا۔
- مجروح نے 1991 میں اس مجموعے (غزل) کی اشاعت کے وقت اس کا نام 'مشعل جاں' رکھا تھا۔
- مشعل جاں میں 1942 سے 1988 تک کا کلام شامل کیا گیا ہے جس میں مجروح کی 41 غزلیں، 5 نظمیں اور 32 متفرق اشعار شامل ہیں۔
- مجروح کی شاعری کے انتخاب کا ایک ترجمہ کینیڈا کے جناب بیدار بخت اور Maric Anni Arki نے کیا ہے۔ جو Never Mind your Change کے نام سے روپا اینڈ کمپنی سے شائع ہو چکا ہے۔

منتخب اشعار

دیکھ زنداں سے پرے رنگِ چمن، جوشِ بہار
رقص کرنا ہے تو پھر پاؤں کی زنجیر نہ دیکھ

بچا لیا مجھے طوفاں کی موج نے ورنہ
کنارے والے سفینہ مرا ڈبو دیتے

جو دیکھتے مری نظروں پہ بندشوں کے ستم
تو یہ نظارے مری بے بسی پہ رو دیتے

میں اکیلا ہی چلا تھا جانبِ منزل مگر
لوگ ساتھ آتے گئے اور کارواں بنتا گیا

مجروح سلطان پوری

(یکم اکتوبر 1919ء۔24 مئی 2000ء)

- مجروح کا نام اسرار الحسن خان تھا اور ابتدائی تخلص اسرار تھا۔
- مجروح سلطان پوری یکم اکتوبر 1919 میں اعظم گڑھ میں پیدا ہوئے۔
- مجروح کا انتقال 24 مئی 2000ء میں ممبئی میں ہوا۔
- مجروح کے والد کا نام محمد حسن خان تھا اور وطن سلطان پور۔
- مجروح 1939 تک اسرار تخلص رکھتے تھے۔ بعد میں دوستوں کی ایما پر مجروح تخلص اختیار کیا۔
- مجروح نے 1935 یا 1936 میں شاعری شروع کی تھی۔
- مجروح نے 1938 میں لکھنؤ سے طب یونانی کی ڈگری حاصل کی۔
- مجروح نے جگر اور رشید احمد صدیقی سے استفادہ کیا ہے۔
- رشید احمد صدیقی نے مجروح کو تین سال تک اپنے گھر رکھا تھا۔
- مجروح ترقی پسند تحریک سے وابستہ تھے۔
- مجروح صرف غزل کے شاعر تھے۔
- مجروح کو ترقی پسند غزل کا نقیب کہا جاتا ہے۔
- 1945 میں مجروح جگر کے ساتھ بمبئی ایک مشاعرے میں شرکت کی غرض سے گئے تھے جہاں فلم ڈائرکٹر **کاردار** مجروح کا کلام سن کر بہت متاثر ہوئے۔
- مجروح نے 1945 میں فلم شاہ جہاں کے لیے اپنا پہلا نغمہ لکھا۔
- ''جب دل ہی ٹوٹ گیا ہم جی کے کیا کریں۔''
- مجروح ایک سال تک جیل میں بھی رہے ہیں (کمیونسٹ پارٹی کے حامی ہونے کی وجہ سے)
- مجروح نے فلمی زندگی کے پچپن برسوں میں تقریباً ساڑھے تین سو گانے اردو میں اور تین بھوجپوری میں لکھے۔

ہر موڑ پہ مل جاتے ہیں، کبھی فردوس جناں کے شیدائی
تجھ کو تو ابھی کچھ اور حسیں اے عالم امکاں ہونا تھا

دستِ منعم مری محنت کا خریدار سہی　　کوئی دن اور میں رسوا سرِ بازار سہی
ہم روایات کے منکر تو نہیں ہیں لیکن　　سب کی اور سب سے جدا اپنی ڈگر ہے کہ نہیں
التفات سمجھوں یا بے رخی کہوں اس کو　　رہ گئی خلش بن کر اس کی کم نگاہی بھی
شمع بھی اجالا بھی میں ہی اپنی محفل کا　　میں ہی اپنی منزل کا راہبر بھی راہی بھی
شبِ انتظار کی کشمکش یہ نہ پوچھ　　کبھی اک چراغ بجھا دیا کبھی اک چراغ جلا دیا
جفا کے ذکر پہ تم کیوں سنبھل کے بیٹھ گئے　　تمھاری بات نہیں بات ہے زمانے کی
میرے پیچھے یہ تو محال ہے کہ زمانہ گرم سفر نہ ہو　　کہ نہیں مرا کوئی نقش پا جو چراغِ راہ گزر نہ ہو

☆☆☆

- خلیل الرحمٰن نے ایک قلمی رسالہ 'بیداری' نکالا تھا۔
- 'غنچہ' کے مدیر شاغل فخری نے اعظمی کے نظم 'انوکھا کھیل' پر انعام سے نوازا تھا۔
- خلیل الرحمٰن نے ایک فکری احساس کے ساتھ فراق کی شاعری کو ماڈل بنایا ہے۔
- خلیل الرحمٰن بنیادی طور پر کلاسیکی مزاج کے شاعر ہیں۔
- خلیل الرحمٰن کے لہجہ میں میر کے علاوہ آتش کا لہجہ بھی سنائی دیتا ہے۔
- خلیل الرحمٰن ایک ترقی پسند شاعر ہیں۔
- خلیل الرحمٰن اعظمی کو ترقی پسند ادبی سرمائے کا محاکمہ کرنے والا ادیب کہا جاتا ہے۔

خلیل الرحمٰن اعظمی کے کارنامے

شعری کارنامے

- پہلا شعری مجموعہ '**کاغذی پیرہن**' ہے جو 1955 میں شائع ہوا اسی سال ناصر کاظمی کا شعری مجموعہ '**برگ نے**' اور ابن انشا کا '**چاند نگر**' بھی شائع ہوا۔
- اس مجموعے میں نظموں اور غزلوں کی تعداد تقریباً برابر ہے مگر ترتیب کی وجہ سے نظمیں زیادہ نمایاں ہیں۔
- دوسرا شعری مجموعہ '**نیا عہد نامہ**' ہے جو 1965 میں کاغذی پیرہن کی اشاعت کے ٹھیک دس سال بعد شائع ہوا۔
- اس مجموعے میں غزلیں نظموں کے مقابلہ میں زیادہ ہیں اور اس میں ہجویات اور شہر آشوب بھی ہے۔
- تیسرا شعری مجموعہ 'زندگی اے زندگی' ہے جو یوپی اردو اکادمی نے ان کے انتقال کے بعد 1983 میں شائع کیا۔
- 'زندگی اے زندگی' نیا عہدنامہ کی اشاعت یعنی 1965 کے بعد سے بستر مرگ تک کی شاعری پر مشتمل ہے۔ اس مجموعہ کلام میں چند کتبوں اور نعتیہ کلام کے علاوہ بیالیس غزلیں اور پندرہ نظمیں شامل ہیں۔
- خلیل الرحمٰن اعظمی کا ایک مجموعۂ کلام 'آئینہ خانہ میں' 1955 بھی ہے۔
- 'آسماں اے آسماں' 2000 خلیل الرحمٰن اعظمی کے شاعری کا انتخاب ہے۔

خلیل الرحمٰن اعظمی

(9 اگست 1927ء۔1978ء)

- نام خلیل الرحمٰن تھا اور اعظمی اپنے وطن کی نسبت سے لکھتے تھے۔
- خلیل الرحمٰن اعظمی 9 اگست 1927ء سیدھا سلطان پور ضلع اعظم گڑھ میں پیدا ہوئے۔
- خلیل الرحمٰن اعظمی کا انتقال 1978ء کو علی گڑھ میں ہوا۔
- خلیل الرحمٰن کے والد کا نام مولانا محمد شفیع تھا اور والدہ کا رابعہ بیگم۔
- خلیل الرحمٰن کے جد اعلیٰ سالار خان پٹھانوں کے یوسف زئی قبیلے سے تھے جو بہلول لودی کے زمانے میں ہندوستان آئے۔
- خلیل الرحمٰن کی شادی راشدہ بیگم سے 1957 میں ہوئی۔
- خلیل الرحمٰن کی شاعری کی ابتدا نظم 'نقش ناتمام' سے 1946 میں ہوئی۔
- خلیل الرحمٰن نے بی اے علی گڑھ سے 1949 میں کیا۔
- خلیل الرحمٰن نے تلنگانہ پر 1949 میں ایک نظم لکھی جس کی وجہ سے انھیں جیل جانا پڑا۔
- 1947 میں فسادیوں نے مسلمان ہونے کے جرم میں خلیل الرحمٰن اعظمی کو مار کر ٹرین سے پھینک دیا تھا جب وہ باقر مہدی کے ساتھ دہلی سے علی گڑھ آرہے تھے۔
- خلیل الرحمٰن انجمن ترقی پسند علی گڑھ کی شاخ کے سکریٹری ہونے کی وجہ سے 1949 میں چار ماہ قید میں رہے کیونکہ انجمن کی کل ہند پالیسی کے پیش نظر حکومت نے انجمن کو غیر قانونی قرار دیا تھا۔
- خلیل الرحمٰن ایم اے کی تعلیم کے دوران 1951 میں علی گڑھ میگزین کے ایڈیٹر ہوئے۔
- خلیل الرحمٰن نے ایم اے کا امتحان علی گڑھ سے 1951 میں امتیاز کے ساتھ پاس کیا۔
- خلیل الرحمٰن کا تقرر بحیثیت لکچر شعبۂ اردو علی گڑھ میں 1953 میں ہوا۔
- خلیل الرحمٰن کو اردو میں ترقی پسند ادبی تحریک پر علی گڑھ سے پی ایچ ڈی کی ڈگری 1957 میں ملی۔
- خلیل الرحمٰن کا تقرر بحیثیت ریڈر مسلم یونیورسٹی میں 1966 میں ہوا۔

میلے میں، مٹی کا گیت، اصحابِ فیل، آپ بیتی، میرے خوابوں کی زمین، کہانیاں، متھلا دیس، نیا جنم، برہ کی ریکھا، دوری، نذرانے، تنہائی سے آگے، بدلتے موسم، میں اور میں، دن کے خواب، خوابوں سے ڈر لگتا ہے، سلسلے سوالوں کے، وجدان، نیا عہد نامہ، تانڈو ناچ، نیا آدمی، میں گوتم نہیں ہوں

منتخب اشعار

کھڑکیاں جاگتی آنکھوں کی کھلی رہنے دو دل میں مہتاب اترتا ہے اسی زینے سے
زہر غم پی کے بڑھی اور بھی جینے کی ہوس زندگی بھر نہ کبھی موت پہ لائے ایماں
یہ سچ ہے ایک زہر غم ہی آیا اپنے حصے میں مگر یہ زہر پی کر بھی نہ ہم جینے سے باز آئے
رخصت ہوئے یہ کہہ کر اس شوخ کی گلی سے اب پھر گلے ملیں گے ہم جا کے زندگی سے
کس ناز سے لایا ہے ہم نے غم ہجراں کو اس غم کو ذرا آکر سینے سے لگا جانا
غم دوراں مرے بازوئے شکستہ سے نہ کھیل مشغلے میری جوانی کے لیے اور بھی ہیں

☆☆☆

تنقیدی تصانیف:

- فکر و فن خلیل الرحمٰن اعظمی کے تنقیدی مضامین کا پہلا مجموعہ ہے جو آزاد کتاب گھر دہلی سے 1956 میں شائع ہوا۔
- فکر و فن کے تمام مضامین شاعری کی تنقید سے متعلق ہیں۔ اس میں مختلف اسالیب کے دس شعرا غالب، ظفر، درد، حسرت، داغ، مومن، جوش، جمیل مظہری، مجاز اور جذبی کی شاعری سے متعلق مضامین شامل ہیں۔
- زاویۂ نگاہ خلیل الرحمٰن اعظمی کے تنقیدی مضامین کا دوسرا مجموعہ ہے جو فکر و فن کی اشاعت کے ٹھیک دس سال بعد 1966 میں شائع ہوا۔
- مضامین نو اعظمی کا تیسرا تنقیدی مضامین کا مجموعہ ہے جو 1977 میں شائع ہوا۔
- اردو میں ترقی پسند ادبی تحریک، اعظمی کے پی ایچ ڈی کا تحقیقی مقالہ ہے جو انجمن ترقی اردو علی گڑھ سے 1972 میں شائع ہوا۔
- مقدمہ کلام آتش خلیل الرحمٰن اعظمی کے طالب علمی (بی اے) کے زمانہ کا لکھا ہوا مقالہ ہے جو رسالہ نگار میں 1948 میں شائع ہوا تھا اور انجمن ترقی اردو سے 1959 میں کتابی شکل میں شائع ہوا۔
- نیاز فتح پوری نے اس مقالے کو شائع کرتے ہوئے 'نگار کے اداریہ' میں لکھا تھا کہ "اس مقالے میں وہی آن بان ہے جو آتش کی شاعری کا خاصہ ہے۔"
- رشید احمد صدیقی نے 'آتش پرست' کہہ کر اس مقالے پر داد دی:
- **نوائے ظفر**، مقدمہ و انتخاب 1975، انجمن ترقی اردو دہلی
- **نئی نظم کا سفر**، مقدمہ و انتخاب 1972، مکتبہ جامعہ نئی دہلی
- **مثنوی سحر البیان**، مقدمہ 1976، سرسید بک ڈپو علی گڑھ

خلیل الرحمٰن اعظمی کی نظمیں:

شام وداع، جن راتوں میں نیند نہ آئے، آخری رات، لحہ جاوداں، بن لکھی کہانی، میرے اداس دل نہ رو، ہنگام وصل، سورج مکھی کا پھول، گنج محبت، اپنی تصویر سے، آدمیوں کے

جاں نثار اختر کے کارنامے

- جاں نثار کے متعدد شعری مجموعے شائع ہو چکے ہیں:
- پہلا شعری مجموعہ **'جاوداں'** میں 1943 سے 1954 تک کے کلام کو شامل کیا گیا ہے جس میں چوبیس نظمیں 13 غزلیں ایک مثنوی 25 رباعیات شامل ہیں۔
- دوسرا مجموعہ **'گھر آنگن'** (1971) رباعیوں کا مجموعہ ہے اس میں کچھ قطعات بھی شامل ہیں۔
- تیسرا مجموعہ **'خاکِ دل'** میں مختلف اصناف کو شامل کیا گیا ہے۔ (1974)
- چوتھا مجموعہ **'پچھلے پہر'** (1975) غزلوں کا مجموعہ ہے۔
- **دیگر مجموعے:** ہندوستان ہمارا، سویرا، کارواں، بیدار ہے انساں، تار گریباں، سلاسل، نذرِ بتاں، سکوتِ شب (غزلیات)، اندازِ نظر، حرفِ آشنا۔

جاں نثار اختر کی نظمیں:

امن نامہ، ستاروں کی سزا، زندگی صرف محبت تو نہیں، یہ ہو کر رہے گا، سجاد ظہیر کے نام روس کو سلام، فنکار، گرلز کالج کی لاری، میں بہت دور چلا جاؤں گا، نذرِ بتاں، آغازِ شوق، افشائے راز، مقابل آئینے، روشنیاں، آجا، آج، یاد ہے اب تک، نذرِ خیام، دور کوئی رات بھر گا تا رہا، کسی کو دیکھ کر، مطربہ، ہائے ان کی عمر کا رنگین نظام، رخصت، عزم، اعادہ، قرب و بعد، بیزاری، زندگی کے موڑ پر، تلاش، حسرت، تلخ نوائی، اعتراف، جرعہ، ماہتاب، اداس شام، اقرار، جمال، ایک لمحہ، ہنوز رعنائی، احساس، خدیجہ کے نام، اندیشہ، انداز، نظر، ماتم نشاط، یاد، آخری ملاقات، وقت، کون سا گیت، سنوگی انجم، نذر، ساز وفا، تصور، بھولا فسانہ، گزرے ہوئے لمحات، آج بھی، پچھلی پریت، ان کی ہم شکل سے، ایک التجا، مراجعت، محبت، ایک خاتون سے، آج، ماہ وے، تگرا کے کنارے، برسات، آ، بنارس کا سفر، ایک وادی سے گزرتے ہوئے، لوح مزار، موہوم افسانے، ساقی، معلوم نہ تھا، زندگی، بیدار ہے انسان، نوجوان خاتوں سے، حوا کی بیٹی، ابھی نہیں، مزدور عورتیں، خانہ بدوش، بگولہ، نوائے وقت، جہاں میں ہوں، مسافت، عذا منی کے نام، صفیہ کی یاد میں، حسین آگ (صفیہ کے نام)، خاک دل، خاموش آواز، تمہارے شہر میں، پہلا سحر، آدمی کا گیت، وہ دن، آئے گا ہمدم، تانی، بند گھڑی، آزادی، تاب سخن، سویرا، مورخ

جاں نثار اختر

(6 فروری 1914ء۔19 اگست 1976ء)

- نام سید جاں نثار حسین رضوی تھا اور تخلص اختر۔
- جاں نثار اختر کی پیدائش 6 فروری 1914ء کو گوالیار میں ہوئی۔
- جاں نثار اختر کا انتقال 19 اگست 1976ء کو بمبئی میں ہوا۔
- جاں نثار اختر کے والد مضطر خیرآبادی خمریات کے مشہور شاعر تھے۔ وطن خیرآباد
- جاں نثار اختر نے 1934 میں انٹرمیڈیٹ پاس کیا۔
- جاں نثار اختر نے 1937 میں علی گڑھ مسلم یونیورسٹی سے بی اے کی ڈگری حاصل کی۔
- جاں نثار اختر نے ایم اے اردو فرسٹ کلاس سے 1939 میں پاس کیا۔
- وکٹوریہ کالج میں بحیثیت لیکچرار جان نثار کا تقرر 1940 میں ہوا۔
- جاں نثار اختر کا نکاح ممتاز شاعر مجاز لکھنوی کی بہن صفیہ سراج الحق سے 25 دسمبر 1943 کو ہوا تھا۔
- 1945 میں ان کے یہاں ایک بیٹا پیدا ہوا جس کا نام انھوں نے اپنے ایک مصرعہ 'لمبا لمبا کسی جادو کا فسانہ ہوگا' کی مناسبت سے 'جادو' رکھا اور ان کا یہی بیٹا بعد میں فلمی دنیا میں جاوید اختر کے نام سے مشہور ہوا۔
- جاں نثار اختر نے 13 برس کی عمر میں اپنی پہلی غزل کہی۔
- جاں نثار اختر فلمی دنیا سے بھی وابستہ رہے۔
- نغمہ، سی آئی ڈی، نیا انداز، چھومنتر، شریمتی 420، استاد، نیا رنگ، رنگیلی، رضیہ سلطان، مائی باپ، فرشتہ، راگنی، کلپنا وغیرہ فلموں کے لیے انھوں نے گیت لکھے۔
- جاں نثار اختر کو 'سویت لینڈ نہرو' ایوارڈ ملا ہے۔
- جاں نثار اختر نے غزل کی تعریف اپنے ایک شعر میں اس طرح کی ہے:

ہم سے پوچھو کہ غزل کیا ہے غزل کا فن کیا
چند لفظوں میں کوئی آگ چھپا دی جائے

ے آج اور کل، اے ہمرہان قافلہ، ساقی سے، کارواں، میرا چراغ، زندگی کی آرزو، جذبہ بیدار، نغمے، اعتراف، میں ان کے گیت گاتا ہوں، دیہات کی شام، ترستے ہونٹ، انداز نظر، حرف آشنا۔

منتخب اشعار

میں اس سے نگاہیں تو ہٹانے کو ہٹا لوں
پر سوچ رہا ہوں کہ برا اس کو لگے نا

سوچا ندبھی چمکیں گے تو کیا بات بنے گی
تم آئے تو اس رات کی اوقات بنے گی

دیکھ جا آکے مہکتے ہوئے گلشن کی بہار
میں نے اب تک ترے گلشن کو سجا رکھا ہے

چمکتی ریت پہ یہ غسل آفتاب ترا
یہ بدن تمام سنہرا دکھائی پڑتا ہے

تو اس قدر مجھے اپنے قریب لگتا ہے
تجھے الگ سے جو سوچوں عجیب لگتا ہے

ہر ایک روح میں اک غم چھپا لگے ہے مجھے
یہ زندگی تو کوئی بددعا لگے ہے مجھے

یہ علم کا سودا، یہ رسالے، یہ کتابیں
اک شخص کی یادوں کو بھلانے کے لیے ہیں

جاں نثار اختر کے متعلق مختلف آرا و خیالات

- جاں نثار کے یہاں روایت کے صالح عناصر کی پاسداری اور عرفان کے ساتھ اس دور کے درد و داغ اور سوز و گداز کی جس طرح آئینہ داری کی گئی ہے وہ بڑے بڑوں کے بس کی بات نہیں۔ جاں نثار نے نئے پن کو سمجھا بھی ہے اور برتا بھی۔ (آل احمد سرور)
- انہوں (جاں نثار اختر) نے اپنی نظموں میں ذاتی احساسات، غموں اور کش مکشوں کو آواز عطا کی ہے۔ اس میں ان کا سماجی شعور بھی ابھر آیا ہے۔ (احتشام حسین)



قطب مشتری

(1018ھ مطابق 1609ء)

- قطب مشتری گولکنڈہ کی پہلی طبع زاد مثنوی ہے۔
- قطب مشتری ملا اسد اللہ وجہی نے 1018ھ مطابق 1609ء میں بادشاہ یعنی قلی قطب شاہ کی فرمائش پر لکھی۔
- وجہی نے اس کا سن تصنیف مندرجہ ذیل شعر میں بیان کیا ہے:

تمام اس کیا دیس بارا منے
سنہ یک ہزار ہور اٹھارا منے

1018

- چونکہ اس مثنوی میں قلی قطب شاہ اور مشتری کے عشق کی داستان ہے۔ اسی لیے اس کا نام قطب مشتری رکھا گیا ہے۔
- قطب مشتری کو سب سے پہلے مولوی عبدالحق نے مرتب کیا۔
- مثنوی قطب مشتری میں فن شاعری کے متعلق ایک باب بعنوان "در شرح شعر گوید" بھی ہے۔
- مثنوی قطب مشتری میں قصے کے درمیان کئی غزلیں اور رباعیاں بھی ہیں۔ یہ غزلیں قطب شاہ اور مشتری کے لیے لکھی گئی ہیں۔ اور یہ غزلیں ہندی گیتوں کے رنگ میں ہیں۔
- ملا وجہی نے قطب مشتری میں فرضی داستان کو بیان کیا ہے۔ لیکن حقیقی واقعہ اس سے مختلف ہے۔

حقیقی واقعہ

حقیقی واقعہ مختصراً یوں ہے کہ گولکنڈہ سے تقریباً چھ میل کے فاصلے پر ایک بستی چچلم کے نام سے آباد تھی جہاں اب چار مینار، جامع مسجد، مکہ مسجد لاڑ بازار اور شاہ علی بنڈہ وغیرہ واقع ہے۔ قطب شاہ زمانۂ شہزادگی میں گھوڑے پر سوار ہو کر یہاں اکثر شکار و تفریح کے لیے آیا کرتا

مثنوی

- مثنوی کے لغوی معنی دو۔ دو کے ہیں۔
- مثنوی اس طویل نظم کو کہتے ہیں جس میں کوئی قصہ یا کوئی واقعہ تسلسل کے ساتھ بیان کیا گیا ہو۔
- مثنوی ایک بیانیہ صنف ہے۔
- مثنوی کو بیانیہ شاعری کی معراج بھی کہا جاتا ہے۔
- لفظ مثنوی عربی زبان کا لفظ ہے لیکن بحیثیت صنف سخن مثنوی کی ایجاد فارسی میں ہوئی۔ اردو نے اسے فارسی ہی سے مستعار لیا۔
- مثنوی کے لیے سات اوزان مقرر ہیں۔ مثلاً بحر ہزج، رمل سریع، خفیف، متقارب متدارک۔
- عام طور سے رزمیہ مثنوی کے لیے بحر متقارب اور بزمیہ کے لیے بحر ہزج یا بحر سریع مستعمل ہے۔
- جس مثنوی میں جنگ کا بیان ہو اسے رزمیہ مثنوی کہتے ہیں جیسے **مثنوی علی نامہ۔**
- جس مثنوی میں عشق ومحبت کی داستان بیان ہو اسے بزمیہ مثنوی کہتے ہیں جیسے: قطب مشتری۔
- عناصر مثنوی حسب ذیل ہیں:
- حمد ونعت ○ مدح فرماں روائے وقت ا تعریف شعر وسخن ○ قصہ یا اصل موضوع ○ خاتمہ
- حالی نے مثنوی کو سب سے زیادہ کار آمد صنف قرار دیا ہے۔
- فنی اعتبار سے مثنوی کا امتیاز ہر شعر کے مصرعوں کا ہم قافیہ ہونا ہے۔
- مثنوی میں ہر شعر کا قافیہ جدا جدا ہوتا ہے۔
- مثنوی میں اشعار کی تعداد مقرر نہیں ہوتی ہے۔
- مثنوی میں غزل کی طرح ردیف وقوافی کی پابندی نہیں ہوتی۔
- مثنوی کی خصوصیات میں سے ایک واقعات نگاری بھی ہے۔
- سب سے پہلا مثنوی نگار فخر دین نظامی ہے اور اردو کی پہلی مثنوی کدم راؤ پدم راؤ ہے جو احمد شاہ ولی بہمنی کے دور میں لکھی گئی۔

☆☆☆

تھا۔ اسی زمانے میں اس کی نظر بھاگمتی پر پڑی اور وہ اس کے حسن و جمال کو دیکھ کر فریفتہ ہو گیا۔ پھر اس کا معمول بن گیا اور وہ روزانہ تفریح کے بہانے یہاں آنے لگا۔ ایک دفعہ موسم برسات میں رودِ موسیٰ میں بڑی طغیانی آئی جب وقت مقررہ پر وہ قلعہ سے نکل کر ندی کے کنارے پہنچا تو دیکھا کہ ندی زور و شور سے بہہ رہی ہے۔ اور اس کا ندی پار کرنا امر محال ہے۔ لیکن جذبۂ عشق سچا تھا۔ اس نے آؤ دیکھا نہ تاؤ گھوڑے کو دریا میں ڈال دیا اور اپنے محبوب سے جا ملا۔ اس واقعہ کی اطلاع جب شہزادہ کے والد ابراہیم قطب شاہ کو ملی تو وہ پریشان ہو گیا اور اس نے فوری حکم دیا کہ موسیٰ ندی پر ایک پل تعمیر کیا جائے چنانچہ موجودہ پرانا پل 986ء اس واقعۂ عشق کی یادگار ہے۔

شہزادہ جب بادشاہ ہوا تو اس نے بھاگمتی سے شادی کر لی اور اس کی محبت میں 998ء میں ایک نئے شہر کی بنیاد ڈالی۔ بھاگمتی کے نام پر اس نے اس نئے شہر کا نام بھاگ نگر رکھا۔ اور شادی کے بعد محمد قلی قطب شاہ نے بھاگ متی کو رواج کے مطابق مشتری کا خطاب دیا۔

وجہی نے مثنوی میں اصل واقعات کو ذرا سا بدل کر بیان کیا ہے اور یہ تبدیلیاں بھی قلی قطب شاہ کی ہی خواہش پر کی گئی ہیں۔

مثنوی قطب مشتری کا خلاصہ

ابراہیم قطب شاہ کا کوئی بیٹا نہیں تھا۔ دعاؤں کے بعد ایک چاند سا بیٹا پیدا ہوا۔ جوان ہوا تو اس کے حسن اور بہادری کی دھوم مچ گئی۔ ایک رات خواب میں اس نے ایک پری رو کو دیکھا اور ہزار جان سے خوابوں کی شہزادی پر عاشق ہو گیا۔ اب جو آنکھ کھلی تو عجب عالم تھا۔ سوائے رونے کے اسے کوئی چیز نہیں بھاتی تھی۔ بادشاہ کو معلوم ہوا تو بہت پریشان ہوا۔ شہزادے کے لیے کرناٹک، گجرات، چین اور ایران کی دوشیزاؤں کو جمع کیا اور کہا:

قطب شہ کوں جو کوئی تہ رجھائے گی
بڑا مرتبہ سب میں وہ پائے گی

لیکن شہزادہ پر کسی کا جادو نہ چلا۔ بادشاہ نے شہزادہ سے کرید کرید کر پوچھا تو اس نے خواب کا واقعہ سنایا۔ اب تو بادشاہ کو اور فکر دامن گیر ہوئی اس نے مشورہ کے لیے عطارد کو طلب کیا۔ عطارد اپنے زمانے کا لاثانی مصور اور ساری دنیا کا سفر کیے ہوئے تھا جس کا دلچسپ مشغلہ

عورتوں کی تصویریں جمع کرنا تھا۔ بادشاہ کی بات سن کر عطارد نے کہا کہ اس وقت دنیا کی حسین ترین دوشیزہ بنگالے کی شہزادی مشتری ہے۔اس کی ایک بہن زہرہ ہے جو حضرت داؤد سے زیادہ خوش الحان ہے۔اس نے کہا کہ مشتری کی ایک تصویر بھی اس کے پاس ہے۔تصویر لاکر بادشاہ کو دکھائی۔بادشاہ نے شہزادہ کو دکھائی۔شہزادہ تصویر دیکھ کر پہچان گیا کہ یہی وہ خوابوں کی پری ہے۔اب شہزادہ اور عطارد سوداگر بن کر سفر پر روانہ ہوتے ہیں۔کہیں پہاڑ جیسے اژدہوں سے مقابلہ ہوتا ہے کہیں عامل و عابد سے ملاقات ہوتی ہے اور کہیں بادشاہ مغرب کی بٹی سے۔چلتے چلتے ایک ایسے مقام سے بھی گزرتے ہیں جہاں ایک راکشس رہتا تھا۔شہزادہ اس کے قلعے کی طرف جاتا ہے تو وہاں اسے ایک آدم زاد ملتا ہے۔ وہ اسے بتاتا ہے کہ یہ راکشس جہاں بھی آدم زاد کو دیکھتا ہے پکڑ لیتا ہے اسے بھی اسی نے قید کر رکھا ہے۔اور وہ حلب کے بادشاہ سرطان خان کے وزیر اعظم اسد خان کا بیٹا ہے۔مریخ خان نام ہے۔خواب میں ایک پری رو کو دیکھ کر عاشق و دیوانہ ہو گیا ہے۔اور اسی پری رو کی تلاش میں جس کا نام زہرہ ہے اور جو بنگالے کی شہزادی ہے، نکلا ہے۔جو لوگ ساتھ تھے وہ دغا دے گئے۔اب میں اکیلا اس خرابے میں قید ہوں۔پوچھنے پر محمد قلی نے بھی اپنا حال بیان کیا اور کہا کہ اب ہم دونوں دوست ہیں۔اور ان دو مچھلیوں کی طرح ہیں جو ایک ہی جال میں پھنس گئی ہوں۔ابھی یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ سامنے سے راکشس آتا دکھائی دیتا ہے۔شہزادہ آیۃ الکرسی کا حصار باندھتا ہے۔اور جنگ کر کے راکشس کو قتل کر دیتا ہے۔

اب پھر یہ سفر پر روانہ ہوتے ہیں۔اور قلعہ گلستان میں پہنچتے ہیں جو پریوں کا علاقہ ہے۔یہاں مہتاب پری شہزادہ پر عاشق ہو جاتی ہے۔اور شہزادے کو محل میں بلاتی ہے۔شہزادہ دورانِ ملاقات راکشس کو ہلاک کرنے کا واقعہ بیان کرتا ہے۔یہ سن کر مہتاب پری خوش ہوتی ہے اور کہتی ہے کہ آج وہ بھی آزاد ہو گئی ہے۔اس پر محفل عیش کا حکم دیا جاتا ہے اور شراب کا دور چلتا ہے۔شہزادہ مہتاب پری کے ساتھ عیش و عشرت میں مشغول ہو جاتا ہے تو عطارد قطب شاہ سے بنگالہ جانے کی اجازت طلب کرتا ہے اور کہتا ہے کہ وہ جلد شہزادہ کو وہاں بلوائے گا۔عطارد بنگالہ پہنچتا ہے اور شہزادی کے محل کے قریب ایک جگہ پر مصوری شروع کر دیتا ہے۔اس کے کمال فن کی شہرت سارے ملک میں پھیل جاتی ہے اور مشتری اسے بلوا کر محل کو آراستہ کرنے کا حکم

دیتی ہے۔عطارد دن رات لگ کر محل کو آراستہ کرتا ہے۔مشتری دیکھتی ہے تو دنگ رہ جاتی ہے۔اتنے میں اس کی نظر ایک تصویر پر پڑتی ہے جسے دیکھ کر مشتری دیوانی سی ہو جاتی ہے۔ اور پوچھتی ہے کہ یہ کس کی تصویر ہے؟ عطارد بتاتا ہے کہ قطب شاہ کی تصویر ہے لیکن ایک پری اس پر عاشق ہوگئی ہے۔مشتری یہ سن کر رونے لگتی ہے عطارد یہ دیکھ کر کہتا ہے کہ وہ اسے جلد بلوا دے گا۔اور شہزادے کو بلوانے کے لیے ایک آدمی بھیجتا ہے۔جیسے ہی شہزادے کو اطلاع ملتی ہے وہ مہتاب پری سے اجازت لے کر روانہ ہو جاتا ہے مہتاب پری اسے بطور نشانی ''ترنگ بادپا'' گھوڑا دیتی ہے۔بنگالہ پہنچ کر مشتری سے ملاقات ہوتی ہے۔شراب کا دور چلتا ہے اور دونوں اتنے مست ہو جاتے ہیں کہ عطارد کو کہنا پڑتا ہے کہ اے شہزادے!

ترااال ہے توں اُتادل نہ کر

شہزادہ قطب شاہ مریخ خان کا حال بھی بیان کرتا ہے اور طے ہوتا ہے کہ زہرہ سے شادی کر کے بنگالہ کی بادشاہی مریخ خان کو دے دی جائے۔اس کے بعد قطب شاہ مشتری کے ہمراہ دکن روانہ ہوتا ہے۔اور وہاں دونوں کی شادی دھوم دھام سے ہوتی ہے۔اور باپ قطب شاہ کو اپنی سلطنت دے دیتا ہے۔اس طرح بقول وجہی:

ملے قطب ہور مشتری ایک ٹھار
ہوا آج جگ میں آنند بے شمار

کرداروں کی پہچان

- مثنوی قطب مشتری میں شہزادے کا نام قطب ہے اور اسی مناسبت سے مشتری، زہرہ، عطارد، مریخ، مہتاب بہت سے نام ہیں جو کہ سیاروں کے نام ہیں۔
- قطب مشتری کو وجہی نے صرف 12 دن میں مکمل کیا تھا۔
- مثنوی قطب مشتری کے کردار بھی 12 ہیں۔
  - ابراہیم قطب شاہ ہیرو کے والد ہیں۔
  - محمد قلی قطب شاہ ہیرو ہے۔
  - مشتری ہیروئن ہے جو مثنوی میں بنگالے کی شہزادی ہے۔

ملا اسد اللہ وجہی

(پیدائش 1566ء۔وفات 1659ء)

- نام اسد اللہ اور تخلص وجہی تھا۔
- ملا وجہی کے تخلص کے سلسلے میں ڈاکٹر جمیل جالبی کا ماننا ہے کہ انہوں نے وجہی، وجیہی اور وجیہہ تینوں تخلص استعمال کیے ہیں۔
- جمیل جالبی کے مطابق قطب مشتری میں ہر جگہ تخلص وجیہی آیا ہے لیکن سب رس میں ہر جگہ وجہی لکھا ہے۔
- وجہی ابراھیم قطب شاہ کے دور میں گولکنڈہ میں 1566ء میں پیدا ہوئے۔
- وجہی نے اپنے ایک فارسی شعر میں اپنی جائے پیدائش ہندوستان اور آبائی وطن خراسان بتایا ہے۔
- جمیل جالبی کے مطابق وجہی کی تاریخ وفات 1070ھ مطابق 1659ء ہے۔
- وجہی محمد قلی قطب شاہ کا درباری شاعر تھا۔
- قلی قطب شاہ نے وجہی کو ملک الشعرا کے اعزاز سے نوازا تھا۔
- وجہی نے چار بادشاہوں یعنی (1) ابراہیم قطب شاہ (2) محمد قلی قطب شاہ (3) محمد قطب شاہ (4) عبداللہ قطب شاہ کا زمانہ دیکھا تھا۔
- وجہی کو نظم ونثر دونوں پر یکساں قدرت حاصل تھی۔
- سب رس میں وجہی نے اپنی زبان کو زبان ہندوستان کہا ہے۔
- طبعی وجہی کا بہت بڑا امداح تھا۔

وجہی کے کارنامے

(1) قطب مشتری 1018ھ 1609 گولکنڈہ کی پہلی طبع زاد مثنوی ہے۔
(2) سب رس 1045ھ 1635 اردو کی پہلی نثری تمثیلی کتاب ہے۔
(3) تاج الحقائق کو بھی مولوی عبدالحق نے وجہی کی نثری تصنیف قرار دیا ہے لیکن کسی نے یہ

- زہرہ جو حضرت داؤد سے زیادہ خوش الحان ہے، مشتری کی بہن ہے اور ساتھ ہی مریخ خاں کی محبوبہ بھی۔
- مریخ خاں جو شاہ سرطان کے وزیر اعظم اسد خاں کا بیٹا ہے۔
- عطارد جو اپنے زمانے کا لاثانی مصور، ہیرو کا رازدار اور مشیر ہے جس کی رہنمائی سے قطب شاہ اور مشتری کے درمیان کٹھن منزلیں طے پاتی ہیں۔
- اسد خاں جو حلب کے بادشاہ کا وزیر اعظم اور مریخ کا باپ ہے۔
- شاہ سرطان حلب کا بادشاہ ہے۔
- میروان مشتری کی دائی اور رازدار ہے۔
- مہتاب پری جو شہزادہ پر عاشق ہوئی تھی۔
- سلکھن پری جو کہ مہتاب پری کی کنیز اور راز دار ہے وہ مہتاب کی خدمت میں ستارہ بن کر رہتی تھی۔
- مریخ خاں راکشش کے قید میں تھا۔
- قلی قطب شاہ مریخ خاں کے ساتھ بنگالہ روانہ ہوا تھا۔
- بکٹ پہاڑ جہاں پر ایک بڑا اژدہا رہتا تھا۔
- قلعہ جہاں ایک راکشش رہتا تھا جس میں سمندر جیسی سات خندقیں تھیں۔
- شہزادہ بارہ افراد کو لے کر قلعہ کی طرف روانہ ہوا تھا۔
- شہزادے نے خنجر سے اژدہے کو مارا تھا۔
- شہزادہ اور عطارد سوداگر بن کر سفر پر روانہ ہوئے تھے۔
- قطعہ گلستان جو پریوں کا علاقہ ہے یہاں مہتاب پری شہزادے پر عاشق ہو جاتی ہے۔
- شہزادہ نے مہتاب پری کو اپنی انگوٹھی نشانی کے طور پر دی تھی۔
- مشتری عطارد کے ساتھ اپنی پسند کے سیاہ گھوڑے پر سوار ہو کر شہزادے سے ملنے گئی تھی۔



تحقیق پیش کی ہے کہ یہ گجرات کے ایک بزرگ شاہ وجیہ اللہ کا کارنامہ ہے۔

٭ ان کے علاوہ ایک فارسی دیوان ''دیوان وجیہہ'' ہے۔

گلشن عشق

(1068ھ مطابق 1657ء)

- گلشن عشق نصرتی کی پہلی مثنوی ہے۔ (مولوی عبدالحق کے مطابق)
- گلشن عشق کا سن تصنیف 1068ھ مطابق 1657ء ہے۔
- گلشن عشق علی عادل شاہ ثانی کے ابتدائی عہد حکومت میں لکھی گئی۔
- گلشن عشق ایک عشقیہ مثنوی ہے اس میں منوہر اور مدمالتی کی داستان عشق بیان ہوئی ہے۔
- گلشن عشق میں چمپاوتی اور چندر سین کی داستان بھی ضمنی طور پر بیان کی گئی ہے۔
- گلشن عشق کا اصل ماخذ شیخ منجھن کی ہندی نظم ہے۔
- نصرتی نے گلشن عشق نبی بن عبدالصمد کی فرمائش پر لکھی تھی۔
- مثنوی گلشن عشق کی ایک بڑی خوبی یہ ہے کہ عنوانات میں یہ اہتمام کیا گیا ہے کہ ہر حصہ ایک شعر سے شروع ہوتا ہے۔ تمام حصوں کے اشعار ایک ہی بحر میں ہیں۔ ان اشعار کو بالترتیب یکجا کردینے پر وہ ایک مسلسل نظم کی شکل اختیار کر لیتے ہیں۔ یہ نظم ایک طرف پوری مثنوی کا خلاصہ ہوتی ہے تو دوسری طرف وہ اشعار ایک مکمل قصیدہ کا روپ بھی اختیار کر لیتے ہیں۔

گلشن عشق کا خلاصہ

بکرم نامی ایک راجہ کنک گیر شہر کا حکمراں تھا اور وہ لاولد تھا۔ ایک دن ایک فقیر اس کے دروازے سے یہ کہہ کر واپس ہوگیا کہ وہ بانجھ کے گھر سے بھیک لینا نہیں چاہتا۔ راجہ فقیر کی تلاش میں نکلا اور ایک بن میں پریوں کی مدد سے فقیر سے ملاقات ہوگئی۔ فقیر نے ایک خاص درخت کا ایک پھل رانی کو کھلانے کو کہا اور بیٹے کی پیشین گوئی کی۔ راجہ بکرم کے یہاں لڑکا ہوا جس کا نام منوہر رکھا گیا۔ نجومیوں نے چودھویں برس منوہر کے پریشانیوں میں مبتلا ہونے کی

- راج کمار منوہر مدمالتی کا عاشق ہے۔
- قدیم دائی جسے راج کمار منوہر ماں کی طرح عزیز رکھتا ہے۔
- مدمالتی مہارس نگر کی راج کماری اور منوہر کی محبوبہ ہے۔
- دھرم راج مدمالتی کا باپ ہے۔
- چنپاوتی مدمالتی کی سہیلی اور چندرسین کی محبوبہ ہے۔
- چندرسین جو کنچن نگر کی راج کماری چنپاوتی کا عاشق ہے۔
- کنچن نگر کا راجا سورمل چنپاوتی کا باپ ہے۔

☆☆☆

پیشین گوئی کی اور آسمان نہ دیکھنے کی تلقین کی۔ نجومیوں کے بتائے ہوئے وقت پر چند پریاں اس کے محل میں آجاتی ہیں اور سوتے ہوئے اس کو دیکھ کر آپس میں شرط لگا کر اس کا جوڑا تلاش کرنے نکلتی ہیں۔ انہیں معلوم ہوتا ہے کہ مہارس نگر کی راج کماری مدمالتی راج کمار منوہر کا جوڑا ہے۔ اس امر کی تصدیق کے لیے پریاں منوہر کا پلنگ اٹھا کر مہارس نگر لے جاتی ہیں۔ منوہر اور مدمالتی ایک دوسرے کو دیکھ کر فریفتہ ہو جاتے ہیں۔ اور پہلی ہی ملاقات میں ایک دوسرے سے انگوٹھی بدل لیتے ہیں اور بات چیت کرتے سو جاتے ہیں۔ پریاں واپس راج کمار منوہر کو محل پہنچا دیتی ہیں۔ جب صبح راج کمار کی آنکھ کھلتی ہے تو اپنے محبوب کو نہ پا کر سخت حیران ہوتا ہے۔ اور کھانا پینا چھوڑ دیتا ہے۔ ایک قدیم دائی راجہ بکرم کو اس واقعہ سے آگاہ کر دیتی ہے۔ راج کمار منوہر مع لشکر اور ساز و سامان مدمالتی کی تلاش میں نکلتا ہے۔ جہاز میں سوار ہو کر سمندر سے گذر رہا تھا کہ ایک اژدہا جہاز کے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالتا ہے۔ سبھی ساتھی ڈوب جاتے ہیں صرف منوہر تنہا صحرائے آتشیں کے کنارے پہنچتا ہے۔ آگے چل کر راج کمار منوہر کو کنچن نگر کے راجہ سورمل کی بیٹی چنپاوتی ملتی ہے جو مدمالتی کی سہیلی ہے اور جسے ایک دیو نے قید کر رکھا ہے۔ منوہر چنپاوتی کو دیو کے چنگل سے آزاد کراتا ہے اور اس کے وطن کنچن نگر لے جا کر اس کے والدین سے ملا دیتا ہے۔ اس احسان کے بدلے چنپاوتی کی ماں مدمالتی کو اپنے یہاں بلا کر منوہر سے ملا دیتی ہے۔ منوہر اور مدمالتی کو ساتھ دیکھ کر مدمالتی کی ماں گلاب کا شیشہ جو قریب ہی رکھا تھا اٹھا کر کچھ منتر پڑھ کر گلاب کا چھینٹا مارتی ہے جس سے مدمالتی طوطی بن کر اڑ جاتی ہے۔ مدمالتی برسوں طوطی بن کر جنگلوں میں پھرتی ہے پھر ایک راج کمار چندرسین اسے مہارس نگر لاتا ہے، طوطی کا جادو اتارا جاتا ہے اور وہ پھر انسان بن جاتی ہے۔ راج کمار چندرسین راج کمار منوہر کو بھی جو بازار میں دیوانہ کی طرح پھر رہا تھا، مہارس نگر لاتا ہے اور یہاں منوہر اور مدمالتی کی شادی ہو جاتی ہے۔ منوہر اور مدمالتی کی کوششوں سے راج کمار چندرسین اور چنپاوتی کی بھی شادی ہو جاتی ہے۔

کرداروں کی پہچان

○ راجہ بکرم — کنگ گیر شہر کا حکمراں اور منوہر کا باپ ہے۔

1085ھ

نصرتی کے کارنامے

- نصرتی سے تین مثنویاں (گلشن عشق، علی نامہ، تاریخ اسکندری) اور ایک دیوان یادگار ہیں۔
- تاریخ اسکندری کا اصل نام فتح نامہ بہلول خاں ہے۔ اس کا سن تصنیف 1083ھ مطابق 1672ء ہے۔
- مثنوی تاریخ اسکندری دو روز کی جنگی مہمات پر مشتمل ہے۔
- تاریخ اسکندری میں صرف 554 اشعار ہیں اس کو سات حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔
- تمام حصوں میں بہلول خاں کی کامیابی کا ذکر ہے۔
- نصرتی نے کل ۱۳ ر قصیدے کہے ہیں۔
- نصرتی کے 13 ر قصیدوں میں سے 10 میں تشبیب ہی نہیں ہے۔
- نصرتی کے قصیدوں کے مدحیہ مضامین ایسے ہیں جو حرب وضرب سے متعلق ہیں۔ شروع ہی میں ایسا لگتا ہے کہ یہ قصیدہ نہیں بلکہ رزم نامہ ہے۔
- نصرتی کے 13 ر قصیدوں میں سے ۷ قصیدے علی نامہ میں شامل ہیں۔
- علی نامہ میں شامل سات قصائد کے علاوہ نصرتی کا ایک نعتیہ قصیدہ معراج نبوی کے بارے میں ہے۔ ایک قصیدہ چرخیات پر ہے۔
- ایک قصیدہ گھوڑے کی مذمت میں ہے۔
- ایک الگ قصیدہ علی عادل شاہ کی مدح میں ہے۔
- مثنوی علی نامہ اور مثنوی گلشن عشق کے منظوم عنوانات کو یکجا کرنے سے دو قصیدے اور بن جاتے ہیں۔
- اس طرح نصرتی کے کل 13 ر قصیدے ہیں۔

☆☆☆

نصرتی

- نام محمد نصرت اور تخلص نصرتی تھا۔ شہرت ملا نصرتی کے نام سے ملی۔
- والد کا نام شیخ مخدوم تھا اور دادا کا شیخ ملک۔
- ڈاکٹر سیدہ جعفر اور شمس اللہ قادری کے مطابق نصرتی کے آبا و اجداد بیجاپور کے باشندے تھے۔
- نصیر الدین ہاشمی اور لچھمی نرائن شفیق کے مطابق نصرتی کرناٹک کا باشندہ تھا۔
- غالب کی طرح نصرتی کا بھی آبائی پیشہ سپہ گری تھا۔
- نصرتی کی نشو و نما محمد عادل شاہ کے عہد 1037ھ تا 1067ھ مطابق 1626ء تا 1656ء میں ہوئی۔
- نصرتی نے بالترتیب تین بادشاہوں (محمد عادل شاہ، علی عادل شاہ ثانی اور سکندر عادل شاہ) کا زمانہ دیکھا تھا۔
- نصرتی علی عادل شاہ ثانی کے بچپن کا دوست تھا۔
- نصرتی علی عادل شاہ ثانی کا درباری شاعر تھا۔
- اورنگ زیب عالمگیر نے نصرتی کو ملک الشعرائے ہند سے سرفراز کیا تھا۔ (مولوی عبدالحق کے مطابق)
- نصرتی کو حاسدوں نے قتل کیا تھا۔
- کسی شاعر نے "نصرتی شہید آہے" سے تاریخ وفات نکالی ہے۔ جس سے 1085ھ برآمد ہوتا ہے۔

جو قطعہ تاریخ گلشن عشق کے ایک قدیم قلمی نسخے میں ہے۔

ضرب شمشیر سوں یہ دنیا چھوڑ
جا کے جنت کے گھر میں خوش ہو رہے
سال تاریخ آملا یک نے
یوں کہے "نصرتی شہید آہے"

علی نامہ

(1076ھ مطابق 1665ء)

- مثنوی علی نامہ ایک طویل طبع زاد رزمیہ اور تاریخی مثنوی ہے۔
- نصرتی نے مثنوی علی نامہ کی تکمیل 1075ھ مطابق 1665ء میں کی۔
- 'مثنوی علی نامہ' علی عادل شاہ ثانی کے ابتدائی دس برسوں کے دورِ حکومت کی منظوم تاریخ ہے۔
- گلشن عشق کی طرح علی نامہ کے بھی ہر باب کا عنوان ایک شعر ہے، جس میں اس باب کے اصل واقعے کا اشارہ دیا گیا ہے۔ عنوان کے یہ تمام اشعار ایک بحر اور قافیے میں ہیں۔ اگر تمام اشعار کو یکجا کر لیا جائے تو ایک لامیہ قصیدہ بن جائے گا جس میں مثنوی کے سارے مضمون کا خلاصہ موجود ہے۔
- مثنوی علی نامہ قاضی کریم اللہ کی فرمائش پر لکھی گئی ہے۔
- مثنوی علی نامہ میں علی عادل شاہ ثانی کی مغلوں اور مرہٹوں سے معرکہ آرائیوں کو پیش کیا گیا ہے۔
- مثنوی علی نامہ شاہ نامہ کے انداز میں لکھی ہوئی مثنوی ہے اس لیے اسے دکنی زبان کا شاہ نامہ کہا گیا ہے۔
- ''نصرتی کی شاعری دکنی ادب کا نقطۂ عروج ہے اور علی نامہ خود نصرتی کا نقطۂ کمال اور دکنی ادب کا شاہکار ہے۔ (جمیل جالبی)

علی نامہ کے قصائد

- علی نامہ میں کل سات قصیدے ہیں اور یہ سب بڑے بڑے ہیں۔
- علی نامہ کا پہلا قصیدہ قلعۂ پنالہ کی فتح کے بیان میں ہے۔
- دوسرا قصیدہ بادشاہ کی فتح اور جوہر صلابت خاں کی بغاوت، اس کی سرکوبی اور شکست کے

کے عنوان کا شعر یہ ہے:

صفت شعر علی نامہ و خوش ختم کتاب
مدح عادل کا کہ ہے جس پہ عطا جس یونول

کرداروں کی پہچان

- علی عادل شاہ ثانی
- شیواجی
- افضل خاں، جسے شیواجی کی سرکوبی کے لیے متعین کیا گیا تھا۔
- مسعود خاں
- شرزہ خاں، جس کا اصل نام محمد الیاس ہے یہ علی عادل شاہ کا مشہور سپہ سالار تھا۔
- نواب عبدالرحیم بہلول خاں، جس کے ہمراہ صلابت خاں کرناٹک کی مہم پر جاتا ہے۔
- عبدالعزیز، صلابت خاں کا بیٹا۔
- ملا خرم، جسے ملنار کے راجہ کو سمجھانے کے لیے بھیجا گیا تھا۔
- مظفر خاں
- سید محمد علی
- مولوی احمد، جو ملا احمد کے نام سے مشہور تھا علی عادل شاہ کے عہد میں یہ بیجاپوری افواج کی رہنمائی کرتا تھا۔
- جے سنگھ، جو سورت سے شیواجی کے لوٹنے کے بعد دکن کی مہم پر آیا تھا۔
- نیک نام خاں جس کی سرکردگی میں قطب شاہی لشکر عادل شاہوں کی مدد کے لیے آیا تھا۔
- سید حبیب، جو شرزہ خاں کا بیٹا تھا۔
- سید مخدوم، یہ بھی شرزہ خاں کا بیٹا تھا۔
- امیر سیدی جوہر، جس کا خطاب صلابت خاں تھا اور جسے افضل خاں کے قتل کے بعد شیواجی کے سرکوبی پر روانہ کیا گیا تھا۔
- سیدی مسعود، جو صلابت خاں کا داماد تھا اس نے پنالہ کے محاصرہ میں بادشاہ کی طرف

متعلق ہے۔

- تیسرا قصیدہ بھی انہیں واقعات سے متعلق ہے۔
- چوتھا قصیدہ فصل زمستان یعنی موسم سرما کی تعریف اور سردی کی شدت میں پیڑ پودوں، پھول پتوں اور چرند پرند وغیرہ کی حالت کے بیان میں ہے۔
- پانچواں قصیدہ فتح کے جشن سے متعلق ہے۔
- چھٹا قصیدہ در بیان عاشورہ ہے۔اس میں نصرتی نے علی عادل شاہ کی طرف سے مجالس عزا کے انعقاد اور بیجاپور میں عزاداری کی رسوم پر روشنی ڈالی ہے۔
- علی نامہ کا ساتواں اور سب سے طویل قصیدہ فتح ملنار کے مبارک بادی میں لکھا ہوا قصیدہ ہے، جو دو سو بیس (220) اشعار پر مشتمل ہے۔اس میں نصرتی نے فوج کی روانگی سے لے کر بادشاہ کی فتح تک کے تمام واقعات سپرد قلم کیے ہیں۔
- اس قصیدہ سے عنصری اور فرخی کے رزمیہ قصیدوں کی یاد تازہ ہو جاتی ہے۔
- اس قصیدے کو نصرتی نے ''بے بدل قصیدہ'' کہا ہے۔
- نصرتی کو فتح ملنار پر لکھے ہوئے قصیدہ پر ناز تھا۔
- مثنوی علی نامہ میں حضرت علی کی شان میں منقبت اور علی عادل شاہ ثانی کے متعلق مدحیہ اشعار کے علاوہ حضرت بندہ نواز، قاضی کریم اللہ، شاہ نوراللہ اور ابوالمعالی کی مدح میں بھی چند اشعار ہیں۔
- پہلا قصیدہ جو قلعۂ پنالہ کی فتح سے متعلق ہے اس قصیدے میں نصرتی نے شوقی پر طنز بھی کیا ہے۔
- مثنوی علی نامہ میں سلطان عبداللہ قطب شاہ کا نام بھی آیا ہے۔
- نصرتی نے مثنوی علی نامہ میں محمود غزنوی اور فردوسی کا نام بھی لیا ہے اور مغلیہ بادشاہ اورنگ زیب کا بھی ذکر کیا ہے۔
- نصرتی نے کئی بار کتاب کے درمیان مثنوی علی نامہ کو ''فتح نامہ'' کے نام سے بھی موسوم کیا ہے۔
- سب سے ابتدائی دو شعروں میں جو کتاب کا عنوان ہے سے اور آخری باب کے عنوان میں نصرتی نے اس مثنوی کو علی نامہ کہا ہے۔لہٰذا اس کا نام علی نامہ ہی ہے۔
- آخری باب میں جو کتاب کا خاتمہ ہے بادشاہ کی مدح اور علی نامہ کا ذکر خیر ہے۔باب

پھول بن

(1066ھ مطابق 1655ء (جمیل جالبی))

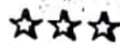
- پھول بن محمد مظہر الدین ابن محمد فخر الدین ابن نشاطی کی تصنیف ہے۔
- پھول بن ایک عشقیہ مثنوی ہے اور اس کے اشعار کی تعداد 1744 ہے۔
- گوپی چند نارنگ کے مطابق پھول بن احمد حسن دبیر عید روسی کے فارسی قصے ''بساتین الانس'' سے ماخوذ ہے۔
- نصیر الدین ہاشمی (دکن میں اردو)، محی الدین قادری زور (دکنی ادب کی تاریخ) اور جمیل جالبی (تاریخ ادب اردو جلد اول) کے مطابق پھول بن کا سن تصنیف 1066ھ مطابق 1655ء ہے۔
- عبدالقادر سروری کے مطابق 1076ھ ہے۔
- سید احمد خاں ہنر نے پھول بن کے جواب میں ''نیہ درپن'' لکھی تھی۔
- پھول بن میں قصے سے قصے پیدا کرنے والی داستانی روایت ملتی ہے۔
- مثنوی پھول بن میں انتالیس (39) صنعتیں استعمال کی گئی ہیں۔
- پھول بن کے قصے اپنی ترتیب کے لحاظ سے ''الف لیلہ'' سے زیادہ مشابہ ہیں۔
- مثنوی پھول بن میں عموماً ایک قصہ دوسرے قصے کے اختتام کے بعد شروع ہوتا ہے۔
- مثنوی پھول بن قصہ در قصہ کی تکنیک میں لکھی گئی ہے۔
- فن قصہ در قصہ کے ادنی نمونے وہ ہوتے ہیں جن میں کسی بادشاہ یا امیر کے سامنے اس کا کوئی وزیر یا ندیم یا کوئی جہاں دیدہ شخص، یکے بعد دیگر چند قصے بیان کرتا ہے۔ جیسے پھول بن کے قصے۔
- پھول بن میں تین مرکزی بسیط قصوں کے علاوہ تین تعارفی قصے بھی ہیں جو ان قصوں کے لیے تعارف کا کام دیتے ہیں۔ یہ تمام قصے درویش کی شخصیت سے منسوب کر دیے گئے ہیں۔

سے جم کر حصہ لیا تھا جس کے صلہ میں مسعود خاں کا خطاب پایا تھا۔

- حبشی غلام امیر سیدی جوہر کو علی عادل شاہ ثانی نے صلابت خاں کا خطاب دیا تھا۔
- خواص خاں علی عادل شاہ کا جنرل تھا۔
- شائستہ خاں اورنگ آباد کا صوبہ دار اور اورنگ زیب کا مشہور جنرل تھا، جو شیوا جی سے لڑنے کے لیے دکن بھیجا گیا تھا۔
- ابراہیم خاں، شاہ ابوالحسن، ملا احمد، بادشاہ علی عادل شاہ کا خط صلابت خاں تک پہنچانے والا۔
- ملنار کے کج عقل راجا کی سرکوبی کے لیے شرزہ خاں مامور کیا گیا تھا۔
- جسونت سنگھ اورنگ زیب کا فوجی سپہ سالار تھا جو شائستہ خاں کے بعد شیوا جی سے لڑنے کے لیے مامور کیا گیا تھا۔

مثنوی میں مذکورہ مقامات کی پہچان

- قلعہ پنالا: جس میں شیوا جی صلابت خاں کے ڈر سے محصور ہو گیا تھا۔
- چملگی: جو دریائے کرشنا کے کنارے واقع ہے۔
- رائچور: جہاں صلابت خاں نے شکست کھا کر پناہ لی تھی۔
- قلعہ تورگل: سلطنت کے مستحکم قلعوں میں سے ایک ہے۔
- بدنور: ملنار کے راجہ کی راجدھانی ہے۔
- سورت: گجرات کا مشہور شہر ہے جسے شیوا جی نے دل کھول کر لوٹا تھا۔
- قلعہ پورندہ: جسے جے سنگھ کی سرکردگی میں مغلیہ فوج نے فتح کر لیا تھا۔



سے وزیر کو قمری بنوا کر مار دیتا ہے اور پھر راجا بن جاتا ہے۔ اسی غم زدہ بادشاہ کے سامنے ایک اور وزیر ملک عجم کے بادشاہ کی بیٹی سمن بر اور مصر کا شہزادہ ہمایوں فال کی داستانِ محبت بیان کرتا ہے جو پھول بن کا اہم ترین قصہ ہے۔ ہمایوں فال سمن بر کو گھر سے بھگا لاتا ہے اور دونوں شہر سند میں جو اصل ہند تھا گنگا کے کنارے ایک محل ''بیت العاشقین'' میں قیام پذیر ہوتے ہیں۔ شہر سند کا بادشاہ ایک مالنی کے ذریعہ سمن بر کے حسن کی تعریف سن کر اس پر عاشق ہو جاتا ہے اور ہمایوں فال کو شطرنج میں ہرا کر دھوکے سے اسے مچھلی کی خوراک بنا دیتا ہے۔ طلسم لکھے ہوئے مچھلی کے ذریعے پتا چلتا ہے کہ ہمایوں کو مچھلی سمن کے جزیرہ پر جا کر اگل آئی ہے اور وہ پریوں کی قید میں ہے۔ سمن بر شہزادہ ہمایوں فال کی تلاش میں جوگن بن کر گلے میں کنٹھال ڈال کر نکلتی ہے اور ایک جزیرے تک پہنچتی ہے۔ سمن بر پرستان کی رانی ملک آراء کی مدد سے اپنے عاشق ہمایوں فال سے پھر مل جاتی ہے۔

کرداروں کی پہچان

- کنچن پٹن کا بادشاہ جو خواب میں ایک درویش کو دیکھتا ہے۔
- درویش ملک خراسان کے پردھان کا بیٹا ہے۔
- کشمیر کا بادشاہ جس کی بارگاہ میں ایسا گل لایا جاتا ہے جس پر کالا بلبل عاشق ہو جاتا ہے۔
- بلبل ختن کے سوداگر کا بیٹا ہے۔
- گل گجرات کے عابد زاہد کی بیٹی ہے۔
- جوگی جو بادشاہ کو نقل روح کا منتر سکھاتا ہے۔
- رانی ستونتی جو پاکدامنی میں مشہور تھی۔
- سمن بر ملک عجم کے بادشاہ کی بیٹی ہے اور ہمایوں فال کی محبوبہ ہے۔
- ہمایوں فال مصر کا شہزادہ ہے اور سمن بر کا عاشق۔
- ملک آرا پرستان کی رانی ہے۔
- دید بانو جو کہ پری ہے ملک آرا کی خادمہ ہے۔

اس طرح مثنوی پھول بن میں تین مرکزی اور تین ضمنی قصے ہیں یعنی کل چھ قصے ہیں۔

مثنوی پھول بن کا خلاصہ

پھول بن کا اصل قصہ کنچن پٹن کے بادشاہ کا ہے، جو ایک درویش کو خواب میں دیکھتا ہے اور خادم کو بھیج کر اسے طلب کرتا ہے۔ کنچن پٹن مشرق میں ایک شہر تھا جو ندی کے کنارے اس طرح آباد تھا کہ ندی اس کے حصار کی خندق معلوم ہوتی تھی۔ شہر کنچن پٹن کی ہر چیز کنچن یعنی سونے کی تھی۔ شہر کنچن پٹن کی ہوا کی یہ تاثیر تھی کہ سدا نشو ونما کا ہنگامہ رہتا تھا۔ اگر کوئی سوکھی لکڑی لاکر گاڑتا تو وہ سبز ہو جاتی اور اس میں شاخیں نکلنے لگتیں۔ جس درویش کو بادشاہ نے خواب میں دیکھا تھا اس کے جسم پر سفید سا پیرہن تھا اور ایک باریک سیلے سے کمر بندھی ہوئی تھی۔ سر پر شملہ کے عوض دستار اور ہاتھ میں ایک رنگین طرحدار عصا تھا۔ وہ ہاتھ میں مصلیٰ لیے ہوئے تھا۔ کنچن پٹن کے بادشاہ کا قصہ بذات خود کوئی بسیط اور طویل قصہ نہیں ہے۔ بلکہ دوسرے قصوں کے تعارف کا کام دیتا ہے۔ درویش سے قصہ گوئی کا کام لیا گیا ہے۔ وہی درویش کنچن پٹن کے بادشاہ کو اپنے باپ ملک خراسان کے پردھان سے کشمیر کے بادشاہ اور گل و بلبل کی سنی ہوئی حکایت کو سناتا ہے۔ کشمیر کے بادشاہ کی بارگاہ میں باغباں ایک ایسا گل لاتا ہے جس پر ایک کالا بلبل عاشق رہتا ہے۔ کشمیر کے بادشاہ کے استفسار پر بلبل اپنا اور گل کا قصہ سناتا ہے کہ وہ ختن کے سوداگر کا بیٹا ہے اور گل گجرات کے عابد و زاہد پارسا کی بیٹی ہے جس پر بلبل فریفتہ ہے۔ زاہد پارسا کے بددعا سے یہ دونوں گل و بلبل بن گئے ہیں۔ کشمیر کا بادشاہ گل و بلبل کو انگوٹھی اور آیۃ الکرسی کی مدد سے واپس انسانی شکل میں لاتا ہے۔ سوداگر کا بیٹا بھی کشمیر کے بادشاہ کے سامنے ایک قصہ بیان کرتا ہے کہ کسی بادشاہ کے سامنے چین کے نقاش کے وارد ہونے کا ذکر کیا جاتا ہے۔ چین کا نام سنتے ہی بادشاہ غم زدہ ہو جاتا ہے۔ اس کا ایک وزیر بادشاہ کا غم دور کرنے کے لیے نقل روح کا قصہ بیان کرتا ہے کہ ایک راجا جو جوگیوں کا معتقد تھا اسے ایک جوگی نقل روح کا منتر سکھا دیتا ہے۔ اس کا مکار وزیر بھی راجا سے نقل کا منتر سیکھ لیتا ہے۔ وزیر مکاری سے نقل روح کے ذریعہ راجا بن بیٹھتا ہے۔ اور رانی ستونتی کی عفت و عصمت سے کھیلنا چاہتا ہے۔ رانی ستونتی پاک دامنی میں مشہور تھی۔ راجا جو پہلے ہرنی پھر طوطا بن گیا تھا رانی ستونتی کی مدد

خواب وخیال

- نام سید محمد تھا اور تخلص اثرؔ۔
- سید محمد اثرؔ خواجہ میر اثرؔ کے نام سے مشہور ہیں۔
- میر اثرؔ 36-1735 میں پیدا ہوئے۔
- میر اثرؔ کا انتقال 1794 میں ہوا۔
- خواجہ میر اثرؔ میر دردؔ کے چھوٹے بھائی اور ان کے شاگرد و مرید تھے۔
- میر اثرؔ نے ایک مختصر دیوان چھوڑا ہے جس میں دو مثنویاں بھی شامل ہیں:
  (1) خواب وخیال (2) بیان واقعے
- مثنوی خواب وخیال کو مولوی عبدالحق نے مرتب کیا ہے۔
- مثنوی خواب وخیال اثرؔ کی آپ بیتی ہے جس میں اثرؔ نے اپنے مجازی عشق کی داستان بیان کی ہے۔
- میر اثرؔ مثنوی خواب وخیال کو عام نہیں کرنا چاہتے تھے لیکن دوستوں نے سنا اور نقل کرلیا تو یہ قصہ عام ہوگیا۔
- آخر کار رسوائی کے خوف سے اثرؔ نے اس میں اضافے کیے اور یہ ثابت کرنے کی کوشش کی کہ عشق حقیقی کا یہ قصہ مجاز کے پیرائے میں بیان کیا گیا ہے۔
- میر اثرؔ نے اس مثنوی میں اپنے بڑے بھائی خواجہ میر دردؔ کا ذکر نہایت ادب اور عقیدت سے کیا ہے۔
- میر اثرؔ درویشی اور شاعری دونوں میں دردؔ ہی کے قدم بقدم چلتے تھے اور اس پر فخر کرتے تھے۔
- میر اثرؔ نے دردؔ کے متعلق لکھا ہے:

  دردؔ ہی میرے جی میں چھایا ہے
  دردؔ کا میرے سر پہ سایا ہے

- دردؔ بھی میر اثرؔ کو بہت عزیز رکھتے تھے۔ دردؔ نے اس سوال پر کہ آپ کے بعد آپ کا جانشین کون ہوگا فرمایا تھا کہ:

ابن نشاطی

(1040ھ اور 1045ھ کے درمیان)

- نام شیخ محمد مظہر الدین تھا اور والد کا نام شیخ فخر الدین تھا۔
- ابن نشاطی 1040ھ اور 1045ھ کے درمیان پیدا ہوئے تھے۔
- ابن نشاطی گولکنڈہ کا باشندہ اور سلطان عبداللہ قطب شاہ کا درباری شاعر تھا۔
- ابن نشاطی کے نام کے ساتھ بطور سابقہ شیخ المشائخ لگایا جاتا تھا۔
- ابن نشاطی اپنے دور کا دوسرا بڑا شاعر ہے۔
- گیان چند جین کے مطابق اس کا سن وفات پردہ خفا میں ہے۔
- ابن نشاطی کو نثر و نظم پر مہارت حاصل تھی۔
- ابن نشاطی بنیادی طور پر انشا پرداز ہے۔
- پھول بن ابن نشاطی کی مشہور مثنوی ہے۔

☆☆☆

- مثنوی پھول بن میں جوگیوں کے معتقد بادشاہ کا وزیر ایک کردار ہے، جو بدمعاش Villan کی سیرت کی نمائندگی کرتا ہے۔
- اس کے مقابلے میں رانی ستونتی کا نیکی کا کردار ہے، جس کی عفت، پاکدامنی اور فراست کو مثالی بنانے کی کوشش کی گئی ہے:
- ہمایوں فال اور سمن بر کے قصے میں ملک سند کے ناعاقبت اندیش بادشاہ اور اس کے مکار ذلیل وزیر کے کردار کے درمیان سمن بر غیر شعوری طور پر ایک حد تک زندہ کردار بن گئی ہے جس کی حیات محبت، وفا شعار اور پاکدامنی کا سبق دیتی ہے۔



تا قیامت نہیں مٹنے کے دل عالم سے
درد ہم اپنے عوض چھوڑے اثر جاتے ہیں

- مثنوی خواب و خیال میں واردات قلبی اور معاملات عشق کا بیان ہے۔
- مثنوی خواب و خیال میں کوئی مسلسل قصہ یا داستان نہیں ہے جیسا کہ خواب و خیال کے مقدمے میں مولوی عبدالحق نے لکھا ہے کہ:

"جدید اردو زبان کی جب سے بنیاد پڑی ہے، شاید ہی کوئی مثنوی زبان کی سلاست اور روانی، فصاحت اور شیرینی، روزمرہ کی صفائی قافیوں کی نشست اور مصرعوں کی برجستگی، زنانے اور مردانے محاوروں کے بے تکلف استعمال میں مثنوی 'خواب و خیال' کا مقابلہ کر سکتی ہے۔ مگر بات کیا ہے کہ یہ کوئی مسلسلہ قصہ یا داستان نہیں ہے۔ ہجر و مفارقت، تمنائے ملاقات و مواصلت، راز و نیاز، چھیڑ چھاڑ اور عشق و عاشقی کی کیفیات اور واردات کا بیان ہے اور بہت پرلطف ہے۔"

- اثر نے مثنوی خواب خیال میں واردات قلبی کے علاوہ ایک سراپا بھی لکھا ہے جس کے تقریباً تین سو اشعار ہوں گے۔
- مثنوی خواب و خیال کا موضوع غزل سے مناسبت رکھتا ہے۔ اس مثنوی کا تقریباً نصف حصہ غزلوں کا ہے لیکن حمد و نعت کا حق محض ایک ہی مصرع میں ادا کر دیا گیا ہے:

بعد حمدِ خدا و نعت رسول
کچھ بکے ہے یہ اب ظلوم و جہول

- مثنوی 'خواب و خیال' جذبات ہجر اور حسن زبان کے لحاظ سے اہمیت کا حامل ہے۔
- مثنوی خواب و خیال کی وجہ تصنیف خواجہ میر اثر نے یہ بیان کی ہے کہ ایک بار خواجہ میر درد نے مثنوی کے طور پر از راہِ تفنن کوئی سو شعر کہہ ڈالے، وہ میں نے مانگ لیے وہی اشعار اس مثنوی کی بنا قرار پائے۔ اگر چہ ہے تو یہ مثنوی کہیں کہیں خود اپنی اور خواجہ میر درد کی اردو، فارسی غزلیں جو مثنوی کی بحر میں ہیں، موقع موقع سے آ گئی ہیں۔

☆☆☆

گلزارِ نسیم کے برخلاف سحر البیان میں جزئیات نگاری زیادہ ہے۔ ✓
سحر البیان کا دیباچہ شیر علی افسوس نے لکھا ہے۔ ✓

سحر البیان کا خلاصہ

کسی شہر میں کوئی بادشاہ تھا۔اسے ہر طرح کا عیش حاصل تھا۔مگر وہ اولاد کی نعمت سے محروم تھا۔مایوسی اور ناامیدی کی حالت میں اس نے دنیا ترک کرنے کی ٹھانی۔نجومیوں اور جوتشیوں کو بلا کر مشورہ کیا،انہوں نے اس کے یہاں اولاد ہونے کی پیشین گوئی کی اور یہ بھی بتلایا کہ بچہ پیدائش کے بارہویں سال آفات و مشکلات سے دوچار ہوگا۔گولڑکے کی جان کو کوئی خطرہ نہیں مگر کوئی پری اس پر عاشق ہوگی اور اسے اڑا لے جائے گی۔نجومیوں کی پیشین گوئی صحیح ثابت ہوئی اور بادشاہ کے یہاں ایک خوبصورت بیٹا پیدا ہوا۔اس کا نام بے نظیر رکھا گیا۔سارے ملک میں خوشیاں منائی گئیں۔چوتھے برس دودھ چھڑا کر ایک نہایت خوش نما باغ میں اس کی تعلیم و تربیت کا انتظام کیا گیا۔سوءِ قسمت نجومیوں کی کہی ہوئی تاریخ یاد نہ رہی۔بادشاہ نے اس خیال سے کہ بارہ سال بیت گئے شہزادہ کو محل بلوالیا اور محل کے بالا خانے میں رات گزارنے کا اہتمام کیا۔حسن اتفاق سے یہ رات بارہویں برس میں شامل تھی چنانچہ نجومیوں کے کہنے کے مطابق ماہ رخ نامی پری کا ادھر سے گزر ہوا شہزادہ کو دیکھ کر اس پر عاشق ہوگئی اور اسے اڑا کر پرستان لے گئی۔محل میں شہزادے کے جانے سے کہرام مچ گیا۔

ادھر ماہ رخ پری نے شہزادے کے آرام و آسائش اور اس کے دل بہلانے کی ہر ممکن کوشش کی لیکن شہزادہ کسی طور اس سے مانوس نہ ہو سکا۔آخر کار ماہ رخ پری نے شہزادہ پر ترس کھا کر اسے 'کل' کا گھوڑا دیا اور سیر و سیاحت کی اجازت دے دی۔شہزادہ اس کل کے گھوڑے پر سوار ہو کر صبح شام تفریح کے لیے نکل جایا کرتا۔ایک دن اتفاق سے شہزادے کا گزر شہزادی بدر منیر کے محل کے قریب سے ہوا۔شہزادہ اس کے باغ میں اتر پڑا جہاں بدر منیر بھی موجود تھی۔بے نظیر اور بدر منیر دونوں ایک دوسرے کو دیکھ کر ایک دوسرے کے عشق میں مبتلا ہو گئے۔ اور ماہ رخ پری کے غیاب میں آپس میں ملنے جلنے لگے۔اور جب ماہ رخ کو ان ملاقاتوں کی خبر ایک دیو کے ذریعے ہوئی تو وہ بہت برہم ہوئی۔اس نے مارے غصے کے شہزادہ بے نظیر کو کوہ قاف کے راستے میں پڑنے والے کنواں (چاہ الم) میں قید کر دیا۔شہزادے کے حال سے بے خبر

مثنوی سحر البیان

(1199ھ مطابق 85-1784ء)

- میر حسن نے مثنوی سحر البیان بمعنی (بیان کا جادو) 1199ھ۔ مطابق 85-1784ء میں آصف الدولہ کے عہد میں لکھی۔
- مثنوی کے آخر میں قطعاتِ تاریخ ہیں جن میں سے آخری قطعہ ہے:

سنی جب کہ ماہر نے یہ مثنوی — تو محظوظ ہو، فکرِ تاریک کی
یہ مصرع پڑھا وہیں پاکر فرح — "ہے اس مثنوی کی یہ نادر طرح"

1199ھ

- مثنوی سحر البیان بحر متقارب مثمن مقصور یا محذوف یعنی فعولن فعولن فعولن فعول میں ہے۔
- مثنوی سحر البیان میر حسن کی آخری اور طبع زاد مثنوی ہے۔
- مثنوی سحر البیان گل کرسٹ کی فرمائش پر میر شیر علی کے مقدمہ کے ساتھ 1805ء میں ہندوستانی پریس کلکتہ سے چھپی (یہ کام فورٹ ولیم کالج کی طرف سے ہوا)
- مثنوی سحر البیان کو رشید حسن خاں نے مرتب کیا ہے۔
- سحر البیان کو مثنویِ میر حسن، مثنوی بدر منیر، قصۂ بدر منیر و شاہزادہ بے نظیر وغیرہ بھی کہا جاتا ہے۔
- سحر البیان میں شہزادہ بے نظیر اور شہزادی بدر منیر کے عشق کی داستان بیان ہوئی ہے۔
- مثنوی سحر البیان کے دیباچے میں میر شیر علی افسوس نے اسے اسم با مسمیٰ مثنوی کہا ہے۔
- مثنوی سحر البیان میں اس عہد کی تصویر کشی اور معاشرت کی بھرپور عکاسی ملتی ہے۔
- مثنوی سحر البیان لکھ کر میر حسن نے ایک قصیدہ کے ساتھ آصف الدولہ کی خدمت میں پیش کیا تھا جس کے بدلے ایک دوشالے کے سوا کچھ ہاتھ نہیں آیا تھا۔
- محمد حسین آزاد نے سحر البیان کے متعلق لکھا ہے کہ:

"زمانے نے اس کی سحر بیانی پر تمام شعرا اور تذکرہ نویسوں سے محضر شہادت لکھوایا۔"

- میر حسن نے سحر البیان کی ادبی حیثیت متعین کرنے میں مرزا قتیل کی فارسی تاریخ کا حوالہ دیا ہے۔

بدرمنیر اس کے فراق میں بے چین رہنے لگی، سوتے جاگتے اسے شہزادے کی صحبتوں کا خیال رہتا۔ اسی دوران اس نے ایک رات خواب میں دیکھا کہ شہزادہ ایک کنویں میں قید ہے۔ وہ سخت بے قرار ہوگئی۔ اس نے اپنا خواب اپنی سہیلی وزیرزادی نجم النسا کو سنایا۔ نجم النسا کو بدرمنیر پررحم آیا اور وہ جوگن بن کر بے نظیر کی تلاش میں نکل کھڑی ہوئی۔ راستے میں جنوں کے بادشاہ کے بیٹے فیروز شاہ سے ملاقات ہوئی۔ فیروز شاہ نجم النسا کے حسن پر فریفتہ ہوگیا۔ لیکن نجم النسا نے صرف اس شرط کے ساتھ اس سے ملنے کا وعدہ کیا کہ وہ شہزادہ بے نظیر کو ڈھونڈ نکالنے میں اس کی مدد کرے۔ فیروز شاہ نے جنوں کو بلا کر بے نظیر کی کھوج پر معمور کیا۔ اور ایک سکندر نژاد دیو نے کنوے سے بے نظیر کو نکالا اس طرح فیروز شاہ کی مدد سے ماہ رخ پری کی قید سے بے نظیر آزاد ہوگیا۔ فیروز شاہ اور نجم النسا دونوں بے نظیر کو لے کر بدرمنیر کے محل میں آئے۔ بدرمنیر کا باپ مسعود شاہ کو بے نظیر کی شادی کا پیغام دیا۔ بدرمنیر اور بے نظیر کی شادی ہوگئی۔ چوتھی کے دن نجم النسا اور فیروز شاہ کی بھی شادی ہوگئی۔ شہزادہ بے نظیر بدرمنیر کو لے کر اپنے ملک واپس ہوا اور نجم النسا فیروز شاہ کے ساتھ پرستان چلی گئی۔

کرداروں کی پہچان

- مثنوی میں بہت سے کردار ہیں مگر ان میں سے چھ بہت اہم ہیں۔
- ''شہزادہ بے نظیر'' ملک شاہ کا لڑکا اور اس قصے کا ہیرو ہے۔
- ''شہزادی بدرمنیر'' اس قصے کی ہیروئن ہے جو خوبصورت ہونے کے ساتھ ساتھ شعر و ادب کا بھی ذوق رکھتی ہے۔
- وزیرزادی نجم النسا بدرمنیر کی سہیلی ہے جو ایک ذہین عورت ہے۔ ہر مشکل میں تدابیر پیش کرتی ہے۔ نجم النسا کا کردار تمام کرداروں میں زیادہ فعال، جاندار اور دل کش ہے۔
- ماہ رخ پری جو شہزادہ بے نظیر کے عشق میں گرفتار رہتی ہے اور وہی شہزادے کو کنویں میں قید کراتی ہے۔
- فروز شاہ: جو جنوں کے بادشاہ کا بیٹا ہے وہ اس وقت نجم النسا پر عاشق ہو جاتا ہے جب وہ جوگن کے بھیس میں بے نظیر کی تلاش میں نکلتی ہے۔
- مسعود شاہ بدرمنیر کا باپ ہے۔

(6) مثنوی رموز العارفین 1188ھ-1774ء

(7) مثنوی ہجو حویلی 1189ھ-1190ھ-76-1775ء

(8) مثنوی گلزار ارم 1192ھ-1778

(9) مثنوی در تہنیت عید 1199ھ-85-1784ء

(10) مثنوی در وصف کشف جوہر 1199ھ-85-1784ء

(11) مثنوی در خوان نعمت 1199ھ-85-1784ء

(12) مثنوی سحر البیان 1199ھ-85-1784ء

قصائد:

- میر حسن نے کل سات قصیدے لکھے ہیں۔
- جن میں سے ایک قصیدہ حضرت علیؓ اور ایک حضرت امام حسینؓ کی منقبت میں ہے۔
- دو قصیدے نواب آصف الدولہ کی مدح میں ہیں۔
- ایک ایک قصیدہ سالار جنگ جواہر علی خاں اور آخر میں علی خاں کی تعریف میں ہے۔

☆☆☆

میر حسن

- نام میر غلام حسن تھا اور تخلص حسن۔
- میر حسن 1737ء میں دہلی کے محلہ سید واڑہ میں پیدا ہوئے۔
- میر حسن کا انتقال لکھنو میں 1786ء میں ہوا اور محلہ مفتی گنج لکھنؤ ہی میں قاسم علی خاں کے باغ کے پیچھے دفن کیے گئے۔
- میر حسن کے والد کا نام میر غلام حسین تھا اور تخلص ضاحک جو اپنے دور کے مشہور و معروف ہجو گو شاعر تھے۔
- میر حسن کے اجداد شاہجہاں کے زمانے میں ہرات سے آکر دہلی میں آباد ہوئے تھے۔ (ان کے جداعلیٰ کا نام میر امام ہروی تھا)۔
- میر حسن میر ضیاء الدین ضیا کے شاگرد تھے۔ سودا سے بھی اصلاح لی۔
- میر حسن اپنے والد غلام حسین ضاحک کے ساتھ فیض آباد آئے تھے اور پھر آصف الدولہ کے زمانے میں لکھنؤ آئے۔
- میر حسن کی ساری زندگی غربت میں گذری تھی۔ حسینوں کی طرف خاص رغبت تھی۔
- مصحفی نے میر حسن کی تاریخ وفات ''شاعر شریں بیان'' سے نکالی ہے۔

1786ء

میر حسن کے کارنامے

- میر حسن نے اردو کا ایک تذکرہ بعنوان تذکرہ شعرا اردو اور ایک دیوان چھوڑا ہے۔

مثنویاں:

- میر حسن نے چھوٹی بڑی بارہ مثنویاں لکھی ہیں جو مندرجہ ذیل ہیں:

(1) نقل کلاونت (2) نقل زن فاحشہ (3) ہجو قصائی (4) نقل قصائی
(5) مثنوی شادی آصف الدولہ 1183ھ۔1769ء

➤ مثنوی گلزار نسیم بحر ہزج مسدس اخرب مقبوض مقصور یا محذوف میں ہے یعنی مفعولن مفاعلن فعولن۔

➤ 1905ء میں مثنوی گلزار نسیم کو چکبست نے ایک مقدمے کے ساتھ شائع کیا تھا جو ایڈیشن معرکہ، چکبست و شرر کی بنیاد بنا۔

➤ مثنوی گلزار نسیم میں دیگر مثنویوں کے مقابلے میں مافوق الفطرت عناصر کی کثرت ہے۔

➤ پوری مثنوی میں پریاں اڑتی ہیں اور دیو اپنی کرامات دکھاتے ہیں۔

➤ مثنوی گلزار نسیم کا مقابلہ اکثر میر حسن کی مثنوی سحر البیان سے کیا جاتا ہے۔

➤ رشید احمد صدیقی نے اس مثنوی کے بارے میں لکھا ہے کہ:

''شعر و شاعری کے جن پہلوؤں کے اعتبار سے لکھنؤ بدنام ہے۔ گلزار نسیم نے انہی پہلوؤں سے لکھنؤ کا نام اونچا کیا ہے۔ زبان کو شاعری اور شاعری کو زبان بنا دینا کوئی آسان کام نہیں۔''

➤ پروفیسر احتشام حسین نے مثنوی گلزار نسیم کو شاعرانہ اور فن کارانہ تخلیق کا معجزہ کہا ہے۔

➤ تاریخ اختتام تصنیف از مصنف

این نامہ کہ خامہ کرد بنیاد — گلزار نسیم نام بنہاد
پشنید و نوید ہاتفے زاد — توقیع قبول روزلیش باد

1254ھ

مثنوی گلزار نسیم کا خلاصہ

پورب میں ایک شہنشاہ تھا جس کا نام زین الملوک تھا۔ وہ ذی جلوہ، صاحب کروفر اور دولت وحشمت کا مالک تھا۔ اس کے چار لڑکے تھے جو فہم و فراست اور حکمت میں یکتائے زمانہ تھے۔ ان میں سے جو سب سے چھوٹا بیٹا تھا اور جس کا نام تاج الملوک تھا اس کے متعلق نجومیوں نے پیشین گوئی کی تھی کہ اس پر بادشاہ کی نظر پڑتے ہی وہ بینائی سے محروم ہو جائے گا۔ حسن اتفاق سے ایک دن بادشاہ شکار گاہ میں آیا اور اچانک ہی اس کی نظریں اس حسین نوجوان پر پڑ گئیں اس کے ساتھ ہی بادشاہ کی بینائی جاتی رہی اس واقعہ سے بھائیوں نے اس شہزادہ کو شہر بدر کر

گلزارِ نسیم

(1254ھ مطابق 1839ء)

- مثنوی گلزارِ نسیم پنڈت دیا شنکر نسیم کی لکھی ہوئی ایک عشقیہ مثنوی ہے جو لکھنوی تہذیب کی آئینہ دار ہے۔
- مثنوی گلزار نسیم کی کہانی ''قصہ گل بکاؤلی'' کے نام سے مشہور ہے۔
- مثنوی گلزار نسیم میں گل بکاؤلی کی مشہور داستان عشق بیان ہوئی ہے۔
- اصل قصہ عزت اللہ بنگالی نے 1134ھ مطابق 1722ء میں قصہ بکاؤلی کے نام سے لکھا جو فارسی نثر میں ہے۔
- منشی نہال چند لاہوری نے 1803ء میں گل کرسٹ کی فرمائش پر ''مذہب عشق'' کے نام سے اسے اردو میں منتقل کیا۔
- پنڈت دیا شنکر نسیم نے 1254ھ مطابق 1839-1838ء میں اردو نظم کا لباس پہنا کر مثنوی گلزار نسیم کے روپ میں پیش کیا۔
- مثنوی گلزار نسیم پہلی بار 1844 میں شائع ہوئی تھی۔
- پنڈت دیا شنکر نسیم نے 28/سال کی عمر میں یہ مثنوی مکمل کی۔
- نسیم نے جب یہ مثنوی پہلی بار لکھی تو بہت طویل تھی۔ استاد یعنی آتش کے کہنے پر اس میں سے بے جا طوالت کم کی۔
- مثنوی گلزار نسیم کو رشید حسن خاں نے مرتب کیا ہے۔
- مثنوی گلزار نسیم میں زبان و بیان کا وہی رنگ، پایا جاتا ہے جو فسانہ عجائب میں موجود ہے یعنی صنائع و بدائع، تشبیہات و استعارات، مشکل و ثقیل بندش اور رعایتوں کا استعمال۔
- مثنوی گلزار نسیم میں آورد کا انداز پایا جاتا ہے۔
- مثنوی گلزار نسیم میں رعایت لفظی کا استعمال کثرت سے ہوا ہے۔
- مثنوی گلزار نسیم کی بڑی خصوصیت اس کا اختصار ہے۔

پنڈت دیا شنکر نسیم

1845-1811

- نام پنڈت دیا شنکر کول تھا اور تخلص نسیم
- والد کا نام گنگا پرشاد کول تھا۔
- نسیم کا خاندان کشمیر سے آ کر لکھنؤ میں آباد ہوا تھا۔
- نسیم لکھنؤ میں 1811ء میں پیدا ہوئے۔
- رشید حسن خاں کے مطابق 34 / برس کی عمر میں 1845ء میں نسیم کا انتقال ہوا۔ (مقدمہ گلزار نسیم ص:11) میرے خیال سے بھی یہی درست ہے جبکہ نور الحسن نقوی کے مطابق 32 / سال کی عمر میں 1843ء میں نسیم کا انتقال ہوا۔ (تاریخ ادب اردو: ص 133)
- نسیم نے بیس سال کی عمر میں شاعری شروع کی اور خواجہ حیدر علی آتش کی شاگردی اختیار کی۔
- نسیم کی غزلوں میں استاد کا رنگ جھلکتا ہے۔
- دنیا کی بے ثباتی اور خودداری نسیم کے پسندیدہ موضوعات ہیں۔
- زبان کا لطف، محاورے کی صحت کا خیال، صنائع کے استعمال کا شوق نسیم کے کلام کے نمایاں خصوصیات ہیں۔
- نسیم کا تعلق دبستان لکھنو سے ہے۔

لائے اس بت کا التجا کر کے کفر ٹوٹا خدا خدا کر کے (نسیم)

☆☆☆

دیا۔ حکیموں نے بتایا کہ بینائی کے لیے بکاولی کا پھول لانا ہوگا۔ شہزادے اس پھول کی تلاش میں نکلتے ہیں۔ پتہ لگانے پر معلوم ہوتا ہے کہ بکاؤلی کا پھول باغ ارم کے حوض کے پاس ہے۔ شہزادہ تاج الملوک باغ ارم پہنچ کر بکاؤلی کا پھول لے آتا ہے جس سے بادشاہ دوبارہ بینا ہو جاتا ہے۔

کرداروں کی پہچان

- زین الملوک پورب کا بادشاہ تھا۔
- تاج الملوک جو کہ شہزادہ ہے زین الملوک کا سب سے چھوٹا بیٹا تھا۔
- بکاؤلی جو کہ ہیروئن ہے اور پری ہے وہ شہزادے سے محبت کرتی ہے اور بکاؤلی ہی زین الملوک اور تاج الملوک سے ملاقات کے وقت فرخ نام سے وزیر بنتی ہے۔
- جمیلہ پری بکاؤلی کی ماں ہے۔
- فیروز بکاؤلی کا باپ ہے۔
- سمن پری بکاؤلی کی سہیلی ہے۔
- بہرام جو کہ تاج الملوک کا وزیر زادہ ہے وہ روح افزا پری پر عاشق ہے۔
- روح افزا جس پر بہرام عاشق ہے اور جو بکاؤلی کی سہیلی ہے۔
- حسن آرا روح افزا پری کی ماں ہے۔
- محمودہ حمالہ دیونی کی منہ بولی بیٹی ہے۔
- راجا اندر جس کی بددعا سے بکاؤلی نصف پتھر بن گئی تھی اور جس کے دربار کی رقاصہ بکاؤلی ہے۔
- حمالہ دیونی جس کی مدد سے شہزادہ تاج الملوک جنگل کو گلشن بناتا ہے۔
- دیگر کردار رانی چتراوت، چترسین، دلبر بیسوا وغیرہ۔

☆☆☆

- فراق نے اس کے ایک شعر سے اخذ کر کے ہیروئن کا نام ''مہ جبین'' بتایا ہے۔
- جب یہ مثنوی اسٹیج ہوئی تھی تو لوگ خودکشی کرنے پر آمادہ ہو گئے تھے۔
- وصیت نامہ مثنوی زہر عشق کا ہی حصہ ہے۔

مثنوی زہر عشق کی کہانی

- مثنوی زہر عشق کی ہیروئن سوداگر کی لڑکی مہ جبین کو اپنے سامنے والے کوٹھے پر ایک نوجوان کو دیکھ کر محبت ہو جاتی ہے۔
- خط لکھ کر ہیرو یعنی مرزا شوق کو اپنے عشق کی کیفیت سے آگاہ کرتی ہے۔
- والدین بدنامی کے خوف سے اسے بنارس بھیجنا چاہتے ہیں
- نوچندی کے دن مہ جبین اپنے عاشق سے مل کر ساری باتیں بتاتی ہے اور زہر کھانے کا ارادہ بھی ظاہر کرتی ہے۔
- اس آخری ملاقات کے بعد گھر آ کر زہر کھا کر خودکشی کر لیتی ہے۔
- زہر عشق کا اختتام خودکشی اور اقدام خودکشی پر ہوا ہے۔

مثنوی زہر عشق سے متعلق مختلف آرا و خیالات

- بقول مجنوں گورکھپوری:

  ''اردو زبان میں نور نامے کے بعد جتنی یہ مثنوی پڑھی گئی ہے، شاید ہی کوئی دوسری نظم پڑھی گئی ہو۔''
- حالی نے مثنوی زہر عشق کو سحر البیان سے بھی بہتر قرار دیا ہے۔
- زہر عشق کے بارے میں ایک انگریز نے کہا ہے کہ اگر یہ مثنوی یورپ میں لکھی ہوتی تو اس کے قبر کو سونے سے لیپ دیا جاتا۔
- بقول مجنوں الفاظ و محاورات کی وجہ سے ''بہار عشق''، ''زہر عشق'' پر بھاری ہے اور اثر کے اعتبار سے زہر عشق بھاری ہے۔
- عبدالماجد دریابادی نے اثر کے اعتبار سے فراق کے مناظر کو شکسپیئر سے بہتر بتایا ہے۔

زہر عشق

(1277ھ۔ 1860-61ء۔ گیان چند جین)

- حکیم تصدق حسین نواب مرزا شوق نے مثنوی زہر عشق 1277ھ مطابق 1860-61ء میں لکھا۔
- مثنوی زہر عشق کا سال تصنیف 1277ھ "غمِ دل ربا" سے برآمد ہوتا ہے۔
- زہر عشق میں 566/اشعار ہیں۔
- مثنوی زہر عشق بحر خفیف مسدس مخبون مقطوع میں ہے۔
- مثنوی زہر عشق کے متعلق مشہور ہے کہ اس کا شائع ہونا ممنوع تھا۔
- مثنوی زہر عشق کے تمام کردار زمین پر بسنے والے انسان ہیں۔
- مثنوی زہر عشق کا نفس موضوع عشق ہے۔
- مثنوی زہر عشق میں مافوق الفطرت واقعات کے بجائے زندگی میں پیش آنے والے واقعات بیان کیے گئے ہیں۔
- مثنوی زہر عشق میں دنیا کی بے ثباتی کا نقشہ بیان کیا گیا ہے۔
- مثنوی زہر عشق میں تین شعر حمدیہ، دو نعت، دو شعر مدح حیدر علی اور چودہ اشعار عشق کی تعریف میں ہیں۔
- مثنوی زہر عشق ایک رنگین مزاج دوشیزہ کی داستان محبت بیان ہوئی ہے۔
- مثنوی زہر عشق میں خلاف روایت اظہارِ عشق کی پہل لڑکی کی طرف سے ہوتی ہے۔
- مثنوی زہر عشق میں ہیرو اور ہیروئن کے کردار ہی خاص ہیں اور کلیدی اہمیت رکھتے ہیں۔
- زہر عشق کے مشہور اشعار

بے عبرت سرائے فانی ہے　　　موردِ مرگ نوجوانی ہے
موت سے کس کو رستگاری ہے　　　آج وہ، کل ہماری باری ہے

- لفظ ماہ جبین اور اس کا مخفف "مہ جبین" زہر عشق میں تین جگہ ملتا ہے۔

- بقول مجنوں بہارِ عشق اور زہرِ عشق بوالہوسی کے کارنامے ہیں۔
- بقول مجنوں افسانے کی دنیا میں صرف تین عورتوں کو اپنی افتادگی پر ناز رہا ہے۔ان میں ایک مہ جبین بھی ہے۔
- آل احمد سرور نے لکھا ہے کہ ''لکھنؤ کی بہترین مثنوی گلزارِ نسیم بتائی جاتی ہے مگر میرا خیال ہے شوق کی مثنوی زہرِ عشق کو یہ درجہ دینا چاہیے۔ لکھنؤ کی ساری مثنویوں میں سب سے زیادہ تھرتھرائی ہوئی تصویریں شوق کی مثنویوں میں ملتی ہیں۔
- مجنوں گورکھپوری نے زہرِ عشق کے مصنف شوقؔ کو یوروپی شاعر گوئٹے کا ہم پایہ قرار دیا ہے۔



قصیدہ

- قصیدہ عربی زبان کا لفظ ہے جس کے لغوی معنی سطبر یا مغز غلیظ کے ہیں یعنی گاڑھا یا دمدار گودا۔
- ایک خیال یہ بھی ہے کہ قصیدہ لفظ قصد سے نکلا ہے اور اس کے لغوی معنی ارادہ کرنا کے ہیں۔
- اصطلاحاً قصیدہ اس مسلسل نظم کو کہتے ہیں جس کے پہلے شعر کے دونوں مصرعے اور بقیہ اشعار کے دوسرے مصرعے ہم قافیہ و ہم ردیف ہوں اور جس میں مدح یا ذم، وعظ و نصیحت یا مختلف کیفیات و حالات وغیرہ کا بیان ہو۔
- قصیدے کے لیے یہ لازم نہیں کہ اس میں ردیف بھی ہو۔
- قصیدے کے لیے تخیل کی بلندی اور شوکت الفاظ ضروری ہے۔
- قصیدہ کا پہلا شعر تو مطلع ہوتا ہی ہے لیکن کچھ شعروں کے بعد درمیان میں بھی مطالع کہے جاتے ہیں۔
- طویل قصیدوں میں مطلعوں کی تعداد کبھی کبھی پانچ تک پہنچ جاتی ہے۔
- دو مطلعوں کے قصیدے کو ذو مطلعین اور دو سے زیادہ مطلعوں کے قصیدے کو ذوالمطالع کہتے ہیں۔
- قصیدہ میں شاعر مقطع کا استعمال جہاں چاہے وہاں کر سکتا ہے۔
- قصیدے میں اشعا کی کم سے کم تعداد اکیس ہے۔ اور زیادہ کی کوئی حد نہیں۔
- عربی شعرا قصیدے کی ابتدا میں عشقیہ اشعار لکھتے تھے جن کو تشبیب کہتے تھے۔
- پھر کسی سلسلے سے ممدوح کا ذکر کرتے تھے اس کو تخلیص، تخلص یا مخلص کہتے تھے۔
- اس کے بعد ممدوح کی تعریف ہوتی تھی جس کو مدح یا تحمید کہتے تھے۔
- آخر میں دعا پر خاتمہ کلام ہوتا تھا جس کو براءۃ الختام یا حسن المقطع کہتے تھے۔
- قصیدے کی دو قسمیں ہیں: (1) خطابیہ (2) تمہیدیہ
- خطابیہ قصیدہ وہ ہوتا ہے جس میں شاعر تمہید باندھے بغیر مدح یا ہجو شروع کر دیتا ہے۔

تصدق حسین شوقؔ لکھنوی

- نام تصدق حسین، تخلص شوق اور عرفیت نواب مرزا تھی۔
- والد کا نام آغا علی خاں اور چچا کا نام مرزا علی خاں تھا جو مشہور حکیم تھے۔
- شوقؔ 1783ء کو لکھنو میں پیدا ہوئے۔
- شوق کا انتقال 1871ء کو لکھنو میں ہوا۔
- پیشہ طبابت تھا اس لیے ان کے نام کے ساتھ حکیم لکھا جاتا ہے۔
- شوق آتش کے شاگرد تھے۔
- شوق واجد علی شاہ کے دربار سے وابستہ تھے۔
- شوق کی غزلوں کے صرف 61 ر اشعار ملتے ہیں۔
- شوق نے صرف ایک واسوخت لکھی ہے۔
- مرزا شوق کی مثنویاں لکھنو کے زوال آمادہ معاشرے کی عکاسی کرتی ہیں۔
- مرزا شوق نے اپنی مثنویوں میں خود کو ہیرو کے طور پر پیش کیا ہے۔

شوقؔ کے کارنامے

- رشید حسن خاں کے مطابق شوق کی تین مثنویاں ہیں:

(1) فریب عشق (2) بہار عشق (3) زہر عشق

(فریب عشق شوق کی پہلی مثنوی ہے)

- حالی، فراق، مجنوں، ابواللیث اور چکبست نے 'لذت عشق' کو بھی شوق کی طرف منسوب کیا ہے۔
- گیان چند جین اور رشید حسن خاں کے مطابق ''لذت عشق'' شوق کے بھانجے آغا حسن نظم کی ہے۔
- خنجر عشق کو بھی بعض لوگوں نے شوق کی طرف منسوب کیا ہے لیکن یہ بھی گیان چند جین کے مطابق ابوالحسن کاندھلوی کی ہے، شوق کی نہیں۔
- مرزا شوق کی مثنویاں لکھنو کے زوال آمادہ معاشرے کی عکاسی کرتی ہیں۔
- مرزا شوق نے اپنی مثنویوں میں خود کو ہیرو بنا کر پیش کیا ہے۔

☆☆☆

- پھر براہِ راست ممدوح کو خطاب کر کے تعریف کی جاتی ہے اس کو مدح حاضر کہتے ہیں۔

مدح کی مثال:

کلکِ قدرت نے کوئی کھینچی نہیں ایسی شبیہ
گو کہ تصویر ہزاروں میں مرقع ہے جہاں

- قصیدہ کا چوتھا جز مدعا یا عرض مطلب ہے جس میں قصیدہ نگار اپنا مدعا بیان کرتا ہے لیکن 'مدعا' قصیدے کا لازمی جز نہیں۔
- قصیدے کا آخری جز دعا ہے جس میں شاعر اپنے ممدوح کو درازیِ عمر یا بلندئ اقبال وغیرہ کی دعا دے کر قصیدہ ختم کر دیتا ہے۔
- قصیدے عربی شاعری کی پیداوار ہے جو فارسی کے توسط سے اردو تک پہنچا ہے۔
- اردو کا پہلا قصیدہ گو قلی قطب شاہ ہے۔

قصیدے کے بارے میں مختلف اقوال

- زندوں کی تعریف کو قصیدہ کہتے ہیں اور مردوں کی تعریف کو جس میں تاسف اور افسوس بھی شامل ہوتا ہے مرثیہ کہتے ہیں (مقدمۂ شعروشاعری۔از حالی)



- تمہیدیہ قصیدہ وہ ہوتا ہے جس میں شاعر مدح یا ہجو سے پہلے تمہید باندھتا ہے۔
- اردو قصیدے کے اجزائے ترکیبی پانچ ہیں۔ تشبیب، گریز، مدح، مدعا، دعا
- تشبیب سے مراد وہ اشعار لیے جاتے ہیں جو قصیدے کی ابتدا میں تمہید کے طور پر لکھے جاتے ہیں۔
- تشبیب کا پہلا شعر قصیدے کا پہلا شعر یعنی مطلع ہوتا ہے۔
- قصیدے کے مطلع کے لیے یہ شرط ہے کہ وہ بلند پایہ اور شگفتہ ہو۔
- اس میں کوئی جدت آمیز بات بیان کی جائے تا کہ سننے والا ہمہ تن گوش ہو جائے اور بعد کے اشعار کا اچھا اثر مرتب ہو مثلاً:

صباح عید ہے اور یہ سخن ہے شہرۂ عام حلال دختر زر بے نکاح و روزہ حرام
(سودا)

صبح دم دروازہ، خاور کھلا مہر عالم تاب کا منظر کھلا
(غالب)

- تشبیب کے لیے یہ بھی شرط ہے کہ اس کے اشعار 'مدح' کے اشعار سے زیادہ نہ ہوں۔
- تشبیب کے بعد شاعر مدح کی طرف قدم بڑھاتا ہے۔ وہ براہِ راست مدح شروع نہیں کرتا بلکہ بات سے بات پیدا کر کے مدح کی طرف آتا ہے۔ اس بات سے بات پیدا کرنے کو گریز کہتے ہیں۔
- سودا نے حضرت علی کی منقبت کے ایک قصیدے میں بہاریہ تشبیب کے بعد اپنی شاعری کی رنگینی اور شیرینی کی تعریف کرتے ہوئے اس طرح گریز کیا ہے:

ہے مجھے فیض سخن اس کی ہی مداحی کا
ذات پر جس کی مبرہن کنہ عز و جل

- قصیدے کا تیسرا حصہ مدح ہے جس میں شاعر ممدوح کے اوصاف بیان کرتا ہے۔
- اس کے عموماً دو ضمنی اجزا ہوتے ہیں۔
- قصیدے کا سب سے اہم جز مدح ہی ہوتا ہے۔
- گریز کے بعد پہلے ممدوح کی تعریف صیغۂ غائب میں کی جاتی ہے جس کو مدحِ غائب کہتے ہیں۔

قصیدے کا نقاش اوّل

مرزا محمد رفیع سودا

(1712-1781ء)

- نام مرزا محمد رفیع تھا اور تخلص سودا۔
- سودا 1712 میں دہلی میں پیدا ہوئے۔
- سودا کا انتقال 4 رجب 1195ھ مطابق 27 جون 1781 میں لکھنؤ میں ہوا۔
- سودا کا انتقال کثرت سے آم کھانے کی وجہ سے ہوا۔
- عالم نزع میں سودا کی زبان سے یہ مطلع نکلا تھا:

آج سودا جہاں سے اٹھتا ہے
شور و غل ہر مکاں سے اٹھتا ہے

- سودا کے استاد شاہ حاتم نے سودا کی موت پر کہا تھا کہ "ہمارا پہلوان سخن مرگیا"
- سودا کے والد کا نام محمد شفیع تھا جو دہلی میں سوداگر تھے۔
- سودا نے والد کے پیشے (سوداگری) کی نسبت سے سودا تخلص اختیار کیا۔
- سودا کے اجداد کا پیشہ سپہ گری تھا اور ان کا تعلق بخارا سے تھا۔
- سودا کے بیٹے کا نام میر غلام حیدر مجذوب تھا۔
- سودا کو ترکی، عربی اور فارسی میں مہارت حاصل تھی۔
- عبدالغفور نساخ اور جگن ناتھ پرشاد کا بیان ہے کہ سودا کو نواب آصف الدولہ نے ملک الشعرا کا خطاب دیا تھا۔ خلیق انجم نے اسے غلط کہا ہے)
- میر تقی میر نے سودا کو ملک الشعرا مانتے تھے۔
- سودا نے ابتدأ فارسی میں شاعری شروع کی اور خان آرزو سے اصلاح لی۔
- خان آرزو کے کہنے پر اردو شاعری کی طرف متوجہ ہوئے۔
- بقول محمد حسین آزاد "خان آرزو نے کہا کہ مرزا فارسی اب تمہاری زبانِ مادری نہیں۔ اس

عالم گیر شاہ ثانی، شاہ عالم، آصف جاہ نظام الملک، شجاع الدولہ، آصف الدولہ، سرفراز الدولہ حسن رضا خاں، نواب سیف الدولہ احمد علی خاں، نواب بسنت خاں خواجہ سرا، نواب مہربان خان رند، حکیم میر محمد کاظم، اور اودھ کے انگریز رزیڈنٹ رچرڈ جانسن کے شان میں قصیدے کہے ہیں۔

- سودا کو فارسی شعرا انوری اور عرفی کے برابر سمجھا جاتا ہے۔
- سودا نے فارسی کے مشہور قصیدہ نگاروں خاقانی، انوری، عرفی کے قصیدوں کے ذیل میں قصیدے کہے ہیں۔
- سودا نے ایک قصیدہ در ہجو اسپ موسوم بہ تضحیک روزگار لکھا ہے جیسا کہ انوری نے ایک قصیدہ گھوڑے کی ہجو میں لکھی ہے۔
- سودا کو ہجویہ قصیدہ کا بانی کہا جاتا ہے۔

سودا کی ادبی چشمک

- سودا اور قائم، سودا اور ندرت کاشمیری، سودا اور مرزا مظہر جانجاناں، سودا اور بقا، سودا اور میر تقی میر، سودا اور فدوی، سودا اور جعفر علی حسرت، سودا اور میر سوز، سودا اور فاخر مکین، سودا اور میر ضاحک کے درمیان ادبی معرکے ہوئے اور سودا کی ان سے ادبی چشمک تھی۔

سودا کے کارنامے

- سودا کے مطبوعہ کلیات میں کل 43 قصیدے ہیں جن میں انتالیس مدحیہ اور چار ہجویہ قصیدے ہیں۔
- شیخ چاند کی تحقیق ہے کہ سودا کے نو مدحیہ اور دو ہجویہ قلمی قصائد اور ہیں (سودا از شیخ چاند، ص180)
- اس طرح سودا کے کل 54 قصائد ہیں۔

سودا کے چند مشہور قصیدے اور ان کے ایک ایک مصرعے:

(1) ہوا جب کفر ثابت ہے وہ تمغائے مسلمانی
(قصیدہ در نعت حضرت رسالت علیہ السلام)

میں ایسے نہیں ہو سکتے کہ تمہارا کلام اہل زبان کے مقابل میں قابل تعریف ہو۔ طبع موزوں ہے۔ شعر سے مناسبت رکھتی ہے تم اردو کہا کرو تو یکتائے زمانہ ہو گے۔"

- سودا نے رسالہ عبرت الغافلین میں لکھا ہے کہ بندے نے پینتالیس سال فن ریختہ میں ضائع کیے۔
- سودا کے اردو اور فارسی شاعری کے چار استاد ہیں: (1) خان آرزو، (2) قلی خان وداد (3) شاہ حاتم (4) صانع
- قدرت اللہ قاسم نے لکھا ہے کہ حاتم کو سودا کی استادی پر بہت ناز تھا۔ اکثر شاہ حاتم یہ مصرع پڑھا کرتے تھے:

رتبہ شاگردی من نیست استاد مرا

اور کہا کرتے تھے کہ یہ مصرع میری استادی اور مرزا کی شاگردی کے متعلق کہا گیا ہے۔

- سودا کو کتے پالنے کا بہت شوق تھا۔ اور یہ شوق آخری عمر تک قائم رہا۔
- سودا نے دہلی میں تین کتیا پالی تھیں، جن سے انھیں بے انتہا محبت تھی۔ ان کتیوں کی خاطر ہمسایوں کی گالیاں بھی کھانا پڑیں جب یہ کتیاں مریں تو سودا کو بہت افسوس ہوا۔
- کلیات میر میں ایک ہجو، ہجو عاقل نام نا کسے کہ بہ سگان انسے تمام داشت' کے نام سے ہے۔ جو میر نے سودا پر کہی ہے۔ میر نے اپنی ہجو میں لکھا ہے کہ سودا کتوں کے پیچھے دیوانے رہتے ہیں۔
- میر کی ہجو کا جواب سودا نے دس بندوں کی ایک مخمس میں دیا ہے۔
- سودا شجاع الدولہ کے زمانہ میں فیض آباد گئے اور اس کے دربار سے وابستہ ہو گئے۔
- شجاع الدولہ نے سودا کے لیے دو سو روپیہ ماہ وار مقرر کیے تھے۔
- سودا آصف الدولہ کے زمانے میں فیض آباد سے لکھنؤ آئے۔
- سودا کو آصف الدولہ کی سرکار سے دو سو روپے ماہانہ ملتے تھے اور میر کو بھی دو سو روپے۔
- اردو غزل میں 'خارجیت'، 'زور بیان'، 'نشاط آمیز لب ولہجہ' سودا کی دین ہے۔
- قائم چاند پوری صاحب مخزن نکات سودا کے شاگرد تھے۔
- سودا نے پہلی بار مسدس کی شکل میں مرثیہ کہا۔
- سودا نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت فاطمہ، حضرت علی اور دیگر ائمہ کے علاوہ

○ سودا کے کلیات میں 80 رباعیاں ہیں ○ ہجویات سودا کی تعداد 36 ہے۔
○ "سبیل ہدایت" سودا کا مجموعہ ہے۔
○ سودا نے میر ضاحک، فدوی پنجابی، راز فاخر مکیں، قائم چاندپوری، ندرت کاشمیری، شیخ علی حزیں، میر تقی میر، مولوی ساجد، مرزا فیضو، شیخ صبغت اللہ، مرزا علی ہاتف، مرزا علی اور شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کی ہجویات کہی ہیں۔

سودا کی مثنویاں:

○ گیان چند جین نے سودا کی مثنویوں کی تعداد 24 بتائی ہے۔
○ **ہجویہ مثنویاں:** (1) مثنوی در ہجو پیل راجہ نرپت سنگھ (2) مثنوی در ہجو شیدی فولاد خان کوتوال شاہ جہان آباد (3) مثنوی در ہجو امیر دولتمند بخیل (4) مثنوی در ہجو میر ضاحک، (5) در ہجو حکیم غوث (6) مثنوی بطور ساقی نامہ در ہجو میا فوقی (7) مثنوی حکایت ڈومنی (8) مثنوی در ہجو کوکی یعنی دختر دایہ
○ **مدحیہ مثنویاں:** (1) مثنوی در تعریف دیوان و اشعار مہربان خاں، (2) مثنوی در شکار کردن نواب آصف الدولہ بہادر مثنوی در مدح،
○ **اخلاقیہ مثنویاں:** (1) مثنوی در ہجو طفل ضائع روزگار لکڑی باز، (2) مثنوی در بار زن و شوہر
○ **مثنوی بطور خطوط:** (1) مثنوی خط در اشتیاق (2) مثنوی خط در شکایت
○ **تنقیدی مثنویاں:** (1) مثنوی در بیان معانی بیت......مثنوی مولوی روم، (2) سبیل ہدایت
○ **منظر نگاری:** (1) مثنوی موسم گرما
○ **عشقیہ مثنوی:** (1) مثنوی قصہ در عشق پسر شیشہ گر بزرگ پسر بطور ساقی نامہ و دیگر حکایت شیخ و دعا بادشاہ۔
○ مثنویات سودا میں یہ واحد مثنوی ہے جس میں عشقیہ قصہ بیان کیا گیا ہے۔
○ اس میں ایک مرد کا دوسرے مرد کے عشق میں مبتلا ہونے کا واقعہ بیان کیا گیا ہے۔

سودا کے غزل کے منتخب اشعار

گزر مرا ترے کوچے میں گو نہیں نہ سہی مرے خیال میں تو لاکھ بار گزرے ہے

(2) اٹھ گیا بہمن و دے کا چمنستاں سے عمل
(قصیدہ در منقبت امیر المومنین حضرت علی)
(3) چہرہ مہروش ہے ایک سنبل مشک فام دو
(قصیدہ در نعت و منقبت حضرت علی)
(4) یارو مہتاب و گل و شمع بہم چاروں ایک
(قصیدہ در منقبت حضرت علی)
(5) سنگ کو اتنے لیے کرتا ہے پانی آسماں
(قصیدہ در منقبت حضرت علی)
(6) دیکھا نہ جائے اس سے روئے گلرخاں یہ رنگ
(قصیدہ در مدح رچرڈ جونسن)
(7) رکھے ہمیشہ تری تیغ کارِ کفر تباہ
(قصیدہ در مدح عالمگیر ثانی)
(8) فجر ہوتے جو گئی آج مری آنکھ جھپک
(در مدح نواب عماد الملک)
(9) خوں مرے دل میں نہیں تشنہ ہے گو تیرا ناز
(در مدح نواب شجاع الدولہ)
(10) برج حمل میں بیٹھ کے خاور کا تاجدار
(قصیدہ بہاریہ در مدح نواب سیف الدولہ)

- کیا قلم کو رقم سے ہے منظور (در مدح نواب وزیر آصف الدولہ)
- اب سامنے میرے جو کوئی پیر جواں ہے (شہر آشوب)
- ہے چرخ جب سے ابلق ایام پہ سوار (در ہجو اسپ)
- سودا کا مشہور لامیہ قصیدہ 'باب الجنت' ہے جو حضرت علی کی شان میں ہے۔ 'کوہِ پیکر'، 'رزمیہ بہار'، 'صبح صادق'، 'تضحیکِ روزگار' سودا کے مشہور قصائد ہیں۔
- مطبوعہ کلیات سودا میں 91 مرثیے ہیں۔

کیفیتِ چشم اس کی مجھے یاد ہے سودا
ساغر کو مرے ہاتھ سے لینا کہ چلا میں

بہار بے سپر جامِ یار گزرے ہے
نسیم تری چھاتی کے پار گزرے ہے

سودا کے بارے میں مختلف آراو خیالات

- میر تقی میر نے سودا کو 'سرآمد شعرائے ہندی' کہا ہے۔
- میر حسن نے سودا کو قصیدہ و ہجو میں 'صاحب یدِ بیضا' بتایا ہے۔
- لچھمی نرائن شفیق نے ان کے صریرِ کلک کو 'ہمدم اعجاز مسیحا' سمجھا ہے۔
- مصحفی نے سودا کو 'قصیدے کا نقاش اول' کہا ہے۔
- ''قصیدہ تو ختم مرزا سودا پر ہوا'' (صاحب گلشن ہند مرزا علی لطف)
- ''پس اول قصائد کا کہنا اور پھر اس دھوم دھام سے اعلیٰ درجہ فصاحت، بلاغت تک پہنچانا ان کا پہلا فخر ہے۔ (مولانا حسین آزاد)
- وہ (سودا) اس میدان میں فارس کے نامی شہسواروں کے ساتھ عنان در عنان ہی نہیں گئے بلکہ اکثر میدانوں میں آگے نکل گئے ہیں۔ (محمد حسین آزاد)
- اگر سودا نہ ہوتے تو اردو قصیدے کو زیر بحث لانا بھی فضول ہوتا۔ (امداد امام اثر)
- اردو قصیدہ نگاروں میں سودا سب کے سرخیل ہیں۔ (عبدالسلام ندوی)
- قصیدوں میں وہ واقعات کو اس بے تکلفی سے اور سادگی سے نظم کرتے ہیں کہ دوسرا شخص مثنوی میں اس طرح نظم نہیں کرسکتا۔'' (مولانا عبدالحیٔ، گل رعنا)
- اردو میں قصیدہ گوئی کا موجد اگر کسی کو کہہ سکتے ہیں تو وہ صرف مرزا کی ذات ہے جن کے زورِ قلم نے عالم سخن میں دھاک بٹھادی۔ مقطوع الجواب قصائد سن کر مخالفین نے بھی ان کا لوہا مان لیا۔ (لالہ سری رام)
- یہ جو عوام میں مشہور ہے کہ ان (سودا) کا قصیدہ غزل سے بہتر ہے مہمل بات ہے۔ فقیر (شیفتہ) کے خیال سے ان کی غزل قصیدے سے بہتر ہے اور قصیدہ غزل سے۔'' (نواب مصطفیٰ خان شیفتہ)
- سودا کی شاعری میں غزل کی دیو مالا کا مخصوص منظر نامہ نظر آتا ہے۔ (تبسم کاشمیری)

☆☆☆

- آزاد کی روایت کے مطابق انیس برس کی عمر میں ذوق کے ایک قصیدے پر جس کا مطلع تھا:

جبکہ سرطان واسد مہر کا ٹھہرا مسکن
آب و ایلولہ ہوئے نشو و نمائے گلشن

اور جس میں طرح طرح کی صنعتوں کے علاوہ اٹھارہ (18) زبانوں میں 18 شعر تھے اکبر شاہ ثانی نے ذوق کو خاقانیٔ ہند کا خطاب عطا کیا تھا۔ (اردو میں قصیدہ نگاری، ص 159 از ابومحمد سحر)

- بہادر شاہ ظفر نے تخت نشیں ہونے کے بعد ذوق کو سلطنت کا ملک الشعرا مقرر کیا اور تنخواہ چار روپے سے بڑھا کر سو روپے کر دی۔
- ذوق کبھی دہلی سے باہر نہیں گئے۔ وہ ہمیشہ بہادر شاہ ظفر کے دربار سے وابستہ رہے۔
- حیدر آباد کے دیوان مہاراجہ چندو لال شاداں نے شہرت سن کے ذوق کو حیدر آباد بلایا مگر ذوق نہیں گئے اور یہ جواب دیا:

گرچہ ہے ملکِ دکن میں ان دنوں قدرِ سخن
کون جائے ذوق پر دلی کی گلیاں چھوڑ کر

- ذوق کا کلام دہلی کے روزمرہ اور محاورے کے لیے سند گردانا جاتا تھا۔
- ذوق اور غالب کے درمیان معاصرانہ چشمک رہی ہے۔
- 1852 میں غالب نے شہزادہ جواں بخت کی شادی کے موقعے پر ملکہ زینت محل کی فرمائش سے ایک سہرا لکھا اور مقطع میں تعلّی کے طور پر یہ کہا:

ہم سخن فہم ہیں غالب کے طرف دار نہیں
دیکھیں کہہ دے کوئی اس سہرے سے بڑھ کر سہرا

اس پر ذوق نے بھی جواباً ایک سہرا کہا جس کا ایک شعر یہ ہے:

جن کو دعوائے سخن ہو یہ سنا دو ان کو
دیکھو اس طرح سے کہتے ہیں سخن ور سہرا

- مرزا الٰہی بخش خاں معروف بھی ذوق سے مشورۂ سخن کرتے تھے

خاقانیٔ ہند

ذوق

(1789-1854ء)

- نام شیخ محمد ابراہیم، تخلص ذوق اور خطاب خاقانی ہند تھا۔
- ذوق 11 ذوالحجہ 1204ھ مطابق 1789 میں دہلی میں پیدا ہوئے۔
- ذوق کا انتقال 1854 میں ہوا۔
- ذوق کے والد کا نام شیخ محمد رمضان تھا جو ایک غریب سپاہی تھے۔
- ذوق کی ابتدائی تعلیم حافظ غلام رسول کے مکتب میں ہوئی۔
- ذوق نے درسیات کی تکمیل مولوی عبدالرزاق سے کی۔
- ذوق شاہ عبدالعزیز دہلوی کی خدمت میں بھی طالب علم کی حیثیت سے حاضر ہوتے تھے۔
- ذوق علم نجوم، علم ہیئت، علم طب، علم منطق، علم فلسفہ، علم فقہ، علم تصوف، علم تفسیر، علم حدیث، علم تاریخ، علم موسیقی سے گہری واقفیت رکھتے تھے۔
- ذوق کے پہلے استاد حافظ غلام رسول شاعر بھی تھے اور شوق تخلص کرتے تھے۔ ان کے یہاں شعر و شاعری کا اکثر چرچا رہتا تھا اس سے متاثر ہوکر ذوق نے کم عمری ہی میں شاعری شروع کی اور حافظ غلام رسول شوق سے اپنے کلام پر اصلاح لی اور استاد ہی کے تخلص شوق کی مناسبت سے ذوق تخلص اختیار کیا۔
- شوق کے بعد ذوق نے استاد سخن شاہ نصیر دہلوی سے مشورۂ سخن کیا۔
- ذوق کی رسائی شہزادہ ولی عہد مرزا ابوظفر کے دربار تک انیس برس کی عمر میں ذوق کے بچپن کے دوست میر کاظم حسین بے قرار کے ذریعے ہوئی۔ (مقدمہ انتخاب کلام ذوق ص8، از تنویر احمد علوی)
- ظفر نے ذوق کی شاگردی اختیار کر کے چار روپے مہینہ تنخواہ مقرر کی تھی۔
- ظفر ذوق سے پہلے شاہ نصیر سے مشورہ سخن کرتے تھے اور ذوق کے بعد غالب سے۔

(10) ہے آج جو یوں خوشنما سحر، رنگ شفق (بہادر شاہ ظفر کی تخت نشینی کے موقع سے)

غزل کے منتخب اشعار

اے شمع، تیری عمر طبیعی ہے ایک رات ہنس کر گزار یا اسے رو کر گزار دے

مشکل ہے میرے عہد محبت کا ٹوٹنا اے بے وفا! یہ تیری خدا کی قسم نہیں

یاں لب پہ لاکھ لاکھ سخن اضطراب میں واں ایک خاموشی تری سب کے جواب میں

اب تو گھبرا کے یہ کہتے ہیں کہ مرجائیں گے مر کے بھی چین نہ پایا تو کدھر جائیں گے

لائی حیات آئے قضا لے چلی چلے اپنی خوشی نہ آئے نہ اپنی خوشی چلے

خط بڑھا، کاکل بڑھے، زلفیں بڑھیں، گیسو بڑھے
حسن کی سرکار میں جتنے بڑھے، ہندو بڑھے

ذوق کے متعلق مختلف آرا و خیالات

- ذوق کو آزاد نے اردو نظم کا خاتم قرار دیا ہے۔
- نظم اردو کی نقاشی میں مرزا موصوف (یعنی سودا) نے قصیدے پر دستکاری کا حق ادا کر دیا۔ ان کے بعد شیخ مرحوم (ذوق) کے سوا کسی نے اس پر قلم نہیں اٹھایا اور انھوں نے مرقع کو ایسی اونچی محراب پر سجایا کہ جہاں کسی کا ہاتھ نہیں پہنچا۔ (محمد حسین آزاد)
- انوری، ظہیر، ظہوری، نظیری، عرفی فارسی، آسمان پر بجلی ہو کر چمکتے ہیں۔ لیکن ان کے قصیدوں نے اپنی کڑک دمک سے ہندی کی زمین کو آسمان کر دکھایا۔ (محمد حسین آزاد)
- قصیدہ گوئی میں ذوق کا پایہ بہت بلند ہے۔ سودا کے بعد اس صنف شاعری کے معیار کو قائم رکھنے میں انھوں نے بڑی قابلیت سے کام لیا۔ (ڈاکٹر اعجاز حسین)
- مرزا رفیع سودا کے بعد قصیدہ گوئی میں شیخ ابراہیم ذوق کا نمبر ہے مگر ان دونوں شاعران نامی میں پہاڑ اور ٹیلے کا فرق ہے۔ (امداد امام اثر)
- غزل اور قصائد سے دفتر دفتر ہے اور ہر شعر انتخاب (صاحب آثار الصنادید سر سید احمد خان)
- مشق سخن وری اس درجہ کو پہنچی ہوئی ہے کہ کوئی بات اس صاحب سخن کی پیرایۂ بیان سے معرا نہ ہوگی۔ (سر سید احمد خان)

- ذوق کو خان بہادر کا بھی خطاب ملا تھا۔
- ذوق نے مختلف علوم وفنون کی اصطلاحات کو بڑی خوبی کے ساتھ اپنے قصائد میں برتا ہے۔

ذوق کے کارنامے

- سوائے ایک قصیدے کے جو ایک بزرگ سید عاشق نہال چشتی کی مدح میں ہے۔ ان کے تمام قصیدے اکبر شاہ ثانی اور ابوظفر بہادر شاہ کی مدح میں ہیں۔
- ذوق کے قصائد کی تعداد کے متعلق آزاد کا قول ہے کہ اگر جمع ہوتے تو خاقانی ہند کے قصائد خاقانی شروانی سے دو چند ہوتے۔
- قصائد ذوق مرتبہ ڈاکٹر سر شاہ محمد سلیمان کے مطابق ذوق کے قصائد کی کل تعداد تیس (30) ہے۔

ذوق کے کچھ مشہور قصائد کے مطلعے

(1) ساون میں دیا پھر مہِ شوال دکھائی   برسات میں عید آئی، قدح کش کی بن آئی
(در مدح بہادر شاہ ظفر)

(2) زہے نشاط اگر کیجیے اسے تحریر   عیاں ہو خامہ سے تحریر نغمۂ جائے صریر
(در مدح بہار شاہ ظفر)

(3) شب کو میں اپنے سرِ بستر خوابِ راحت   نشۂ علم میں سرمستِ غرور و نخوت
(در مدح بہادر شاہ ظفر)

(4) ایک خورشید لقا طرفہ جوانِ ارشق   تابِ رُخسار، فلق، سرخیِ رخسار، شفق
(5) لاتا نیرنگ سے ہے رنگ نئے چرخِ نخیل   واہ، بگڑا ہے کچھ اس خم میں عجب رنگ سے نیل
(6) پائے نہ ایسا ایک بھی دن خوشتر آسماں   کھائے اگر ہزار برس چکر آسماں
(7) ہیں مرے آبلۂ دل کے تماشا گوہر   اک گہر ٹوٹے تو ہوں کتنے ہی پیدا گوہر
(8) واہ وا کیا معتدل ہے باغِ عالم میں ہوا   مثلِ نبضِ صاحبِ صحت ہے، ہر موجِ صبا
(9) ترے جو فیل کی تعریف خسروا لکھوں   کروں حکایتِ شیریں و کوہ کن تحریر

پھر بہار آئی کہ ہونے لگے صحرا گلشن
غنچہ ہے نام خدا نافۂ آہوئے چمن
یاد میں جلوۂ رخسار کے ہو حشر میرا
صبح محشر کو یہ سمجھوں کہ ہے وہ صبح وطن

- دوسرا نعتیہ قصیدہ 'ابیات نعت' (1274ھ) ہے۔
- قصیدہ ابیات نعت محسن نے کرامت علی شہیدی کے اس قصیدے کی زمین میں لکھا ہے جو اپنے زمانے میں بہت مشہور ہوا تھا۔
- تیسرا نعتیہ قصیدہ 'مدیحِ خیر المرسلین' (1293ھ) ہے۔
- محسن نے اپنا یہ لامیہ قصیدہ فارسی کے اہم قصہ گو رودکی کی زمین میں تحریر کیا ہے۔
- محسن کاکوروی نے 'مدیح خیر المرسلین' میں نبی کریم کی حیات طیبہ اور عادات وخصائل کو ہندوستانی رنگ میں پیش کیا ہے۔
- محسن نے اپنے قصیدے ''مدیح خیر المرسلین'' کو ''مستانہ قصیدہ'' کہا ہے۔
- مدیح خیر المرسلین کے کچھ اشعار:

سمتِ کاشی سے چلا جانب متھرا بادل　　برق کے کاندھے پر لائی ہے صبا گنگا جل
کیا جھکا کعبے کی جانب کو ہے قبلہ بادل　　سجدہ کرتا ہے سوئے یثرب و بطحا بادل
ہفت اقلیم میں اس دیں کا بجایا ڈنکا　　تھا تری عام رسالت کا گرجتا بادل
صف محشر میں ترے ساتھ ہو تیرا مداح　　ہاتھ میں ہو یہی مستانہ قصیدہ یہ غزل
کہیں جبریل اشارے سے کہ ہاں بسم اللہ　　سمت کاشی سے چلا جانب متھرا بادل

- محسن کا چوتھا قصیدہ 'نظم دل افروز' (1318ھ) ہے۔
- پانچواں قصیدہ 'انیس اخرات' (1322ھ) ہے۔
- محسن کے تمام قصائد میں مدیح خیر المرسلین کو سب سے زیادہ مقبولیت وشہرت حاصل ہوئی۔

محسن کی مثنویاں:

(1) **مثنوی صبح تجلی**: اس میں رسول کریم کی ولادت کا ذکر ہے۔

(2) **مثنوی چراغ کعبہ**: اس میں معراج شریف کا بیان ہے۔

محسن کاکوروی

(1827 - 1905ء)

- نام محمد محسن تھا اور تخلص محسن ۔ وطن کاکوری
- محسن کاکوروی 1827 میں کاکوری میں پیدا ہوئے ۔
- محسن اپنے وطن کی مناسبت سے کاکوری کہلائے ۔
- محسن کا انتقال 1905 میں ہوا۔
- کہا جاتا ہے کہ بچپن میں وہ خواب میں سرورِ کائنات کی زیارت سے مشرف ہوئے تھے۔ اس کے بعد عشقِ رسول سے ایسے سرشار ہوئے کہ نعت گوئی کو ہی اوڑھنا بچھونا بنالیا۔
- محسن کاکوروی اردو کے پہلے بڑے شاعر ہیں جنھوں نے اپنی شاعری کا موضوع صرف نعت کو قرار دیا۔خود ان کے الفاظ میں:

ہے تمنا کہ رہے نعت سے میری خالی
نہ مرا شعر نہ قطعہ نہ قصیدہ نہ غزل

- محسن کاکوروی کی نعت گوئی سے پہلے اردو میں نعت گوئی کوئی مستقل فن نہیں تسلیم کی جاتی تھی۔
- محسن کے شاعری کے استاد امیر مینائی ہیں ۔
- محسن کا تعلق دبستان لکھنؤ سے ہے۔

محسن کے کارنامے

محسن کے قصائد:

- محسن کاکوروی کے کلیات میں کل پانچ نعتیہ قصائد ہیں جن کے تاریخی نام مندرجہ ذیل ہیں:
- محسن کا پہلا نعتیہ قصیدہ "گلدستۂ کلام رحمت" (1258ھ) ہے جو انھوں نے سولہ سال کی عمر میں لکھا۔
- گلدستہ کلام رحمت سے دو اشعار:

➤ آمد مضامین برجستہ کی اس قدر اس کو حاصل ہے کہ کسی شاعر کو آج تک نہیں ہوئی ہے۔“ (مولوی کریم الدین)

➤ کوئی شاعر جس نے قصیدے میں کمال بہم نہیں پہنچایا وہ مسلم الثبوت نہیں سمجھا گیا۔ خود مرزا غالب کا قول تھا کہ جو قصیدہ نہیں لکھ سکتا اس کو شعرا میں شمار نہیں کرنا چاہیے اور اس بنا پر وہ شیخ محمد ابراہیم ذوق کو پورا شاعر اور شاہ نصیر کو ادھورا شاعر جانتے تھے۔ (الطاف حسین حالی)

➤ اس زمانہ میں خصوصاً دہلی میں کوئی ان کے مقابلہ کا نہیں ہے۔ اکثر مشاعروں میں اس کی آتش زبانی کے آگے دوسرے شعرا مثل خس و خاشاک کے جلتے ہیں اور اس کے الفاظ برجستہ کے رشک سے جب کہ وہ محفل مشاعرہ میں غزل پڑھتا ہے شرمندہ ہو کر بے تابانہ کف افسوس ملتے ہیں۔ (امام بخش صہبائی)

➤ اس قدر جامعیت کہ فصاحتِ عبارت اور متانتِ ترکیب اور تازگیِ طرز ادا اور جدت معنی اور غرابت تشبیہ اور حسن استعارہ اور خوش اسلوبی کنایہ اور لطف تلمیح اور پاکی الفاظ اور تنگ ورزی کلمات اور پست قافیہ اور نشست ردیف اور نظم و نسق کلام اور حسن آغاز و انجام ایک جائے میں جمع ہے۔ (سرسید احمد خان)

➤ محمد حسین آزاد نے ذوق کے متعلق لکھا ہے کہ ملک الشعرا کا سکہ ان کے نام سے موزوں ہوا اور اس کے طغرائے شاہی میں یہ نقش ہوا کہ اس پر نظم اردو کا خاتمہ کیا گیا۔ چنانچہ اب ہرگز امید نہیں کہ ایسا قادر الکلام پھر ہندوستان میں پیدا ہو۔

➤ محمد حسین آزاد نے ذوق کے متعلق لکھا ہے کہ رنگ سانولا چیچک کے داغ بہت تھے۔ کہتے تھے کہ نو دفعہ چیچک نکلی تھی۔ مگر رنگت اور داغ کچھ ایسے مناسب اور موزوں واقع ہوئے تھے کہ چمکتے تھے اور بھلے معلوم ہوتے تھے۔



(3) **مثنوی شفاعت ونجات**: اس میں اخروی کامیابی کی تمنا کا اظہار ہے۔

(4) **مثنوی فغان محسن**

(5) **مثنوی نگارستان الفت**

محسن کاکوروی سے متعلق مختلف آرا و خیالات

- محسن خالص ہندوستانی فضا کے شاعر ہیں اور اپنے ماحول کی ترجمانی کرتے ہیں۔

(ابواللیث صدیقی)

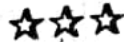
- مذہبی موضوعات پر لکھنے والوں میں محسن غالباً سب سے زیادہ نفیس لکھنے والے ہیں۔

(عبدالقادر سروری)

- ایسی نرالی تشبیب آپ کو اردو کے کسی دوسرے شاعر کے یہاں نہیں ملے گی۔ ذوق وسودا قصیدے کے بادشاہ ہیں لیکن ان کی تشبیب میں ایسی جدت اور اتنا زور نہیں۔

(ابواللیث صدیقی)

- انھوں (محسن) نے سرزمین نعت میں اپنی جدت پسندی سے رنگ رنگ کے پھولوں کا ایک گلزار کھلا دیا ہے۔ (ابواللیث صدیقی)
- محسن کی شاعرانہ قوتیں ان کی مثنویوں میں کھل کر سامنے آجاتی ہیں۔ 'چراغِ کعبہ' اور 'صبح تجلی' ان کے شاعرانہ آرٹ کا بہترین نمونہ ہیں۔ (محمود الٰہی)



اردو کا ہومر

میر انیس

(1802ء-1874ء)

- نام میر ببر علی تھا اور تخلص انیس، ابتدائی تخلص حزیں۔
- انیس فیض آباد میں 1217ھ مطابق 1802ء میں پیدا ہوئے۔ بعض لوگوں نے 1218ھ مطابق 1803 بھی لکھا ہے۔ (انیس صفحہ ۱۱۱ از نیر مسعود)
- انیس کا انتقال 29 شوال مطابق 10 دسمبر 1874ء کو لکھنؤ میں ہوا۔
- انیس کے والد کا نام میر محمد مستحسن خلیق، دادا کا نام میر غلام حسن معروف بہ میر حسن صاحب سحرالبیان اور پر دادا کا نام میر غلام حسین ضاحک تھا جو اپنے دور کے مشہور ہجو گو شاعر تھے۔ انیس کے بڑے چچا احسن خلق صاحب دیوان غزل گو تھے۔
- غزل کی طرح مرثیے میں بھی انیس کے استاد خلیق تھے۔ انیس کے مرثیوں پر ان کی دو اصلاحیں ملتی ہیں۔
- انیس نے ابتدائی تعلیم اپنے والد خلیق سے حاصل کی تھی۔
- انیس نے عربی فارسی کی تعلیم میر نجف علی فیض آبادی اور مولوی حیدر علی لکھنوی سے حاصل کی تھی۔
- انیس فن سپہ گری اور شہ سواری سے بھی واقفیت رکھتے تھے۔
- انیس کی شادی انیس برس کی عمر میں فاطمہ بیگم سے 1237ھ مطابق 1822 کے آس پاس ہوئی تھی۔
- میر انیس کے تین بیٹے میر نفیس، میر جلیس اور میر سلیس اور دو بیٹیاں تھیں۔
- انیس کو عمدہ کتابیں رکھنے اور پڑھنے اور کبوتر اور بلی پالنے کا شوق تھا۔
- انیس نے تیرہ سال کی عمر میں شعر گوئی شروع کی تھی۔
- انیس نے اپنی شاعری کا آغاز غزل گوئی سے کیا تھا۔

- چہرے میں براعتِ استہلال کی صورت ملتی ہے۔
- پہلا مرثیہ گو قلی قطب شاہ ہے۔
- میر انیس نے مرثیے کے بارے میں یہ مصرع کہا ہے ع

"لفظ مغلق نہ ہوں، گنجلک نہ ہوں، تعقید نہ ہو"



مرثیہ

- مرثیہ عربی زبان کا لفظ ہے جو 'رثا' سے نکلا ہے۔
- رثا 'بین' یعنی آہ و بکا کو کہتے ہیں۔
- 'رثا' ان اشعار کو کہتے ہیں جن میں مرنے والوں کا ماتم کیا جائے۔
- مرثیہ اصطلاح میں بالعموم اس نظم کو کہتے ہیں جس میں کسی مرنے والے کی خوبیاں بیان کر کے اس کی موت پر افسوس کیا جائے اور بالخصوص مرثیے کا اطلاق اس نظم پر ہوتا ہے جس میں امام حسین کی شہادت یا اس سے متعلق کوئی واقعہ غم انگیز پیرائے میں بیان کیا جائے۔
- میر ضمیر نے مرثیے کی شکل اور اس کے اجزائے ترکیبی متعین کیے۔
- سودا نے پہلی بار مسدس کی ہیئت میں مرثیہ لکھا اور مرثیے کو مسدس کی ہیئت عطا کی۔
- مرثیے کے اجزائے ترکیبی 8 ہیں:

(1) **چہرہ:** مرثیے کا ابتدائی حصہ جس میں تمہید کے طور پر ایسے مضامین بیان کیے جائیں جن کا مرثیے کے ہیرو سے براہِ راست واسطہ نہ ہو۔

(2) سراپا: اس میں ہیرو کا ناک نقشہ، قد و قامت، شجاعت و نیک خوئی کا بیان ہوتا ہے۔

(3) رخصت: ہیرو کا میدان میں جنگ کرنے کی اجازت لینا اور عزیزوں سے رخصت ہونا۔

(4) آمد: ہیرو کا میدان جنگ میں آنا۔

(5) رجز: عرب کے آداب جنگ کے مطابق، ہیرو کا مقابل فوج کو فخریہ انداز میں اپنے آبا و اجداد کے نام اور کارناموں سے واقف کرانا اور اپنی بہادری و برتری کا اظہار کرنا۔

(6) جنگ: ہیرو کا کسی پہلوان سے دست بدست، کبھی فوج کے کسی دستے سے ہیرو کا جنگ کرنا۔

(7) شہادت: ہیرو کا زخمی ہونا اور شہید ہونا

(8) بین: ہیرو کی موت پر اظہار رنج و ملال

- مرثیے کو سودا نے تشبیب سے متعارف کرایا تھا جو آگے چل کر چہرہ سے منسوب ہوئی۔

- میر انیس پر سب سے زیادہ کام مسعود حسن رضوی ادیب نے کیا ہے۔
- انیس نے لکھنؤ میں پہلی مجلس اکرام اللہ خان کے امام باڑے میں پڑھی تھی۔
- انیس کا مستقل قیام لکھنؤ میں امجد علی شاہ کے زمانے میں ہوا۔
- انیس کی ملاقات غالب سے لکھنؤ میں ہوئی تھی۔
- غازی الدین حیدر کی بیگم مبارک محل نے انیس کے لیے نسلاً بعد نسل چالیس روپیہ ماہوار امام باڑہ شاہ نجف میں مجلس پڑھنے کے لیے مقرر کیا تھا۔ اور انیس وہاں سال میں ایک مجلس پڑھتے تھے)
- انیس ناسخ کو 'جگت استاد' کہتے تھے۔
- انیس کی ملاقات محمد حسین آزاد سے 58-1857 میں ہوئی تھی۔
- انیس کے مرثیے کی خصوصیت یہ ہے کہ انھوں نے ہندوستانی اور اور سیکولر عناصر کو اپنے کلام میں جگہ دی ہے۔
- میر انس کے مرثیوں کی ہیئت مسدس ہے۔
- انیس نے فیض آباد، لکھنؤ، عظیم آباد، بنارس اور حیدرآباد کی مجلسوں میں مرثیے پڑھے تھے۔
- انیس عظیم آباد (پٹنہ) آتے جاتے بنارس میں رک کر مرثیہ پڑھتے تھے۔
- انیس نے عظیم آباد کا پہلا سفر 1274ھ/ 1858 میں عظیم آباد کے نامی رئیس نواب سید قاسم علی خان کے بیٹے سید احمد حسین کی مجلس چہلم میں مرثیہ پڑھنے کی غرض سے کیا تھا۔
- میر انیس کو شریف العلما سید شریف حسین خان کی تحریک پر نواب تہور جنگ بہادر نے حیدرآباد میں مدعو کیا تھا۔
- میر انیس کے لیے پہلے پہل تہور جنگ کی طرف سے بطور نذرانہ تیس ہزار روپے مقرر ہوئے تھے جسے انیس نے نامنظور کر دیا تھا۔ پھر چار ہزار روپیہ طے ہوا۔
- انیس نے حیدرآباد کا سفر 1871 میں چھ آدمیوں کے ساتھ کیا تھا جن میں ان کے دو بیٹے رئیس اور سلیس بھی تھے۔
- انیس نے صرف ایک بار حیدرآباد کا سفر کیا تھا۔
- حیدرآباد میں سرآسمان جاہ نے انیس کے سر پر حیدرآبادی دستار رکھ کر مجلس پڑھنے کی

متوجہ ہوئے تھے۔

- والد میر مستحسن خلیق کے کہنے پر مرثیہ کی طرف متوجہ ہوئے تھے۔
- میر انیس نے اپنی پہلی غزل والد خلیق کے کہنے پر ناسخ کو دکھائی تھی۔
- انیس نے ایک مرثیہ میں خدا سے دعا کی تھی کہ مجھے ایسی مہارت عطا فرما کہ ''خوں برستا نظر آئے جو دکھاؤں صف جنگ۔'' دعا قبول ہوئی اور انیس نے جو واقعہ بیان کیا اس کی تصویر کھینچ دی۔
- میر انیس نے 32-1231ھ میں تیرہ چودہ سال کی عمر میں پہلا مرثیہ زنانی مجلس کے لیے کہا تھا۔
- انیس نے 1237ھ بمطابق 1822 تک مشاعروں میں غزل گو کی حیثیت سے شرکت کی۔
- اردو شاعری میں سب سے زیادہ الفاظ و محاورات انیس نے استعمال کیے ہیں۔
- انیس پہلے حزیں تخلص کرتے تھے۔ ناسخ کے کہنے پر 1231ھ بمطابق 1816 میں انیس تخلص اختیار کیا۔
- ہوا یوں کہ 1816 میں اپنے والد خلیق اور ناسخ کے سامنے انیس نے جب یہ مطلع پڑھا ''کھلا باعث یہ اس بے درد کے آنسو نکلنے کا'' تو ناسخ نے بہت تعریف کی۔ ساتھ ہی یہ بھی کہا کہ ان کا تخلص حزیں کے بجائے کچھ اور ہو تو بہتر ہے۔ اس پر خلیق نے کہا کہ آپ ہی ان کے لیے کوئی تخلص تجویز فرمایئے تو ناسخ نے کہا کہ مجھے انیس پیارا لگتا ہے۔ تب سے میر ببر علی نے حزیں کے بجائے انیس تخلص اپنا لیا۔
- انیس نے فیض آباد کے ایک رئیس مرزا سیدو کے یہاں کی مجلس میں پہلے پہل اپنا کہا ہوا 'سلام' سنایا تھا۔
- انیس 1237ھ میں مرزا سیدو کے یہاں دو سو روپے سالانہ پر مجالس پڑھنے پر مقرر ہوئے تھے۔
- انیس کم خوراک تھے۔ انتقال سے دس بارہ برس پہلے سے ہی ہاضمہ کی شکایت کے باعث رات میں انیس کھانا نہیں کھاتے تھے صرف چند بادام رگڑ کر کھالیا کرتے تھے۔
- انیس مرثیہ پڑھنے سے پہلے خلوت میں آئینہ کے سامنے مشق کیا کرتے تھے۔
- میر انیس اور مرزا دبیر میں معاصرانہ چشمک تھی۔

فرمائش اور اس کے صلے میں تین ہزار روپے کی پیش کش کی تھی جسے انیس نے قبول نہیں کیا تھا۔

- میر انیس نے تنگنائے غزل کی شکایت کی ہے۔
- میر انیس نے دعویٰ کیا ہے کہ:

عمر گزری ہے اسی دشت کی سیاحی میں
پانچویں پشت ہے شبیر کی مداحی میں

انیس کے کارنامے

- مراثیٔ انیس کی کل چھ جلدیں ہیں۔
- انیس کے مشہور مراثی کے ایک ایک مصرعے
- یارب! چمن نظم کو گل زارِ ارم کر
- فرزند پیمبر کا مدینے سے سفر ہے
- بخدا، فارس میدان تہور تھا حر
- پھولا شفق سے چرخ پہ جب لالہ زارِ صبح
- آمد ہے کربلا کے نیستاں میں شیر کی
- جب بادبانِ کشتیِ شاہ امم گرا
- جب قطع کی مسافت شب آفتاب نے
- نمک خوان تکلم ہے فصاحت میری

میر انیس کے متعلق مختلف آرا و خیالات

- کون بے وقوف کہتا ہے کہ تم محض مرثیہ گو ہو واللہ ثم باللہ تم شاعر گر ہو اور شاعری کا مقدس تاج تمہارے ہی سر پر زیب دیتا ہے۔ خدا مبارک کرے۔ (خواجہ حیدر آتش)
- انیس کے ہر لفظ اور ہر محاورے کے آگے سب کو سر جھکانا ہی پڑتا ہے۔ (حالی)
- میر انیس صفائی کلام، لطیف بیان، چاشنی محاورہ، خوبی بندش، حسن اسلوب، مناسبت مقام، طرزِ ادا اور سلسلے کی ترتیب میں جواب نہیں رکھتے۔ (محمد حسین آزاد- آب حیات)

مرزا دبیر

(1803ء-1875ء)

- نام مرزا سلامت علی تھا اور تخلص دبیر
- دبیر محلہ، بلی ماران متصل لال ڈگی دہلی میں 11 جمادی الاول 1218ھ مطابق 29 اگست 1803ء میں پیدا ہوئے۔ 'بخت دبیر' سال ولادت ہے۔
- دبیر کا انتقال لکھنؤ میں 1875 بمطابق 1292ھ میں ہوا۔
- دبیر کے والد کا نام مرزا غلام حسین تھا۔
- مرزا دبیر کے آبا و اجداد کا وطن شیراز ایران تھا۔ دبیر کے جداعلیٰ ملا اہلی شیرازی مصنف مثنوی سحر حلال کے برادر عینی ملا ہاشم شیرازی تھے۔
- دبیر سات برس کی عمر میں ہی دہلی سے لکھنؤ چلے آئے تھے اور محلّہ نخاس کے مکان میں رہنے لگے تھے۔
- مرزا دبیر دن میں صرف ایک بار غذا تناول کرتے تھے اور رات میں صرف چائے پیتے تھے۔ دبیر کے درسی تعلیم کے اساتذہ: مولوی ضامن، مولوی مرزا کاظم علی، ملا مہدی مجتہد مازندانی، مولوی فدا علی اخباری تھے۔
- دبیر نے گیارہ بارہ برس کی عمر میں 1229ھ یا 1230ھ میں اپنے والد کے ساتھ میر مظفر حسین ضمیر کی خدمت میں حاضر ہو کر ان کی شاگردی اختیار کی۔
- میر مظفر حسین ضمیر ہی نے مرزا سلامت علی کا تخلص دبیر تجویز فرما کر کہا تھا "میر دبیران روشن ضمیر مخفی و محتجب نماند" اور پھر مسکرا کر فرمایا تھا کہ "صاحبزادے میں نے اپنے نفس و نام پر تم کو مقدم کر دیا کہ اس مشہور جملہ میں دبیر اول اور ضمیر بعد کو ہے۔"
- میر مظفر حسین ضمیر فخراً اپنے آپ کو استاد دبیر کہتے تھے۔

پہلے تو یہ شہرہ تھا ضمیر آیا ہے
اب کہتے ہیں استادِ دبیر آیا ہے

''حالی اور سید ین کی نثر کو اخلاقی نثر کا نام دیا جاسکتا ہے'' تو انیس کے تمام تر کلام کو، یا اس کے بیشتر حصے کو ہم اخلاقی نظم کے نام سے موسوم کر سکتے ہیں۔ (ڈاکٹر مسعود حسین خان)

میر خلیق کا لونڈا آفتیں ڈھا رہا ہے۔ (آتش)

انیس کے مرثیوں کو 'معجز بیانی' سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

صحرائے کربلا کی دو پہر کی شدت اور رات کے سناٹے کو انیس نے مبصر کے احساس اور مصور کی نظر سے دیکھا ہے۔ (جعفر)

انیس کا مرثیہ ''آج شبیر پہ کیا عالم تنہائی ہے'' لکھنو سے دہلی پہنچا تو شیفتہ نے کہا تھا کہ انیس نے خواہ مخواہ پورا مرثیہ لکھ دیا یہی ایک مصرعہ کافی تھا۔

☆☆☆

دبیر نے بارہ سال کی عمر میں مرثیہ کہنا شروع کیا۔

- دبیر کی شادی انشا کی حقیقی نواسی اور سید معصوم علی کی بیٹی سے ہوئی تھی۔
- دبیر کے دو لڑکے مرزا محمد جعفر اوج اور مرزا محمد ہاشمی عطارد اور ایک لڑکی تھی۔
- دبیر غازی الدین حیدر کے تخت نشینی کے وقت 11 برس کے تھے اور اس کے انتقال کے وقت 24 برس کے۔
- جب تک لکھنؤ کی سلطنت قائم رہی، دبیر ملک اودھ سے کہیں باہر نہیں گئے۔ حالانکہ باہر سے بلاوے بھی آئے مگر ہمیشہ انکار کیا۔
- دبیر نے سیتاپور، لکھنؤ، بنارس، الہ آباد، فیض آباد اور عظیم آباد کے مجلسوں میں مرثیے پڑھے تھے۔
- مرزا دبیر نے عظیم آباد کا سفر پہلے پہل نواب جعفر حسین خان فیض کی استدعا پر 1276ھ بمطابق 1859 میں کیا تھا۔
- مرزا دبیر نے میر انیس کی تاریخ وصال کہی تھی اور اسے میر باقر تاج کے امام باڑہ کی مجلس میں پڑھا تھا۔

دبیر کے کارنامے

- دبیر نے غزل قصیدہ مثنوی رباعی اور سلام وغیرہ بھی لکھے ہیں مگر مرثیہ گوئی ان کا خاص میدان ہے۔
- دبیر کے صرف دو قصیدے ملتے ہیں ایک فارسی میں منتظم الدولہ کی مدح میں دوسرے اردو میں مہاراج چندولعل کی مدح میں۔
- دبیر کی تین مثنویاں ملتی ہیں دو مطبوعہ اور ایک غیر مطبوعہ۔

(1) **مثنوی احسن القصص:** اس میں دبیر نے چودہ معصومین کے حالات، ولادت، فضائل اور معجزات کو نظم کیا ہے۔

(2) **مثنوی معراج نامہ:** اس میں معراج کے واقعہ کو نظم کیا گیا ہے۔

(3) **مثنوی ممتاز نامہ**

اردو کا برنارڈ شاہ

الطاف حسین حالی

(1837ء-1333ھ)

- نام الطاف حسین تھا اور تخلص پہلے خستہ پھر حالی۔
- حالی پانی پت ضلع کرنال (پنجاب) میں 1253ھ مطابق 1837ء میں پیدا ہوئے۔
- حالی کا انتقال 13 صفر 1333ھ مطابق 31 دسمبر 1914 میں پانی پت میں ہوا۔
- حالی کے والد کا نام خواجہ ایزد بخش تھا اور بڑے بھائی کا خواجہ امداد حسین مظہر
- حالی کے مورث اعلیٰ پیر ہرات شیخ الاسلام خواجہ عبداللہ انصاری ہیں۔ انھیں کے نسبت سے حالی کو خواجہ الطاف حسین حالی کہا جاتا ہے۔
- حالی کی شادی ان کے ماموں میر باقر علی کی لڑکی اسلام النسا سے حالی کی مرضی کے خلاف 1854 میں 17 سال کی عمر میں ہوئی تھی۔
- حالی کے دو بیٹے خواجہ اخلاق حسین اور خواجہ سجاد حسین تھے اور ایک بیٹی عنایت فاطمہ۔
- حالی کا سلسلہ حضرت ابو ایوب انصاری سے ملتا ہے۔
- حالی کے درسی اساتذہ: قاری ممتاز علی، سید جعفر علی، مولوی ابراہیم انصاری، مولوی نوازش علی، قاری عبدالرحمٰن پانی پتی، مولوی محبت اللہ، مولوی قلندر علی۔
- شاعری کے استاد: غالب
- حالی نے شاعری شروع کی تو اپنا تخلص خستہ رکھا مگر غالب کے مشورے سے تخلص بدل کر حالی بروزن غالب کر دیا۔
- مالک رام کا خیال ہے کہ حالی نے اپنا تخلص شیفتہ کی صحبت کی وجہ سے تبدیل کیا تھا۔ (مونوگراف خواجہ الطاف حسین حالی، ص 23، از شہزاد انجم، اردو اکادمی دہلی)
- حالی کے معنی ہیں میرا حال، خود کہا ہے:

اپنی روداد تھی جو عشق کی کرتے تھے بیاں
جو غزل کہتے تھے ہوتی تھی سراسر حالی

- دبیر کے مشہور مراثی کے ایک ایک مصرعے
- کس کا علم حسین کے منبر کی زیب ہے
- کس شیر کی آمد ہے کہ رن کانپ رہا ہے
- اے شمس وقمر نور کی محفل ہے یہ محفل
- پیدا شعاع مہر کی مقراض جب ہوئی
- دست خدا کا قوت بازو حسین ہے

دبیر کے متعلق مختلف آرا و خیالات

- دبیر کا رنگ سیاہ ہونے کی وجہ سے میر انیس انھیں حضرت یوسف کہتے تھے۔
- واجد علی شاہ نے دبیر کے بارے میں لکھا ہے:

میں کم سنی سے عاشق نظم دبیر ہوں
واللہ لطفِ شعر میں اس کے اسیر ہوں

- غالب نے دبیر کے کچھ بند پڑھ کر کہا تھا ''واقعی یہ حق مرزا دبیر کا ہے۔ دوسرا اس راہ میں قدم نہیں اٹھا سکتا۔''
- سلامت علی سا طبیعت دار خلاق مضامین نہ ہوا ہوگا۔ بلا کی طبیعت پائی ہے۔ لطیف تخیل یہی ہے کہ شاعر جو دعویٰ کرے اس کو ثابت کر دے۔ کیا ثابت کیا ہے۔'' (ناسخ)
- ''انیس و دبیر نے اردو رباعی نگاری کی شرم رکھ لی۔'' (امداد امام اثر)
- دبیر نے کلکتہ کا سفر آنکھوں کے علاج کی غرض سے واجد علی شاہ کے بلانے پر 1290ھ بمطابق 1874 میں کیا تھا۔
- خیال آفرینی، دقت پسندی، جدت استعارات، اختراع تشبیہات، شدت مبالغہ ان کی شاعری کی خصوصیات ہیں۔ (شبلی)



(4) شواہد الالہام: اشاعت 1872

(5) اصول فارسی سنہ تصنیف 1864

(6) علم طبقات الامراض

(7) مجالس النسا 1874: یہ کتاب لاہور میں مڈل جماعت کی طالبات کے لیے لکھی گئی تھی۔ یہ اصلاحی اور اخلاقیات کی کتاب ہے۔ (اسے ناول بھی کہا گیا ہے)

مجالس النسا پر کرنل ہالرائیڈ نے حالی کو کارڈ بروک کے ہاتھ سے چار سو روپے کا انعام دلوایا تھا۔

(8) مسدس مدو جزر اسلام (مسدس حالی) سنہ تصنیف 1879

- مسدس مدو جزر اسلام مسلمانوں کے عروج و زوال کی داستان ہے۔
- اس مسدس کو حالی نے سرسید کے فرمائش پر لکھا تھا۔
- حالی کی مسدس کے بارے میں سرسید نے لکھا ہے کہ ''بے شک میں اس کا محرک ہوا ہوں اور اس کو میں اپنے اعمال حسنہ میں سے سمجھتا ہوں کہ جب خدا پوچھے گا کہ دنیا سے کیا لایا۔ میں کہوں گا میں حالی سے مسدس لکھوالایا ہوں اور کچھ نہیں۔

(9) سوانح حکیم ناصر خسرو (1881) یہ سوانح عمری حالی نے فارسی میں لکھی ہے۔

(10) مضامین حالی 1881 بتیس مضامین کا مجموعہ ہے جسے مولوی وحیدالدین سلیم نے 1902 میں شائع کیا۔

(11) **حیات سعدی** 1886 حالی کی پہلی باقاعدہ نثری تصنیف ہے جو دو حصوں پر مشتمل ہے۔ پہلے حصہ میں سعدی کے حالات ہیں اور دوسرے حصے میں ان کے کلام پر تبصرہ ہے۔

(12) یادگارِ غالب 1897 دو حصوں میں ہے۔ پہلے حصے میں مرزا کی زندگی کے واقعات، اخلاق عادات و خیالات کا بیان ہے۔ دوسرے حصے میں غالب کا تمام کلام نظم و نثر، اردو و فارسی کا انتخاب ہے۔

- یادگارِ غالب میں حالی نے غالب کے بارے میں لکھا ہے کہ ''اگرچہ شاعر کی حیثیت سے انہوں نے شراب کی جابجا کی تعریف کی ہے مگر اس کو بہت برا جانتے تھے اور اپنے فعل پر سخت نادم تھے، باوجود اس کے انہوں نے کبھی اپنے اس فعل کو چھپایا نہیں۔

- نواب مصطفیٰ خاں جو اردو میں شیفتہ اور فارسی میں حسرتی تخلص کرتے تھے ان سے حالی کے مراسم 1863 میں ہوئے۔
- حالی غالب سے 55-1854 میں دہلی میں ملے اور اردو فارسی کی غزلیں سنائی جنھیں سن کر غالب نے ان کو شاعری کرنے کا مشورہ دیا۔
- کرنل ہالرائیڈ کی سفارش پر جون 1904 میں ہندوستان کے وائسرائے نارتھ بروک نے حالی کو شمس العلما کے خطاب سے نوازا۔
- حیدر آباد کے نواب سر آسمان جاہ نے 1887 میں سر سید کی سفارش پر 75 روپیہ ماہانہ وظیفہ حالی کے لیے مقرر کیا تھا۔
- خواجہ غلام الثقلین حالی کے پوت داماد ہیں اور حالی خواجہ غلام السیدین، صالحہ عابد حسین اور خواجہ احمد عباس کے پرنانا ہیں۔
- حالی کو سر سید سے 1868 میں شیفتہ نے ملایا۔
- حالی کی نظموں کی خصوصیت استدلال، ڈرامائیت، بیانیہ انداز اور مخصوص مقتضائے حال کے عین مطابق زبان ہے۔
- مسعود حسن رضوی کے علاوہ مولانا حسرت موہانی اور عبدالرحمٰن نے بھی حالی کے خیالات سے اختلاف کیا ہے۔
- حالی نے نیچرل شاعری کا نظریہ پیش کیا تھا۔
- حالی کے یہاں سر سید اور شیفتہ کا اثر زیادہ نمایاں ہے۔
- حالی اردو کے پہلے سوانح نگار ہیں اور حیات سعدی 1882 پہلی سوانحی تصنیف ہے۔

حالی کے کارنامے

تصانیف:

(1) رسالہ منطق سنہ تصنیف 1854

(2) مولود شریف سنہ تصنیف 1864 اور 1870 کے درمیان، اشاعت 1923

(3) تریاق مسموم، اشاعت 1868

میں ہے۔

- تیسرے قصیدے میں صرف تشبیب کے چند اشعار ہیں۔
- اس کے علاوہ حالی کے کلام میں چار نظمیں: (1) شکر مسٹر برور (2) مناظرۂ واعظ وشاعر (3) مسٹر ماریسن کی روانگیٔ ولایت (4) اشعار مدحیہ (لفٹیننٹ گورنر پنجاب کی شان میں) اور ہیں جو اپنی ہیئت اور موضوع دونوں کے اعتبار سے قصیدے کے ذیل میں آجاتی ہیں۔
- حالی کے اکثر قصیدے مدحیہ ہیں لیکن وہ قصیدے کے روایتی معیار سے مختلف ہیں۔
- حالی نے مدح میں عموماً حقیقت واصلیت پر زور دیا ہے اور رسمی مبالغے سے احتراز کیا ہے۔

مقدمہ شعر وشاعری

- حالی کا مقدمہ شعر وشاعری پہلی بار 1893 میں مع دیوان حالی مطبع انصاری دہلی سے شائع ہوا تھا۔
- مقدمہ کے سرورق پر ایک عربی قول ''درمع الدہر کمادار'' لکھا تھا جس کا مفہوم تھا جس رخ یا جدھر زمانہ پھرے تم بھی ادھر یا اس رخ پھر جاؤ۔
- حالی کا 'مقدمہ شعر وشاعری' مقدمہ ابن خلدون کی طرز پر ہے۔
- حالی کے یہاں مبالغہ سے خالی ہونا شیفتہ کا اثر ہے اور نیچرل شاعری سرسید کا اثر ہے۔
- مقدمہ شعر وشاعری کے رد میں مسعود حسن رضوی ادیب نے 'ہماری شاعری' لکھی ہے۔
- حالی نے اپنے مقدمہ شعر وشاعری میں مندرجہ ذیل انگریزی شعرا کا تذکرہ کیا ہے:
  (1) ولیم شیکسپیئر، (2) گولڈ اسمتھ، (3) سروالٹر اسکاٹ، (4) ملٹن، (5) بائرن، (6) لارڈ میکالے
- حالی نے مندرجہ ذیل مشرقی مفکرین کا حوالہ اپنے مقدمۂ شعر وشاعری میں دیا ہے:
  (1) ابن رشیق (2) ابن خلدون (3) اصمعی (4) خلیل بصری، (5) ابن عبدربہ
- مقدمہ شعر وشاعری دو حصوں میں منقسم ہے۔ پہلے حصے میں شاعری کے اصول بیان کیے گئے ہیں۔ دوسرے حصے میں عملی تنقید ہے۔
- حالی تخیل، مطالعۂ کائنات، تفحص الفاظ کو شاعری کے لیے لازمی قرار دیتے ہیں۔

- حالی کی دوسری نظمیں: (1) کلمۃ الحق 1883، (2) مناجات بیوہ 1884، (3) پھوٹ اور ایکے کا مناظرہ 1882، (4) دولت اور وقت کا مناظرہ 1887، (5) حقوق اولاد 1888، (6) روٹی کیونکر میسر آتی ہے، (7) شکوہ ہند 1888، (8) مناظرہ واعظ و شاعر 1883، (9) چپ کی داد، (10) تعصب و انصاف، (11) قوم کی پاسداری، (12) خودستائی، (13) عقل اور نفس کی گفتگو (14) زمزمۂ قیصری
- حالی نے اپنی سوانح عمری یعنی ترجمۂ حالی 1901 میں نواب عماد الملک بہادر آف حیدرآباد کی فرمائش پر لکھی۔

حالی کے مراثی:

- حالی نے کل پانچ شخصی مرثیے لکھے ہیں۔

(1) مرثیۂ غالب 1869 جو ترکیب بند میں ہے۔

(2) بڑے بھائی خواجہ امداد حسین کا مرثیہ 86-1885

(3) مرثیہ حکیم محمود جان 1892 جو مسدس کی ہیئت میں ہے۔

(4) ملکۂ وکٹوریہ کا مرثیہ 1901 جو ترکیب بند میں ہے۔

(5) نواب محسن الملک کا مرثیہ 1907

حالی کے قصائد:

- حالی کے کلام میں سات مکمل اور تین نامکمل قصیدے ہیں یعنی کل دس قصائد۔
- مکمل قصائد میں سے دو نعت میں ہیں۔
- تین نواب سرآسمان جاہ، ملکہ وکٹوریہ اور نظام دکن کی تعریف میں ہیں۔
- ایک قصیدہ علی گڑھ کالج کے ایک وفد کی طرف سے حیدرآباد میں ایک عام جلسے میں پڑھا گیا تھا۔ اس میں نظام دکن کی مدح کے ساتھ ساتھ بعض اعیانِ رسالت کا شکریہ بھی ادا کیا گیا ہے۔
- ایک قصیدہ '**قصیدہ الغیاثیہ یا عرضِ حال**' ہے۔
- ناتمام قصائد میں ایک قصیدہ نواب کلب علی خان والی رام پور اور ایک سرسید کی تعریف

(13) **حیات جاوید** 1901: یہ سرسید کی سوانح عمری ہے۔ یہ دو حصوں پر مشتمل ہے۔ پہلے حصے میں چھ ابواب ہیں جن میں سرسید کی ولادت خاندان، بچپن، تعلیم اور عنفوان شباب کا ذکر ہے۔ ساتھ ہی ان کی زندگی کے تدریجی ارتقا علمی، ادبی کارناموں کی تفصیلات کا مفصل بیان، اور ان کی وفات تک کی تفصیلات درج ہیں۔

دوسرے حصے میں سرسید کی زندگی ان کی تصنیفات اور ان کے کاموں پر ریویو شامل ہے۔

☜ شبلی نے حیات جاوید کو مدلل مداحی اور کتاب المناقب کہا ہے۔

(14) مقالات حالی 1952: حالی کے چھوٹے فرزند خواجہ سجاد حسین نے حالی کے مقالات کو دو جلدوں میں جمع کیا ہے۔ اس میں وحید الدین سلیم کے جمع کیے ہوئے بتیس مضامین کے علاوہ 12 لیکچر اور 27 تبصرے ہیں۔

(15) مجموعہ نظم حالی: چند متفرقات کا مجموعہ ہے۔ اس کے شروع میں حالی کا دیباچہ ہے۔ اس میں پندرہ نظمیں شامل ہیں۔

(16) دیوان مقدمہ شعر و شاعری 1893: -اس دیوان میں حالی کی اردو غزلیات، قصائد، قطعات، ترکیب بند اور رباعیات ہیں۔

☜ اس دیوان کے آخر میں حالی نے اپنے بڑے بھائی خواجہ امداد حسین مظہر کی وفات پر قطعات تاریخ بھی لکھے ہیں۔ اس میں 123 غزلیں اور پونے تیرہ سو اشعار ہیں۔

(17) کلیاتِ حالی 1914: یہ نظم و نثر فارسی عربی کا مجموعہ ہے۔

(18) مکتوبات حالی: حالی کے مکتوبات کو ان کے چھوٹے فرزند خواجہ سجاد حسین نے مرتب کیا ہے جس پر مولوی عبدالحق کا مقدمہ ہے۔

(19) انتخاب کلام داغ: مرزا داغ دہلوی کے کلام کا انتخاب ہے۔

☜ انجمن پنجاب لاہور کے مشاعروں کے لیے حالی نے چار نظمیں لکھیں۔

(1) برکھا رت 1874: اس میں ایک سو پینتالیس اشعار ہیں۔

(2) نشاط امید 1874: اس میں بانوے اشعار ہیں۔

(3) حب وطن 1874: اس میں 215 اشعار ہیں۔

(4) مناظرہ رحم و انصاف 1875 اس میں ایک سو انیس اشعار ہیں۔

حالی کی غزلوں میں صحت مند ادبی شعور ہے۔ (آل احمد سرور)

➤ مجنوں گورکھپوری نے حالی کی غزلوں کو دل کی باتیں کہا ہے۔

➤ انگریزی ادب میں سوانح نگاری میں جو مرتبہ Baswell کا ہے۔ وہی اردو میں حالی کا ہے۔

➤ کسی نے بھی مقدمہ شعرو شاعری سے بہتر تنقیدی کارنامہ پیش نہیں کیا۔ (کلیم الدین احمد)

➤ حالی کی تنقید تو جدید ترین شعریات کے لیے بیج کا کام سرانجام دے رہی ہے۔ (وہاب اشرفی)

➤ مجنوں گورکھپوری نے حالی کی غزلیہ شاعری کو اقلیدسی کلیات کہا ہے۔

➤ خیالات ماخوذ، واقفیت محدود، نظر سطحی، فہم و ادراک معمولی، غور وفکر ناکافی، تمیز ادنیٰ، دماغ و شخصیت اوسط، یہ تھی حالی کی کل کائنات۔ (کلیم الدین احمد)

➤ حالی کی اہمیت تاریخی ہے، شاعر کی حیثیت سے بھی اور نقاد کی حیثیت سے بھی، اور یہ اہمیت ہمیشہ باقی رہے گی۔ (کلیم الدین احمد)

➤ حالی نے پرانی تنقید سے الگ ہو کر نئی تنقید کی ابتدا کی ہے۔ شبلی نئی اور پرانی تنقید کے بیچ معلق نظر آتے ہیں۔ (کلیم الدین احمد)

➤ مسدس حالی ایک الہامی کتاب ہے۔ (رام بابو سکسینہ)

➤ مسدس حالی ایک تارا ہے جو اردو شاعری کے افق پر طلوع ہوا۔ (رام بابو سکسینہ)

➤ کلام حالی میں کلام سعدی جیسی مکمل عکاسی پائی جاتی ہے۔ (فراق)

➤ سعدی ہمارے لیے تھا۔ حالی ہم سب سے ہے۔ (فراق)

➤ حالی کی شخصیت میں وہ بات تھی جو سچی چاندنی میں ہوتی ہے۔ (خورشید الاسلام)

➤ حالی نے سلطنت مغلیہ کے زوال پر اسلام اور اسلامیوں کا ماتم کیا، اکبر نے طنز و ظرافت سے کام کیا اور اقبال نے نعرۂ جنگ بلند کیا۔ (رشید احمد صدیقی)

➤ الطاف حسین حالی نے شاعرانہ تنقید کا ایک ایسا البم مرتب کیا جس کا جواب اردو تو کیا مغرب کی بہت کم زبانوں میں ملے گا۔ (شیخ محمد اکرام)

➤ مجنوں گورکھپوری نے حالی کو اردو کا ڈرائیڈن کہا ہے۔

➤ مسدس مدوجزر اسلام کو سرسید نے فن شاعری کی تاریخ جدید قرار دیا ہے۔

☆☆☆

یہ صرف ان کے دیوان کا مقدمہ نہیں بلکہ اردو فن تنقید کا پہلا مقدمہ ہے۔ (مولوی عبدالحق)

- اپنے زمانے، اپنے ماحول، اپنے حدود میں حالی نے جو کچھ کیا وہ لائق ستائش ہے۔ حالی صرف اردو تنقید کے بانی ہی نہیں اس وقت اردو کے بہترین نقاد بھی ہیں۔ (کلیم الدین احمد)
- کہا جا سکتا ہے کہ تنقید میں حالی اردو کے ڈرائیڈن Dryden ہیں۔ جس طرح ڈرائیڈن نے انگریزی تنقید میں نئی روح پھونکی اور جدید فن تنقید کی بنیاد ڈالی اسی طرح حالی نے اردو تنقید کو تذکرہ نگاری کی سطح سے بلند کر کے ایک علمی اور تحقیقی فن کی صورت دی۔ (مجنوں گورکھپوری)

حالی کے متعلق مختلف آرا و خیالات

- غالب نے اپنے ایک خط میں حالی کے متعلق کہا تھا کہ ''یہ طرزِ خاص میری دولت تھی سو ایک ظالم 'پانی پت' انصاریوں کے محلے میں رہنے والا لوٹ لے گیا۔''
- حالی کا کارنامہ یہ ہے کہ انھوں نے فارسی اور اردو عملی تنقید سے ایک منظّم نظریۂ تنقید پیدا کیا۔ پرانی تنقید میں عمل تھا مگر اصول نہ قلم بند تھے نہ واضح حالی نے پرانی تنقید کو ایک نیا نظریہ بخشا۔ ان کا دوسرا امتیاز یہ ہے کہ انھوں نے مغربی تنقید اور مشرقی نقد و نظر میں ایک پیوند قائم رکھنے کی کوشش کی ہے۔ (سید عبداللہ)
- ہمارے حالی بھی کسی زمانے میں اچھے شاعر تھے لیکن حضرت نے اب حسن خیال کی دھن میں حسن بیان سے قطع نظر کی ہے اور حسن خیال کو اس قدر روندا ہے کہ حسن جاتا رہا اور خیال ہی خیال رہ گیا۔ (اکبر الہ آبادی)
- اگرچہ میں کسی کو فکر شعر کی صلاح نہیں دیا کرتا مگر تمہاری نسبت مرا خیال ہے کہ اگر تم شعر نہ کہو گے تو اپنی طبیعت پر سخت ظلم کرو گے۔ (غالب)
- ان کے جتنے رفیق اور ہم عصر تھے سب صاحب طرز تھے لیکن زندگی صرف حالی کے طرز کو نصیب ہوئی۔ (آلِ احمد سرور)
- حالی سے پہلے ہماری شاعری دل والوں کی دنیا تھی۔ حالی نے 'مقدمہ شعر و شاعری' کے ذریعہ اسے ایک ذہن دیا۔ بیسویں صدی کی تنقید حالی کی اسی ذہنی قیادت کے سہارے ابھی تک چل رہی ہے۔ (آل احمد سرور)

حالی سادگی، جوش اور اصلیت کو شعر کی خوبی ٹھہراتے ہیں۔
- حالی نے مثنوی کو سب سے زیادہ مفید اور کارآمد صنف کہا ہے۔
- حالی نے غزل کو عشق و عاشقی کے دائرے میں قید کیا ہے۔
- حالی کو قصیدہ جھوٹ اور خوشامد سے لبریز نظر آتا ہے۔
- حالی کے مطابق مرثیہ کے ذریعے اخلاق کی بہترین تعلیم دی جا سکتی ہے۔
- حالی وزن اور قافیے کو شعر کے لیے ضروری نہیں سمجھتے ہیں۔
- حالی نے مقدمہ شعر و شاعری میں میکال، گولڈ اسمتھ، اور سوالٹر اسکاٹ کا ذکر کیا ہے۔
- اردو تنقید کی تاریخ میں 'مقدمہ شعر و شاعری' کو بوطیقا کی طرح اہمیت حاصل ہے۔
- حالی کے مطابق شعر کی مدح و ذم میں بہت کچھ کہا گیا ہے اور جس قدر اس کی مذمت کی گئی ہے وہ بہ نسبت مدح کے زیادہ قرین قیاس ہے۔

مقدمہ شعر و شاعری کے متعلق مختلف آرا و خیالات

- آج جب لکھنے والوں کا مطمح نظر حالی کی طرح محدود نہیں۔ وہ بہترین مغربی ادب اور تنقید سے واقفیت رکھتے ہیں۔ اس کے باوجود کسی نے بھی مقدمہ شعر و شاعری سے بہتر تنقیدی کارنامہ پیش نہیں کیا۔ (کلیم الدین احمد)
- مولوی عبدالحق نے مقدمہ شعر و شاعری کو پہلا نمونہ کہا ہے۔
- پروفیسر آل احمد سرور نے مقدمہ شعر و شاعری کو اردو شاعری کے پہلے منشور کا نام دیا ہے۔
- مقدمہ شعر و شاعری تنقید میں اپنی مثال آپ ہے۔ (ابواللیث صدیقی)
- حالی کا مقدمہ شعر و شاعری اردو تنقید کے جدید دور کا اور ان کا کلام اردو شاعری کے نئے دور کا باقاعدہ آغاز کرتا ہے۔ (عزیز احمد)
- دیوان حالی کا مقدمہ فن شاعری اور اردو شاعری پر زبان اردو میں سب سے اعلیٰ پایہ کی تنقید ہے۔ (عبدالرحمٰن بجنوری)
- حالی ہماری شاعری کے مجدد اور تنقید کے مجتہد ہیں۔ (شوکت سبزواری)
- مقدمہ شعر و شاعری اردو شاعری کی تنقید میں ایک عہد آفریں کارنامہ ہے۔ (عبدالقادر سروری)

- جوش نے اپنے والد بشیر احمد خان کے مشورے پر 13-1912 میں مرزا محمد ہادی عزیز لکھنوی کی شاعری میں شاگردی اختیار کی تھی۔
- جوش کے معنوی اساتذہ: حافظ، نظیری، خیام، انیس، نظیر اکبرآبادی، غالب، اقبال، ٹیگور
- جوش نے 1914 میں سلیم پانی پتی کے کہنے پر نظم گوئی شروع کی اور اپنی پہلی نظم 'ہلال محرم' لکھی۔
- جوش کے والد نے محمد مقیم خان کی بیٹی اشرف جہاں سے جوش کا نکاح 1907 میں کیا تھا۔
- جوش حصول ملازمت کی غرض سے اقبال، عبدالماجد دریابادی، اکبرالہ آبادی، سلیمان ندوی کے سفارشی خطوط کے ساتھ 1924 میں حیدرآباد گئے تھے۔
- جوش دارالترجمہ حیدرآباد میں ناظر ادب کے عہدے پر 1925 میں فائز ہوئے تھے۔
- جوش نے حیدرآباد 1934 میں چھوڑا تھا۔
- جوش یکم جنوری 1957 میں ترک سکونت کر کے پاکستان چلے گئے تھے۔
- جوش نے گاندھی جی کو 'ہند کے شاہ شہیداں' کہا ہے اور ان کی شان میں ایک نظم بھی لکھی ہے۔
- جوش نے 1936 میں دہلی سے ماہنامہ 'کلیم' جاری کیا تھا۔
- جوش سرکاری رسالہ 'آجکل' کے مدیر 1948 سے 1955 تک رہے۔
- جوش نے اپنی سرپرستی میں دہلی سے ماہنامہ 'شعلہ وشبنم' 1905 میں جاری کیا تھا جس کے مدیران کے بیٹے سجاد حیدر اور بھانجے اظہار ملیح آبادی تھے۔
- جوش نے پاکستان چلے جانے کے بعد ترقی اردو بورڈ کے رسالے 'اردو نامہ' کی بھی ادارت فرمائی تھی۔

اعزازات و القابات

- جوش کو حکومت ہند نے 'پدم بھوشن' کے اعزاز سے 1954 میں نوازا تھا۔
- مولانا عبدالرزاق ملیح آبادی نے اپنے اخبار 'ہند' کلکتہ میں 1938 میں پہلی مرتبہ جوش کو 'شاعر انقلاب' لکھا تھا۔
- منشی دیانرائن نگم نے اپنے رسالہ 'زمانہ' کانپور میں 1935 میں جوش کو شاعر اعظم لکھا تھا۔

شاعر انقلاب

جوش ملیح آبادی

(1896ء-1982ء)

- نام شبیر حسن خان تھا اور ابتدائی تخلص شبیر جو بعد میں جوش ہو گیا۔
- جوش کے والد نے ان کا نام شبیر احمد خاں رکھا تھا لیکن جوش نے 1907 میں اپنا نام تبدیل کر کے شبیر حسن خاں رکھ لیا تھا۔
- جوش 5 دسمبر 1896 میں ملیح آباد کے محلہ مرزا گنج میں صبح چار بجے پیدا ہوئے۔
- جوش کا انتقال 22 فروری 1982 میں اسلام آباد (پاکستان) میں ہوا۔
- جوش کے والد کا نام بشیر احمد خان تھا اور والدہ کا نام بسم اللہ بیگم۔
- جوش کے دادا محمد احمد خان احمد صاحب دیوان شاعر تھے ان کا دیوان 'مخزن آلام' ہے۔
- جوش کے پردادا، فقیر محمد خان گویا ناسخ کے شاگرد تھے۔
- گویا کا مجموعہ کلام 'دیوان گویا' ہے۔ گویا نے 'انوار سہیلی کا ایک ملخص ترجمہ اردو نثر میں 'دبستان حکمت' کے نام سے پیش کیا ہے۔
- جوش کی تعلیم سیتاپور، لکھنؤ، علی گڑھ اور آگرہ میں ہوئی۔
- جوش کے درسی استاد قدرت اللہ بیگ، نیاز علی خان، ماسٹر طاہر، ماسٹر گومتی پرشاد اور امراؤ جان ادا کے مصنف مرزا محمد ہادی رسوا تھے۔
- جوش نے شانتی نکیتن میں داخلہ 1918 میں لیا تھا جہاں جوش کی ملاقات ٹیگور سے ہوئی تھی۔ (چھ ماہ قیام)
- جوش نے نو سال کی عمر میں شاعری شروع کی اور پہلا شعر کہا کہ:

  شاعری کیوں نہ راس آئے مجھے
  یہ میرا فنِ خاندانی ہے

- جوش نے شاعری کی ابتدا غزلوں سے کی تھی۔

جوش کی مرثیہ نگاری:

- جوش نے کل نو مراثی لکھے ہیں
- جوش نے اردو شاعری میں 'جدید مرثیے' کے باب کا اضافہ کیا تھا۔
- جوش نے پہلا مرثیہ 'آوازۂ حق' 1918 میں کہا تھا۔
- جوش نے آزادی کی جدوجہد کو تازہ کربلا کا نام دیا ہے۔
- جوش کا دوسرا مرثیہ 'حسین اور انقلاب' ہے۔

جوش کے دیگر مراثی:

- وحدت انسانی۔
- موجد و مفکر۔
- طلوع فکر۔
- موت و حیات
- عظمت انساں یا قلم
- پانی
- آگ
- ان تمام مرثیوں میں جوش نے فکری عناصر اور سماجی تنقید کو زیادہ اہمیت دی ہے۔
- جوش نے مرثیوں میں ہندی کے الفاظ کثرت سے استعمال کیے ہیں۔

جوش کے متعلق مختلف آرا و خیالات

- جوش نے مناظر فطرت پر جس کثرت سے نظمیں لکھیں ہیں اس کی مثال پوری اردو شاعری میں نہیں ملے گی۔ (خلیل الرحمٰن اعظمی)
- جوش کی موت اردو نظم کے انقلابی دور کا خاتمہ ہے۔ (فراق)
- جوش کے مرنے کی خبر سننے کے لیے میں کیوں زندہ رہ گیا۔ جوش کے بعد میں زندہ رہ کر کیا کیا کروں گا۔ (فراق)

○ سیف وسبو 1947
○ سرود وخروش 1953
○ سموم وسبو 1954
○ الہام وافکار 1967
○ نجوم وجواہر 1967: رباعیات کا مجموعہ ہے۔
○ طلوعِ فکر 1957 منقبت میں مسدس ہے۔
○ موجد ومفکر (مسدس)
○ گل بدنی (نظم)
○ آگ (نظم)
○ جوش کی پوتی تبسم اخلاق نے ان کے غیر مطبوعہ کلام کا انتخاب کر کے ایک مجموعہ 'محراب و مضراب' 1982 میں جوش کے وصال کے بعد شائع کیا تھا۔
○ جوش نے ایک طویل نظم 'حرف آخر' لکھی ہے۔

جوش کی مشہور واہم نظمیں:

مہترانی، مالن، جامن والیاں، اٹھتی جوانی، جوانی کے دن، جوانی کی رات، فتنہ، خانقاہ، پہلی مفارقت، جوانی کی آمد آمد، جوانی کا تقاضا، تو اگر واپس نہ آئی، نیا امرت، فاتح بحر کی خدمت میں، نظامِ نو، آدمی نامہ، لاعلاج تاخیر، شش و پنج، شکست زنداں کا خواب، خدا سے ایک سوال، بدلی کا چاند، البیلی صبح، تاجدار صبح، آبشار نغمہ، برسات کی چاندنی، نیا میلاد، بغاوت، ایسٹ انڈیا کمپنی کے فرزندوں سے، کسان، مہاجن اور مفلس، ماتم آزادی، ذاکر سے خطاب، پروگرام، خرافات، بھٹکی ہوئی نیکی، گنگا کے گھاٹ پر، رقص، سرشکِ تبسم، فاختہ کی آواز، کہستانِ دکن کی عورتیں، تین فریادیں، اسلام اے ہند کے شاہِ شہیداں اسلام، نقاد، ظلمتیں، ہم لوگ، پیمبرانہ بددعا، انگیٹھی، فریب ہستی، روشنیاں، سہاگن، بیوہ، درس آدمیت، پنہ نامہ، جمال و جلال، مولوی، نوحہ آگاہی، آدم کا نزول، جنگل کی شہزادی، ساون کے مہینے، چاند کے انتظار میں تارے، یوم بہار، برسات کی چاندنی، گھٹا، شام کا رومان، گرمی اور دیہاتی بازار۔ فریب ہستی، سہاگن بیوہ

- جوش کے استاد عزیز لکھنوی نے جوش کو 'مصور جذبات' 1920 میں کہا تھا۔
- دیگر القاب: شاعر شباب، مصور شباب، شاعر رومان، الفاظ کے جادوگر، لفظوں کا بادشاہ، قبلۂ رندان جہاں، شاعر فطرت، شاعر جمالیات

جوش کے کارنامے

- مقالات زریں: یہ مختصر اقوال کا نثری مجموعہ ہے جو 1921 میں شائع ہوا تھا۔
- اوراق سحر: صبح کے متعلق چند شاعرانہ اقوال پر مشتمل ہے جس میں نثر اور نظم دونوں شامل ہے۔ یہ 1921 میں لکھنؤ سے شائع ہوا۔
- اشارات: کلیم میں شائع ہونے والے مضامین کا مجموعہ ہے۔
- مقالاتِ جوش:
- یادوں کی برات: خودنوشت سوانح عمری

جوش کے شعری مجموعے:

- روحِ ادب، جوش کا پہلا مجموعہ ہے جو 1920 میں شائع ہوا۔
- جوش نے روح ادب کو صبح صادق کی نذر کیا ہے۔
- نقش و نگار، دوسرا باقاعدہ مجموعہ ہے جو 1936 میں شائع ہوا۔
- شاعر کی راتیں: مختصر مجموعہ ہے جو 1933 میں شائع ہوا۔ اس کی نظمیں بعد میں نقش و نگار میں شامل کردی گئیں۔
- شعلہ و شبنم (1936)، فکر و نشاط 1937
- جنون و حکمت 212 صفحات پر مشتمل رباعیات کا مجموعہ ہے جو 1934 میں شائع ہوا۔
- حرف و حکایت 1938
- آیاتِ و نغمات 1941
- عرش و فرش 1944
- رامش و رنگ 1945
- سنبل و سلاسل 1944

آغا شاعر قزلباش، سردار روپ سنگھ، وصل بلگرامی، ڈاکٹر کرنل اشرف الحق، کنور مہندر سنگھ بیدی، پنڈت جواہر لال نہرو، سروجنی نائیڈو، میاں محمد صادق، علامہ حیرت، سردار دیوان سنگھ مفتون، مولانا عبدالسلام، مولانا عبداللہ عمادی، فراق گورکھپوری، وحید الدین سلیم، سید جالب دہلوی، روشن علی بھیم جی، آغا حسن عابدی، مصطفیٰ زیدی، مجاز۔

(4) میرے دور کی چند عجیب ہستیاں

میر سخاوت حسین، ناظم الدین حسن علی گڑھ کے ایک گمنام پٹھان شاعر، نبی شیر خان، محمد شیر خاں، کنجو خاں، امیر احمد خاں، ہدایت اللہ خاں، محبوب شاہ مجذوب، الویرو، مشیر احمد خان رامپوری، مولوی احمد حسین، نواب زادہ مصطفیٰ علی خاں، زاہد علی خاں، میر بارق لکھنوی، منشی واحد علی ابر قدوائی، حکیم دانش لکھنوی، نواب رستم علی خاں مہر، چھدو خاں

(5) میرے معاشقے

س-ح، ع-ج، مس میری رونالڈ، مس کلینسی، م بیگم، ریماری، ط-ج، ج-ب، ع-خ

☆☆☆

یادوں کی برات

- یادوں کی برات شبیر حسن خاں جوش ملیح آبادی کی خودنوشت سوانح حیات ہے جو انھوں نے 1972 میں لکھی تھی۔
- جوش یادوں کی برات کو دو جلدوں میں شائع کرنا چاہتے تھے۔ پہلی جلد میں 1956 تک کے حالات اور دوسری جلد میں باقی ایام کے احوال۔ مگر یادوں کی برات ایک ہی جلد میں شائع ہوئی۔
- جوش نے یادوں کی برات کو 5 ابواب میں تقسیم کیا ہے۔

(1) چند ابتدائی باتیں

بنام قوت وحیات، میری بسم اللہ، موسم اور تہوار، لکھنؤ کا پہلا سفر، فرنگی سے نفرت، ولولۂ تعلیم، میرا نکاح، پہلا مشاعرہ، علی گڑھ میں، لکھنؤ میں دوبارہ آمد، سینٹ پیٹرز کالج آگرہ، برہنہ ہاتھیوں کی مانند، روح ادب، میرے عنفوان شباب تک کا ہندوستان، قومی تحریک سے وابستگی، ایک خواب، سریر امارت سے حصیر ملازمت کی جانب، حیدرآباد سے اخراج، دربدری، رسالہ کلیم کا دہلی سے اجرا، سیاست افرنگ کے دو رخ، کچھ دن فلمی دنیا میں، مژدۂ خاردشت، پاکستانی شہریت، میری موجودہ زندگی، میرا دین۔

(2) میرا خاندان

میرے پردادا، میرے دادا، میرے باپ، میری ماں، میرے چچا، میری بیوی، میری بیٹی، میرا بیٹا

(3) میرے چند قابلِ ذکر احباب

ابرار حسن خاں اثر ملیح آبادی، مختار احمد خان، قاضی خورشید احمد، حکیم صاحب عالم، رفیع احمد خاں، پرنس میرزا عالمگیر قدر، مولانا سہا بھوپال، ڈاکٹر ایس کے سکسینہ، مانی جائسی، منے میرزا شرر لکھنوی، شاہ دل گیر اکبرآبادی، نواب جعفر علی خاں اثر لکھنوی، حکیم آزاد انصاری، فانی بدایونی،

نظم

- نظم عربی زبان کا لفظ ہے جس کے معنی پرونا، موتیوں کو تاگے میں پرونا، لڑی، سلک۔
- کسی خاص موضوع پر تسلسل کے ساتھ اشعار کی صورت میں اظہار خیال کرنے کو نظم کہتے ہیں۔
- نظم میں موضوعات ایک سے زیادہ بھی ہو سکتے ہیں لیکن یہ سب ایک بنیادی موضوع کے تحت یا اس سے مربوط و منسلک ہوتے ہیں۔
- نظم کا ایک مرکزی خیال ہوتا ہے جس کے گرد پوری نظم کا تانا بانا بنا جاتا ہے۔
- ارتقا نظم کی ایک اہم خصوصیت ہے۔
- پابند نظم اس نظم کو کہتے ہیں جس میں ردیف، قافیہ اور بحر کے مقررہ اوزان کی پابندی کی جاتی ہے۔
- پابند نظم میں موضوعات اور اشعار کی تعداد کی قید نہیں ہوتی ہے۔
- آزاد نظم اس نظم کو کہتے ہیں جس میں ردیف اور قافیے کی پابندی نہیں کی جاتی۔
- آزاد نظم میں بحر اور وزن کی پابندی تو ہوتی ہے مگر ارکان بحر کی تعداد ہر مصرعے میں متعین نہیں ہوتی ہے جس کی وجہ سے مصرعے چھوٹے بڑے ہو جاتے ہیں۔
- نظم معریٰ اس نظم کو کہتے ہیں جس میں قافیے کی پابندی نہیں کی جاتی مگر بحر کے مقررہ اوزان استعمال ہوتے ہیں۔ یعنی اگر پہلے مصرعے میں بحر کے چار ارکان استعمال ہوتے ہیں تو اس کی پابندی نظم کے ہر مصرعے میں ہوتی ہے۔
- عام لفظوں میں نظم معریٰ بلا قافیہ نظم کو کہتے ہیں۔
- نظم معریٰ اردو میں انگریزی ادب سے آئی ہے۔
- اردو کی پہلی نظم چکی نامہ ہے اور پہلے نظم نگار خواجہ بندہ نواز گیسو دراز ہیں۔
- مولوی عبد الحق نے بے قافیہ نظم کے لیے نظم معریٰ کی اصطلاح کو رواج دینے کا مشورہ دیا ہے۔
- عبد الحلیم شرر نے نظم معریٰ کو اپنے رسالے کے ذریعے ایک روایت کا درجہ دیا ہے۔



بے ثباتی کا بیان کیا ہے۔

- پہلا قصیدہ نیرنگیٔ زمانہ کے بیان میں ہے۔
- دوسرے اور تیسرے قصیدے میں نظیر نے میر کے اس مشہور قطعے کے طرز میں جس کا پہلا مصرع ہے:

کل پاؤں ایک کاسۂ سر پر جو آ گیا

- کاسۂ سر اور استخوان کی گفتگو لکھی ہے۔

نظیر کی نظمیں:

- **تمدن**

عرس حضرت سلیم چشتی، شب برات، عید، عیدالفطر، عیدگاہ اکبرآباد، بسنت، ہولی، سامان دوالی کا، راکھی

- **میلے**

آگرے کی تیراکی، بلدیو جی کا میلا، کنکوے اور پتنگ

- **کھیل تماشے**

کبوتر بازی، بلبلوں کی لڑائی، گلہری کا بچہ، ریچھ کا بچہ، اژدہے کا بچا

- **حب وطن**

تاج گنج کا روضہ، شہر اکبرآباد کی تعریف، شہر آشوب، شہر آگرہ

- **فطرت مدارج عمر**

طفلی، عشرت ایام طفلی، جوانی، بڑھاپا، بڑھاپے کی تعلیاں، بڑھاپے کی عاشقی، موت کا دھڑکا، جوانی اور بڑھاپے کی لڑائی، لطف شباب، موت کی فلاسفی

- **مختلف فصلیں اور ان کے لوازم**

بہار، چاندنی، جھڑی، برسات اور پھسلن، برسات کا تماشا، برسات کی بہاریں، اوس، اندھیری، کورا برتن، آگرے کی ککڑی، تربوز، آندھی، جاڑے کی بہاریں، تل کے لڈو، برسات کا لطف، سنگترا، نارنگی، خربوزے، آگرے کی ککڑی

عوامی شاعر

نظیر اکبر آبادی

(1740-1830ء)

- نام شیخ ولی محمد تھا اور تخلص نظیر
- نظیر 1740 کے قریب دہلی میں پیدا ہوئے تھے۔
- نظیر کا انتقال 1246ھ مطابق 16 اگست 1830 کو ہوا (90 سال کی عمر میں)
- نظیر کے والد کا نام شیخ فاروق تھا۔
- نظیر 1757 میں احمد شاہ ابدالی کے حملے کے وقت اپنی ماں کو لے کر اکبر آباد (آگرہ چلے آئے تھے اور پھر یہیں کے ہو کر رہ گئے تھے۔ ہر جگہ آگرہ ہی کو اپنا وطن بتاتے تھے۔
- نظیر شیخ فاروق کی تیرہویں اولاد تھے۔ ان سے پہلے بارہ اولادیں فوت ہو چکی تھیں۔
- نظیر نے ادھیڑ عمر میں مسماۃ تہور النسا بیگم بنت عبدالرحمٰن خان چغتائی سے نکاح کیا تھا۔
- نظیر سے ایک لڑکا خلیفہ سید گلزار علی اسیر اور ایک لڑکی امانی بیگم تھیں۔
- نظیر اکبر آبادی نے شاعری میں کسی کی شاگردی اختیار نہیں کی تھی۔
- اردو شاعری میں سب سے زیادہ متروک الفاظ کا استعمال نظیر نے کیا ہے۔
- نظیر اکبر آبادی نے جتنے ہندوستانی الفاظ اپنی شاعری میں استعمال کیے ہیں اتنے کسی دوسرے نے ان سے پہلے استعمال نہیں کیا ہے۔
- نظیر میر تقی میر کے ہم عصر تھے۔
- نظیر اردو میں عوامی شاعری کے نمائندہ شاعر ہیں۔
- حبیب تنویر نے نظیر اکبر آبادی پر ایک ڈرامہ 'آگرہ بازار کے نام سے' لکھا ہے جو پہلے پہل جامعہ ملیہ میں کھیلا گیا تھا۔

نظیر کے کارنامے

- نظیر کے کلیات میں تین مختصر قصیدے ہیں جن میں انھوں نے زمانے کی نیرنگی اور دنیا کی

راس، مہادیو جی کا بیاہ، اندھیری، رات، سمدھن، موازنۂ زور و کمزوری، پنکھا، کورا برتن، مکھیا، بٹوا، حنا، مہندی، حقہ، ارسی، جمنا، راہ، میلہ، چراغ، دسہرہ، راس، شب مہتاب، گلبازی، بازی شطرنج، دوامی، نسبت، محبوبان، سواریاں، بالا

نظیر کے متعلق مختلف آرا و خیالات

- نظیر کا وجود ہی اردو شاعری کی بے نظیر تنقید ہے۔ (کلیم الدین احمد)
- نیاز فتح پوری نے نظیر کو 'چٹکلے باز شاعر' کہا ہے۔
- نظیر اکبرآبادی کے بارے میں نیاز فتح پوری نے کہا تھا کہ ''یہاں کبیر کے اخلاق اور خسرو کے ذہن کا ایک دلکش امتزاج ملتا ہے۔''
- نظیر کا دماغ چھوٹا اور تجربہ محدود ہے۔ (شمس الرحمٰن فاروقی)
- نظیر کی نظم کلجگ کو مجنوں گورکھ پوری نے روسو کے 'معاشرتی عہد نامہ' کے مماثل قرار دیا ہے۔
- نظیر اکبرآبادی اردو شاعری کے آسمان پر ایک درخشندہ ستارہ ہیں۔ (کلیم الدین احمد)



○ **تصوف**

عاشق کی بھنگ، موت، دنیا میں استغنا، دنیا کے مراتب قابل اعتبار نہیں، مراتب دنیا محض بے ثبات ہیں، فقیروں کی صدا، بنجارہ نامہ، رہے نام اللہ کا، سن کا جھونپڑا، توکل و ترک و تجرید، عاشقوں کی بنگ، توحید، تسلیم و رضا، دم غنیمت ہے، وجد و حال، چڑیوں کی تسبیح، ترغیب سخاوت و عشرت، آئینہ، دنیا دار المکافات ہے، دنیا دھوکے کی ٹٹی ہے، کلجگ، دنیا بھی کیا تماشا ہے، عاشقوں کی سبزی، خدا کی باتیں خدا ہی جانے، توکل، خواب غفلت، ترک و تجرید، مذمت بخل، مذمت دنیا، مذمت اہل دنیا، مکافات عمل، گلستۂ قدرت، تلقین ریاضت، بعد از فنا، طلسم زندگی، تنبیہ الغافلین، خدا کی دی ہوئی نعمتیں، فنا، اسرار قدرت، خواب غفلت

○ **حکمت**

کوڑی، پلیسا، روپیہ، زر، مفلسی، افلاس کا نقشا، آٹے دال کا بھاؤ، روٹیاں، چپاتی، دعائے تندرستی، شکر تندرستی، خوشامد، اہل دنیا، آدمی نامہ، تندرستی اور آبرو۔

○ **عشق و محبت**

سوز فراق، طلسم وصال، ملاقات یار، جدائی، جوش جنوں، دیدبازی، دنیا کے تماشے، راز داری محبوب، شکوہ، فراق، دل بری، موتی، خواب کا طلسم، شوق دیدار، حسن و جمال کو غنیمت سمجھو، گرفتاری دل، راضی بہ رضائے محبوب، مستی عشق،

○ **حکایت**

جوگی، جوگن، جوگی کا سچا روپ، جوگی کا روپ، ہنس نامہ، پودے اور گرھ پنکھ کی لڑائی، کوے اور ہرن کی دوستی، قصہ لیلی مجنوں

○ **ظرافت**

لولی پیر، سچے نفس کش، حسن طلب، مزے کی باتیں، برہ کی کوک، تجارد کے مزے، چوہوں کا اچار

○ **دیگر نظمیں**

جنم کنہیا جی، بالپن بانسری بجیا کا، بانسری، کھیل کود کنہیا جی کا، بیاہ کنہیا کا، وسم کتھا، ہر کی تعریف، سیکشن ونرسی مہتا، درگا جی کے درشن، تعریف بھریوں کی، توکل یا ترک طمع، کنہیا جی کی

اسے اپنے خرچ سے چھپوایا تھا۔

- آزاد پہلی اور آخری بار ایران 1885 میں گئے تھے۔
- حکومت ہند نے محمد حسین آزاد کو شمس العلما کا خطاب 1887 میں دیا تھا۔
- آزاد 5 جون 1890 کو ملازمت سے سبکدوش ہوئے تھے اور 6 جون سے پچاس روپے ماہوار ان کی پنشن مقرر ہوگئی تھی۔ 30 اگست 1892 کو گورنر جنرل کی سفارش پر وزیر ہند نے 75 روپے ماہوار کی خصوصی پنشن اور منظور ہوئی تھی۔
- آزاد کے چودہ بچے ہوئے تھے مگر صرف ایک آغا محمد ابراہیم زندہ بچے تھے۔
- آزاد کو اردو کا پہلا تاریخ نویس مانا جاتا ہے۔

محمد حسین آزاد کی تنقید نگاری

- شعر کے متعلق آزاد کی رائے ہے کہ "شعر ایک پرتو روح القدس کا اور فیضان رحمت الٰہی کا ہے کہ اہل دل کی طبیعت پر نزول کرتا ہے۔"
- آزاد شعر کو خیالی باتوں کا مجموعہ اور گلزار فصاحت کا پھول بتاتے ہیں۔
- آزاد کا کہنا ہے کہ ہمارا شاعر اپنے ملک کی چیزوں کو نظر انداز کر کے ملک سے باہر نظر دوڑاتا ہے۔ اسے دجلہ و فرات تو نظر آتے ہیں گنگا جمنا دکھائی نہیں دیتیں۔ نسرین، نسترن، شمشاد وصنوبر اسے بھاتے ہیں مگر گلاب، چمپا، چمیلی کی اسے خبر نہیں۔

محمد حسین آزاد کے کارنامے

- **آبِ حیات** 1880: پہلا ایڈیشن 1880، دوسرا ایڈیشن 1883
- آبِ حیات ارذو شعرا کا تذکرہ ہے جس سے ایک طرف ادبی تاریخ نویسی کا راستہ کھلتا ہے اور دوسری طرف اردو زبان کی عہد بہ عہد ترقی کی تصویر سامنے آتی ہے۔
- **دربارِ اکبری** 1898: اس میں جلال الدین اکبر بادشاہ ہندوستان اور اس کے دربار کے جلیل القدر امرا کے حالات وواقعات درج ہیں۔
- **سخن دانِ فارس**: یہ کتاب دو حصوں پر مشتمل ہے۔ اردو زبان میں فارسی زبان وقواعد سے متعلق ہے۔

آقائے اردو

محمد حسین آزاد

(1830-1910ء)

- نام محمد حسین تھا اور آزاد تخلص۔
- آزاد ذوالحجہ 1245ھ مطابق 10 جون 1830 کو دہلی میں پیدا ہوئے۔
- آزاد کا انتقال 22 جنوری 1910ؑ کو لاہور میں ہوا اور حالی نے قطعہ تاریخ وفات کہا ہے۔
- آزاد کا خاندان ایران سے کشمیر آیا تھا اور شاہ عالم ثانی آفتاب کے عہد میں دہلی آ گیا تھا۔
- آزاد کے دادا کا نام محمد اکبر والد کا محمد باقر اور والدہ کا امانی بیگم تھا۔
- محمد باقر دلی کالج میں تعلیم مکمل کرنے کے بعد وہیں 1828 میں مدرس مقرر ہوئے تھے۔
- محمد باقر نے ایک اخبار 'دہلی اخبار' کے نام سے 1836 میں جاری کیا تھا جسے اردو کا پہلا اخبار ہونے کا شرف حاصل ہے جو 10 مئی 1840 سے نام میں ذرا سی تبدیلی کے ساتھ 'دہلی اردو اخبار' کے نام سے شائع ہونے لگا تھا۔
- 20 اپریل 1848 سے دہلی اردو اخبار پر محمد حسین (آزاد) کا نام مہتمم کی حیثیت سے آنا شروع ہوا تھا۔
- 12 جولائی 1858 کو بہادر شاہ ظفر کی تجویز پر 'دہلی اردو اخبار' کا نام بدل کر 'اخبار الظفر' رکھ دیا گیا تھا۔
- محمد باقر پر دہلی کالج کے پرنسپل مسٹر فرانس ٹیلر کے قتل کے الزام کی وجہ سے 'دہلی اردو اخبار' 13 ستمبر 1857 کو بند ہوا تھا۔
- محمد باقر جمیل جالبی کے مطابق اس قتل کے الزام کی وجہ سے پھانسی پر چڑھائے گئے تھے اور نور الحسن نقوی کے مطابق انھیں گولی مار کر موت کی سزا دی گئی تھی۔
- محمد باقر شیخ ابراہیم ذوق کے لنگوٹیا یار تھے۔ اسی تعلق کے بنا پر آزاد نے ذوق کی شاگردی اختیار کی تھی اور سفر ایران سے واپس آ کر ان تھک محنت کر کے دیوانِ ذوق مرتب کر کے

آبِ حیات (1880ء)

- آبِ حیات میں حسین آزاد نے شاعروں کو پانچ ادوار میں تقسیم کیا ہے۔
- پہلے دور میں چھ شعرا کو شامل کیا ہے۔

(1) شمس ولی اللہ (ولی دکنی)، (2) شاہ مبارک آبرو، (3) شیخ شرف الدین مضمون، (4) محمد شاکر ناجی، (5) محمد احسن احسن، (6) مصطفیٰ خان یک رنگ

- دوسرے دور میں تین شعرا کا ذکر کیا ہے:

(1) شاہ حاتم، (2) سراج الدین علی خان آرزو (3) اشرف علی خان فغاں

- تیسرے دور میں سات شعرا کا تذکرہ ہے۔

(1) مرزا جان جاناں مظہر، (2) میر عبدالحی تاباں ، (3) مرزا رفیع سودا، (4) میر ضاحک، (5) میر درد، (6) میر سوز، (7) میر تقی میر

- چوتھے دور میں چار شعرا کا تذکرہ ہے:

(1) شیخ قلندر بخش جرأت، (2) میر حسن، (3) سید انشاء اللہ خان انشا، (4) شیخ غلام ہمدانی مصحفی

- پانچویں دور میں نو شعرا کا تذکرہ ہے:

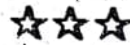
(1) شیخ امام بخش ناسخ (2) میر مستحسن خلیق (3) خواجہ حیدر علی آتش، (4) شاہ نصیر، (5) مومن خان مومن، (6) شیخ ابراہیم ذوق، (7) اسداللہ خان غالب، (8) مرزا سلامت علی دبیر، (8) میر ببر علی انیس،

- اس طرح محمد حسین آزاد نے آبِ حیات میں کل 29 شعرا کا تذکرہ کیا ہے۔
- آزاد نے آبِ حیات کے پہلے ایڈیشن میں مومن کا ذکر نہیں کیا تھا۔ دوسرے ایڈیشن میں مومن کو آبِ حیات میں شامل کیا تھا۔

☆☆☆

محمد حسین آزاد کے متعلق مختلف آرا و خیالات

- کلیم الدین احمد نے آزاد کی تنقید کا سب سے بڑا عیب ان کی انشا پردازی کو بتایا ہے۔
- ''محمد حسین آزاد نے اردو تنقید نگاری کی بنیاد رکھی مگر ٹیڑھی۔ پھر بھی یہ کیا کم ہے کہ انھوں نے بنیاد رکھی تو۔'' (ڈاکٹر احسن فاروقی)
- آزاد میں تنقید کا مادّہ بالکل نہیں تھا۔ (کلیم الدین احمد)
- رام بابو سکسینہ نے لکھا ہے کہ ''آزاد کی عبارت میں بھاشا کی سادگی اور بے تکلفی، انگریزی کی صاف گوئی اور فارسی کی حسن کاری سب یک جان ہوگئی ہے۔
- شبلی نے آزاد کے بارے لکھا ہے کہ ''آزاد گپ بھی ہانک دے تو وحی معلوم ہوتی ہے۔''
- محمد حسین آزاد نثر میں شاعری کرتے ہیں اور شاعری کرتے ہوئے نثر لکھتے ہیں۔



- **ڈرامہ اکبر** 1922: اس میں شہنشاہ جہانگیر اور ملکہ نور جہاں کی داستان عشق کو اردو ڈرامے کے روپ میں پیش کیا گیا ہے۔
- **سیر ایران:** آزاد نے سفر ایران کے دوران جو روزنامچہ یادداشتوں کے طور پر لکھا تھا تاکہ بعد میں اس کی بنیاد پر اپنا سفرنامہ لکھ سکیں۔ اسے آزاد کے پوتے نے ان کی وفات کے بعد لاہور میں ایران پر دیے ہوئے لیکچر کے ساتھ 'سیر ایران' کے نام سے شائع کیا۔
- نگارستان فارس ○ قصص ہند ○ نیرنگ خیال
- **دیوان ذوق** 1832: اس میں 3412 غزلیں ہیں۔ آزاد کے دیوان ذوق کا خاتمہ ان الفاظ میں ہوتا ہے کہ "الٰہی تو جانتا ہے آزاد نے جو کچھ کیا نیک نیت اور پاک عقیدت سے کیا ہے اور تیرے حکم سے کیا ہے اس خدمت کو قبول کر۔"
- **مکاتیب آزاد:**
- **مقالات مولانا محمد حسین آزاد**، مرتب: آغا محمد باقر (تین جلدیں)
- آزاد کی شاعری کے دو مجموعے ہیں۔

(1) **نظم آزاد 1899:** یہ مجموعہ جدید اردو شاعری کی تاریخ میں سنگ میل کی حیثیت رکھتا ہے۔ (جمیل جالبی)

- 'نظم آزاد' کے سرورق پر لکھا ہے کہ "نظم آزاد جو حسن و عشق کی قید سے آزاد ہے۔"
- مجموعہ نظم آزاد ہی میں مثنوی شب قدر اور وہ لیکچر جو 15 اگست کو نظم اور کلام موزوں کے باب میں خیالات کے موضوع پر انجمن پنجاب کے جلسہ میں دیا گیا تھا شامل ہے۔

(2) **خم کدہ آزاد 1932:** اس میں وہ غزلیات، قطعات اور قصائد شامل ہیں جو آزاد نے 'نظم آزاد' سے پہلے کہے تھے اور جو رنگ قدیم سے تعلق رکھتے ہیں۔ اس مجموعے میں جذب دوری کے عنوان سے ایک آزاد نظم بھی شامل ہے۔

- آزاد کی نظمیں: شب قدر، صبح امید، حب وطن، خواب امن، دادِ انصاف، وداعِ انصاف، گنج قناعت، ابر کرم، جذب دوری، پیاری بلی، خطاب بہ قلم، دوستی، نو طرز مرصع، الوالعزمی

نیرنگ خیال میں 13 انشائیے ہیں۔

نیرنگ خیال حصہ اوّل میں 8 انشائیے ہیں۔

- آغاز آفرینش میں باغ الم کا کیا رنگ تھا اور رفتہ رفتہ کیا ہو گیا۔ (از جون سن)
- سچ اور جھوٹ کا رزم نامہ (از جون سن)
- گلشن امید کی بہار (از جون سن)
- سیر زندگی (از جون سن)
- انسان کسی حال میں خوش نہیں رہتا (از جوزف ایڈیسن)
- علوم کی بدنصیبی (از جون سن)
- علمیت اور ذکاوت کے مقابلے (از جون سن)
- شہرتِ عام اور بقائے دوام کا دربار (از جوزف ایڈیسن)

حصہ دوم میں 5 انشائیے ہیں۔

- جنت الحمقا (از پارنیل)
- خوش طبعی (از جوزف ایڈیسن)
- نکتہ چینی (از جون سن)
- مرقع خوش بیانی (از جوزف ایڈیسن)
- سیر عدم (از جوزف ایڈیسن)

نیرنگ خیال

(مرتب: مالک رام)

- نیرنگ خیال محمد حسین آزاد کے تمثیلی مضامین کا مجموعہ ہے جو دو حصوں پر مشتمل ہے۔
- نیرنگ خیال میں کل ۱۳ مضامین شامل ہیں جن میں سے سات ڈاکٹر جان سن کے ہیں، ایک پارنیل اور پانچ مضامین ایڈیسن کے ہیں۔ یہ تمام مضامین درحقیقت ترجمہ یا آزاد ترجمہ ہیں۔
- آزاد نے نیرنگ خیال میں شامل مضامین 1875 میں لکھنا شروع کیے تھے ان میں سے بعض انجمن مفید عام قصور (ضلع لاہور) کے ماہانہ پرچے 'رسالہ' 1875 سے لے کر 1877 تک کے متفرق شماروں میں شائع ہوئے تھے اور ان کا مجموعہ حصہ اوّل کی شکل میں 1880 میں شائع ہوا تھا۔
- نیرنگ خیال کا دوسرا حصہ آزاد کے پوتے آغا محمد طاہر نے اپنے دیباچے اور بقائے دوام کے عنوان سے ایک طویل اختتامیے کے ساتھ مرتب کر کے پہلی مرتبہ 1923 میں شائع کیا تھا۔
- نیرنگ خیال کے مضامین اردو میں افسانے کے سب سے اولین نقوش ہیں۔
- نیرنگ خیال کے تمام مضامین میں شہرت عام اور بقائے دوام کا دربار، سب سے زیادہ اہمیت کا حامل ہے۔ اس میں آزاد نے غالب اور سعدی کا خاکہ پیش کیا ہے۔ اس مضمون کی تمہید میں آزاد نے ایڈیسن کے مضمون کا ترجمہ پیش کیا ہے۔
- 'سچ اور جھوٹ کا رزم نامہ' میں آزاد نے سچ کا نام ملکہ صداقت زمانی اور جھوٹ کا نام دیوزاد رکھا ہے۔
- عبدالقادر نے نیرنگ خیال کے خاکے کے بارے میں لکھا ہے کہ "مصنف کو اس تصنیف کا خاکہ ڈاکٹر لائٹر سے ہی ملا تھا جو یونانی اور انگریزی ادب کا ماہر تھا اس نے آزاد کو اپنی معلومات سے مستفید کیا اور اس نے اس کے مہیا کردہ مواد سے نیرنگ خیال کی عمارت تعمیر کی۔

- خواجہ حسن نظامی سے اکبر کے گہرے تعلقات تھے۔
- داغ اور ہیرا اکبر کا تنقیدی مضمون ہے۔
- نظم گاندھی نامہ میں تین سو اکہتر اشعار ہیں۔
- اکبر کی کلیات چار حصوں میں ہے۔

اکبر کے کارنامے

اکبر کی مشہور نظمیں:

تعلیم نسواں، نظم قومی، برق کلیسا 1907 ،جلوۂ دربار دہلی، ایک بوڑھا نحیف و خستہ زار، گرمیٔ بحث میں، انور نے یہ اکبر سے کہا، دور کوہِ لب ساحل سے، جو گزری اک موج، درخت چڑپہ ہے، قائم تو استوار بھی ہے، دریا کی روانی، دو تیتریاں ہوا میں اڑتی دیکھیں، چاہا جو میں نے ان سے طریق عمل پہ وعظ، پانی کا بہاؤ، فرضی لطیفہ، ایک مس سیمیں بدن، گاندھی نامہ، کرزن سبھا، آب لوڈور، مستقبل، مدرسہ علی گڑھ، نئی اور پرانی روشنی کی مکالمت، جنگ ٹرکی واٹلی کے متعلق رائیں، دعائے کلو، ایک خط (عشرت حسین کے نام)، ایک خط بنام منشی نثار حسین، وفات سر سید مرحوم پر، (دعوت نامہ بنام علامہ شبلی نعمانی)

اکبر کے خطوط کے مجموعے:

- مکتوبات اکبر، اکبر کے خطوط کا پہلا مجموعہ ہے۔
- خطوطِ مشاہیر: اس میں شبلی، اکبر اور محمد علی جوہر کے خطوط ہیں
- رقعات اکبر

اکبر کے منتخب اشعار

حرف پڑھنا پڑا ہے ٹائپ کا
پانی پینا پڑا ہے پائپ کا

پیٹ چلتا ہے آنکھ آئی ہے
شاہ ایڈورڈ کی دہائی ہے

بے پردہ کل جو آئیں نظر چند بیبیاں
اکبر زمیں میں غیرت قومی سے گڑ گیا

لسان العصر

اکبر الہ آبادی

(1846-1921ء)

- نام اکبر حسین تھا اور تخلص اکبر
- اکبر 16 نومبر 1846 میں بمقام بارہ ضلع الہ آباد میں پیدا ہوئے۔
- اکبر کا انتقال 9 ستمبر 1921 میں ہوا۔ (75 سال کی عمر)
- اکبر کے والد کا نام تفضّل حسین تھا۔
- اکبر کی دو شادیاں ہوئی تھیں۔
- اکبر نے بیس سال کی عمر میں مختاری کا امتحان امتیاز کے ساتھ پاس کیا تھا۔
- اکبر نے گیارہ سال کی عمر میں شعر کہنا شروع کر دیا تھا۔
- اکبر نے اپنی شاعری کی ابتدا غزل سے کی تھی۔
- اکبر کے شاعری کے استاد غلام حسین وحید الہ آبادی ہیں۔
- اپنی شاعری میں اکبر شیخ، بدھو، جمن، اونٹ، ٹٹو، گائے، ریل گاڑی جیسے لفظ بھی ظرافت کے لیے استعمال کرتے تھے۔
- اکبر کو انگریزی لفظ استعمال کرنے کا بہت شوق تھا۔
- اکبر مزاحیہ شاعر تھے۔
- اکبر کہتے تھے کہ "شاہد معنی نے اوڑھا ہے ظرافت کا لحاف"
- اکبر نے اپنے کلام میں مغربی طرزِ حیات کو طنز و تضحیک کا نشانہ بنایا ہے۔
- اکبر کی جوڈیشری خدمات کے عوض 1898 میں خان بہادر کا خطاب ملا تھا۔
- اکبر الہ آبادی سرسید تحریک، (علی گڑھ تحریک) کے مخالف تھے۔
- سرسید کی موت پر اکبر نے کہا تھا "ہماری باتیں ہی باتیں ہیں سید کام کرتا تھا۔"
- مہاراجہ سرکشن بہادر سے اکبر کے گہرے تعلقات تھے۔

پوچھا جو ان سے آپ کا پردہ وہ کیا ہوا — کہنے لگیں کہ عقل پہ مردوں کی پڑ گیا

تعلیم لڑکیوں کی ضروری تو ہے مگر — خاتون خانہ ہوں وہ سبھا کی پری نہ ہوں

نئی ترقیوں کی زمانے میں دھوم ہے — مردانے سے زیادہ زنانے میں دھوم ہے

اکبر کے متعلق مختلف آرا و خیالات

- اکبر کی نظم 'جلوۂ دربارِ دہلی' کو حامدؔ کاشمیری نے ایک 'انفرادی رنگ' کی نظم کہا ہے۔
- اکبر روایتی ہوتے ہوئے بھی باغی اور باغی ہوتے ہوئے اصلاحی ہیں۔ (رشید احمد صدیقی)
- اکبر کی نظر قوم کی میراث پر بھی تھی اور قوم کی تقدیر پر بھی۔ (رشید احمد صدیقی)
- حالی ماضی کے، اکبر حال کے اور اقبال مستقبل کے شاعر قرار دیے جا سکتے ہیں۔ (رشید احمد صدیقی)
- اردو ادب میں طنز و ظرافت کا سلیقہ وصحیفہ غالب اور اکبر کا دیا ہوا ہے۔ (رشید احمد صدیقی)
- جو فقرے ان (اکبر) کی زبان سے نکلتے ہیں انشا پردازی کے جواہر ریزے ہوتے ہیں۔ (مہدی افادی)
- وہ (اکبر) شوہر پرست بیوی کو پبلک پسند لیڈی پر ترجیح دیتے ہیں۔ (رشید احمد صدیقی)
- اکبر مشاق غزل گو اور روایتی غزل گو صوفی تھے۔ (آلِ احمد سرور)
- یگانہ یاس چنگیزی نے اکبر کی شاعری کو غالب سے برتر قرار دیا ہے۔
- اقبال نے اکبر کو اپنا استادِ معنوی کہا ہے۔



مزار، حسرت دیدار، اجل رسیدہ کی تمنا، یارنن عدم، لکشمی جی، وید مقدس، دیوار کہن، حسرت شباب، اندوہ غربت، مرغان قفس، یادِ طفلی، گل و بلبل کا فسانہ، ماتم آرزو، مرغ وصیاد، مرغابی، ترانۂ خواب، بچہ اور ہلال، مطالعۂ کتب، کارزار ہستی، امید اور طفلی، موسم سرما کا آخری گلاب، کوئل، بیر بہوٹی، زن خوش خو، بے ثباتی دنیا، ادائے شرم، سال گذشتہ، فلک اخضری، نابینا پھول والی، بچپن کی یاد، دمن اور ہنس، سوز بیوگی، نیچرل شاعری، ترانۂ وحدت، پھولوں کا کنج، کلیجے کا داغ، میرا ساگر آسمان ہے، لالہ صحرا، شفق، نسیم سحر، گل مزار، گل خزاں دیدہ، عروس برشگال، نوروز، سارس کا جوڑا، شمع و پروانہ، نل دمینتی، بھونرے کی بے قراری، دل بے قرار سوجا، داغ کے پھول، نوحہ وفات سوامی رام تیرتھ شیون داغ۔ بازگشت

سرور کی دیگر تصانیف:

مثنوی سوز جگر، نالۂ خونچکاں، نشتر ماتم، دشنۂ قلق، شون (منظوم ڈرامہ)، وصال (ناول)، ہنگامۂ محشر (ناول)

سرور جہان آبادی کے متعلق مختلف اقوال

- سرور جہان آبادی کے مرثیے، ہمارے ادب میں ابدی مقام حاصل کر چکے ہیں۔ (وزیر آغا)
- سرور اردو کا واحد شاعر ہے جو ہمارا قومی شاعر کہلانے کا مستحق ہے۔ (رام بابو سکسینہ)
- شکوہ الفاظ اور موزونی تراکیب کے اعتبار سے سرور بعض اوقات ان بلندیوں تک پہنچ جاتا ہے جہاں ہمارے مرثیہ نگار شعرا میں سے بہت کم افراد پہنچ پاتے ہیں (صلاح الدین احمد)
- سرور اردو کے ایسے بلند پایہ شاعر تھے جن کی لاجواب نظمیں اردو رسالوں کی زیبائش ہوا کرتی تھیں۔ (حسرت موہانی)
- سرور ان شاعروں میں سے تھے جنھوں نے موجودہ دور کی شاعری کی طرح ڈالنے میں حصہ لیا تھا اور جن کی خدمات کو اردو زبان کبھی فراموش نہیں کر سکتی۔ (نیاز فتح پوری)



سرور نے کوئی قصیدہ نہیں لکھا ہے۔
- آریہ سماجی لیڈر پنڈت لیکھ رام آریہ کے قتل حادثہ پر سرور نے 'خون ناحق' اور 'نیرنگ قلق' لکھا تھا۔
- خون ناحق کے سرورق پر سرور نے اپنے کو بیان ویزدانی میرٹھی کا شاگرد لکھا تھا جس سے یزدانی نے انکار کردیا تھا۔
- سرور رسالہ 'زمانہ' کانپور کے ایک عرصہ تک مدیر رہے تھے۔
- منشی پریم چند، منشی نوبت رائے نظر لکھنوی اور منشی دیا نرائن نگم (اڈیٹر زمانہ کانپور) سے سرور کے ذاتی مراسم تھے۔
- سرور نے اپنی نظم جمنا میں اسے 'برج کی پاک دامن' اور 'مقدس نازنین' کے خطابوں سے پکارا ہے۔

سرور جہان آبادی کے کارنامے

شعری مجموعہ:

o **'جام سرور'** پہلا مجموعہ (1991)، انڈین پریس الہ آباد سے
- اس میں 80 نظمیں اور چودہ رباعیاں ہیں، سرور نے خود ہی ترتیب دیا تھا۔

o **خمخانہ سرور** 1911 زمانہ پریس کان پور سے
- اس میں 48 نظمیں ہیں۔ اس میں ان نظموں کو شامل کیا گیا ہے جو 'زمانہ' کانپور میں شائع ہوئیں۔

o **'میکدۂ سرور'** اس مجموعہ میں 'جام سرور' اور 'خمخانۂ سرور' دو دونوں مجموعوں کی نظمیں جمع کی گئی ہیں، اسے قاضی محمد غوث فضا حیدرآبادی نے 1930 میں شائع کیا۔

سرور کی اہم و مشہور نظمیں:

خاک وطن، عروس حب وطن، حسرت وطن، چشمۂ وطن، یادوطن، سرزمین وطن، مادر ہند، شیون عروسی، نیرنگ زمانہ، قومی نوحہ، چتوڑ کی گذشتہ عظمت رویائے اکبر، پدمنی، پدمنی کی چتا، سیتاجی کی گریہ وزاری، مہاراجہ دشرتھ کی بے قراری، جمنا، گنگا، پریاگ کا سنگم، ستی، نور جہاں کا

سرور جہان آبادی

(1873-1910ء)

- نام درگا سہائے تھا۔ پہلے وحشت اور پھر سرور تخلص اختیار کیا تھا۔
- سرور ماہ پوس سمبت 1929 مطابق 1873ء میں جہان آباد ضلع پیلی بھیت میں پیدا ہوئے۔
- سرور کا انتقال 3 دسمبر 1910 میں پیلی بھیت میں 37 سال کی عمر میں ہوا۔
- سرور کے والد کا نام حکیم پیارے لال تھا اور دادا کا منشی کشن لال۔
- سرور کی شادی شنکر دیوی سے سترہ سال کی عمر میں 1890 میں ہوئی تھی۔
- سرور کی بیوی 1900 میں اور لڑکا 1908 میں فوت ہوئے تھے۔
- بیوی اور بیٹے کی وفات کے بعد سرور نے شراب نوشی شروع کر دی تھی جس کے عادی آخر دم تک رہے تھے۔
- سرور چودہ سال کی عمر سے جب وہ پانچویں جماعت میں تھے شعر کہنے لگے تھے۔
- سرور اپنے کلام پر منشی کرامت حسین بہار سے اصلاح لیتے تھے۔
- جب نزع کے عالم میں ملازم نے پانی دیا تو سرور نے برجستہ یہ شعر کہا:

بجائے مے دیا پانی کا اک گلاس مجھے
سمجھ لیا مرے ساقی نے بدحواس مجھے

- سرور کا کلام 1899 ہی سے ہندوستان کے معروف ادبی رسائل میں شائع ہونے لگا تھا۔
- سرور کے کلام 'ادیب' الہ آباد، 'مخزن' لاہور، 'زمانہ' کانپور، 'زبان' دہلی، 'تنویر اشرق' کلکتہ میں چھپتے تھے۔
- سرور کے کلام میں 'آہ' کا لفظ اس کثرت سے استعمال ہوا ہے کہ بظاہر ان کا تکیہ کلام معلوم ہوتا ہے۔
- سرور پہلے شاعر ہیں جنھوں نے اردو میں وطن کے لیے 'ماں' کا تصور اور مقدس نام پیش کیا ہے۔

- چکبست رسم پردہ کے مخالف اور تعلیم نسواں کے موید تھے۔
- چکبست نے اپنے مجموعے کلام کو بشن نرائن کے نام انتساب کیا ہے۔
- چکبست انیس سے بہت متاثر تھے۔
- چکبست شخصی مرثیہ نگار کی حیثیت سے بھی جانے جاتے ہیں۔
- اگر ان کی نظم کو انیس کے کسی مرثیے میں شامل کر دیں تو کوئی نہیں کہہ سکتا کہ یہ انیس کے سوا کسی اور کا کلام ہے۔(نیاز فتح پوری)

چکبست کے کارنامے

- چکبست کی کل نظموں کی تعداد 45 ہے اور غزلوں کی 58
- چکبست کی غزلوں اور نظموں میں کل ملا کر 2025 اشعار ہیں۔
- چکبست کی 45 نظموں میں سے 12 نظمیں حب الوطنی سے متعلق ہیں۔

شعری مجموعے:

- **صبح وطن**: اس مجموعے میں نو شخصی مراثی ہیں۔

(1) مہادیو گووند رانا، (2) پرتاپ کرشن گرٹو (3) اجودھیا ناتھو آغا (4) گنگا پرشاد ورما (4) تیج نرائن چکبست (6) گوپال کرشن گوکھلے (7) بشن نرائن (8) اقبال نرائن (9) بال گنگا دھر تلک

- **جلوۂ صبح**
- **اگلے لوگ**

چکبست کے ڈرامے:

کملا، راج دلاری

چکبست کی اہم اور مشہور نظمیں:

حب قومی (1894)، رامائن کا ایک سین، مرقع عبرت(1898) ، دردِ دل، پھول مالا (اپنی برادری کی لڑکیوں کے لیے ایک ناصحانہ نظم ہے) نالۂ درد (1918)، وطن کا راگ

قومی شاعر

برج نرائن چکبست

(1882-1926ء)

- نام پنڈت برج نرائن چکبست تھا اور تخلص چکبست۔
- چکبست 19 جنوری 1882 میں فیض آباد میں پیدا ہوئے تھے۔
- چکبست کا انتقال فالج کی وجہ سے رائے بریلی اسٹیشن پر 1926 میں ہوا تھا۔
- چکبست کے والد کا نام پنڈت اودت نرائن چکبست تھا جو یقین تخلص کرتے تھے۔
- چکبست نے 1900 میں میٹرک، 1905 میں بی اے اور 1907 میں ایل ایل بی کے امتحانات پاس کیے۔
- چکبست نے شہنشاہ حسین رضوی کے جونیئر کی حیثیت سے وکالت شروع کی تھی۔
- چکبست کشمیری پنڈت تھے۔
- چکبست کی پہلی شادی پرتھوی ناتھ ناگو کی صاحب زادی سے 1905 میں ہوئی تھی۔
- چکبست کی دوسری شادی پنڈت سورج ناتھ آغا کی بیٹی کھیما دیوی سے 1907 میں ہوئی تھی۔
- چکبست نے شعر گوئی نو برس کی عمر میں شروع کی تھی اور غزل کہی تھی۔
- چکبست نے اپنی پہلی نظم 'حب قومی' 1894 میں کشمیری پنڈتوں کی کانفرنس کے اجلاس میں سنائی تھی۔
- چکبست اساتذہ میں آتش غالب اور انیس کے کلام کے شیدا تھے۔
- چکبست کی غزل پر آتش اور مسدس پر انیس کی تقلید کا اثر نمایاں ہے۔
- چکبست کی شاعری کے استاد مرحمت الدولہ حکیم اور افضل الدولہ افضل ہیں۔
- چکبست کی شاعری مخصوص طور پر وطنی شاعری ہے۔
- چکبست نے ماہنامہ 'صبح امید' 1918 میں جاری کیا تھا۔
- چکبست نے حالی اور مقدمہ شعر و شاعری پر سخت اعتراض کیا ہے۔

(1917)، فریادِ قوم 1914، جلوۂ صبح، آوازۂ قوم (1917)، برقِ اصلاح (1917)، معذرت (1911)، مذہب شاعرانہ، جلوۂ معرفت، فلسفۂ دید، خاکِ ہند، ایک جواں مرگ دوست، مسز بسنت کی خدمت میں قوم کا پیغام وفا، قوم کے سورماؤں کی اولاد، ہمارا وطن دل سے پیارا وطن، وطن کو ہم وطن ہم کو مبارک، نالۂ یاس، کرشن کنہیا، گائے، قومی مسدس، سیر دیدہ دون، آبِ انگور، برسات، لارڈ کرزن سے جھپٹ (طریقہ نظم)

منتخب اشعار

نفاق گبر و مسلماں کا یوں مٹا آخر — یہ بت کو بھول گئے وہ خدا کو بھول گئے
چمن کو دیدۂ عبرت سے دیکھ اے بلبل — گلوں سے پھوٹ کے رنگ خزاں نکل آیا
زندگی کیا ہے عناصر میں ظہور ترتیب — موت کیا ہے انھیں اجزا کا پریشاں ہونا
فنا نہیں ہے محبت کے رنگ و بو کے لیے — بہار عالم فنا رہے رہے نہ رہے
درد دل پاس وفا جذبۂ امکاں ہونا — آدمیت ہے یہی اور یہی انساں ہونا
لے چلی بزم سے کس وقت مجھے مرگ شباب — لب تک آیا بھی نہیں ہاتھ میں پیمانہ ہے
مٹی ہیں گل جو اور کسی بوستاں کے ہیں — کانٹے عزیز گلشن ہندوستان کے ہیں
اے خاک ہند تیری عظمت میں کیا گماں ہے — دریائے فیض قدرت تیرے لیے رواں ہے
تیری جبیں سے نور حسن ازل عیاں ہے — اللہ رے زیب و زینت کیا اوج ہندوستان ہے
ہر صبح ہے یہ خدمت خورشید پر ضیا کی — کرنوں سے گوندھتا ہے چوٹی ہمالیہ کی

☆☆☆

- پروفیسر آرنلڈ کی ہی یاد میں اقبال نے نظم نالۂ فراق لکھی تھی۔
- اقبال چھ ماہ تک اورینٹل کالج لاہور میں عربک ریڈر رہے پھر 1904ء تک گورنمنٹ کالج لاہور میں انگریزی کے اسسٹنٹ پروفیسر رہے اور وہیں یورپ جانے سے پہلے تک یعنی 1905 تک فلسفہ بھی پڑھایا۔
- اقبال اعلیٰ تعلیم کے حصول کے لیے یورپ 1905ء میں گئے تھے اور ٹرنٹی کالج کیمبرج میں داخلہ لیا تھا۔
- اقبال نے ''Devolepment of Mata Physics in Persia'' (انگریزی میں مقالہ) یعنی ''ایران میں مابعدالطبعیات کا ارتقا'' کے موضوع پر پی ایچ ڈی کی ڈگری کے لیے میونخ یونیورسٹی (جرمنی) میں 1907ء میں داخلہ لیا تھا۔ جس پر انہیں پی ایچ ڈی کی ڈگری دی گئی تھی۔
- اقبال نے بیرسٹری کی ڈگری لنکران سے 1908ء میں حاصل کی تھی۔ اسی سال اقبال کا مقالہ انگریزی میں شائع ہوا تھا۔
- اقبال نے دوسری شادی سردار بیگم سے 1910ء میں کی تھی جن سے جاوید اقبال اور منیرہ بانو پیدا ہوئے۔
- اقبال نے تیسری شادی 1913ء میں مختار بیگم سے کی تھی۔
- اقبال دوسری گول میز کانفرنس میں 1931ء میں شریک ہوئے تھے۔
- اقبال تیسری گول میز کانفرنس میں 1932ء میں شریک ہوئے تھے۔
- اقبال نے اعلیٰ حضرت نادر شاہ افغانستان کی دعوت پر سید سلیمان ندوی، سر راس مسعود کے ساتھ افغانستان کا سفر 1933ء میں کیا تھا۔
- اقبال انجمن حمایت اسلام کے صدر 1934ء میں منتخب ہوئے تھے۔
- اقبال انجمن حمایت اسلام کی جنرل کونسل کے رکن 1910ء میں منتخب ہوئے تھے۔
- اقبال نے انجمن حمایت اسلام کے جس سالانہ جلسے میں نظم ''نغمۂ سرمدی'' پڑھی وہ جلسے میں آخری شرکت تھی۔
- اقبال نے اپنی شاعری کا آغاز غزل سے کیا تھا لیکن اقبال کی نظموں کی تعداد غزلوں

ترجمانِ حقیقت

علامہ اقبال

(1877ء۔1938ء)

- نام شیخ محمد اقبال تھا اور تخلص اقبال۔
- اقبال 9/نومبر جمعہ کے دن 1877ء کو سیال کوٹ میں پیدا ہوئے۔
- اقبال کا انتقال 21/اپریل 1938ء کو لاہور میں ہوا۔
- مزارِ اقبال حضوری باغ کے قریب شاہی مسجد کے جنوب مشرقی مینار کے سایہ میں واقع ہے۔
- اقبال کے والد کا نام شیخ نور محمد، والدہ کا نام امام بی بی اور دادا کا نام شیخ رفیق تھا۔
- اقبال کا تعلق کشمیری پنڈتوں سے تھا۔
- اقبال کے جدِ اعلیٰ بابا صالح تھے جنھوں نے سترہویں صدی عیسوی میں اسلام قبول کیا تھا۔
- اقبال نے ابو عبداللہ مولانا غلام حسن کے مکتب ''عمر شاہ'' اور مولانا میر حسن کی خواہش پر ان کے مکتب حسام الدین میں ابتدائی تعلیم حاصل کی تھی۔
- اقبال نے اسکاچ مشن اسکول سیال کوٹ میں 1883ء میں داخلہ لیا تھا۔
- اقبال نے میٹرک کا امتحان 1893ء میں درجۂ اول سے پاس کیا تھا۔
- 1893ء میں 3/مئی کو اقبال کی پہلی شادی گجرات (پنجاب) کے سول سرجن خاں بہادر عطا محمد کی بیٹی کریم بی بی سے ہوئی تھی جس سے آفتاب اقبال اور معراج بیگم پیدا ہوئے۔
- اقبال نے 1895ء میں انٹرمیڈیٹ کا امتحان سکینڈ ڈویژن سے پاس کیا تھا۔
- اقبال نے گورنمنٹ کالج لاہور سے بی۔اے 1897ء میں سکینڈ ڈویژن سے پاس کیا تھا۔اور عربی اور انگریزی میں اول آنے کی وجہ سے دو طلائی تمغے حاصل کیے تھے۔
- اقبال نے گورنمنٹ کالج لاہور سے ایم۔اے (فلسفہ) تیسرے درجے میں 1899ء میں پاس کیا تھا اور یہیں اقبال کو فلسفے کے پروفیسر، پروفیسر آرنلڈ سے شاگردی کا موقع ملا تھا۔اور انھیں سے سب سے زیادہ استفادہ کیا تھا۔

گڑھ یونیورسٹی نے ڈی لٹ کی اعزازی ڈگری 1929ء میں، پنجاب یونیورسٹی نے ڈی لٹ کی اعزازی ڈگری 1933ء میں، ڈھاکہ یونیورسٹی نے ڈی لٹ کی اعزازی ڈگری 1936ء میں، الہ آباد یونیورسٹی نے ڈی لٹ کی اعزازی ڈگری 1937ء میں اور عثمانیہ یونیورسٹی نے ڈی لٹ کی اعزازی ڈگری 1938ء میں عطا کی تھی۔

اقبال کے کارنامے

اردو شعری مجموعے:

- اقبال کے چار اردو شعری مجموعے ہیں۔
- **بانگ درا** 1924ء: اقبال کا پہلا اردو شعری مجموعہ ہے۔
- بانگ درا میں ابتدائی زمانے کا کلام شامل ہے۔ زیادہ تر آسان نظمیں اور غزلیں ہیں لیکن بعض نظمیں بہت ہی اعلیٰ پایہ کی ہیں۔ مثلاً: خضرِ راہ، طلوعِ اسلام، اور شمع اور شاعر وغیرہ۔
- بانگ درا میں حسن فطرت سے دلچسپی اور حب الوطنی کے جذبات نمایاں نظر آتے ہیں۔
- بانگ درا میں شامل پہلی نظم ''ہمالہ'' ہے۔
- **بال جبرئیل** 1935ء: اقبال کا دوسرا اردو شعری مجموعہ ہے۔
- بال جبرئیل میں شعریت بہت زیادہ ہے فلسفہ نسبتاً کم ہے اور غزلوں میں بڑی روانی اور دلکشی ہے۔
- بال جبرئیل زبور عجم کا چربہ ہے۔
- بال جبرئیل اقبال کی اردو شاعری کا نقطۂ عروج ہے۔
- بال جبریل کو گل سر سبد کہا گیا ہے۔
- بال جبرئیل سرزمین قرطبہ کے متعلق نظموں سے شروع ہوتا ہے۔
- بال جبرئیل میں خوب صورت تمثیلی اور علامتی نظمیں ہیں۔
- علامتی نظموں میں ''لالۂ صحرا'' اور ''شاہین'' اہم ہیں۔
- تمثیلی نظموں میں ''روح ارضی آدم کا استقبال کرتی ہے۔'' لینن خدا کے حضور میں، فرشتوں کا گیت، فرزند خدا، جبرئیل و ابلیس کا مکالمہ قابل ذکر ہیں۔

- اقبال نے انگریزی حکومت سے ''سر'' کا خطاب اس شرط پر قبول کیا تھا کہ پہلے ان کے استاد میر حسن کو شمس العلما کا خطاب دیا جائے۔ اس طرح میر حسن کو ''شمس العلما'' کا خطاب ملا تھا۔
- اقبال کا مردِ مومن نطشے کے سپر مین سے مشابہت رکھتا ہے۔
- ہندوستان میں کلکتہ یونیورسٹی نے پہلی بار ''اقبال چیئر'' قائم کی تھی۔
- اقبال نے سرراس مسعود کی دعوت پر 1935ء میں بھوپال کا سفر کیا تھا۔ اور نواب بھوپال نے راس مسعود کی تجویز پر اقبال کے لیے وظیفہ مقرر کیا تھا۔
- اقبال کے یہاں خودی، جہد مسلسل اور تصور زمان و مکان کا فلسفہ بے حد اہم ہے۔
- اقبال نے اپنے کلام میں صنعت تلمیح کا استعمال کثرت سے کیا ہے۔
- اقبال کے کلام میں ''شاہین''، فقر و استغنا کا استعارہ ہے۔
- ہندو پاک میں اقبال کی صد سالہ تقریبات 1977ء میں منعقد ہوئی تھیں۔
- اردو غزل کی روایت میں اقبال کی غزل نئے تجربے کا حکم رکھتی ہے۔
- اقبال کی نظمیں عموماً پیغام سے مملو (بھری ہوئی) ہوتی ہیں۔

اعزازات وخطابات

- انجمن حمایت اسلام کے سترہویں جلسے میں صدر جلسہ میاں نظام الدین نے اقبال کو ''ملک الشعرا'' کا خطاب 23/فروری 1901ء میں دیا تھا۔
- انگریزی گورنمنٹ نے اقبال کو 1923ء میں ''سر'' کا خطاب عطا کیا تھا۔
- اقبال نے 24/جنوری 1923ء میں مہاراجہ سرکشن پرشاد بہادر کے نام لکھے خط میں ''سر'' کے خطاب سے متعلق لکھا ہے کہ ''سرکار نے میرے خطاب کے متعلق جو کچھ سنا ہے صحیح ہے۔ یہ اسرار خودی کا انگریزی ترجمہ ہونے اور اس پر یورپ اور امریکہ میں متعدد ریویو چھپنے کا نتیجہ ہے۔''
- شاعر مشرق
- علامہ اقبال کو میونخ یونیورسٹی (جرمنی) نے پی ایچ ڈی کی ڈگری (1908ء) میں۔ علی

سے زیادہ ہے۔

- اقبال نے سب سے پہلے ارشد گرگانی پھر اس کے بعد نواب مرزا داغ سے اصلاح لی تھی۔
- ارشد گرگانی نے اقبال کے شہرۂ آفاق بننے کی پیشین گوئی کی تھی۔
- اقبال نے داغ سے بذریعۂ ڈاک اصلاح لی اور ان سے اوروں کی طرح غائبانہ تلمذ رکھا۔
- داغ اقبال کے استاد ہونے پر فخر کرتے تھے۔
- ''ہمالہ'' اقبال کی پہلی مطبوعہ نظم ہے جو مخزن لاہور کے پہلے شمارے میں ''کوہستان ہمالہ'' کے عنوان سے شائع ہوئی اور بانگ درا میں ''ہمالہ'' کے عنوان سے شامل کی گئی ہے۔
- اس سے قبل اقبال نے ''فلاح قوم'' (انجمن کشمیری مسلمان کے مشاعرے میں 1896ء میں)، نالۂ یتیم (انجمن حمایت اسلام کے پندرہویں سالانہ جلسے میں 1900ء میں) اور'' دردِ دل یا یتیم کا خطاب ہلال عید سے'' (انجمن حمایت اسلام کے سولہویں سالانہ جلسے میں 1901ء میں) پڑھی تھی۔
- اقبال نے یورپ میں قیام کے دوران 1907ء میں نظم ''طلبہ علی گڑھ کے نام'' لکھی۔ جس میں اقبال نے پہلی مرتبہ قوم کے نوجوانوں کو مخاطب کیا۔ اور اسی نظم سے اقبال کے فلسفے کی بنیاد پڑی۔
- یورپ کے قیام کے دوران اقبال کے خیالات میں جو تبدیلی آئی اس کا احساس نظم'' عبدالقادر کے نام'' میں ہوتا ہے۔ یہ نظم انہوں نے 1908ء میں اپنے دوست سر عبدالقادر کے نام لکھی تھی۔
- حالی نے انجمن حمایت اسلام کے سالانہ جلسے میں تصویر درد کے شعر کو پسند کر کے اقبال کو دس روپے کا نوٹ دیا تھا۔
- بانگ درا کا دیباچہ عبدالقادر مدیر مخزن نے تحریر کیا ہے۔
- اقبال نے شاعری ترک کرنے کا پختہ ارادہ کر لیا تھا مگر شیخ عبدالقادر اور پروفیسر آرنلڈ کے کہنے پر اس ارادے سے باز آ گئے تھے۔
- اقبال کے فلسفہ خودی پر فارسی شاعر مولانا روم کے اثرات زیادہ نظر آتے ہیں۔
- جاوید نامہ میں اقبال نے رومی کے ساتھ افلاک کی سیر کی ہے۔

- **زبور عجم**: یہ شیخ سعید الدین محمود شبستری کی مثنوی ''گلشن راز'' کا جواب ہے۔
- **جاوید نامہ 1933ء**: اقبال نے جاوید نامہ دانتے کی ''ڈیوائن کامیڈی'' ابن عربی کی ''فتوحات مکیہ'' اور ابوالعلا معری کا رسالہ ''الغفران'' سے متاثر ہو کر لکھی ہے۔ اور انہیں کو سامنے رکھ کر جاوید نامہ کا خاکہ تیار کیا ہے۔
- مثنوی پس چہ باید کرد اے اقوام شرق 1936ء: اس مثنوی کا شان نزول یہ ہے کہ اقبال نے بھوپال میں ایک رات خواب میں دیکھا کہ سر سید احمد مرحوم ان سے کہہ رہے ہیں کہ تم اپنی بیماری کا ذکر سرور کائنات کی خدمت میں کیوں نہیں کر رہے؟ آنکھ کھلی تو یہ شعر زبان پر تھا:

باپرستان شب دارم ستیز
باز روغن در چراغ من بریز

پھر چند اشعار حضور سے عرض احوال میں ہوئے۔ رفتہ رفتہ ہند اور بیرون ہند کے سیاسی اور اجتماعی حوادث نے ان کو اس قدر متاثر کیا کہ ان اشعار نے ایک مستقل مثنوی کی شکل اختیار کر لی۔

- Reconstruction of Religious thought in Islam یعنی تشکیل جدید الٰہیات اسلامیہ جو انگریزی میں 1930ء میں شائع ہوا تھا۔

یہ چھ فلسفیانہ خطبات کا مجموعہ ہے جو اقبال نے 1929ء میں مدراس میں دیے تھے۔ اسے خطبات مدراس بھی کہتے ہیں۔

بانگ درا میں شامل نظمیں

حصہ اول 1905ء تک

ہمالہ، گل رنگین، عہدِ طفلی، مرزا غالب، ابرِ کوہسار، ایک مکڑا اور مکھی، ایک پہاڑ اور گلہری، ایک گائے اور بکری، بچے کی دعا، ہمدردی، ماں کا خواب، پرندے کی فریاد، خفتگانِ خاک سے استفسار، شمع و پروانہ، عقل و دل، صدائے درد، آفتاب (ترجمہ گائتری)، شمع، ایک آرزو، آفتابِ صبح، دردِ عشق، گل پژمردہ، سید کی لوحِ تربت، ماہِ نو، انسان اور بزمِ قدرت، پیامِ صبح، عشق اور

○ **ضربِ کلیم** 1936ء یعنی اعلان جنگ دور حاضر کے خلاف۔

➢ اقبال ضرب کلیم کا نام ''صور اسرافیل'' رکھنا چاہتے تھے۔

➢ ضرب کلیم میں شعریت یا تغزل کم ہے اور فلسفہ زیادہ ہے۔ بعض نظمیں اس مجموعہ میں اس قدر بلند پایہ ہیں کہ ان کی سرحد الہام سے ملی ہوئی ہے۔

➢ ضرب کلیم کی نظموں پر ڈرامائی انداز اور خطابت حاوی ہے۔

➢ ضرب کلیم مختلف عنوانات پر منقسم ہے۔ اس کے ابتدائی حصے کا کوئی عنوان نہیں ہے اس میں مختلف چیزوں پر چھوٹی چھوٹی نظمیں ہیں۔ ان کے علاوہ تعلیم و تربیت، عورت، ادبیات، فنون لطیفہ، سیاسیات، مشرق و مغرب کے عنوانات سے ہر موضوع پر اسی قسم کی مختصر نظمیں ہیں۔ آخر میں محراب گل افغان کے افکار کے فرضی نام سے کچھ نظمیں ہیں جن میں بعض ترانہ یا گیت کی شکل رکھتی ہیں۔

➢ شعاعِ امید ضرب کلیم کی سب مشہور اور فکر و فن کے اعتبار سے ایک اہم نظم ہے۔

○ **ارمغان حجاز** 1938ء

➢ ارمغان حجاز آدھا اردو اور آدھا فارسی میں ہے۔

➢ ارمغان حجاز کی سب سے اہم نظم ''ابلیس کی مجلس شوریٰ'' ہے۔

➢ اقبال کی سب سے آخری اردو نظم جس کو انہوں نے 7 / فروری 1938ء میں لکھا تھا، 6 / شعر کا ایک مختصر سا قطعہ ہے جس کا موضوع ''حضرت انسان'' ہے وہ اسی مجموعے میں شامل ہے۔

دیگر تصانیف:

○ **علم الاقتصاد:** پہلی نثری تصنیف ہے جسے اقبال نے مسٹر آرنلڈ کی تحریک سے لکھی۔

○ **مثنوی اسرار خودی:** 1915ء جو اقبال کے یورپ سے واپسی کے بعد سب سے پہلے شائع ہوئی اور یورپ و امریکہ میں اقبال کی شہرت کا سبب بنی۔

○ مثنوی اسرار خودی کا انگریزی ترجمہ پروفیسر آر اے نکلسن نے 1920ء میں کیا تھا۔

○ **رموز بے خودی:** یہ اسرار خودی کا دوسرا حصہ ہے جو 1918ء میں شائع ہوا۔

○ **پیام مشرق** 1922ء: یہ جرمنی کے مشہور شاعر گوئٹے کے ''مغربی دیوان'' کا جواب ہے۔

موت، زُہد اور رِندی، شاعر، دِل، موجِ دریا، رُخصت اے بزمِ جہاں، طفلِ شیر خوار، تصویرِ درد، نالۂ فراق، چاند، ہلال، سرگزشت آدم، ترانۂ ہندی، جگنو، صبح کا ستارہ، ہندوستانی بچوں کا قومی گیت، نیا شوالا، داغ، اَبر، ایک پرندہ اور جگنو، بچہ اور شمع، کنارِ راوی، التجائے مسافر۔

حصہ دوم 1905ء سے 1908ء تک

محبت، حقیقت حسن، پیام، سوامی رام تیرتھ، طلبۂ علی گڑھ کالج کے نام، اخترِ صبح، حسن وعشق، .....کی گود میں بلی دیکھ کر، کلی، چاند اور تارے، وصال، سلیمی، عاشق ہرجائی، کوشش ناتمام، نوائے غم، عشرتِ امروز، انسان، جلوۂ حسن، ایک شام، تنہائی، پیام عشق، فراق، عبدالقادر کے نام، صقلیہ۔

حصہ سوم

بلادِ اسلامیہ، ستارہ، دو ستارے، گورِستانِ شاہی، نمودِ صبح، تضمین بر شعر انیسی شاملو، فلسفۂ غم، پھول کا تحفہ عطا ہونے پر، ترانۂ ملّی، وطنیت، ایک حاجی مدینے کے راستے میں، قطعہ (کل ایک شوریدہ خواب گاہِ نبی ﷺ پہ) شکوہ، چاند، رات اور شاعر، بزمِ انجم، سیر فلک، نصیحت، رام، موٹر، انسان، خطاب بہ جوانانِ اسلام، غرۂ شوال یا ہلالِ عید، شمع اور شاعر، مسلم، حضورِ رسالت مآب میں، شفا خانۂ حجاز، جوابِ شکوہ، ساقی، تعلیم اور اس کے نتائج، قُربِ سلطان، شاعر، نویدِ صبح، دُعا، عید پر شعر لکھنے کی فرمائش کے جواب میں، فاطمہ بنتِ عبداللہ، شبنم اور ستارے، محاصرۂ ادرنہ، غلام قادر رہیلہ، ایک مکالمہ، میں اور تو، تضمین بر شعر ابو طالب کلیم، شبلی و حالی، ارتقا، صدیقؓ، تہذیب حاضر، والدہ مرحومہ کی یاد میں، شعاعِ آفتاب، عرفی، ایک خط کے جواب میں، نانک، کفر و اسلام، بلالؓ، مسلمان اور تعلیم جدید، پھولوں کی شہزادی، تضمین بر شعر صائب، فردوس میں ایک مکالمہ، مذہب، جنگِ یرموک کا ایک واقعہ، مذہب، پیوستہ رہ شجر سے امیدِ بہار رکھ، شب معراج، پھول، شیکسپیئر، میں اور تو، اسیری، دریوزۂ خلافت، ہمایوں، خضرِ راہ، طلاع اسلام۔

بال جبریل میں شامل نظمیں

دعا، مسجد قرطبہ، قید خانے میں معتمد کی فریاد، عبدالرحمٰن اول کا بویا ہوا کھجور کا پہلا درخت، ہسپانیہ، طارق کی دعا (اندلس کے میدان جنگ میں) لینن (خدا کے حضور میں) فرشتوں کا

- شکوہ اقبال کی پہلی طویل نظم ہے جو انہوں نے 1911ء میں لکھی۔
- شکوہ میں اقبال نے مسلمانوں کے دورِ عظمت و شوکت کا حال اور موجودہ زبوں حالی کو ڈرامائی رنگ دے کر بیانیہ انداز میں پیش کیا ہے۔
- شکوہ کے ڈیڑھ سال بعد اقبال نے 'جواب شکوہ' لکھی۔

کیوں زیاں کار بنوں، سود فراموش رہوں فکر فردا نہ کروں، محوِ غم دوش رہوں

وہ زمانے میں معزز تھے مسلماں ہوکر اور تم خوار ہوئے تارک قرآں ہوکر

○ **شمع و شاعر**، فروری 1912ء

- شمع اور شاعر بھی بانگ درا میں شامل ہے۔
- اقبال نے نظم شمع و شاعر میں رمز، کنایہ اور علامت کا پیرایہ اختیار کیا ہے۔
- نظم شمع و شاعر کا موضوع قومی انحطاط، مسلمانوں کا مقام، راہِ عمل اور درخشاں مستقبل ہے۔
- اقبال نے اس نظم میں مسلمانوں کو اس بات کا احساس دلایا ہے کہ وہ ماضی میں کیا تھے۔
- پروفیسر عبدالقادر نے ''شمع و شاعر'' کو بانگ درا کا دل قرار دیا ہے۔

شاعر

دوش می گفتم بہ شمعِ منزل ویراں خویش گیسوئے تو از پیر پرواز دارد شانہ اے

شمع

مجھ کو جو موجِ نفس دیتی ہے پیغام اجل لب اسی موجِ نَفَس سے ہے نوا پیرا تیرا

○ **خضر راہ**

- خضر راہ بھی بانگ درا میں شامل ہے۔
- خضر راہ میں اقبال نے مسلمانوں کو امید افزا مستقبل کا مژدہ سنایا ہے۔
- خضر راہ ایک مفکر شاعر کا عہد نامہ جدید ہے (آل احمد سرور)

ساحل دریا پہ میں اک رات تھا محونظر گوشۂ دل میں چھپائے ایک جہانِ اضطراب

○ **طلوع اسلام**

- طلوع اسلام بانگ درا میں شامل آخری نظم ہے۔
- اقبال نے طلوع اسلام یونانیوں کے مقابلے میں ترکوں کی فتح سے متاثر ہو کر لکھی تھی۔

امتحان، مدرسہ، حکیم نطشہ، اساتذہ، دین و تعلیم، جاوید سے۔

عورت
مرد فرنگ، ایک سوال، پردہ، خلوت، عورت، آزادی نسواں، عورت کی حفاظت، عورت اور تعلیم، عورت۔

ادبیات، فنونِ لطیفہ
دین و ہنر، تخلیق، جنون، اپنے شعر سے، پیرس کی مسجد، ادبیات، نگاہ، مسجد قوت الاسلام، تیاتر، شعاع امید، امید، نگاہ شوق، اہل ہنر سے، وجود، سرود، نسیم و شبنم، اہرامِ مصر، مخلوقاتِ ہنر، اقبال، فنون لطیفہ، صبح چمن، خاقانی، رومی جدت، مرزا بیدل جلال و جمال، مصور، سرودِ حلال، سرودِ حرام، فوارہ، شاعر، شعر عجم، ہنرورانِ ہند، مردِ بزرگ، عالم نو، ایجاد معانی، موسیقی، ذوقِ نظر، شعر، رقص و موسیقی، ضبط، رقص۔

سیاسیاتِ مشرق و مغرب
اشتراکیت، کارل مارکس کی آواز، انقلاب، خوشامد، مناصب، یورپ اور یہود، نفسیاتِ غلامی، بلشویک روس، آج اور کل، مشرق، سیاستِ افرنگ، خواجگی، غلاموں کے لیے، اہل مصر سے، ابی سینا، ابلیس کا فرمان اپنے سیاسی فرزندوں کے نام، جمعیت اقوامِ مشرق، سلطانی جاوید، جمہوریت، یورپ اور سوریا، مسولینی، گلہ، انتداب، لادین سیاست، دامِ تہذیب، نصیحت، ایک بحری قزاق اور سکندر، جمعیت اقوام، شام و فلسطین، سیاسی پیشوا، نفسیاتِ غلامی، غلاموں کی نماز، فلسطینی عرب سے، مشرق و مغرب، نفسیات حاکمی۔

ارمغان حجاز میں شامل نظمیں

ابلیس کی مجلس شوریٰ، بدھے بلوچ کی نصیحت بیٹے کو، تصویر و مصور، عالمِ برزخ، مغزول شہنشاہ، دوزخی کی مناجات، مسعود مرحوم، آوازِ غیب۔

داخل نصاب نظموں کی قدرے تفصیل

٥ شکوہ

﴿ شکوہ اقبال کے مجموعے بانگ درا میں شامل ہے۔

گیت، ذوق و شوق، پروانہ اور جگنو، جاوید کے نام، گدائی، ملا اور بہشت، دین و سیاست، الارض للہ، ایک نوجوان کے نام، نصیحت، لالۂ صحرا، ساقی نامہ، زمانہ، فرشتے آدم سے رخصت کرتے ہیں، روحِ ارضی آدم کا استقبال کرتی ہے، پیر و مرید، جبریل و ابلیس، اذان، محبت، ستارے کا پیغام، جاوید کے نام، فلسفہ و مذہب، یورپ سے ایک خط، نپولین کے مزار پر، مسولینی، سوال، پنجاب کے دہقان سے، نادر شاہ افغان، خوشحال خاں کی وصیت، تاتاری کا خواب، حال و مقام، ابوالعلا معری، سنیما، پنجاب کے پیرزادوں سے، سیاست، فقر، خودی، جدائی، خانقاہ، ابلیس کی عرضداشت، لہو، پرواز، شیخِ مکتب سے، فلسفی، شاہیں، باغی مرید، ہارون کی آخری نصیحت، ماہر نفسیات سے، یورپ، آزادیِ افکار، شیر اور خچر، چیونٹی اور عقاب۔

ضربِ کلیم (یعنی اعلانِ جنگ دورِ حاضر کے خلاف) میں شامل نظمیں

اسلام اور مسلمان

صبح، لاالٰہ الا اللہ، تن بہ تقدیر، معراج، ایک فلسفہ زدہ سید زادے کے نام، زمین و آسمان، مسلمان کا زوال، علم و عشق، اجتہاد، شکر و شکایت، ذکر و فکر، ملائے حرم، تقدیر، توحید، علم اور دین، ہندی مسلمان، آزادیِ شمشیر کے اعلان پر، جہاد، قوت اور دین، فقر و ملوکیت، اسلام، حیات ابدی، سلطانی، صوفی سے، افرنگ زدہ، تصوف، ہندی اسلام، دنیا، نماز، وحی، شکست، عقل و دل، مستی کردار، قبر، قلندر کی پہچان، فلسفہ، مردانِ خدا، کافر و مومن، مہدیِ برحق، مومن، محمد علی باب، تقدیر، اے روحِ محمد ﷺ!، مدنیتِ اسلام، امامت، فقر و راہبی، تسلیم و رضا، نکتہ توحید، الہام اور آزادی، جان و تن، لاہور و کراچی، نبوت، آدم، مکہ اور جنیوا، اے پیر حرم، مہدی، مردِ مسلماں، پنجابی مسلمان، آزادی، اشاعت اسلام فرنگستان میں، لاوالا، اُمرائے عرب سے، احکام الٰہی، موت، قم باذنِ اللہ۔

تعلیم و تربیت

مقصود، زمانۂ حاضر کا انسان، اقوامِ مشرق، آگاہی، مصلحین مشرق، مغربی تہذیب، اسرارِ پیدا، سلطان ٹیپو کی وصیت، بیداری، خودی کی تربیت، آزادی فکر، خودی کی زندگی، حکومت، ہندی مکتب، تربیت، خوب و زشت، مرگِ خودی، مہمان عزیز، عصر حاضر، طالب علم،

(رشید احمد صدیقی)

- اقبال اور جوش میں وہی فرق ہے جو ایک مفکر اور ڈھنڈورچی میں ہوتا ہے۔

(خلیل الرحمٰن اعظمی)

- اقبال غالب کے معنوی فرزند ہیں۔ (مالک رام)
- اقبال کے روپ میں غالب نے دوبارہ جنم لیا۔ (عبد القادر)
- عبد الماجد دریابادی نے اقبال کو''امام العصر'' کہا ہے۔
- میر آزاد بلگرامی نے اقبال کو''حسان الہند'' کہا ہے۔
- این میری شمل نے اقبال کو جرمنی کا''معنوی فرزند'' قرار دیا ہے۔
- اختر حسین رائے پوری نے اقبال کو فاشسٹ شاعر کہا ہے۔
- یہ (اقبال) مجھ کو ٹیگور اور شیکسپیئر سے کئی فٹ اونچا نظر آتا ہے۔ (خواجہ حسن نظامی)
- نذیر احمد نے علامہ اقبال کے متعلق لکھا ہے کہ میں نے انیس و دبیر کے کئی مرثیے سنے ہیں لیکن دل سوز نظم کبھی نہیں سنی۔
- اقبال انسانیت کو فطرت کا محبوب ترین جوہر سمجھتے ہیں۔ ان کے خیال میں فطرت ہستی خوب سے خوب تر کی جستجو میں ہے۔ ان کا فلسفۂ حیات زندگی اور موت دونوں کا ایک بلند تصور رکھتا ہے۔



- لالۂ صحرا بالِ جبریل میں شامل ہے۔
- لالۂ صحرا ایک علامتی نظم ہے۔
- لالۂ صحرا کائنات کی وسعتوں میں انسان کی تنہائی اور کارفرمائی کی علامت ہے۔

○ **شعاعِ امید**

- شعاعِ امید ضربِ کلیم میں شامل ہے۔
- شعاعِ امید تین حصوں میں منقسم ہے۔ پہلے حصے میں کرنوں سے سورج کا خطاب ہے۔ دوسرے حصے میں کرنوں پر خطاب کا اثر دکھایا گیا ہے۔ تیسرے حصے میں شعاع آفتاب کہتی ہے کہ وہ اس وقت تک چمکتی رہے گی جب تک پورا مشرق اور سارا عالم روشن نہ ہو جائے۔

○ **التجائے مسافر**

- التجائے مسافر بانگ درا میں شامل ہے۔
- نظم نا لتجائے مسافر اقبال نے یورپ روانہ ہونے سے پہلے حضرت محبوب الٰہی نظام الدین اولیا کے درگاہ پر لکھی۔

○ **والدہ مرحومہ کی یاد میں**

- ''والدہ مرحومہ کی یاد میں'' بانگِ درا میں شامل ہے۔
- نظم ''والدہ مرحومہ کی یاد میں'' کا اختتام اقبال نے اس شعر پر کیا ہے۔

آسماں تیری لحد پر شبنم افشانی کرے
سبزۂ نورستہ اس گھر کی نگہبانی کرے

اقبال سے متعلق مختلف آرا و خیالات

- اقبال کی نظموں کا شباب اقبال کی غزلوں کی شراب میں ڈوبا ہوا ہے۔ (رشید احمد صدیقی)
- حالی ماضی کے، اکبر حال کے اور اقبال مستقبل کے شاعر ہیں۔ (رشید احمد صدیقی)
- اکبر مبصر، حالی معلم اور اقبال مجاہد ہیں۔ (رشید احمد صدیقی)
- اقبال نے غزل کی بزمیہ کو رزمیہ کے درجہ تک پہنچا دیا۔ انہوں نے غزل کو محفل سماع اور بزم ماتم سے نکال کر مجاہدوں کی صف اور دانشوروں کے حلقے میں پہنچا دیا۔

○ **مسجد قرطبہ**

- نظم مسجد قرطبہ اقبال کے دوسرے مجموعہ کلام بال جبرئیل میں شامل ہے۔
- نظم مسجد قرطبہ ہسپانیہ کی سرزمین بالخصوص قرطبہ میں لکھی گئی ہے۔

○ **ساقی نامہ**

- ساقی نامہ بھی بال جبرئیل میں شامل ہے۔
- ساقی نامہ بال جبرئیل کی سب سے مشہور و مقبول نظم ہے جو مثنوی سحر البیان کے طرز اور اسی کی بحر میں لکھی گئی ہے۔

○ **ذوق وشوق**

- دریغ آمدم زآں ہمہ بوبوستاں
تہی دست رفتم سوئے دوستاں
اس فارسی شعر سے اقبال نے نظم ذوق وشوق کا آغاز کیا ہے۔
- ذوق وشوق بھی بال جبرئیل میں شامل ہے۔
- ذوق وشوق کے اکثر اشعار فلسطین میں لکھے گئے ہیں۔

○ **لینن خدا کے حضور میں**

- لینن خدا کے حضور میں بھی بال جبرئیل میں شامل ہے۔
- یہ نظم اقبال کے فلسفۂ حیات، مطالعۂ تاریخ اور تجزیہ سیاست کی ترجمان ہے۔

○ **ابلیس کی مجلس شوریٰ**، 1936ء

- ابلیس کی مجلس شوریٰ ارمغان حجاز کی سب سے اہم اور پہلی نظم ہے۔
- اس میں ابلیس کے پانچ مشیر ہیں
- اس میں پانچوں مشیر دنیا کی صورت حال سے ابلیس کو آگاہ کرتے ہیں۔
- پانچواں مشیر اشتراکیت کے نئے فتنے کی نشان دہی کرتا ہے۔
- ابلیس اپنے خطاب میں واضح کرتا ہے کہ ابلیسی نظام کو اشتراکیت سے کوئی خطرہ نہیں اسے سب سے زیادہ خطرہ امت مسلمہ سے ہے۔

○ **لالۂ صحرا**

میرا جی

(1912-1949ء)

- نام محمد ثناء اللہ ثانی ڈار تھا اور تخلص پہلے 'ساحری' اور پھر 'میرا جی' ہزلیہ شاعری میں تخلص 'لندھور' آیا ہے۔
- میرا جی 25 مئی 1912 میں پیدا ہوئے۔
- میرا جی کا انتقال 3 نومبر 1949 بمبئی میں ہوا۔
- میرا جی کے والد کا نام منشی محمد مہتاب الدین تھا۔
- میرا جی کے والدہ کا نام زینب بیگم عرف سردار بیگم تھا۔
- میرا جی میٹرک پاس نہ کر سکے تھے۔
- میرا جی نے 'ادبی دنیا' لاہور میں 'بسنت سہائے' کے نام سے سیاسی مضامین لکھے تھے۔
- میرا جی نے میرا سین کو خطوط 'بشیر چند' کے نام سے لکھے تھے۔
- میرا جی نے کچھ خطوط 'وشونندن' اور 'میرا جی المعروف بندے حسن' کے نام سے بھی لکھے تھے۔
- میرا جی کو 'ادبی گاندھی' کا لقب ن م راشد نے دیا تھا۔
- میرا جی ادبی دنیا لاہور کے نائب مدیر 1938 سے 1941 تک رہے۔
- میرا جی نے آل انڈیا ریڈیو دہلی میں 1942 سے 1945 تک کام کیا۔
- میرا جی نے باتیں کے عنوان سے ماہ نامہ 'ساقی' دہلی میں ادبی کالم لکھے۔
- میرا جی کی پوری شاعری کو ترقی پسندوں نے جنسی غلاظت کا ڈھیر قرار دیا ہے۔
- میرا جی نئی شاعری کے بانی تسلیم کیے جاتے ہیں۔

میرا جی کے کارنامے

شاعری:

- میرا جی کے گیت 1943، مکتبہ اردو لاہور

فیض احمد فیض

(1911-1984ء)

- نام فیض احمد تھا اور تخلص فیض
- فیض کی پیدائش 13 فروری 1911 میں قصبہ قادر ضلع سیال کوٹ (پاکستان) میں ہوئی۔
- فیض کا انتقال منگل 20 نومبر 1984 میں لاہور کے ایک ہوسپٹل میں ہوا۔
- فیض کے والد کا نام سلطان محمد خان تھا جن کا شمار سیال کوٹ کے مشہور بیرسٹروں میں ہوتا تھا۔
- فیض نے 1927 میں مشن ہائی اسکول سے فرسٹ ڈویژن میں انٹرمیڈیٹ پاس کیا۔
- فیض نے 1931 میں گورنمنٹ کالج لاہور سے بی اے آنرز عربی میں کیا۔
- فیض کالج کے زمانے میں ہی شعر کہنے لگے تھے۔ کالج میگزین 'راوی' میں فیض کی متعدد نظمیں بھی شائع ہوئیں جن میں سے بعض ان کے پہلے مجموعۂ کلام 'نقش فریادی' میں شامل ہیں۔
- فیض کا تقرر بحیثیت لیکچرار امرتسر کے ایم اے او کالج میں 1935 میں ہوا۔
- فیض نے ماہ نامہ 'ادب لطیف' کی ادارت 1938 میں سنبھالی۔
- فیض لاہور کے ہیلی کالج میں انگریزی کے استاد 1940 میں ہوئے۔
- فیض نے ایم اے انگریزی میں کیا تھا۔
- فیض نے ایک انگریز خاتون ایلیس جارج کو مسلمان بنا کر کلثوم نام رکھا اور 1941 میں ان سے نکاح کیا۔
- فیض کا نکاح شیخ عبداللہ نے پڑھایا۔
- فیض کا تقرر فوج میں کیپٹن کے عہدے پر 1941 میں ہوا۔
- فیض 1943 میں میجر اور 1944 میں کرنل کے عہدے پر فائز ہوئے۔
- فیض نے 1947 میں فوج سے استعفیٰ دے کر 'پاکستان ٹائمز' اور 'امروز' کی ادارت سنبھالی۔
- 9 مارچ 1951 میں لیاقت علی خان کی حکومت کا تختہ پلٹنے کی سازش میں فیض کو گرفتار کیا گیا۔
- فیض یکم اپریل 1955 میں قید سے رہا ہوئے۔

- میرا جی کی نظمیں 1944، ساقی بک ڈپو دہلی
- گیت ہی گیت 1944، ساقی بک ڈپو دہلی
- پابند نظمیں 1968، کتاب نمار اول پنڈی
- تین رنگ 1968 کتاب نمار اول پنڈی
- سہ آتشہ 1992، بمبئی
- کلیاتِ میرا جی، مرتبہ: ڈاکٹر جمیل جالبی 1994

تنقید:

- مشرق و مغرب کے نغمے (تنقید و تراجم شاعری) 1958
- اس نظم میں 1944

تراجم:

'نگارخانہ' سنسکرت شاعر دامودر گپت کی کتاب 'کٹنی متم' کا نثری ترجمہ ہے۔ 'خیمے کے آس پاس' عمر خیام کی رباعیات کا ترجمہ ہے۔

میرا جی کی مشہور اور اہم نظمیں:

بیوپاری، جاتری، لب جوئبارے، دوسرا کنارا، سنجوگ، یگانگت، مجھے گھر یاد آتا ہے، رس کی انوکھی لہریں، سمندر کا بلاوا، ارتقا، انجام، تنہائی، ایک تھی عورت، آ بگینے کے اس پار کی ایک شام، سلسلۂ روز و شب، ہندوستانی عورت، کیف حیات، جب سب دنیا سو جاتی ہے، مضطرب، موہ لوبھ کے بندھن بھاری، سندباد کی واپسی، ترک تعلق، میں ڈرتا ہوں، مسرت سے، درشن، بہاؤ، آشا اور آنسو، چھیڑ، نغمۂ محبت، زندگی، شکست کی آواز، راوی کی ایک رات، ایک منظر، اے پیارے لوگو،

☆☆☆

فیض کی مشہور نظمیں:

سرودشبانہ، میرے ندیم، تنہائی، مجھ سے پہلی سی محبت میرے محبوب نہ مانگ، ذوق عشق، میرے معصوم قاتل، صبح آزادی، میری جان اب بھی، سیاسی لیڈر کے نام، ہم جو تاریک راہوں میں مارے گئے، خدا وہ وقت نہ لائے، ایرانی طلبا کے نام، دو آوازیں، فلسطینی بچوں کے لیے لوری، زنداں کی ایک شام، انتظار، ملاقات، کتے، یاد، شیشوں کا مسیحا، رقیب سے، میرے ہمدم میرے دوست، ہم لوگ، نثار تیری گلیوں پر، ایک منظر، دریچہ، اے روشنیوں کے شہر، ترانہ چند روز اور، آج کی رات، آجاؤ افریقہ، مرگ سوزِ محبت، حسینۂ خیال سے، حسن مرہون جوش بادۂ ناز، آخری خط، ہمت التجا نہیں باقی ہے، شاہراہ، نصیب آزمانے کے دن آرہے ہیں، اقبال، بول، چند روز اور مری جان، سونچ، آج کی رات، سامنا، دریچہ، درد آئے گا دبے پاؤں، قید تنہائی، ہر حقیقت مجاز ہو جائے۔

منتخب اشعار

شام فراق، اب نہ پوچھ، آئی اور آکے ٹل گئی
دل تھا کہ پھر بہل گیا جاں تھی کہ پھر سنبھل گئی

گلوں میں رنگ بھرے بادِ نو بہار چلے
چلے بھی آؤ کہ گلشن کا کاروبار چلے

ویراں ہے میکدہ خم و ساغر اداس ہیں
تم کیا گئے کہ روٹھ گئے دن بہار کے

دنیا نے تیری یاد سے بیگانہ کردیا
تجھ سے بھی دل فریب ہیں غم روزگار کے

فیض کے متعلق مختلف آرا وخیالات

- فیض کی شاعری رومان اور انقلاب کا حسین سنگم ہے۔ (ن۔م۔ راشد)
- نقش فریادی کی روشنی میں فیض کی شاعری پر تبصرہ کرتے ہوئے ن۔م۔راشد نے کہا تھا کہ "فیض کسی مرکزی نظریے کا شاعر نہیں صرف احساسات کا شاعر ہے۔"
- فیض احمد فیض ترقی پسندوں کے میر تقی میر تھے۔ (مجروح سلطانپوری)
- عہد حاضر کے شاعروں میں فیض تنہا شاعر ہے جو اپنے تصورات سے خالص حسن نما ایک

گئیں۔ اس لیے اس مجموعے کی نظموں اور غزلوں پر موضوع اور مواد دونوں اعتبار سے قید خانے کی فضا چھائی ہوئی ہے۔ دست صبا سے دو اشعار:

درِ قفس پہ اندھیرے کی مہر لگتی ہے تو فیض دل میں ستارے ابھرنے لگتے ہیں
تم آئے ہو، نہ شب انتظار گزری ہے تلاش میں ہے سحر، بار بار گزری ہے

دل میں اب یوں ترے بھولے ہوئے غم آتے ہیں
جیسے بچھڑے ہوئے کعبے میں صنم آتے ہیں

- **تیسرا مجموعہ زنداں نامہ** 1956
- **چوتھا مجموعہ دست تہہ سنگ** (1956)
- **پانچواں مجموعہ سروادیٔ سینا** (1971)
- **چھٹا مجموعہ شام شہر یاراں** (1978)
- **ساتواں مجموعہ میرے دل میرے مسافر** (1981)
- کلام فیض بھی فیض کا مجموعہ کلام ہے جو 1982 میں شائع ہوا۔
- **سارے سخن ہمارے:** فیض کے تمام کلام کا مجموعہ ہے جو لندن سے شائع ہوا ہے۔
- **غبارِ ایام** (غیر مطبوعہ کلام)

فیض کی نثری تصانیف:

- **میزان** (1963): اس میں فیض کے تنقیدی مضامین شامل ہیں۔
- **صلیبیں میرے دریچے میں** (1972) فیض کے خطوط کا مجموعہ ہے۔
- **متاع لوح و قلم** (1972) اس میں فیض کی مختلف تحریریں اور تقریریں شامل ہیں۔
- **کیوبہ** (1974) فیض کا سفرنامہ ہے۔
- **شام شہر یاراں** 1978: یہ فیض کے تاثرات اور یادداشتوں پر مشتمل ہے۔
- **ہماری قومی ثقافت** 1976 (نثری تصنیف ہے)
- **مہہ و سال آشنائی** 1980 نثری تصنیف ہے۔
- **فیض کے ڈرامے:** سانپ کے چھتری، تماشا میرے آگے، پرائیویٹ سکریٹری

- فیض کو دوبارہ 1958 میں سیفٹی ایکٹ کے تحت گرفتار کیا گیا۔
- اسی زمانے میں ایشیا اور افریقہ کے ادیبوں کی پہلی کانفرنس تاشقند میں ہوئی جس میں فیض نے ترقی پسند تحریک کے لیڈر کی حیثیت سے شرکت کی۔
- فیض کو بین الاقوامی لینن انعام سے 1926 میں نوازا گیا۔
- فیض نے انگلستان، روس، الجریا، مصر، لبنان اور ہنگری کا سفر 1964 میں کیا۔
- فیض افروایشیائی ادیبوں کی کانفرنس کے نمائندہ اخبار 'لوٹس' کے مدیر 1972 میں مقرر ہوئے۔
- فیض پر راولپنڈی سازش کا مقدمہ چلا تھا۔

فیض کے کارنامے

- فیض کے سات شعری مجموعے ان کی زندگی میں شائع ہوئے۔
- ان مجموعوں کو یکجا کر کے فیض کی کلیات 'نسخہ ہائے وفا' کے نام سے شائع ہوئی۔
- اس کلیات میں فیض کا غیر مطبوعہ کلام جو 'غبارِ ایام' کے نام سے موسوم تھا اس کو بھی شامل کیا گیا ہے جو 2001 میں پہلی مرتبہ ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس، دہلی سے شائع ہوئی۔

فیض کے مجموعے:

- **پہلا مجموعہ 'نقشِ فریادی'** 1941 ہے۔ اس میں فیض کی زیادہ تر نظمیں شامل ہیں جن میں کچھ شاہکار نظمیں ہیں جیسے 'سرود شبانہ'، 'مجھ سے پہلی سی محبت میرے محبوب نہ مانگ'، 'تنہائی'، 'میرے ندیم' اس مجموعے میں فیض کی کل تیرہ (13) غزلیں شامل ہیں۔ دو تین اشعار نقش فریادی کے:

دونوں جہاں تیری محبت میں ہار کے — وہ جا رہا ہے کوئی شب غم گزار کے
وفائے وعدہ نہیں، وعدۂ دگر بھی نہیں! — وہ مجھ سے روٹھے تو تھے لیکن اس قدر بھی نہیں
نہ جانے کس لیے امیدوار بیٹھا ہوں — اک ایسی راہ پہ جو تیری رہ گزر بھی نہیں

- فیض نے ''نقشِ فریادی'' کی تمہید میں لکھا ہے کہ اس مجموعے کی اشاعت ایک طرح سے اعتراف شکست ہے، شاید اس میں دو چار نظمیں قابل قبول ہیں۔
- **دوسرا مجموعہ 'دست صبا'** (1952) ہے جس کی زیادہ تر شعری تخلیقات زنداں خانہ میں لکھی

کی شاعری کی ہے اور اسی لیے میں اپنی شاعری کو نام دیتا ہوں انسان کی روح کا کرب"۔

- اختر الایمان نے اپنی نظم "قلوپطرہ" کو دوسری جنگ عظیم کا پس منظر بتایا ہے۔
- اختر الایمان کو غزل کا باغی کہا جاتا ہے۔
- اختر الایمان کی خودنوشت سوانح عمری 'اس آباد خرابے میں' کے عنوان سے 'سوغات' میں قسط وار شائع ہوئی تھی۔
- بمبئی میں پچاس سالہ قیام کے دوران لگ بھگ سو فلموں کے منظر نامے اور مکالمے لکھے۔

اعزازات وانعامات

(1) اختر الایمان کو 'یادیں' کی اشاعت پر ساہتیہ اکادمی کا انعام 1962ء میں ملا تھا۔

(2) اختر الایمان کو 'بنت لمحات' پر یو پی اردو اکادمی کا انعام ملا تھا۔

(3) اختر الایمان کو 'نیا آہنگ' پر مہاراشٹر اردو اکادمی کا انعام ملا تھا۔

(4) اختر الایمان کو 'سروساماں' پر مدھیہ پردیش گورنمنٹ نے 'اقبال سمان' سے نوازا تھا۔

(5) اختر الایمان کو 'سروساماں' پر غالب انسٹی ٹیوٹ، دہلی اور اردو اکادمی، دہلی نے بھی انعامات دیے۔

(6) اختر الایمان کو میر تقی میر ایوارڈ 1988ء میں ملا۔

اختر الایمان کے کارنامے

شعری مجموعے:

(1) گرداب پہلا مجموعہ (نظم) 1943

(2) تاریک سیارہ دوسرا مجموعہ (نظم)، 1946

(3) سب رنگ (منظوم ڈرامہ)، 1948

(4) آب جو (نظم)، 1959

(5) یادیں (نظم)، 1961

(6) بنت لمحات (نظم)، 1969

اختر الایمان

(1915-1996ء)

- نام محمد اختر الایمان تھا اور تخلص انجم (1941 تک)
- اختر الایمان 1915 میں نجیب آباد ضلع بجنور میں پیدا ہوئے۔
- اختر الایمان کا انتقال 9 مارچ 1996 میں ممبئی میں ہوا۔
- اختر الایمان نے 1937 میں فتح پوری سے میٹرک کا امتحان پاس کیا تھا۔
- اختر الایمان نے اینگلوعربک کالج (ذاکر حسین کالج) سے گریجویشن 1942 میں پاس کیا تھا۔
- کالج میگزین میں ایک یک بابی ڈراما، 7 افسانے اور 11 نظمیں تین مختلف ناموں محمد اختر ایمان انجم، محمد اختر الایمان اور صرف اختر الایمان سے شائع ہوئیں۔
- اختر الایمان نے گریجویشن کے بعد 1942 میں ساغر نظامی کی خواہش پر چار ماہ 'ماہنامہ ایشیا' میرٹھ کی ادارت کی تھی۔
- اختر الایمان کی دو شادیاں ہوئی تھیں پہلی شادی والدہ نے سلیمن سے 1939 میں کرادی تھی اور طلاق کے بعد دوسری شادی 1947 میں سلطانہ سے ہوئی تھی۔
- اختر الایمان بھورے بالوں والے اشفاق کی شاعری سن کر شاعری کی طرف متوجہ ہوئے اور غزل گوئی سے اپنے شاعری کی ابتدا کی۔
- نظم معریٰ کی ہیئت میں سب سے زیادہ اور کامیاب نظمیں اختر الایمان نے لکھی ہیں۔
- اختر الایمان ایک علامتی شاعر ہیں۔
- نظم 'ایک لڑکا' میں اختر الایمان نے اپنے اس کشمکش کا اظہار کیا ہے جس میں وہ بچپن سے مبتلا رہے ہیں۔
- اختر الایمان کی نظموں کا موضوع احساس ہے۔ وہ ہر بات کو احساس کے ذریعے بیان کرتے ہیں۔
- اختر الایمان کا کہنا ہے کہ ''یہی میری دین ہے لٹریچر میں کہ میں نے ٹوٹے ہوئے آدمی

دلکش بہشت پیدا کرنا چاہتا ہے، لیکن جس نے حسن اور رومان کے سنہری پردوں کے اس پار حقیقت کی ایک جھلک بھی دیکھ لی ہے۔ (ن م راشد)

- فیض کی شاعری میں انگریزی ادب کے ایک خوشگوار اثر، جدید انسان کے ذہن، اور ایشیائی تہذیب کے قابل قدر عناصر کی ایک قوس قزح جلوہ گر ہے۔ (آل احمد سرور)
- فیض کی سب سے نمایاں خصوصیت ان کے خیالات کی سنجیدگی، شخصیت کا توازن اور شعری اعتدال ہے۔ (جمیل جالبی)
- فیض نے ایک نیا مدرسۂ شاعری قائم کیا۔ انھوں نے جس بصیرت افروز احساس، خلوص و فنکارانہ چابک دستی سے عشقیہ واردات کو دوسرے اہم سماجی مسائل سے متعلق کر کے پیش کیا یہ اردو کی عشقیہ شاعری میں ایک بالکل نئی چیز تھی اور قابل قدر تھی۔ (فراق)
- ن۔م۔راشد نے فیض کے مجموعۂ کلام نقشِ فریادی کا تعارف ان الفاظ میں کرایا ہے۔ یہ ایک شاعر کی نظموں اور غزلوں کا مجموعہ ہے جو رومان اور حقیقت کے سنگم پر کھڑا ہے۔



(7) نیا آہنگ، (نظم)، 1977

[(8)] سرو ساماں (نظم)، 1983

(9) زمیں زمیں (نظم)، 1990

(10) زمستاں سرد مہری کا (آخری مجموعہ)، 1997

○ اس آباد خرابے میں (خودنوشت سوانح)، 1996

کلیات میں شامل نظمیں:

➢ **گرداب میں شامل نظمیں:**

نیند سے پہلے، نقش پا، سوگ محل کے، اظہار، مال، لغزش، موت، محرومی، مسجد، نئی صبح، وداع، فیصلہ، پرانی فصیل، کلوپطرہ، جمود، زندگی کے دروازے پر، آمادگی، تنہائی میں، جواری، تصویر، پگڈنڈی

➢ **سب رنگ میں شامل نظمیں:**

پہلا رنگ، دوسرا رنگ، تیسرا رنگ، چوتھا رنگ، گرداب کے بعد کی ایک نظم، پل پل روپ بھرے

➢ **تاریک سیارہ میں شامل نظمیں:**

آبادی، جبر، پس منظر، اعتراف، انجان، جب اور اب، اتفاق، اجنبی، عہد وفا، تبدیلی، سجدہ، تعمیر، واپسی، دستک، قیامت، ایک سوال، شکوہ، پہلی کرن، تجھے گمان ہے، سلسلے ٹوٹ گئے، تجدید، پس وپیش، تاریک سیارہ، دور کی آواز، خاک وخون، جب آنکھ کھلی تو، اعتماد، ایک کہانی، ابھی نہیں، ایک پرتو، سکون، ریت کے محل، پکار، گردِ سفر کا دامن پھیلا، سرِ راہ گزارے، پندرہ اگست، آزادی کے بعد، غلام روحوں کا کارواں، پیمبر گل، یوں نہ کہو، جنگ، اندوختہ، سلسلے، محبت

➢ **یادیں میں شامل نظمیں:**

وہ مکان، انتظار، ترک وفا، بلاوہ، چلو کہ آج، شفقی، شکستِ خواب، آخر شب، اشعار، آخری ملاقات، رخصت، ترغیب اور اس کے بعد، میں اور تو، رزم قافلہ، جان شیریں، ایک لڑکا ان سے اندازۂ بہار نہ کر، تماشا، آگہی، یادیں، پس دیوار چمن، یہ دور سحر،

نرواز، گرم ہوا، سترویں سالگرہ، بازگشت، شب و روز، زیاں کار، عزم، پس منظر، پیش منظر، کاوش، بچھڑا ہوا آدمی، نجات، ذکر مغفور، تشخیص، ماضی استمراری، پشیمانی، خدا، واحد غائب، خلا، گرگٹ

اختر الایمان کے متعلق مختلف آرا و خیالات

- اختر الایمان کی موت سے جدید شاعری کے قبیلے کا آخری سردار اٹھ گیا۔

(رسالہ سوغات کے مدیر محمود ایاز)

- اختر الایمان کے پہلے مجموعے ''گرداب'' پر فراق نے تبصرہ کرتے ہوئے لکھا ہے'' نئے شاعروں میں سب سے گھائل آواز اختر الایمان کی ہے''۔
- اختر الایمان کے پہلے مجموعے 'گرداب' کو فراق نے پڑھ کر کہا تھا کہ''ایسا معلوم ہوتا ہے کہ شاعر ناگ پھنی نگل گیا ہے۔



میرا انام، دعاء، عمر گریزاں کے نام، میر ناصر حسین، مامن،

➢ **بنت لمحات:**

وقت کی کہانی، بے تعلقی، ایک لڑکی کے نام، تسکین، کل کی بات، لوگو اے لوگو، بنت لمحات، باز آمد، ایک منتاج، مشورہ احتساب، ایک احساس، ایک بات، امید، برندابن کی گوپی، ایک خط، بیٹے نے کہا، کرم کتابی، کوزہ گر، قبر، اذیت پسند، منکر فلاں، ابن فلاں، فاصلہ، ساتویں دن کے بعد، بے چارگی، خود فریبی، دو پربت، نادیدہ، دوسرا سوال، نیند کی پریاں، معمول، تفاوت، نراج، سبزہ بیگانہ، بیداد، رابطہ، مفاہمت، بزدل، میری آواز، درد کی حد سے پرے، جکویو، زندگی کا وقفہ، شیشے کا آدمی

➢ **نیا آہنگ میں شامل نظمیں:**

پکنک، میں ایک سیاہ، مداوا، عروس البلاد، قدرے مشترک، نظم تلاش، آثار قدیمہ، مرا دوست ابوالہول، پیمان راہِ فرار، مناجات، میں-تمہاری ایک تخلیق، جلاءِ طن، گریز، متاعِ رائیگاں، تادیب، نیا آہنگ، مرگ نغمات، ایک کیفیت لطیفہ، کالے سفید پروں والا پرندہ اور میری ایک شام

➢ **سروساماں میں شامل نظمیں:**

ترقی کی رفتار، توکل، ایک جامد تصویر، تضاد، حمام بادگر، دن کا سفر، گونگی عورت، پھر غزل خوانی کرو، ڈاسنہ اسٹیشن کا مسافر، جیونی (ایک طویل نظم)، جب گھڑی بند تھی، راستے کا سوال، دلی کی گلیاں، حسن پرست، بے نام جذبہ، تحلیل، نشاۃ ثانیہ، کہاں تک

➢ **''زمین زمین'' میں شامل نظمیں:**

کربلا، صبح کاذب، الٹے پاؤں والے، لوگ، خواہش، اور اب سوچتے ہیں، گریز پا، خواب کا سفر، کارنامہ، کفارہ، بازگشت، ڈھلان، خمیر، اچانک، اپاہج گاڑی کا آدمی، عذاب نہ مرنے والا آدمی، میری گھڑی مکافات، ارض ناکس، تسلسل، ایک باغ تھا، رویائے صادقہ، توازن، بند کمرہ، کال چکر، جمال ہم نشیں

➢ **''زمستاں سرد مہری کا'' میں شامل نظمیں:**

حرف تمنا، رام راج بجنوری میں، صریر خامہ، مداوا، زمستاں سرد مہری کا، نقل مکاں،

۷ مخدوم مجلس قانون ساز آندھرا پردیش میں اپوزیشن لیڈر 1956 میں منتخب ہوئے تھے۔
۷ مخدوم تلنگانہ تحریک کے ہیرو تھے، دوسرے کمیونسٹ قائدین کی طرح انھیں بھی 1951 میں گرفتار کیا گیا تھا۔
۷ مخدوم نے شاعری کی ابتدا جامعہ عثمانیہ میں بی۔اے کے طالب علمی کے زمانے میں 1923 میں کی تھی۔
۷ مخدوم کی پہلی نظم 'پیلا دوشالہ' ہے اور پہلی مطبوعہ نظم 'طور' ہے جو رسالہ 'ایوان' (مدیر مجنوں گورکھپوری) میں 1933 میں شائع ہوئی تھی۔
۷ مخدوم نے شاعری میں کسی کی شاگردی اختیار نہیں کی تھی۔
۷ مخدوم ترقی پسند تحریک کے نمائندہ شاعروں میں سے تھے۔
۷ مخدوم نے قحط بنگال پر 'بنگال' اور تلنگانہ تحریک پر 'تلنگانہ' نظم لکھی ہے۔

مخدوم کے کارنامے

شعری مجموعے:

- 'سرخ سویرا' پہلا شعری مجموعہ 1944 اشاعت
- 'گل تر' دوسرا شعری مجموعہ 1961 اشاعت
- 'بساطِ رقص' 1966 (اس میں سرخ سویرا اور گل تر کی نظموں کے علاوہ کچھ نئی نظمیں شامل ہیں)

مخدوم کی اہم اور مشہور نظمیں:

پیلا دوشالہ، طور، تلنگن، انتظار، ساگر کے کنارے، لمحہ رخصت، جوانی، وہ، آتش کدہ، پشیمانی، ٹوٹے ہوئے تارے، آسمانی لوریاں، پچھلے پہر چاند سے، یاد ہے، زلف چلیپا، برسات، چارہ گر، آج کی رات نہ جا، رقص، احساس کی رات، سناٹا، جانِ غزل، خواہشیں، وصال، وقت بے درد مسیحا، فریاد، رُت، واسوخت، جنگ، دھواں، اندھیرا، جنگ آزادی، سپاہی، حویلی، مشرق، باغی، تلنگانہ، مشرق، جہانِ نو، بنگال، قید، چاند تاروں کا بن 1958، درّہ موت، مارٹن لوتھر کنگ، چپ نہ رہو، ملاقات، موت کا گیت

اشتراکیت کا امام

مخدوم محی الدین

(1908-1969ء)

- نام ابوسعید محمد مخدوم محی الدین خذری تھا اور تخلص مخدوم
- مخدوم حیدرآباد دکن کے ایک گاؤں میں 1908 میں پیدا ہوئے۔
- مخدوم کا انتقال 25 اگست 1969 میں دلی میں ہوا اور تدفین حضرت شاہ خاموش کے قبرستان حیدرآباد میں ہوئی۔
- مخدوم کے والد کا نام غوث محی الدین تھا۔ مخدوم چار برس ہی کے تھے کہ ان کے والد فوت ہو گئے۔
- مخدوم کے چچا بشیرالدین نے ان کی پرورش کی تھی۔
- مخدوم کے دادا مخدوم الدین حیدرآباد کی مکہ مسجد میں مشہور قاری تھے۔
- مخدوم کے اجداد میں سے ایک صاحب رشیدالدین، شہنشاہ اورنگ زیب کی فوج کے ساتھ اعظم گڑھ سے نقل وطن کر کے حیدرآباد میں ہمیشہ کے لیے سکونت پذیر ہو گئے تھے۔
- مخدوم نے سنگاریڈی ہائی اسکول سے میٹرک 1929 میں پاس کیا تھا۔
- مخدوم نے بی اے 1934 میں اور ایم اے 1936 میں کیا تھا۔
- مخدوم کی شادی ان کی چچازاد بہن رابعہ بیگم سے 1933 میں ہوئی تھی۔
- مخدوم کمیونسٹ پارٹی کے سکریٹری 1940 میں چنے گئے تھے۔
- مخدوم کی رہ نمائی میں حیدرآباد انجمن ترقی پسند مصنّفین کی باقاعدہ تشکیل 1943 میں عمل میں آئی تھی۔
- مخدوم نے کل ہند کانفرنس کا اہتمام 1945 میں کیا تھا۔
- مخدوم 1952 کے عام انتخابات میں اسمبلی اور پارلیمنٹ دونوں کے لیے امیدوار تھے۔ لیکن الیکشن ہار گئے تھے۔

اعزازات وانعامات

- سردار جعفری کو پدم شری سے 1967ء مین نوازا گیا۔
- سردار جعفری کو جواہر لال نہرو فیلوشپ 1969ء میں ملی تھی۔
- سردار جعفری کو ''ایک خواب اور'' پر سوویت لینڈ نہرو ایوارڈ 1965ء میں ملا تھا۔
- سردار جعفری کو اقبال سمان سے بھی نوازا گیا تھا۔
- علی سردار جعفری کو 'نئی دنیا کو سلام' پر گیان پیٹھ ایوارڈ 1970 میں ملا تھا۔

علی سردار جعفری کے کارنامے

شعری مجموعے:

- (1) پرواز پہلا مجموعہ 1944 اشاعت
- (2) نئی دنیا کو سلام دوسرا مجموعہ، 1948 اشاعت
- (3) خون کی لکیر تیسرا مجموعہ 1949 اشاعت
- (4) امن کا ستارہ 1950 اشاعت
- (5) ایشیا جاگ اٹھا 1951 اشاعت
- (6) پتھر کی دیوار 1953 (جیل میں لکھی گئی نظموں کا مجموعہ ہے)
- (7) ایک خواب اور 1964
- (8) پیراہن شرر 1965
- (9) لہو پکارتا ہے (آخری مجموعہ) 1968
- (10) ترانہ جمہور (سوویت یونین کے بارے میں نظموں کا انتخاب) 1978

مجموعہ 'نئی دنیا کو سلام' میں شامل 'مثنوی جمہور' ایک سیاسی نظم ہے۔

سردار جعفری کی نثری تصانیف:

- منزل (افسانوی مجموعہ)، 1938 پہلی تصنیف ہے۔
- تین مختصر ڈرامے 1942

علی سردار جعفری

(1913-2000ء)

- نام سید علی سردار جعفری
- جعفری یکم محرم الحرام 1332ھ مطابق 29 نومبر 1913 کو بلرام پور میں پیدا ہوئے۔
- جعفری کا انتقال 2000 میں ہوا۔
- سردار جعفری کے والد کا نام سید جعفر طیار تھا اور دادا کا سید مہدی حسن
- سردار جعفری کے والدہ کا نام زاہدہ خاتون جعفری تھا۔
- سردار جعفری کی سات بہنیں اور ایک بھائی تھے۔
- سردار جعفری نے 1933 میں میٹرک پاس کیا۔
- جعفری نے 1938 میں اینگلو عربک کالج سے بی۔اے کیا۔
- جعفری نے 1992 میں علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کے وزیٹنگ پروفیسر کا منصب قبول کیا تھا۔
- سردار جعفری کو چھ سات سال کی عمر میں پانچ سو اشعار زبانی یاد تھے۔
- جعفری نے پندرہ سولہ برس کی عمر میں شعر کہنے شروع کر دیئے تھے۔
- سردار جعفری نے پندرہ سال کی عمر میں پہلا مرثیہ کہا تھا، وہ کہتے تھے کہ کلمہ اور تکبیر کے بعد میرے کانوں نے پہلی آواز انیس کی سنی۔
- جعفری زمانۂ طالب علمی سے ہی ترقی پسند تحریک سے متاثر تھے۔ کچھ عرصہ تحریک کی صوبائی شاخ کے سکریٹری بھی رہے۔
- جعفری کا شمار اردو کے بلند پایہ مقرروں میں ہوتا ہے۔
- جعفری نے نیا ادب کا پہلا شمارہ 1939 کو شائع کیا تھا۔
- جعفری نے بمبئی سے سہ ماہی مجلّہ "گفتگو" کا اجرا 1967 میں کیا تھا۔
- جعفری نے 'حلقۂ یاراں' کے نام سے ایک دستاویزی فلم بنائی تھی۔
- جعفری نے غالب کی مثنوی 'چراغ دیر' کا ترجمہ **سومنات خیال** کے نام سے کیا ہے۔

مخدوم کے منتخب اشعار

حیات لے کے چلو کائنات لے کے چلو چلو تو سارے زمانے کو ساتھ لے کے چلو

رات بھر دیدۂ نمناک میں لہراتے رہے سانس کی طرح سے آپ آتے رہے جاتے رہے

مخدوم کے متعلق مختلف آرا وخیالات

- مخدوم کی پہلی سیاسی نظم 'جنگ' ہے جسے سبط حسن نے فاشزم کے خلاف اردو کی پہلی صدائے احتجاج قرار دیا ہے۔
- مخدوم ان شعرا میں سے ہیں جو فن کی ایک سطح پر آ کر ٹھہر نہیں جاتے بلکہ وہ ترقی کرتے رہتے ہیں۔ (آل احمد سرور)



ن،م راشد
(1910-1975ء)

- نام نذر محمد راشد، قلمی نام ن۔م۔راشد اور تخلص گلاب تھا۔
- نذر محمد راشد 9 نومبر 1910 میں قصبہ اکال گڑھ ضلع گوجرانوالہ پنجاب میں پیدا ہوئے۔
- نذر محمد راشد کا انتقال 9 اکتوبر 1975 میں لندن میں ہوا۔
- راشد نے 1926 میں میٹرک، 1928 میں انٹرمیڈیٹ، 1930 میں بی اے، 1932 میں ایم اے، پاس کیا تھا۔
- راشد نے کم عمری ہی میں شاعری شروع کردی تھی اور گلاب تخلص اختیار کیا تھا۔
- راشد کو لوگوں نے انفرادیت پرست، غیر سماجی، جنس زدہ، ذہنی مریض، فراری شکست خوردہ ذہنیت کا مالک کہا ہے۔
- راشد کی شاعری پر عریانی اور فحاشی کا الزام بھی لگایا گیا ہے۔
- رسالہ 'شعر وحکمت' حیدرآباد دکن نے 1971 میں ن،م، راشد نمبر نکالا تھا۔
- ن۔م۔راشد نے اپنے کلام میں فارسی الفاظ اور تراکیب کا زیادہ استعمال کیا ہے۔

ن،م راشد کے کارنامے

شعری مجموعے:

(1) **'ماورا'** 1941 (اردو نظموں کا پہلا مجموعہ)

(2) **'ایران میں اجنبی'** 1955، (منظومات کا دوسرا مجموعہ ہے۔

(3) **لا انسان** 1969، (منظومات کا تیسرا مجموعہ)

(4) **گمان کا ممکن** 1977 (منظومات کا چوتھا مجموعہ)

دیگر تصانیف وتراجم: فرانسیسی ادب:

○ **'جدید فارسی شاعری'** (ایک لکچر ہے جو 1969 پاکستان کونسل لاہور میں دیا۔

- یہ کس کا خون ہے (ڈراما) 1943
- پیکار (ڈراما) 1944
- ترقی پسند ادب 1951
- لکھنؤ کی پانچ راتیں 1965
- اقبال شناسی 1969
- پیغمبرانِ سخن 1970
- ترقی پسند تحریک کی نصف صدی 1987
- سرمایۂ سخن 2000

علی سردار جعفری کی نظمیں:

اب بھی روشن ہیں، اٹھو، نئی دنیا کو سلام (ایک تمثیلی نظم ہے)، رومان سے انقلاب تک، اودھ کی خاک حسیں، نیند، سالِ نو، ایک خون اور، ٹوٹا ہوا ستارہ، امن کا ستارہ، تعمیرِ نو، صبحِ فردا، زنداں بہ زنداں، جنگ اور انقلاب، آنسوؤں کا چراغ، جیل کی رات، میرے خواب، جشنِ بغاوت، انتظار نہ کرنا، آخری خط، اردو، انفرادیت، ایک بات، ایک سوال، بمبئی، بہت قریب ہو تم، پیاس بھی ایک سمندر ہے، پیاس کی آگ، پیرہن شرر، تاش قند کی شام، تخلیق کا کرب، تیرے پیار کا نام، تم نہیں آئے تھے جب، تمہارا شہر، تین شرابی، چاند رخصت کر دو، حسیں تر، دو چراغ، دوستی کا ہاتھ، سر طور، شعور، فریب، قتلِ آفتاب، گفتگو (ہند و پاک دوستی کے نام)، لہو پکارتا ہے، میرے عزیزو میرے رفیقو، میرا سفر، نوالہ، ہاتھوں کا ترانہ، لینن۔

☆☆☆

زندگی سے ڈرتے ہو، ہم کہ عشاق نہیں، اے غزالِ شب، آنکھیں کالے غم کی، وہ حرف تمنا (جسے ہمسائے وصل معنی)، بے پروبال، ہمہ تن نشاطِ وصال ہم، گرد باد، افسانۂ شہر، میر ہو مرزا ہو میرا جی ہو، مسکراہٹیں، زمانہ خدا ہے، بے مہری کے تابستانوں میں، مری مور جاں ہے، بے صدا صبح پلٹ آئی ہے، تسلسل کے صحرا میں، دیوار، پیرو، وہی کشف، ذات کی آرزو، نئی تمثیل، سالگرہ کی رات، اس پیڑ پر ہے بوم کا سایہ، رات خیالوں میں گم۔

○ **گماں کا ممکن میں شامل نظمیں:**

شہر وجود اور مزار، آگ کے پاس، یہ خلا پر نہ ہوا، طلب کے تلے، ہم جسم، جہاں ابھی رات ہے، بے سرا الاپ، طوفان، اور کرن، گزرگاہ، اے سمندر حسن کوزہ گر 2، سمندر کی تہہ میں، سفرنامہ، آپ کے چہرے، مریل گدھے، میں کیا کہہ رہا تھا، نیا ناچ، یاران سرپل، مجھے وداع کر، آ گئی ہے ریت، حسن کوزہ گر 3، اندھا کباڑی، بات کر، رات شیطانی گئی، نئے گناہوں کے خوشے، کلام ہنس نہیں رہا، نیا آدمی، پانا کی آواز، شہر میں صبح، زنجبیل کے آدمی، دوئی کی آبنا، گماں کا ممکن (جو تو ہے میں ہوں)، حسن کوزہ گر 4

○ **دیگر نظمیں:**

تصوف، پرانی سے نئی پود تک، میں، مسز سالا مانکا، اے وطن اے جاں اک زمزمے کا ہاتھ، آگ اور حنا، برزخ، بے چارگی، رات عفریت سہی۔



○ 'پاپا' (الیکزنڈر کپرن کے روسی زبان کے ناول کا اردو ترجمہ) 1939

○ 'امی میں تمہاری ہوں' (ولیم سیرویان کے ناول Mama I love you کا اردو ترجمہ) 1956

○ وقت کا آسمان (علم الانسان سے متعلق لورین ایزلے Loren Eisley کی کتاب Firmamen of Time کا اردو ترجمہ ہے)

○ **ماورا میں شامل نظمیں:**

میں اسے واقف الفت نہ کروں، رخصت، انسان، خواب کی بستی، گناہ اور محبت، ایک دن، لارنس باغ میں، ستارے، مری محبت جواں رہے گی، بادل، فطرت اور عہد نو کا انساں، مکافات، شاعر کا ماضی، خواب آوارہ، زندگی جوانی، حسن، رفعت، دل سوزی، جرأتِ پرواز، وادیٔ حسینا، طلسم جاوداں، ہونٹوں کا لمس، اتفاقات، حزنِ انسان (افلاطونی عشق پر طنز)، ایک رات، سیاہی، زوال، اظہار، آنکھوں کے جال، گناہ، عہد وفا، شاعر درماندہ، دریچے کے قریب، رقص، بیکراں رات کے سناٹے میں، شرابی، انتقام، اجنبی عورت، خودکشی

○ **ایران میں اجنبی میں شامل نظمیں:**

شباب گریزاں، حیلہ ساز، کشاکش، خرابے، داشتہ، پہلی کرن، سرگوشیاں، رقص کی رات، آواز، دوری، زنجیر، سومنات، ویران کشید گاہیں، نمرود کی خدائی، ایک شہر، انقلابی، سوغات، ظلم رنگ، طلسم ازل، سبا ویراں، سایہ، کون سی الجھن کو سلجھاتے ہیں ہم، خود سے ہم دور نکل آئے ہیں، زندگی میری سہ نیم، حرفِ ناگفتہ، یہ دروازہ کیسے کھلا۔

○ **ایران میں اجنبی میں شامل نظمیں:**

من و سلویٰ، میزبان، نارسائی، کیمیا گر، ہمہ اوست، مارِ سیاہ، دستِ ستمگر، درویش، خلوت میں جلوت، تیل کے سوداگر، وزیر چنیں، شاخ آہو، تماشہ گہِ لالہ زار

○ **لا-انسان میں شامل نظمیں:**

حسن کوزہ گر، مہمان، ریگ دیروز، ایک اور شہر، ابولہب کی شادی، دل پھرے صحرا نورد پیردل، اسرافیل کی موت، میرے بھی ہیں کچھ خواب، آئینہ حس و خبر سے عاری، تعارف، اندھا جنگل، زندگی اک پیرہ زن، بوئے اومزاد، گداگر، اظہار اور رسائی، آرزو راہبر ہے، تمنا کے تار،

- مجاز کا مجموعہ آہنگ شائع ہونے کے بعد گرلس کالج کی لڑکیاں مجاز کے نام پر قرعہ اندازی کرتی تھیں ، ان کے اشعار تکیوں کے نیچے چھپا کر رکھتی تھیں اور اپنے بیٹوں کے نام انھیں کے نام پر رکھنے کی قسمیں کھاتی تھیں۔
- مجاز دی ریڈیو اسٹیشن میں 'آواز' کے سب ایڈیٹر ایک سال تک رہے۔
- مجاز ترقی پسند تحریک سے وابستہ تھے۔
- مجاز نیا ادب لکھنؤ سے وابستہ رہے تھے۔ آخر میں ہارڈنگ لائبریری دہلی سے متعلق رہے۔
- مجاز رومانی اور انقلابی شاعر تھے۔

مجاز کے کارنامے

شعری مجموعے:

- آہنگ 1938ء (پہلا مجموعہ)
- شب تاب 1945ء (دوسرا مجموعہ، اس میں کچھ افسانے بھی شامل ہیں)
- سازنو (تیسرا مجموعہ)

مجاز کی نظمیں:

نذر جوش، نذر دل، مجبوریاں، ایک دوست کی خوش مذاقی پر، نغمۂ ٹیگور، کس سے محبت ہے، ایک غمگین یاد، ان کا جشن سالگرہ، بربط شکستہ، حسن و عشق، نمائش میں، آج کی رات، نذر خالدہ، رات اور ریل، انقلاب، شوق گریزاں خانہ بدوش، نورا، ننھی پجارن، نذر علی گڑھ، دلی سے واپسی، مسافر، اندھیری رات کا مسافر، طفلی کے خواب، نوجوانوں سے، نوجوان خاتون سے، پردہ اور عصمت، آوارہ، سرمایہ داری، ہمارا جھنڈا، ساقی، ایک جلاوطن کی واپسی، مزدوروں کا گیت، مزار رہنما، ادھر بھی آ، خواب سحر، شکوۂ مختصر، گریز، شہر نگار، آہنگ نو، عشرت تنہائی، عیادت، مادام، آج بھی، لکھنؤ، مجھے جانا ہے اک دن، شرارے، اعتراف، الہ آباد سے، بول اری او دھرتی بول، مہمان، آج، بتانِ حرم، پہلا جشن آزادی، وطن آشوب، فکر، سانحہ، خراجِ عقیدت، زہر آب حسن، شمع رہ گزر، نیا کشمیر، پاکستان کا ملی ترانہ

مجاز

(1909-1955ء)

- نام اسرار الحق تھا اور تخلص مجاز، ابتدائی تخلص شہید
- مجاز ردولوی ضلع بارہ بنکی میں 1909 میں پیدا ہوئے۔حمیدہ سالم کے مطابق (کلیات مجاز،ص:33، مطبع کتابی دنیا)
- نورالحسن نقوی کے مطابق مجاز 1911 میں پیدا ہوئے۔
- مجاز کا انتقال 1955 میں کثرت مے نوشی کی وجہ سے ہوا۔
- مجاز کے والد کا نام چودھری سراج الحق تھا اور دادا کا چودھری احمد حسین۔
- مجاز کے آبا و اجداد کا سلسلۂ نسب خواجہ عثمان ہارونی سے ملتا ہے۔
- مجاز کی عرفیت جگن تھی اس لیے کہ انھیں بچپن سے راتوں کو جاگنے کی عادت تھی۔
- مجاز کی پوری زندگی شادی نہ ہو پائی تھی۔
- مجاز نے علی گڑھ مسلم یونیورسٹی سے 1935 میں بی اے کیا تھا۔
- علی گڑھ میں مجاز کے ساتھ علی سردار جعفری، سبط حسن، جاں نثار اختر، حیات اللہ انصاری، اختر حسین رائے پوری، جذبی، اختر الایمان اور مسعود اختر جمال تھے۔
- مجاز نے اپنی کچھ ابتدائی غزلوں میں فانی سے اصلاح لی ہے۔
- آخری غزل جو مجاز نے فانی کو دکھائی تھی، اس پر فانی نے کہا تھا۔ یہاں تمہاری غزلوں پر نشاط کا رنگ ہے۔ میرا غم تمہاری جوانی اور نشاط کو روند ڈالے گا اس لیے آئندہ مجھ سے اصلاح نہ لیا کرو۔
- مجاز کی ملاقات فانی، جذبی، میکش اور آل احمد سرور سے آگرہ میں ہوئی تھی جب مجاز نے سینٹ جانس کالج میں داخلہ لیا تھا۔
- مجاز نے اپنی شاعری کی ابتدا غزل سے کی تھی۔
- علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کا ترانہ 'نذر علی گڑھ' کے عنوان سے مجاز ہی نے لکھا ہے۔


ش

مجاز کے منتخب اشعار

ترے ماتھے کا ٹیکہ مرد کی قسمت کا تارہ ہے
اگر تو ساز بیداری اٹھا لیتی تو اچھا تھا
ترے ماتھے پہ یہ آنچل بہت ہی خوب ہے لیکن
تو اس آنچل سے اک پرچم بنا لیتی تو اچھا تھا

مجاز کے متعلق مختلف آرا و خیالات

- ان کی شاعری کی بنیادیں اتنی مستحکم تھیں کہ اس پر اونچی سے اونچی عمارت تعمیر کی جا سکتی ہے۔(منظر سلیم)
- وہ یونیورسٹی کا محبوب ترین شاعر ہے۔ جاں نثار اختر اور جذبی بھی طالب علم ہیں لیکن مجاز کی مقبولیت اور ہی چیز ہے لیکن ہوسٹل میں طالب علموں کے کمروں میں، پروفیسروں کے گھروں میں، مشاعروں میں، جلسوں میں ہر جگہ مجاز چھایا ہوا ہے۔(علی سردار جعفری)
- اردو کی جدید غزل میں جو انقلابی بانکپن آیا ہے اس کی بنیاد مجاز ہی نے رکھی تھی۔(ممتاز حسین)
- نمائش اور صبح بہار کا لکھنے والا انقلاب کا نقیب بن گیا۔(آل احمد سرور)
- مجاز انقلاب کا ڈھنڈورچی نہیں انقلاب کا مطرب ہے۔(فیض)
- اردو شاعری میں ایک کیٹس پیدا ہوا تھا اسے ترقی پسند بھیڑیے اٹھا لے گئے۔ (جعفر علی خان اثر)
- مجاز کی شاعری انقلاب اور تغزل کا حسین ترین امتزاج ہے۔(عزیز احمد)
- میرا خیال ہے کہ رات اور ریل نہ صرف مجاز کی بلکہ اردو کی بہترین نظموں میں شمار کرنا چاہیے۔(احتشام حسین)
- مجاز اپنے پیچھے ایک ایسا افسانہ چھوڑ گیے ہین جو آسانی سے نہیں مرے گا۔(حسن عسکری)
- آل احمد سرور نے مجاز کو رومانیت کا شہید کہا ہے۔

سب رس

(1045ھ مطابق 1635ء)

- سب رس اردو کے نثری ادب کی پہلی تصنیف اور پہلی تمثیلی داستان ہے جو سترہویں صدی میں لکھی گئی۔
- سب رس وجہی نے قلی قطب شاہ۔کے نواسے عبداللہ قطب شاہ کی فرمائش پر 1045ھ مطابق 1635ء میں تحریر کی تھی جس۔نے وجہی کو'بیان عشق' میں کتاب لکھنے کی درخواست کی تھی۔
- سب رس کے قصے کے دو محور ہیں (1) آب حیات کی تلاش (2) معرکہ حسن و عشق
- سب رس میں آب حیات کی تلاش پر توجہ کم دی گئی ہے اور حسن و عشق اور ان کی کیفیات کی تفصیل پر زیادہ زور صرف کیا گیا ہے حالانکہ اس داستان کا اصل مقصد آبِ حیات کی تلاش ہے۔
- سب رس دکنی زبان کی پہلی داستان ہی نہیں بلکہ پہلی تمثیل بھی ہے جس میں حسن و عشق کی کشمکش اور عشق اور دل کے معرکے کو قصے کی صورت میں پیش کیا گیا ہے۔
- سب رس میں عشق، عقل، دل، حسن، ہمت، وفا، مہر اور وہم وغیرہ مجرد خیالات کو انسانی کردار میں ڈھال کر رمزیہ انداز میں تصوف کے مسائل کو سمجھانے کی کوشش کی گئی ہے۔
- وجہی نے اس قصے کا عنوان ''سب رس اس لیے رکھا ہے کہ اس نے زندگی خصوصاً عشق سے متعلق سارے 'رس' (سب رس یعنی سارے جذبات) مثلاً محبت، اطاعت، قربانی، رشک، رقابت، ہجر، وصال، خوشی اور غم کو ان جذبوں کے ماخذات یعنی حسن، عشق، دل، نظر، عقل کے کردار کے طور پر پیش کیا ہے۔
- سب رس کا اسلوب رنگین، مرصع، مسجع اور مقفی ہے۔
- وجہی کا اسلوب داستان اور انشائیہ دونوں سے عبارت ہے۔ وجہی نے خود کہا ہے کہ ''اس نے نظم اور نثر ملا کر ایک نیا طرز ایجاد کیا۔''
- وجہی نے اس قصے کو'گنج العرش'،'بحر المعانی' اور روحِ الہام لکھا ہے۔

داستان

- داستان وہ رومانی کہانی ہے جس میں خیالی واقعات کا بیان، مافوق الفطرت عناصر کی تحیر خیزی، حسن وعشق کی رنگینی، واقعات و حادثات کی بہتات و پیچیدگی اور بیان کی لطافت ہو اور اس کا مقصد اپنے قاری کو فرحت و مسرت کا سامان فراہم کرنا ہو۔
- کہانی کی طویل اور پیچیدہ صنف کو داستان کہا جاتا ہے۔
- کہانی قصہ در قصہ ہو کر داستان بنتی ہے۔
- کلیم الدین احمد کے مطابق "داستان کہانی کی طویل اور پیچیدہ، بھاری بھرکم صورت ہے"۔
- غالب کے مطابق "داستان طرازی منجملہ فنون سخن ہے۔ سچ یہ ہے کہ دل بہلانے کے لیے اچھا فن ہے"۔

داستان کے اجزائے ترکیبی

(1) طوالت (2) پلاٹ (3) کردار نگاری (4) مافوق الفطرت عناصر (5) منظر نگاری (6) اسلوب نگارش



- سب رس کو مولوی عبدالحق نے دریافت کر کے پہلی بار انجمن ترقی (دکن) سے 1932 میں شائع کیا تھا۔
- وجہی نے سب رس کو اپنا کارنامہ بنا کر پیش کیا ہے اور اس کے موجد ہونے کا مدعی ہے اور کہیں اس نے اپنے ماخذ کا ذکر نہیں کیا ہے لیکن مولوی عبدالحق نے سب رس کا ماخذ محمد یحییٰ ابن سیبک فتاحی نیشاپوری کی فارسی مثنوی دستور عشاق (تقریباً پانچ ہزار اشعار کی فارسی مثنوی) کے نثری خلاصہ (450 سطروں پر مشتمل) 'حسن و دل' کو قرار دیا ہے جبکہ عزیز احمد نے مثنوی 'دستور عشاق' اور اس کا نثری خلاصہ 'حسن و دل' دونوں کو سب رس کا ماخذ قرار دیا ہے۔
- وجہی نے 'سب رس' میں عشق پر گیارہ انشائیے لکھے ہیں۔
- سب رس کے متعلق نصیر الدین ہاشمی نے لکھا ہے کہ یہ تصوف کی بہترین کتاب ہے جس کو فرضی قصے کے طور پر لکھا ہے۔

سب رس کا خلاصہ

قصے کا خلاصہ یہ ہے کہ ملک سیستان کے بادشاہ عقل کا بیٹا دل جو علاقۂ تن کا حکمراں ہے وہ آبِ حیات تلاش کرنا چاہتا ہے۔ پتا چلتا ہے کہ شہر دیدار کے باغ رخسار میں آبِ حیات کا چشمہ ہے۔ شہر دیدار سلطان عشق کی مملکت ہے۔ عشق کی بیٹی حسن ہے۔ دل اپنے دوست نظر کو بھیجتا ہے۔ نظر حسن سے ملتا ہے اور دل حسن کی خوبصورتی کی تعریف کرتا ہے۔ دل، حسن پر عاشق ہو جاتا ہے، دل حسن سے ملنے جاتا ہے۔ عقل کا لشکر ساتھ ہے۔ عقل اور عشق کے لشکر میں جنگ ہوتی ہے اور عشق و دل کو شکست ہوتی ہے۔ دل کو پکڑ کر حسن کے پاس لایا جاتا ہے۔ دونوں بام وصل پر ملتے ہیں لیکن رقیب کی بیٹی غیر کی غداری سے دل فراق کے کوٹ میں قید کر دیا جاتا ہے کچھ دن بعد غیر اقبال جرم کر لیتی ہے، دل رہا ہو جاتا ہے۔ ہمت کی مصالحت سے عقل، عشق کا وزیر مقرر ہوتا ہے۔ دل اور حسن کا عقد ہو جاتا ہے۔ باغ رخسار میں خضر علیہ السلام دل اور حسن کے سامنے اسرارِ حیات منکشف کرتے ہیں اور بتاتے ہیں کہ آبِ حیات سخن ہے جو چشمۂ دہن میں ہے۔

- شہزادی حسن نے نظر کو ایسا ہیرا دکھایا تھا جس پر شہزادہ دل کی تصویر کندہ تھی اور اس تصویر پر حسن فدا تھی۔
- شہزادی حسن نے نظر سے شہزادہ دل سے ملانے کی درخواست کی تھی۔
- شہزادی حسن نے اپنے ایک غلام خیال کو نظر کے ساتھ شہزادہ دل کو لانے کے لیے بھیجا تھا۔
- شہزادی حسن نے نظر کو اپنی وہ انگوٹھی دی تھی جس پر آبِ حیات کی مہر لگی تھی، جس کی مدد سے چشمۂ آب حیات تک پہنچا جا سکتا تھا اور اگر کوئی اس انگوٹھی کو اپنے منہ میں رکھ لے تو وہ دوسروں کو نظر نہیں آتا تھا۔
- خیال نے شہزادی حسن کی تصویر بنا کر دل کو دکھائی تھی جس پر شہزادہ عاشق ہو کر شہر دیدار چلنے کو تیار ہوا تھا۔
- بادشاہ عقل نے وزیر وہم کے ذریعے دل کے شہر دیدار جانے کی خبر سن کر نظر اور دل کو قید کر دیا تھا لیکن نظر خیال کی مدد سے قید سے نکل آیا تھا۔
- پھر رقیب نے چشمۂ آب حیات سے نظر کو گرفتار کر کے اپنی کوٹھری میں قید کر دیا تھا جہاں سے زلف نے نظر کو چھڑایا تھا۔
- حسن نے دل کو آزاد کرانے کے لیے اپنے ایک غلام غمزہ کو نظر کے ہمراہ مملکت حسن بھیجا تھا۔
- بادشاہ عقل نے زرق کے بیٹے توبہ کو زہد پہاڑ پر نگراں مقرر کیا تھا۔
- غمزہ اور نظر شہر عافیت پر قبضہ کرنے کے لیے قلندر بن کر گئے تھے۔
- غمزہ اپنی فوج کو ہرنوں کی ڈار میں دعائے سیفی کی مدد سے تبدیل کر دیتا ہے۔
- بادشاہ عقل دل کو قید سے نکال کر ایک سپہ سالار صبر کے ساتھ حسن کی فوج کے مقابلے کے لیے بھیجتا ہے۔
- شہزادہ دل اور شہزادی حسن میں چار دن تک جنگ ہوئی تھی جس میں حسن کی طرف سے غمزہ، قامت اور زلف نے حصہ لیا تھا۔
- شہزادی حسن نے اپنے غلام خال کی مدد سے جنگ سے بچنے کی تدبیر نکالی تھی۔
- شہزادی حسن کی ہمزاد جو کوہ قاف میں بستی تھی اس کا کمانڈر ہلال دل کو زخمی کر کے اور گرفتار کر کے لایا تھا۔

کرداروں اور مقامات کی پہچان

- عقل سیستان کا بادشاہ ہے جس کے بیٹے کا نام 'دل' ہے جو علاقہ 'تن' کا حکمراں ہے۔
- شہزادہ دل نے اپنے دربار میں شراب نوشی کرتے ہوئے آبِ حیات کا ذکر سن کر کھانا پینا چھوڑ دیا تھا۔
- شہزادہ دل نے آبِ حیات کی تلاش کے لیے شاہی فوج کے ایک جاسوس نظر کو بھیجا تھا۔
- نظر آب حیات کا پتہ پوچھنے کے لیے 'عافیت' نامی شہر کے بادشاہ 'ناموس'، 'زید' پہاڑ پر رہنے والے بوڑھے 'زرق' اور 'ہدایت' نامی قلعے کے حکمراں 'ہمت' سے ملا تھا۔
- ہمت نے نظر کو بتایا تھا کہ شہر 'دیدار' کے باغ 'رخسار' کے چشمۂ 'دہن' میں آبِ حیات ہے۔
- ہمت نے نظر کو بتایا تھا کہ شہر دیدار جو کہ 'مشرق' کے بادشاہ عشق کی بیٹی حسن کی ملکیت ہے۔ اس شہر کی سخت نگرانی مقام 'سنگسار' کا نگراں 'رقیب' جو کہ بادشاہ عشق کا غلام ہے وہ کرتا ہے۔
- ہمت نے اپنے بھائی 'قامت' کے نام جو 'رقیب' ہی کے شہر میں رہتا ہے خط لکھ کر نظر کو دیا تھا تا کہ قامت نظر کی مدد کرے۔
- شہر سنگسار کے لوگوں نے نظر کو چور اور جاسوس سمجھ کر گرفتار کر کے رقیب کے حوالے کر دیا تھا۔
- نظر رقیب کو مٹی کو سونا بنانے کا لالچ دے کر باغ رخسار پہنچا تھا اور قامت کی مدد سے رقیب کے چنگل سے آزاد ہوا تھا۔
- قامت نے اپنے ایک غلام کی مدد سے نظر کو باغ کی گھاس کی تہہ کے نیچے اس طرح چھپا دیا تھا کہ وہ رقیب کے ہاتھ نہ آسکے۔
- باغ رخسار میں نظر کی ملاقات شہزادی حسن کی سہیلی 'زلف' (لٹ) سے ہوئی تھی جس نے نظر کو کچھ بال دے دیئے تھے اور مصیبت میں جلانے کو کہا تھا۔
- بادشاہ عشق کا ایک سپاہی ''غمزہ'' نے نظر کو باغ رخسار سے گرفتار کیا تھا۔
- غمزہ کو نظر کے بازو پر بندھے لعل کو دیکھ کر یاد آیا تھا کہ نظر غمزہ کا بچھڑا ہوا بھائی ہے۔
- غمزہ ہی نے شہزادی حسن سے نظر کا تعارف کرایا تھا کہ نظر جوہری ہے جسے ہیروں کی پہچان ہے۔

- باغ و بہار کو گلکرسٹ نے اردو زبان کے لیے بیش بہا اضافہ قرار دیا ہے۔
- میرامن کی زندگی ہی میں باغ و بہار کا ترجمہ انگریزی میں ہو گیا تھا۔
- باغ و بہار کا ترجمہ فرانسیسی، پرتگالی اور لاطینی زبانوں مین بھی ہوا ہے۔
- باغ و بہار میں دلی کی معاشرت پیش کی گئی ہے۔
- باغ و بہار اردو نثر کی پہلی زندہ کتاب قرار پائی۔ (سید عبداللہ)
- باغ و بہار میں سادگی اور پرکاری بیک وقت جمع ہیں (کلیم الدین احمد)
- میرامن کی باغ و بہار ان تصنیفات میں سے ہے جو ایک بار پیدا ہو کر پھر نہیں مرتیں۔'' (احتشام حسین)
- باغ و بہار میں پانچ مرکزی قصے ہیں۔ چہار درویشوں کے اور ایک اصل قصہ بادشاہ آزاد بخت کا۔
- یہ پانچوں مرکزی قصے اپنے اندر ضمنی قصے بھی رکھتے ہیں۔ ان ضمنی قصوں میں خواجہ سگ پرست کا قصہ اہمیت رکھتا ہے۔
- باغ و بہار کا بنیادی قصہ عشقیہ نہیں لیکن چہار درویشوں کے قصے عشق کی تفسیر ہیں۔

باغ و بہار کا خلاصہ

- باغ و بہار میں واقعات کا آغاز آزاد بخت کے واقعہ سے ہوتا ہے لیکن درویشوں کے واقعات تفصیل سے بیان کیے گئے ہیں۔
- روم کے بادشاہ آزاد بخت کو اولاد نہ تھی۔ غم اولاد سے وہ فقیر بن جاتا ہے اور رات کے وقت بھیس بدل کر فقیروں اور گوشہ نشین بزرگوں کی خدمت میں حاضر ہوتا ہے۔ ایک دن آزاد بخت کو گورستان میں چار درویش ملتے ہیں۔ پہلا درویش تاجر زادہ ہے جس کا وطن یمن ہے۔ دوسرے درویش کا وطن فارس ہے وہ بادشاہ کا بیٹا ہے۔ تیسرا درویش عجم کے بادشاہ کا اکلوتا بیٹا ہے۔ چوتھا درویش چین کے بادشاہ کا لڑکا ہے۔ آزاد بخت چھپ کر پہلے اور دوسرے درویش کا قصہ سنتا ہے۔ وہ انھیں اپنے دربار میں بلاتا ہے اور باقی درویشوں کو اپنے قصے سنانے کو کہتا ہے۔ درویش بادشاہ کی بات سن کر خوف کے مارے

باغ و بہار

(تکمیل 1802ء اشاعت 1804)

- باغ و بہار جدید اردو نثر کا صحیفۂ اوّل ہے جسے فورٹ ولیم کالج میں جان گل کرسٹ کی نگرانی میں لکھا گیا۔ (رشید حسن خان)
- باغ و بہار میر امن کی طبع زاد تصنیف نہیں ہے بلکہ یہ تحسین کی نوطرزِ مرصع 1775 سے ماخوذ ہے جو فارسی قصہ چہار درویش کا آزاد ترجمہ ہے۔
- میر امن نے دیباچے میں اس کا ذکر نہیں کیا ہے کہ وہ نوطرزِ مرصع کا ترجمہ ہے۔ البتہ باغ و بہار کی ابتدائی اشاعت کے سرورق پر یہ عبارت درج تھی: ''باغ و بہار تالیف کیا ہوا میر امن دلی والے کا، ماخذ اس کا نوطرزِ مرصع کہ وہ ترجمہ کیا ہوا عطا حسین خاں کا ہے فارسی قصہ چہار درویش سے۔''
- فورٹ ولیم کالج میں لکھی گئی تمام کتابوں میں سب سے اہم اور مشہور و مقبول کتاب 'باغ و بہار' ہے۔
- میر امن نے ڈاکٹر جان گلکرسٹ کی فرمائش پر قصہ چہار درویش کو عام بول چال کی زبان میں لکھا ہے جیسا کہ میر امن نے خود ہی لکھا ہے کہ ''موافق حکم حضور کے میں نے بھی اس محاورے سے لکھنا شروع کیا جیسے کوئی باتیں کرتا ہے۔''
- میر امن نے باغ و بہار کو 1216ھ مطابق 1801 میں لکھنا شروع کیا تھا اور 1217ھ مطابق 1802 میں مکمل کیا تھا۔
- میر امن کی اس تصنیف کا نام باغ و بہار تاریخی ہے جس سے ہجری سنہ 1217ھ نکلتا ہے۔
- باغ و بہار کے 102 صفحے جان گلکرسٹ کے ایک انتخابی مجموعے 'ہندی مینول' میں 'قصہ چہار درویش' کے عنوان سے 1802 میں چھپے تھے۔
- باغ و بہار کی اشاعت پہلی مرتبہ مکمل کتاب کی صورت میں 1804 میں ہوئی تھی۔
- فورٹ ولیم کالج کونسل نے 'باغ و بہار' کو انعام کے لیے 31 اگست 1802 کو منتخب کیا تھا۔
- باغ و بہار کے اخیر میں گل کرسٹ کا لکھا ہوا ایک نا تمام پیش لفظ ہے۔

- بادشاہ عشق کے حکم کے مطابق شہزادی حسن اور ناز (دائی) نے دل کو چاہِ ذقن میں قید کیا تھا۔
- سپہ سالار مہر کی بیٹی وفا کی تجویز پر دل کو چاہ ذقن سے زلف کی مدد سے نکالا گیا تھا۔
- شہزادہ حسن اور شہزادہ دل دونوں کی ملاقاتیں بامِ وصال یا وصال کے چھجے پر ہوتی تھیں۔
- رقیب کی بیٹی غیر کی غداری کی وجہ سے حسن و دل میں بدگمانی پیدا ہوئی تھی۔
- رقیب نے دل کو ہجراں کے قلعے میں قید کیا تھا۔
- بادشاہ عقل، خیر اور ہمت تینوں اپنی اپنی فوج کے ساتھ عشق کا مقابلہ کرنے نکلے تھے۔
- ہمت کے بھائی قامت کے سمجھانے پر سب سے پہلے ہمت نے عشق کی اطاعت قبول کی تھی۔
- سپہ سالار مہر کے سمجھانے پر عقل عشق کی اطاعت کے لیے راضی ہوا تھا۔
- بادشاہ عشق کے حکم پر ہمت دل کو ہجراں کے قلعے سے نکال کر رقیب اور اس کی بیٹی غیر کو ہجراں کے قلعے میں قید کر دیتا ہے۔
- شہنشاہ عشق نے صلح کے بعد عقل کو اپنا وزیر بنا لیا تھا۔
- عشق نے حسن و دل کی شادی کر دی تھی۔
- شہزادہ دل نظر اور خیال کی ملاقات باغ رخسار میں چشمہ آب حیات پر خضر سے ہوئی تھی۔
- شہزادہ دل نے نظر کے کہنے پر خضر سے آب حیات کا پتہ پوچھا تھا۔
- خضر نے دل کو آنکھوں ہی آنکھوں میں ایک ہدایت دی۔ دل نے اس ہدایت پر عمل کیا اور اسے کئی لڑکے ہوئے۔ جو بڑا لڑکا ہے وہ یہی کتاب سب رس ہے جو حقیقت میں آبِ حیات ہے۔
- وجہی نے آبِ حیات سب رس کو کہا ہے۔
- سب رس میں چھوٹے بڑے کل کردار 76 ہیں۔
- سب رس میں سب سے جاندار اور متحرک کردار دل کا جاسوس نظر ہے۔
- سب رس کے مرکزی کردار حسن (ہیروئن) اور دل (ہیرو) ہیں۔
- حسن کا کردار نسبتاً جاندار ہے۔

☆☆☆

- آزاد بخت نے وزیر کو پنڈت خانے میں قید کروایا تھا۔
- خواجہ سگ پرست ملک فارس کا سوداگر تھا۔
- خواجہ سگ پرست نے اپنے بھائیوں کو بخارا جانے والے قافلے کے ساتھ روانہ کیا تھا۔
- خواجہ سگ پرست کا منجھلا بھائی اس کی لونڈی پر عاشق ہوا تھا۔
- خواجہ سگ پرست دربار سے بچنے کے بعد شہر سواد میں داخل ہوا تھا۔
- خواجہ سگ پرست کو 'زندانِ سلیماں' میں قید کیا گیا تھا۔
- خواجہ سگ پرست پر ولایت سراندیپ کی سرحد پر اس کے دونوں بھائیوں نے وار کیا تھا۔
- خواجہ سگ پرست نے آذربائیجان کے باشندے سے لعل لیے تھے۔
- خواجہ سگ پرست کی داستان سن کر اور اس کتے کو دیکھ کر جس کے پٹے میں بارہ عدد لعل ٹنکے ہوئے تھے آزاد بخت نے وزیر کو رہا کر دیا تھا۔
- وزیرزادی کی شادی خواجہ سگ پرست سے ہوئی تھی۔
- تیسرا درویش عجم کے بادشاہ کا بیٹا تھا اور اس نے فرنگ کے ملک کی سیر کی تھی۔
- تیسرے درویش کی شادی فرنگ کی ملکہ سے ہوئی تھی۔
- بہزاد خان نے ایک راس گھوڑا ترکی پر تیسرے درویش کو سوار کر کے روانہ کیا تھا۔
- ملکہ کا نام مہر نگار اور شہزادہ کا نام گار تھا۔
- چوتھا درویش چین کے بادشاہ کا بیٹا تھا۔
- چوتھے درویش کی شادی پیرمرد عجمی کی بیٹی سے ہوئی تھی جو ملک صادق کے قبضے میں تھی۔
- آزاد بخت کے یہاں ماہ رو کے بطن سے بختیار پیدا ہوا تھا۔
- ملک شہپال جو جنوں کا بادشاہ تھا اس کی بیٹی کا نام روشن اختر تھا۔
- بختیار کی شادی روشن اختر سے ہوئی تھی۔
- نیم روز کے بادشاہ کی بیٹی کا نکاح بہزاد خان سے ہوا تھا۔
- خواجہ زدہٗ یمن یعنی یمن کے شہزادہ اور بہزاد خان نے آزاد بخت کی رفاقت قبول کی تھی۔
- باغ و بہار میں شہزادی اپنے ملازم بہروز کے ذریعے جس جوان کا قصہ بتاتی ہے وہ ہر مہینہ زمرد کا مرتبان لے کر بیل پر سوار ہو کر آتا ہے۔

کانپنے لگتے ہیں۔ اس پر بادشاہ خواجہ سگ پرست کا قصہ سناتا ہے۔ اس کے بعد دونوں (تیسرا اور چوتھا) درویش اپنے قصے سناتے ہیں۔ بادشاہ آزاد بخت کے یہاں شہزادہ بختیار پیدا ہوتا ہے۔ جنوں کا بادشاہ شہپال اسے اپنی بیٹی روشن اختر کے لیے پسند کرلیتا ہے۔ جنوں کے بادشاہ کی مدد سے ہر درویش اپنی محبوبہ کو پالیتا ہے۔ شہزادہ بختیار کی شادی ملک شہپال کی بیٹی روشن اختر سے ہوجاتی ہے۔

آخر میں میرامن نے یہ دعا کرتے ہوئے داستان کو انجام تک پہنچایا ہے کہ ''الٰہی جس طرح چار درویش اور پانچواں بادشاہ آزاد بخت اپنی مراد کو پہنچے ہیں اسی طرح ہر ایک کو اس کے مقصد میں کامیابی عطا فرما۔''

کرداروں اور مقامات کی پہچان

- آزاد بخت روم کا بادشاہ تھا جس کا پایہ تخت قسطنطنیہ تھا۔
- آزاد بخت کے وزیر کا نام خردمند تھا۔
- پہلا درویش ملک یمن کے ملک التجار (سوداگر) خواجہ احمد کا بیٹا تھا۔
- پہلے درویش کی شادی دمشق کی شہزادی سے ہوئی تھی۔
- پہلا درویش تجارت کے لیے دمشق خشکی کے راستے سے گھوڑے پر سوار ہوکر گیا تھا۔
- عیسیٰ نام کا ایک جراح جس سے پہلے درویش نے شہزادی کا علاج کرایا تھا ایک حجام تھا۔
- یوسف نامی کردار کا ذکر بھی پہلے درویش کے قصے میں ہی ہوا ہے۔
- سیدی بہار دمشق کی شہزادی کا خزانچی تھا۔
- دوسرا درویش ملک فارس کا شہزادہ تھا۔
- دوسرے درویش نے بصرہ کا سفر کیا تھا۔
- دوسرے درویش کی شادی بصرہ کی شہزادی سے ہوئی تھی۔
- دوسرے درویش کو شہر نیم روز کا قصہ بہرور نے سنایا تھا۔
- بدخشاں کا سوداگر آزاد بخت کے دربار میں آیا تھا۔
- وزیر کو فرنگ کے ایلچی نے قتل ہونے سے بچایا تھا۔

میر امن دہلوی

- نام، میر امن تھا اور تخلص لطف (گنج خوبی کے خطی نسخے اور باغ و بہار کے آخری شعر کے مطابق)
- تذکرہ طبقات شعرائے ہند میں کریم الدین نے ان کا نام میر امن اور تخلص امان لکھا ہے۔
- محمد یحییٰ تنہا اور نورالحسن نقوی نے اصلی نام میر امان اور امن تخلص بتایا ہے۔
- ڈاکٹر سہیل بخاری نے نام میر امان اور تخلص لطف اور امن دونوں قرار دیا ہے۔
- میر امن دہلی میں 1732 میں پیدا ہوئے تھے۔
- میر امن کا انتقال 1808 میں ہوا۔
- میر امن دہلی کے رہنے والے تھے۔
- میر امن 1761 میں دہلی سے عظیم آباد گئے تھے۔
- میر امن عظیم آباد سے کلکتہ جا کر نواب دلاور جنگ کے چھوٹے بھائی میر محمد کاظم خاں کے اتالیق مقرر ہوئے تھے۔
- جان گل کرسٹ تک میر امن کی رسائی بہادر علی حسینیؔ کے وسیلے سے ہوئی تھی۔
- 4 مئی 1801 کو فورٹ ولیم کالج کے ہندوستانی شعبہ میں چالیس روپے مہینے پر بحیثیت منشی میر امن کا تقرر ہوا تھا۔
- میر امن پانچ سال ملازمت کرنے کے بعد جون 1806 میں سبکدوش ہو گئے۔

میر امن کے کارنامے

- میر امن نے کل دو کتابیں تحریر کی ہیں اور یہ دونوں کتابیں انھوں نے فورٹ ولیم کالج کی ملازمت کے دوران ہی لکھی تھیں۔
- (1) باغ و بہار طبع اوّل 1804 (رشید حسن خان کے مطابق)
- (2) گنج خوبی 1217ھ

- باغ و بہار میں بنیادی طور پر پانچ افراد کا قصہ بیان ہوا ہے۔
- باغ و بہار میں سب سے طویل قصہ پہلے درویش کا ہے۔
- آزاد بخت باغ و بہار کا مرکزی کردار ہے۔
- قصے کے اہم کردار خواجہ سگ پرست اور اس کے بھائی ہیں۔
- نسوانی کرداروں میں دمشق کی شہزادی کے عادات و اطوار شاہانہ نوعیت کے ہیں۔
- بصرے کی شہزادی اپنی فہم اور ذکاوت کی بنا پر قاری کی توجہ کا مرکز بن جاتی ہے لیکن نسوانی کرداروں میں سب سے اہم کردار وزیرزادی کا ہے۔

دیگر کردار:

نوفل بادشاہ، بہروز، حبشی مبارک، بادشاہ ملک صادق۔

☆☆☆

- فسانۂ عجائب میں لکھنؤ کی تہذیب و معاشرت کی بھر پور عکاسی کی گئی ہے۔
- فسانۂ عجائب میں چیزوں کی تفصیل دیکھ کر 'سب رس' کی یاد آتی ہے۔
- فسانۂ عجائب کو کئی ناموں سے جانا جاتا ہے مثلاً فسانہ عجائب، فسانۂ عجیب، قصہ انجمن آرا، جان عالم اور قصہ جان عالم
- بعض ناقدین نے فسانۂ عجائب کو ناول کا پیش رو کہا ہے۔
- سرور نے فسانہ عجائب کے دیباچے میں وجہ تصنیف کے بارے میں لکھا ہے کہ ان کے چند دوست ایک دن آپس میں بیٹھ کر بات چیت کر رہے تھے کہ ایک دوست نے قصہ کہنے کی فرمائش کی اور سرور نے اسی پر عمل کرتے ہوئے چند کلمات ان کے سامنے بیان کیے جسے بعد میں کان پور کے قیام کے درمیان داستان کی شکل میں پیش کیا اور 1240ھ میں یہ کتاب مکمل ہوئی۔

فسانۂ عجائب کا خلاصہ

ایک بادشاہ جس کا نام فیروز بخت ہے ملک ختن پر حکومت کرتا ہے (ملک ختن کا نام قسمت آباد بھی ہے) اس کے عہد میں تمام مخلوق خوش حال ہے۔ خزانہ لاانتہا اور وزیر و امیر جانفشاں ہیں لیکن اس کے باوجود بادشاہ کو کوئی اولاد نہیں تھی۔ ساٹھ برس کی عمر میں ایک فرزند کی ولادت ہوتی ہے جس کا نام جان عالم رکھا جاتا ہے۔ نجومی پیشین گوئی کرتے ہیں کہ شہزادہ جان عالم پندرہ برس کی عمر میں گھر سے بے گھر ہو جائے گا۔ چودہ سال کی عمر میں جان عالم کی شادی ماہ طلعت سے کر دی جاتی ہے۔ ایک دن جان عالم بازار سے لاکھ روپے (خلعت کے سوا) میں ایک ایسا طوطا خرید کر لاتا ہے جو بات چیت بھی کرتا ہے۔ ایک روز طوطا شہزادی انجمن آرا کا ذکر جان عالم کے سامنے کرتا ہے۔ انجمن آرا کا ذکر سنتے ہی جان عالم کا دل پرزے پرزے اور دماغ عقل سے خالی ہو جاتا ہے۔ غائبانہ عشق سر پر سوار ہوتا ہے۔ طوطے کی مدد چاہتا ہے طوطے کو پچھتاوا بھی ہوتا ہے کہ کیوں اس کے سامنے انجمن آرا کا ذکر کیا۔ طوطا شہزادے سے کہتا ہے:

''میں نے ہر چند چاہا، آپ رنج سفر، مصائب شہر بشہر، ایذائے غربت

فسانۂ عجائب

(1240ھ مطابق 1824)

- فسانۂ عجائب سرور اور شمالی ہند کی پہلی اہم طبع زاد داستان ہے جس میں لکھنؤ کی تہذیب و معاشرت پیش کی گئی ہے۔
- سرور نے فسانۂ عجائب کو حکیم اسد علی کی فرمائش پر کان پور میں 1240ھ مطابق 1824 میں تصنیف کیا تھا اور داستان فسانۂ عجائب' پہلی بار 1843 میں شائع ہوئی تھی۔
- سرور نے فسانۂ عجائب تصنیف کرتے وقت گلشن نو بہار، بہار دانش، پدماوت، داستان امیر حمزہ اور سحر البیان سے استفادہ کیا ہے۔
- فسانہ عجائب کی عبارت انتہائی پر تکلف، نہایت پیچیدہ اور مقفیٰ مسجع ہے اس طرح کہا جاسکتا ہے کہ فسانۂ عجائب زبان و بیان کے اعتبار سے 'نوطرزِ مرصع' کی تقلید میں لکھی گئی ہے۔
- سرور نے میر امن کے باغ و بہار کے جواب میں داستان فسانہ عجائب لکھی تھی۔
- سرور نے فسانۂ عجائب کے دیباچے میں 'باغ و بہار' اور اس کے مصنف کا مذاق اڑایا ہے اور میر امن نے در پردہ اہل لکھنؤ پر باغ و بہار میں جو چوٹ کی تھی اس کا بدلہ لیا ہے۔
- سرور نے فسانۂ عجائب کے متن میں 18 بار تبدیلی کی تھی۔
- فسانۂ عجائب میں شامل اشعار سرور اور ان کے استاد نوازش کے ہیں اور اس کے علاوہ حافظ، جامی، سودا، میر، مصحفی، سوز، جرأت، اور میر حسن وغیرہ کے اشعار بھی شامل ہیں۔
- سرور نے فسانۂ عجائب میں لکھنؤ کی تعریف اور کان پور کی مذمت کی ہے۔
- سرور نے فسانۂ عجائب میں بادشاہ غازی الدین حیدر اور بادشاہ نصیر الدین کی شان میں بھی مدحیہ الفاظ کہے ہیں۔
- سرور نے داستان فسانہ عجائب کو بادشاہ نصیر الدین حیدر کے دربار میں پیش کیا تھا۔
- فسانۂ عجائب کا امتیاز اس کے اسلوب اور معاشرت کے بیان ہی میں مضمر ہے۔
- ڈاکٹر گیان چند نے 'فسانۂ عجائب' کی عظمت کا راز اس کے مرصع اسلوب میں بتایا ہے۔

○ میر امن نے باغ و بہار کے علاوہ گنج خوبی بھی گل کرسٹ کی فرمائش پر فورٹ ولیم کالج میں 1217ھ میں لکھنا شروع کی تھی اور 1219ھ میں تکمیل کو پہنچائی تھی۔

○ گنج خوبی ملا حسین واعظ کاشفی کی فارسی کتاب اخلاق محسنی کا ترجمہ ہے۔

○ یو جی سی کے مطابق گنج خوبی انوار سہیلی کا ترجمہ ہے۔

میر امن کے متعلق مختلف آرا و خیالات

- میر امن نے ناول کے لیے موزوں زبان کی بنیاد ڈالی۔ (احسن فاروقی)
- میر امن کو اردو نثر میں وہی مرتبہ حاصل ہے جو میر تقی میر کو اردو شاعری میں حاصل ہے۔ (سرسید)

☆☆☆

سے باز رہیں کہ سفر اور سقر کی صورت ایک ہے، اس سے بچنا نیک ہے مگر معلوم ہوا کہ حضور کے مقدر میں یہ اور لکھا ہے۔ میرا قصور اس میں کیا ہے۔“

انجام کار طوطے کی رہبری میں شاہزادہ وزیر کے ساتھ ملک زرنگار کے لیے روانہ ہوتا ہے جہاں شہزادی انجمن آرا رہتی ہے۔ راستے میں طوطا اڑ جاتا ہے، وزیر زادہ بچھڑ جاتا ہے اور شاہزادہ جان عالم ایک طلسم میں گرفتار ہوتا ہے۔ نقش سلیمانی سے رہائی ملتی ہے پھر وادی فرحناک میں پہنچتا ہے۔ ملکہ مہر نگار سے ملاقات ہوتی ہے اور وہ شہزادے پر فدا ہو جاتی ہے۔ شاہزادہ واپسی کا وعدہ کر کے مہر نگار سے رخصت لیتا ہے اور انجمن آرا کے شہر زرنگار پہنچتا ہے۔ انجمن آرا کو ایک جادوگر کی قید سے چھڑاتا ہے اور اس سے مل کر دل کا حال سناتا ہے۔ انجمن آرا کا باپ جان عالم سے خوش ہو کر دونوں کی شادی منظور کر لیتا ہے پھر دونوں کی شادی ہو جاتی ہے۔ شہزادہ انجمن آرا کو لے کر وطن لوٹتے ہوئے ملکہ مہر نگار سے بھی نکاح کر لیتا ہے مگر وزیر زادے کی باتوں میں آکر شہزادہ مردہ بندر میں اپنی روح منتقل کر لیتا ہے اور وزیر زادہ شہزادے کے بدن میں اپنی روح منتقل کر لیتا ہے۔ معلوم ہو کہ جان عالم ہی نے وزیر زادے کو تبدیلیٔ روح کا عمل سکھلایا تھا۔ پھر شہزادہ بندر سے طوطے کے قالب میں آ جاتا ہے اور وزیر زادہ بکری کے بچے کے قالب میں منتقل ہوتا ہے۔ آخر میں وزیر زادے کو سزا دی جاتی ہے۔

کرداروں کی پہچان

- جان عالم 'فسانۂ عجائب' کا ہیرو اور انجمن آرا کا عاشق ہے۔ جان عالم ہی کو شامیانے کے تلے مسندِ جواہر نگار پر بٹھایا جاتا ہے۔
- انجمن آرا جو کہ فسانۂ عجائب کی ہیروئن ہے وہ ملک زرنگار کی شہزادی اور جان عالم کی محبوبہ ہے۔
- فیروز بخت جو کہ ملک ختن کا بادشاہ ہے، شہزادہ جان عالم کا باپ ہے۔
- 'ماہ طلعت' جس سے شہزادہ جانِ عالم کی شادی 14 سال کی عمر میں ہوئی تھی۔
- 'مہر نگار' فسانۂ عجائب کا سب سے کامیاب اور جاندار کردار ہے۔
- ڈاکٹر نیر مسعود نے تو ملکہ مہر نگار ہی کو ہیروئن مانا ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ ملکہ کا کردار انجمن

آرا سے زیادہ باوقار ہے۔

- شہپال جادوگر ہے۔
- خواجہ سرا محبوب علی خان
- دل آرام ملکہ مہر نگار کی کنیز ہے
- نشاط افزا ایک باغ کا نام ہے
- کوہ مطلب بر آر جہاں جوگی رہتا تھا۔
- فسانۂ عجائب میں طوطا ایک اہم کردار ادا کرتا ہے۔

دیگر کردار:

- وزیر زادہ، چڑی مار، دیو، دیونی، سوداگر، جوگی، انجمن آرا کا باپ، طوطا
- جان عالم اور انجمن آرا کا کردار فسانۂ عجائب کے مرکزی کردار ہیں۔
- جان عالم اور انجمن آرا کے علاوہ ملکہ مہر نگار ماہ طلعت اور وزیر زادے کے کردار بھی اہم ہیں۔

☆☆☆

بوستانِ خیال

(1170ھ)

- بوستانِ خیال ایک فارسی داستان ہے جسے پندرہ جلدوں میں محمد شاہ کے عہد میں میر محمد تقی خیال نے داستان امیر حمزہ کے جواب میں تصنیف کیا تھا۔
- بوستانِ خیال کے مصنف میر محمد تقی خیال احمد آباد گجرات کے رہنے والے تھے۔
- میر محمد تقی خیال تلاش معاش میں احمد آباد سے دلی چلے آئے تھے۔
- میر محمد تقی خیال دلی میں نواب مؤتمن الدولہ (محمد اسحاق خان) کے صاحب زادے نواب رشید خان بہادر المسمیٰ بہ مرزا محمد علی (سالار جنگ) کے ملازم ہوئے۔
- رشید خان نے میر محمد تقی خیال کی بہت قدر کی تھی جس قدر دانی پر خیال نے ان کے نام پر 'بوستانِ خیال' کا تاریخی نام 'فرمائش رشیدی' تجویز کیا تھا جس سے بوستانِ خیال کی تکمیل کا سنہ 1170ھ نکلتا ہے۔
- بوستانِ خیال کو محمد تقی خیال نے دلی میں لکھنا شروع کیا تھا مگر اس کی چودہ جلدیں مرشد آباد میں پوری ہوئی تھیں۔ کیونکہ خیال نادر شاہ کے حملہ کی وجہ سے دلی چھوڑ کر مرشد آباد چلے گئے تھے جہاں سراج الدولہ نے داستان کی تکمیل کا حکم دیا تھا۔
- 'بوستانِ خیال کا ترجمہ 'زبدۃ الخیال' کے نام سے سب سے پہلے عالم علی نے 1256ھ/1840 میں کیا تھا جو ترجمہ 1844 بھاگل پور سے شائع ہوا تھا۔
- مہدی علی خان زکی مرادآبادی نے نواب سید محمد سعید خان کے حکم سے بوستانِ خیال کی چند جلدوں کا ترجمہ طلسم سعید، طلسم حیرت کدۂ آصفی اور طلسم حکیم قسطاس وغیرہ ناموں سے کیا تھا۔
- بدر الدین خان عرف خواجہ امان دہلوی نے بھی الور کے مہاراجہ کی فرمائش پر بوستانِ خیال کا ترجمہ کیا تھا۔
- لکھنؤ میں بوستانِ خیال کا سب سے پہلے ترجمہ مرزا محمد عسکری عرف چھوٹے آغا نے

- **گلزار سرور** 1275ھ: یہ ایک تمثیلی داستان ہے اور فسانۂ عجائب کے بعد سرور کی دوسری اہم کتاب ہے۔
- سرور نے بنارس میں وہاں کے مہاراجہ ایشری پرشاد نرائن سنگھ کی ہدایت پر ملا محمد رضی تبریزی کی فارسی تصنیف 'حدائق العشاق' کا ترجمہ 'گلزار سرور' کے نام سے کیا تھا۔
- گلزار سرور کے دیباچے میں واجد علی شاہ کی معزولی اور لکھنؤ کی تباہی کا بیان ہے۔ ابتدا میں غالب کی تقریظ بھی شامل ہے۔
- **شبستان سرور** 1279ھ: یہ الف لیلیٰ کا آسان زبان میں ترجمہ ہے۔ سرور کی دوسری تصانیف کے برعکس اس کتاب کی زبان سادہ اور سہل ہے۔
- **شرار عشق**: یہ ایک مختصر قصہ ہے۔
- فسانۂ عبرت 1856 فسانۂ عبرت میں سرور نے لکھنؤ کے آخری چار نوابوں کے حالات قلم بند کیے ہیں۔
- تاریخی اعتبار سے فسانۂ عبرت اہمیت کی حامل ہے۔
- **سرور سلطانی**: سرور کی آخری تصنیف ہے۔
- سرور نے واجد علی شاہ کی فرمائش، پر شاہنامے کی فارسی تلخیص 'شمشیر خانی' کا اردو ترجمہ سرور سلطانی کے نام سے کیا تھا۔
- **انشائے سرور**: یہ رجب علی بیگ سرور کے مکاتیب کا مجموعہ ہے۔



رجب علی بیگ سرور

- نام رجب علی بیگ تھا اور تخلص سرور۔
- سرور 1200ھ مطابق 1786 میں لکھنؤ میں پیدا ہوئے۔
- سرور کا انتقال 1286ھ مطابق 1869 میں بنارس میں ہوا اور بنارس ہی میں دفن کیے گئے۔
- سرور کے والد کا نام مرزا اصغر علی بیگ تھا۔
- سرور کی تعلیم و تربیت دہلی میں ہوئی تھی۔
- سرور عربی، فارسی زبان و ادب کے علاوہ شہ سواری، تیراندازی، خوش نویسی اور موسیقی میں دسترس رکھتے تھے۔
- سرور شاعری میں آغا نوازش حسین خان نوازش کے شاگرد تھے۔
- والی اودھ غازی الدین حیدر نے ایک قتل کے الزام میں سرور کو 1824 میں لکھنؤ سے جلاوطن کیا تھا اور سرور کانپور چلے گئے تھے۔
- نصیر الدین حیدر نے سرور کا قصور معاف کر کے انھیں لکھنؤ آنے کی اجازت دی تھی۔
- واجد علی شاہ نے سرور کو پچاس روپے ماہانہ پر درباری شعرا میں داخل کیا تھا۔
- سرور 1859 میں بنارس گئے تھے اور آخر عمر تک یہیں رہے۔
- سرور کے غالب کے ساتھ دوستانہ تعلقات تھے۔
- سرور نثر کے اعتبار سے دبستان لکھنؤ کے بانی ہیں۔
- بقول چکبست 'اودھ پنچ' کے پہلے رجب علی بیگ سرور کے طرزِ تحریر کی پرستش ہوتی تھی۔

رجب علی بیگ سرور کے کارنامے

- **فسانۂ عجائب** 1240ھ/ 1824: یہ سرور کی پہلی نثری تصنیف ہے۔
- **شگوفۂ محبت** 1272ھ/ 1856: یہ سرور کی تصنیف کردہ دوسری داستان ہے جس کا قصہ مہر چند کھتری کی تصنیف 'قصۂ ملک محمد و گیتی افروز' سے اخذ کیا گیا ہے۔

کی انگوٹھیاں بدل لیتے ہیں۔ پھر کنور اودے بھان اپنے وطن لوٹ آتا ہے۔

کنور اودے بھان اور رانی کیتکی پر ہجر کے لمحات مشکل سے گزرتے ہیں۔ ایک دوسرے کی یاد میں بے قرار و بے چین اور ہوش گم کیے رہتے ہیں۔ کنور اودے بھان کی حالت انشا کے الفاظ میں کچھ اس طرح رہتی ہے۔

''کنور جی کا انوپ روپ کیا کہوں، کچھ کہنے میں نہیں آتا، نہ کھانا، نہ پینا، نہ کسی سے کچھ کہنا نہ سننا، جس دھیان میں تھے اسی میں گوتھے رہنا اور گھڑی گھڑی کچھ سوچ سوچ کر سر دھننا۔''

کنور اُودے بھان کے والدین اس کی یہ حالت دیکھ کر پوچھتے ہیں کہ آخر ماجرا کیا ہے؟ تب وہ اس حادثۂ محبت کے بارے میں بتاتا ہے جس کی وجہ سے اس کی یہ حالت ہوئی تھی۔ پھر کنور کے والدین رانی کیتکی کے والد جگت پرکاش کے یہاں ایک برہمن کی معرفت بیاہ کا سندیس بھیجتے ہیں۔ جگت پرکاش اسے اپنی رسوائی سمجھ کر شادی کے رشتے کو قبول کرنے سے انکار کر دیتا ہے اور برہمن کو قید کر دیتا ہے۔ اسی وجہ سے کنور کے باپ سورج بھان اور کیتکی کے باپ جگت پرکاش کے درمیان لڑائی ہو جاتی ہے۔ لڑائی کے دوران کنور اُودے بھان کیتکی کو اپنے ساتھ بھاگنے کو کہتا ہے مگر کیتکی بھاگنے سے انکار کرتی ہے۔ کیتکی کا باپ جگت پرکاش اپنے گرو جوگی مہندر گر جو کیلاس پہاڑ سے آیا تھا اس کی مدد سے اودے بھان، اس کے باپ سورج بھان اور اس کی ماں رانی لچھمی باس کو ہرن ہرنی کی روپ میں تبدیل کر دیتا ہے اور ساری فوج ایک آگ کے بگولے سے تباہ کر دی جاتی ہے۔ کیتکی اس واقعہ سے غم زدہ اور فکرمند ہو جاتی ہے۔ سہیلی مدن بان کے دلاسہ دینے سے کچھ سکون محسوس کرتی ہے۔ پھر کیتکی ایک روز بڑی چالاکی سے کھیلنے کے بہانے اپنی ماں 'کام لتا' سے جوگی مہندر گر کا دیا ہوا وہ بھبھوت لے لیتی ہے جسے آنکھوں میں لگانے والے دوسروں کو نظر نہیں آتے اور بھبھوت کو آنکھوں میں لگا کر اپنے عاشق اودے بھان کو تلاش کرنے کے لیے جنگل کی طرف نکل جاتی ہے۔ کیتکی کے اس طرح سے غائب ہو جانے سے اس کے والدین جگت پرکاش اور کام لتا پریشانی میں مبتلا ہو جاتے ہیں اور اس کی سہیلی مدن بان کو بھی بھبھوت آنکھوں میں لگا کر کیتکی کو تلاش کر کے واپس لانے کے لیے بھیجتے ہیں۔ بڑی تلاش و جستجو کے بعد کیتکی واپس لائی جاتی ہے پھر رونکٹا

رانی کیتکی کی کہانی

(1803ء)

- 'رانی کیتکی کی کہانی' اردو کی مختصر ترین طبع زاد نثری داستان ہے۔
- انشا نے رانی کیتکی کی کہانی نواب صاحبزادہ حسین علی خان کی فرمائش پر فارسی اور عربی لفظوں کے استعمال کے بغیر 1803 میں لکھی۔
- انشا نے دعویٰ کیا تھا کہ ایسی کہانی لکھوں گا جس میں غیر ملکی یعنی عربی و فارسی الفاظ شامل نہ ہوں گے۔ انھوں نے اسے رانی کیتکی کی کہانی لکھ کر پورا کر دکھایا۔
- انشا نے لکھا ہے کہ "یہ وہ کہانی ہے جس میں ہندی چھٹ کسی اور بولی کا میل ہے نہ پٹ۔"
- انشا نے رانی کیتکی کی کہانی میں نہ صرف خالص ہندی زبان کا استعمال کیا ہے بلکہ اس کے کردار بھی ہندو پیش کیے ہیں جن کا تعلق ہندو معاشرے سے ہے اور اس کا پلاٹ بھی ہندو علم الافہام کی مدد سے بنایا ہے۔
- امتیاز علی عرشی کے مطابق "داستان رانی کیتکی کی کہانی 1808 میں لکھی گئی۔
- مولوی عبدالحق نے رانی کیتکی کی کہانی کتابی صورت میں 1933 میں شائع کی تھی۔

رانی کیتکی کی کہانی کا خلاصہ

راجہ سورج بھان کا بیٹا کنور اودے بھان ایک روز شکار کرنے کے لیے جنگل کی طرف نکلا اور ایک ہرنی کو دیکھ کر شام تک اس کا پیچھا کرتا ہوا ایک ایسے باغ میں جا پہنچا جہاں خوبرو دوشیزائیں جھولے کا لطف لے رہی تھیں۔ ان میں جگت پرکاش کی چاند جیسی بیٹی رانی کیتکی بھی تھی۔ کنور اودے بھان بھی کچھ کم خوبصورت نہیں تھا۔ باغ میں دونوں کی آنکھیں چار ہوئیں اور دونوں ایک دوسرے پر فدا ہو گئے۔ رانی کیتکی نے اپنی سہیلی مدن بان سے بتایا کہ وہ کنور اودے بھان کے عشق میں گرفتار ہو چکی ہے پھر مدن بان کے مشورے پر اودے بھان اور رانی کیتکی ایک دوسرے سے مل کر اپنا تعارف کراتے ہیں اور محبت کی نشانی کے طور پر ایک دوسرے

مہدی نامہ کے نام سے کیا تھا۔

- بوستانِ خیال کا پلاٹ الجھا ہوا ہے۔ اس میں بیک وقت تین ہیرو کے قصے بیان کیے گئے ہیں۔ ہر داستان اتنی پیچیدہ ہے اور اتنے کردار ہیں، اتنے ممالک اور اتنے واقعات ہیں کہ کوئی مربوط کہانی نہیں بن پائی۔
- داستان بوستان خیال میں عیش پرستی اور رنگ رلیوں کی طرف زیادہ توجہ دی گئی ہے۔
- اردو کے نثری قصوں میں سب سے زیادہ فحش بیانی بوستان خیال ہی میں کی گئی ہے۔
- بوستانِ خیال میں بھی صاحب قران ہیں جو کفار کے خلاف لڑتے ہیں۔
- بوستانِ خیال میں طلسم اجرام و اجسام لاجواب ہیں۔
- داستانِ بوستان خیال میں پانچ بڑے طلسم ہیں مثلاً اجرام، البسام، بیضا وغیرہ۔

کرداروں کی پہچان

- بوستانِ خیال کے مرکزی کردار معز الدین، خورشید تاج بخش اور بدر منیر ہیں۔
- معز الدین جو کہ صاحب قران اکبر ہے۔ وہ داستان بوستان خیال کا اصل ہیرو ہے۔ حسن پرست اور بہادر انسان ہے۔ داستان میں 5 بڑے طلسم میں تین طلسم کا فاتح ہے۔ اس پر داروغہ حکمت حکیم قسطاس کی نگاہ کرم ہے جس سے ہر مشکل آسان ہو جاتی ہے۔
- خورشید تاج بخش صاحب قران اعظم ہے۔
- بدر منیر صاحب قران اصغر ہے۔
- حکیم قسطاس جو کہ داروغہ حکمت ہے۔ اس کی نگاہ کرم معز الدین پر ہوتی ہے۔
- شمسہ تاجدار، ملکہ نو بہار، گلشن افروز بیگمات ہیں۔
- جمشید خود پرست جو کہ دشمنوں میں سے ہے پہلے مصر کا وزیر تھا پھر بادشاہ کو مار کر خود بادشاہ بن گیا ہے۔ جادو میں اسے مہارت حاصل ہے۔
- 'ابوالحسن جواہر' عیاروں میں سب سے نمایاں ہے۔
- 'منیر توفیق' جو کہ عیار ہے اسے داستان امیر حمزہ کے عمرو عیار کی نقل کہا جاسکتا ہے۔



پنڈت برج موہن دتاتریہ کیفی نے کیا ہے۔

- **لطائف السعادت:** اس کتاب میں انشا نے نواب سعادت علی خان کے ان لطائف کو جو وقتاً فوقتاً ان کی صحبتوں میں پیش آئے تھے، جمع کیا ہے۔ اس کتاب سے دونوں کے تعلقات پر بھی روشنی پڑتی ہے۔
- **سلک گوہر:** یہ چھتیس صفحات کی مختصر داستان ہے۔ یہ صنعت غیر منقوطہ میں ہے (یعنی اس نثری داستان میں کوئی حرف نقطہ والا نہیں ہے)
- **رانی کیتکی کی کہانی**
- ترکی روزنامچہ: یہ روزنامچہ ایک ماہ اور چھ دن کے حالات پر مشتمل ہے۔ اس میں انشا نے روز کے واقعات لکھے ہیں۔ سہ شنبہ 7 جمادی الاوّل کے روزنامچے کی تحریر سے رانی کیتکی کے سنہ تالیف پر کچھ روشنی پڑتی ہے۔

شعری کارنامے:

- انشا کے اردو کلیات میں غزلیں، قصیدے، مثنویاں، نظمیں، قطعہ سبھی کچھ شامل ہے۔

غزل:

- مولانا محمد حسین آزاد انشا کے غزلوں کے دیوان کے متعلق لکھتے ہیں کہ ''غزلوں کا دیوان عجب طلسمات کا عالم ہے۔ زبان پر قدرت کامل، بیان کا لطف، محاوروں کی چاشنی، ترکیبوں کی خوش نما تراشیں دیکھنے کے قابل ہیں۔''

غزل کے کچھ اشعار

نہ چھیڑ اے نکہتِ بادِ بہاری راہ لگ اپنی تجھے اٹکھیلیاں سوجھی ہیں، ہم بیزار بیٹھے ہیں
یہ اپنا حال ہے افتادگی سے اب کہ پہروں تک نظر آیا جہاں پر سایۂ دیوار بیٹھے ہیں

مثنویاں: درہجو زنبور، کھٹمل نامہ، درہجو پشہ، درہجو مگس، مرغ نامہ، مثنوی ابتدائے کلام درتمہید شکایت زمانہ، مثنوی لیل، درہجو گیان چند ساہوکار

قصائد: انشا کے کلیات میں دس قصیدے ہیں۔ ان میں سے چار قصیدے حمد و منقبت میں ہیں۔

- دیگر قصائد میں انشا نے شاہ عالم، مرزا سلیمان شکوہ، نواب سعادت علی خاں جارج ثالث اور دلہن جان کی تعریف کی ہے۔

☆☆☆

انشاء اللہ خاں انشا

(1752ء-1817ء)

- نام سید انشا اللہ خان تھا اور تخلص انشا
- انشا 1752 میں مرشد آباد میں پیدا ہوئے تھے۔
- انشا کا انتقال 1817ء میں ہوا۔
- انشا کے والد کا نام سید ماشاء اللہ خان تھا اور تخلص مصدر جو مشہور و معروف طبیب تھے اور اردو و فارسی دونوں میں شعر کہا کرتے تھے۔
- انشا کے دادا سید نور اللہ فرخ سیر کے عہد میں ہندوستان آئے تھے اور انھیں کے علاج سے بادشاہ کو شفا ملی تھی اور خان بہادر کے خطاب سے نوازے گئے تھے۔
- انشا اپنے والد کے ساتھ سات برس کی عمر میں لکھنؤ گئے تھے۔
- انشا شعر گوئی میں اپنے والد سے اصلاح لیا کرتے تھے۔
- انشا کا دیوان سولہ سال کی عمر میں ہی مکمل ہو چکا تھا۔
- انشا آصف الدولہ کے عہد میں لکھنؤ گئے تھے۔
- انشا لطیفہ گوئی، حاضر جوابی اور بذلہ سنجی میں اپنا جواب نہیں رکھتے تھے۔
- انشا کا رنگین سے گہرا دوستانہ تعلق تھا۔
- اردو کے ریختی گو شعرا میں انشا و رنگین کا شمار ہے۔
- انشا کی ادبی چشمک مصحفی اور مرزا عظیم بیگ کے ساتھ تھی۔
- انشا نواب سعادت علی خاں کے مصاحب تھے۔
- انشا نے دو شادیاں کی تھیں بڑی بیوی کا نام عاشوری بیگم اور چھوٹی بیوی کا نام اچھی بیگم تھا۔

انشا کے کارنامے

نثری تصانیف:

o **دریائے لطافت:** انشا کی یہ تصنیف اردو نحو و صرف قواعد پر مشتمل ہے۔ دریائے لطافت ایک صدف اور سات جزیروں پر مشتمل ہے۔ اس کی زبان فارسی ہے جس کا اردو ترجمہ

جلا کر جوگی مہندر گر کو بلایا جاتا ہے اور تمام واقعات سے باخبر کیا جاتا ہے۔ اس کے بعد کنور اودے بھان اور اس کے والدین کو ہرن ہرنی سے واپس انسانی شکل میں تبدیل کیا جاتا ہے پھر کنور اودے بھان اور رانی کیتکی کا نہایت تزک و احتشام کے ساتھ بیاہ رچ دیا جاتا ہے۔

کرداروں کی پہچان

- کنور اودے بھان (ہیرو) اور رانی کیتکی ہیروئن۔
- 'مدن بان' جو کہ رانی کیتکی کی ہمراز سہیلی ہے وہ اس داستان کا باعمل، باہمت اور سب سے جاندار کردار ہے۔
- 'سورج بھان' کنور اودے بھان کا باپ ہے
- 'رانی لچھمی باس' کنور اودے بھان کی ماں ہے
- 'چندر بھان' کنور اودے بھان کا چچا ہے
- 'راجہ جگت پرکاش' رانی کیتکی کا باپ ہے
- 'رانی کام لتا' رانی کیتکی کی ماں ہے
- 'جوگی مہندر گر' جگت پرکاش کا گرو ہے
- 'راجہ اندر' مہندر گر کا دوست ہے
- 'پھول کلی' ایک مالن ہے
- 'امراوات ہاتھی' راجہ اندر کے ہاتھی کا نام ہے
- 'کیلاس' ایک پہاڑ کا نام ہے

☆☆☆

➤ **ناول کے اجزائے ترکیبی:** (1) قصہ، (2) پلاٹ (3) کردار نگاری (4) مکالمہ نگاری (5) منظر کشی (6) نقطۂ نظر

➤ ناول میں شروع سے لے کر آخر تک ایک ہی کہانی اور ایک ہی پلاٹ ہوتا ہے۔

➤ ناول میں کردار بھی ابتدا سے آخر تک ایک ہی ہوتے ہیں۔

➤ ناول میں حقیقی اور واقعی حالات جو روزمرہ کی زندگی میں پیش آتے ہیں ان کو پیش کیا جاتا ہے۔

➤ ناول کے زبان و بیان میں بیحد لچک اور وسعت ہوتی ہے۔

➤ کہانی ناول میں ریڑھ کی ہڈی کی طرح ہوتی ہے۔

➤ ناول کی کہانی حقیقی انسانوں کی کہانی جیسی ہوتی ہے۔

➤ ناول کی جگہ وہاں ہوتی ہے جہاں تاریخ کے صفحے سادہ ہوتے ہیں۔ (علی عباس حسینی)

➤ نذیر احمد کی تخلیقات اردو ناول کے نقش اوّل ہیں۔

➤ نذیر احمد کے ناول مراۃ العروس 1869 کو ہی اردو کا پہلا ناول تسلیم کیا جاتا ہے۔

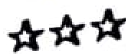
➤ نذیر احمد کے مراۃ العروس سے پہلے اب تک تین کتابوں کو اردو کا پہلا ناول کہہ کر پیش کیا گیا ہے۔

➤ پہلی کتاب کریم الدین کی لکھی ہوئی 'خطِ تقدیر 1826' ہے جسے ڈاکٹر محمود الٰہی نے اردو کا پہلا ناول کہہ کر اپنے طویل مقدمے کے ساتھ دوبارہ 1965 میں شائع کیا۔

➤ دوسری کتاب منشی گمانی لال کی لکھی ہوئی 'ریاض دلربا' ہے جسے ڈاکٹر ابن کنول نے اردو ناول کا نقش اوّل کہہ کر پیش کیا ہے۔

➤ یہ دونوں کتابیں سرے سے ناول ہی نہیں ہیں۔

➤ تیسری کتاب منشی سجاد حسین انجم کی 'نشتر' ہے جس کا انگریزی ترجمہ قرۃ العین حیدر نے A Nauth girl ناچ گرل کے عنوان سے کیا ہے اور اپنے مقدمے میں لکھا ہے کہ یہ سب سے پہلا ہندوستانی ناول ہے جو 1790 میں لکھا گیا۔ حقیقت یہ ہے کہ 'نشتر' ناول تو ہے لیکن وہ مراۃ العروس کے بعد لکھا گیا ہے۔



ناول

- ناول انگریزی زبان کا لفظ ہے جو اطالوی زبان کے لفظ ناویلا سے نکلا ہے جس کے معنی ہیں 'نیا' یہ نام اس لیے رکھا گیا کہ ناول ایک نئی چیز تھی۔
- اردو میں ناول انگریزی ادب کے راستے سے آیا ہے۔
- علی گڑھ تحریک کے دوران اردو میں صنف ناول کا آغاز ہوا تھا۔
- ناول زندگی کی کتاب ہوتی ہے۔ (ڈی ایچ لارنس)
- ورجینیا وولف کے مطابق ''ناول انسانوں سے متعلق ہوتے ہیں اس لیے وہ ایسے احساسات و جذبات ابھارتے ہیں جن سے ہم حقیقی دنیا میں دوچار ہوتے ہیں۔
- ناول اپنی وسیع ترین تعریف میں زندگی کا شخصی اور راست اثر ہے۔ (ہنری جیمس)
- روزمرہ آنکھوں کے سامنے ہونے والے واقعات کو مانوس اور مربوط انداز میں پیش کرنے کا نام ناول ہے۔ (کلاریوز)
- ڈیوڈ سلیل ناول کو ایک ایسا فنی کارنامہ قرار دیتا ہے جو ہم کو ایک زندہ دنیا سے متعارف کرتا ہے لیکن یہ دنیا ہماری دنیا سے مشابہ بھی ہو اور اپنی ایک الگ انفرادیت بھی رکھتی ہو۔
- پرسی لیک نے ناول کو زندگی کی تصویر یا 'زندگی کی شبیہ' قرار دیا ہے۔
- اسکاٹ جیمس کے مطابق ناول میں ان باتوں کو پیش کیا جاتا ہے جو زندگی کی جیسی ہوتی ہیں یا اس کے مطابق ہوتی ہیں۔
- انتھونی ٹرولوپ کے مطابق ناول ایک ایسی تصویر ہے جس میں عام زندگی کی مسرت اور غم دکھائے جاتے ہیں تاکہ وہ تصویر جاندار نظر آئے۔ اس تصویر کو اگر قابل توجہ بنانا ہے تو اسے بہت وسیع اور حقیقی تشبیہوں سے معمور ہونا چاہیے۔
- جوزف کانراڈ نے ناول کو انسانی قوت اظہار کی آخری حد کہا ہے۔
- ناول کو عہد جدید کا رزمیہ کہا جاتا ہے۔
- ناول کو ایک جیبی نگار خانہ (pocket thearte) کا نام دیا گیا ہے۔

تربھون ناتھ، ہجر نے کہا کہ اگر کوئی ناول ایسا ہے کہ جس کا ایک صفحہ پڑھئے اور ممکن نہیں کہ بیس مرتبہ نہ ہنسیے تو وہ ڈان کوئکساٹ ہے۔ اگر اردو میں اس طرز کا فسانہ لکھا جائے تو خوب ہے۔ حضرت سرشار کے دل پر اس وقت کی بات ایسی کارگر ہوئی کہ اردو میں ڈان کوئکساٹ کے انداز پر مضامین لکھنے کا شوق پیدا ہوا۔ چنانچہ اودھ اخبار میں مختلف مضامین شائع ہونے لگے۔

فسانۂ آزاد کا پلاٹ

- فسانۂ آزاد میں طویل ناول کی طرح چھ پلاٹ ہیں۔
- (1) **آزاد اور حسن آرا کا قصہ:** آزاد حسن آرا پر عاشق ہو کر شادی کا پیغام دیتے ہیں۔ شادی کی شرط یہ ٹھہرتی ہے کہ آزاد ترکی جا کر، ترکوں کے ساتھ مل کر، روسی افواج سے لڑیں اور فتح یاب واپس آئیں تو شادی ہوگی۔ ایسا ہی ہوتا ہے یہ قصہ شادی پر ختم ہوتا ہے۔
- (2) دوسرا قصہ ہمایوں فر اور حسن آرا کی بہن سپہر آرا کے عشق سے تعلق رکھتا ہے۔ شادی ہو رہی ہے کہ کوئی ہمایوں فر کو قتل کر دیتا ہے۔ سرشار ہمایوں فر کو پھر زندہ کرنے کی ناکام کوشش کرتے ہیں اور سپہر آرا سے اس کی شادی ہونے کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ وہ شخص کوئی اور ہے۔ یہ پلاٹ بالکل پھسپھسا اور بے جان ہے۔
- (3) تیسرے قصے میں نواب ذوالفقار علی خان کی بٹیر بازی کا قصہ بیان کیا گیا ہے۔ آزاد نواب صاحب کی صف شکن نامی بٹیر کو جو اڑ گئی ہے، ڈھونڈھنے نکلتے ہیں۔ یہاں پلاٹ کچھ نہیں ہے۔ صرف نواب کے گھر کی چہ میگوئیاں ناول کا زیادہ حصہ گھیرتی ہیں۔
- (4) اللہ رکھی ایک بازاری عورت ہے جو زندگی میں مختلف طبقوں سے گزرتی ہوئی دکھائی جاتی ہے۔
- (5) خوجی کے آزاد کے ساتھ اور الگ رہ کر مختلف واقعات میں پھنسنے کا قصہ ہے۔ یہ واقعات کرداری ناول کا پلاٹ بناتے ہیں اور اس میں خوجی کا کردار لافانی ہو جاتا ہے۔
- (6) متعدد چھوٹے چھوٹے قصے جو محلات میں پیدا ہوتے ہیں اور ختم ہو جاتے ہیں۔

فسانۂ آزاد

(1880ء اشاعت)

- 'فسانۂ آزاد' رتن ناتھ سرشار کا وہ شاہکار ناول ہے جس میں لکھنؤ کی مٹتی ہوئی تہذیب کی لازوال عکاسی کی گئی ہے۔
- سرشار نے 'فسانۂ آزاد'، 'اودھ اخبار' میں قسط وار ظرافت کے عنوان کے تحت 1878 میں لکھنا شروع کیا تھا۔
- اس کے بعد فسانہ آزاد چار ضخیم جلدوں میں تقریبا چار ہزار صفحات پر مشتمل پہلی بار منشی نول کشور پریس کے زیر اہتمام 1880 میں شائع کیا گیا تھا۔
- سرشار کے الفاظ میں فسانہ آزاد انگریزی ناولوں کے ڈھنگ پر لکھا گیا ہے جن میں کوئی امر حسب لیاقت یا حسب عقل محال نہیں۔ اردو فسانوں (داستانوں) سے اس کا رنگ نہیں ملتا۔
- سرشار کے لکھنے کے بارے میں یہ بات مشہور ہے کہ وہ نشے میں ہوتے۔ کاتب ان کے پاس آتا اور وہ اسے اگلی قسط لکھوا دیتے یا بقول چکبست ''نہایت بے تکلفی سے چار صفحے کھینچ کر پھینک دیتے۔''
- پروفیسر گیان چند جین نے 'فسانۂ آزاد' کو اس کے پھیلاؤ اور بکھراؤ کے پیش نظر داستان اور ناول کی درمیانی کڑی کہا ہے۔

فسانۂ آزاد کی وجہ تصنیف

- چکبست مضامین چکبست میں لکھتے ہیں کہ ''جب سرشار کھیڑی سے لکھنؤ آئے تو یہاں شب و روز 'یارانِ دقیقہ رس و صحیح نفس' کی صحبت میں گزرتے تھے۔ اس صحبت میں جہاں ایک سے ایک طرار اور حاضر جواب موجود ہوتا تھا۔ وہاں منشی سجاد حسین ایڈیٹر اودھ پنچ اور پنڈت تربھون ناتھ ہجر بھی شریک ہوا کرتے تھے۔ اس صحبت میں ایک روز پنڈت

پنڈت رتن ناتھ سرشار

- نام پنڈت رتن ناتھ دَر تھا اور تخلص سرشار۔
- سرشار 1846 یا 1847 میں لکھنؤ میں پیدا ہوئے۔
- سرشار کا انتقال 27 جنوری 1902 کو حیدر آباد میں ہوا۔
- سرشار کا تعلق ایک کشمیری برہمن خاندان سے تھا۔
- سرشار کے والد کا نام پنڈت بیج ناتھ در تھا جو کشمیر سے آ کر تجارت کی غرض سے لکھنؤ میں آباد ہو گئے تھے۔
- سرشار ابھی چار سال کے تھے کہ ان کے والد وفات پا گئے۔
- سرشار نے خاندانی دستور کے مطابق عربی اور فارسی کی تعلیم مدرسے میں اور انگریزی کی تعلیم انگریزوں کے قائم کردہ کینگ کالج لکھنؤ میں پائی تھی۔
- سرشار کا پہلا مضمون کشمیری پنڈتوں کے فرقے کی جانب سے شائع ہونے والے ایک رسالے 'مراسلۂ کشمیر' میں شائع ہوا تھا۔
- سرشار کے کئی مضمون اخبار سررشتۂ تعلیم اودھ، مراۃ الہند، ریاض الاخبار، اودھ پنچ وغیرہ میں شائع ہوئے تھے۔
- عبدالقادر کے مطابق سرشار کے نئے طرزِ تحریر کی ابتدا اودھ پنچ سے ہوئی۔ یہ لکھنؤ سے نکلنے والا ایک مزاحیہ جریدہ تھا جس کے ایڈیٹر منشی سجاد حسین تھے جنھوں نے سب سے پہلے اردو جرائد کو مزاح اور ظرافت سے روشناس کرایا۔
- منشی نول کشور نے سرشار کو 10 اگست 1878 کو اودھ اخبار کا مدیر مقرر کیا تھا۔
- سرشار نے ظرافت کے عنوان کے تحت قسط وار اودھ اخبار میں لکھنا 1878 میں ہی شروع کیا تھا۔
- سرشار نے فسانہ آزاد جلد اوّل کی ساری قسطیں ظرافت کے عنوان کے تحت اودھ اخبار میں ہی لکھی تھیں جو بعد کو 1880 میں فسانہ آزاد کے نام سے شائع ہوئی تھیں۔

یہاں مرکزی قصہ پہلا ہی ہے اور مختلف قصے آپس میں کوئی ربط نہیں رکھتے اور صرف آزاد کی ذات سے تعلق ہونے کی بناپر یکجا ہوجانے کا جواز پیدا کرتے ہیں۔

کرداروں کی پہچان

- آزاد (ہیرو) اور حسن آرا (ہیروئن) فسانہ آزاد کے مرکزی کردار ہیں۔
- آزاد کے ساتھ خوجی کا کردار بھی نا قابل فراموش ہے۔ ایک نئی تہذیب کا نمائندہ ہے تو دوسرا پرانی تہذیب کی یادگار۔
- آزاد کا کردار خود سرشار کا دھندلا سا خاکہ ہے۔
- **فسانہ آزاد کے دیگر کردار:** ہمایوں فر، سپہر آرا، نواب ذوالفقار علی خان، اللہ رکھی جو بعد میں ثریا بیگم ہوجاتی ہے، بڑی بیگم، روح افزا، ہرمزجی، چھمی جان، شاہ جی، اچھے مرزا، منے میاں، مٹرگشت، مسخرالدولہ، پیرنابالغ، بلبل بیمار، عصمت، شمیم، وکیل، قدرت بیگم مذکوری۔
- فسانۂ آزاد میں چھوٹے بڑے تقریباً تین ہزار کردار ہیں۔



توبۃ النصوح

(1874ء)

- نذیر احمد نے بنات النعش کے دیباچے میں لکھا تھا کہ ”تعلیم دین داری کا ایک مضمون اور رہ گیا ہے، اگر حیاتِ مستعار باقی ہے تو انشا اللہ بشرطِ خیریت اگلے سال تک وہ بھی ایک کتاب کے پیرائے میں پیش کش ناظرین کیا جائے گا۔“ لہٰذا وہ کتاب توبۃ النصوح کے نام سے 1874 میں شائع ہوئی۔
- کتاب کا نام قرآن مجید سے لیا گیا ہے جہاں مخلصانہ توبہ کے معنی میں 'توبۃ نصوحا' کے الفاظ موجود ہیں۔
- توبۃ النصوح کا مرکزی خیال انگریزی ناول نگار 'ڈینیل ڈی فو (Daniel Defoe) کے ناول The Family instructer سے ماخوذ ہے۔
- نذیر احمد نے اپنے موضوع و مقصد کی وضاحت کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ”اس کتاب میں انسان کے اس فرض کا مذکور ہے جو تربیت اولاد کے نام سے مشہور ہے۔ اس کتاب کے تصنیف کرنے سے مقصود اصلی یہ ہے کہ اس فرض کے بارے میں جو غلط فہمی عموماً لوگوں سے واقع ہو رہی ہے اس کی اصلاح ہو۔

ناول توبۃ النصوح کا قصہ

- ناول توبۃ النصوح کا قصہ نصوح کے خواب سے شروع ہوتا ہے وہ خواب جو نصوح نے دیکھا تمام قصے کی جان ہے۔
- نصوح خواب میں حشر کے میدان میں اپنے باپ کو دیکھتا ہے جس کے ہاتھ میں اس کا اعمال نامہ ہے۔
- نصوح باپ کا اعمال نامہ دیکھتا ہے تو تھرا اٹھتا ہے کیونکہ دنیا کی تمام برائیاں اس کے اعمال نامہ میں موجود تھیں اور باپ فرد جرم کے تعلق سے طویل بیان دیتا ہے۔

1887 میں 'جام سرشار' کے نام سے کتابی صورت میں شائع ہوا۔

○ **سیر کہسار (ناول):**

یہ ناول فسانۂ لطیف کے عنوان سے اودھ اخبار میں قسط وار شائع ہوا تھا۔ اس میں ایک متوسط طبقے کے مسلم گھرانے کا نقشہ کھینچا گیا ہے۔ پھر یہ ناول 1890 میں مطبع نول کشور سے دو جلدوں میں شائع ہوا تھا۔

○ **کامنی (ناول) 1893:**

اس میں ہندو سوسائٹی کا نقشہ کھینچا گیا ہے۔

○ سرشار نے 1894 میں 'خم کدۂ سرشار' لکھنؤ کے زیرِ عنوان ناولوں کا ایک نیا سلسلہ شروع کیا تھا جس کے تحت (1) کڑم دھڑم (2) بچھڑی دلہن (3) طوفان بے تمیزی (4) پی کہاں (5) ہشو (6) رنگے سیار، جبلی پرنٹنگ ورکس لکھنؤ سے شائع ہوئے۔

○ **شاخِ بنات:**

ہسٹری آف ایجپٹ کا ترجمہ ہے۔

○ سرشار نے 1900-1899 میں الف لیلہ کا اردو ترجمہ کیا تھا۔

○ **خدائی فوج دار 1894:**

یہ سرشار کا آخری اور 'ڈان کیخوٹے' کا انگریزی سے اردو آزاد ترجمہ ہے۔

○ سرشار کے دو معروفِ زمانہ کردار خوجی اور آزاد ناول ڈان کیخوٹے ہی کی دین ہیں۔

سرشار کے متعلق مختلف آرا و خیالات

○ پنڈت رتن ناتھ اردو نثر کے حالی تھے۔ انھوں نے (حالی) اردو شاعری کے ساتھ وہی سلوک کرنا چاہا، جو رتن ناتھ سرشار نے اردو نثر کے ساتھ کیا (چکبست)۔

○ ڈاکٹر احسن فاروقی نے لکھا ہے کہ "مغرب میں ناول نگاری کی ابتدا ڈان کیخوٹے کے اثر سے ہوئی۔ سرشار پر اس کے اثر سے معلوم ہوتا ہے کہ آخر کار اردو ناول کی ابتدا بھی اسی کے فیض سے ہوئی۔

☆☆☆

- حیدرآباد کے مہاراجہ سرکشن پرشاد نے 1895 میں سرشار کو دو سو روپیہ ماہوار پر ملازم رکھ کر اپنی نظم و نثر کی اصلاح کا کام سونپا تھا۔
- سرشار کو شاعری میں منشی مظفر علی اسیر سے شرف تلمذ حاصل تھا۔
- سرشار نے مہاراجہ کشن پرشاد کی سرپرستی میں حیدرآباد سے ایک معیاری ادبی ماہوار رسالہ 'دبدبۂ آصفی' کے نام سے 1898 میں جاری کیا تھا۔
- سرشار کی شخصیت و مزاج میں لکھنوی تہذیب اور سرسید کی اصلاحی تحریک دونوں کے اثرات ملے جلے نظر آتے ہیں۔
- سرشار رجب علی بیگ سرور کے پیرو تھے۔ سرشار جہاں بھی سرور کا نام لیتے ہیں سرور مبرور لکھ کر عزت و احترام کا اظہار کرتے ہیں۔

سرشار کے کارنامے

o شمس الضحیٰ 1879:

شمس الضحیٰ سرشار کی پہلی تصنیف ہے جسے انھوں نے چار حصوں میں تقسیم کیا ہے۔ پہلے حصے میں کرۂ ارض کی شکل ساخت حرکت گردش اور کشش وغیرہ کا بیان ہے۔ دوسرے حصے میں نظام شمسی پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ تیسرے حصے میں اجسام اور حجم کے بارے میں واقفیت بہم پہنچائی ہے۔ چوتھے حصے میں انسان اور اس کی نسلوں کے بارے میں تفصیلی بحث کی گئی ہے۔

o فسانۂ آزاد (ناول) 1880:

سرشار کی دوسری تصنیف ہے جو ان کا شاہکار ہے۔ اس کی جلد اوّل 1880 میں نول کشور پریس سے شائع ہوئی۔

o اعمال نامہ روس 1887:

یعنی ترجمہ تاریخ روس: یہ وائسرائے لارڈ فرن کے پرائیویٹ سکریٹری ڈونل میکزی کی تصنیف 'ہسٹری آف رشا' کا اردو ترجمہ ہے۔

o جام سرشار (ناول):

جو 1879 میں 'فسانۂ جدید' کے نام سے اودھ اخبار میں قسط وار شائع ہونا شروع ہوا تھا۔

ہو سکے لیکن معلوم ہوتا ہے کہ ریاست کی بساط الٹ گئی ہے اور ریزیڈنٹ نے امور ریاست کا اہتمام ایک کمیٹی کو تفویض کر دیا ہے۔ وہ صدر اعظم سے ملتا ہے جو ایک بوڑھے سے مولوی ہیں۔ وہ اسے ریاست کی فوج میں بھرتی کر لیتے ہیں۔

- اسی آخری فصل میں نعیمہ کے سدھر جانے اور پھر سے گھر آباد ہونے اور ساتھ ہی کلیم کے مرنے اور اس کی آخری وقت کی حالت کا بیان ہے۔
- ڈاکٹر احسن فاروقی مراۃ العروس اور توبۃ النصوح اور دوسرے ناولوں کو ناول نہیں تمثیل کہتے ہیں۔

کرداروں کی پہچان

- نصوح، کلیم اور ظاہر دار بیگ توبۃ النصوح کے مرکزی کردار ہیں۔
- نصوح — خاندان کا سربراہ اور فہمیدہ کا شوہر ہے
- فہمیدہ — نصوح کی بیوی ہے
- کلیم — نصوح کا بڑا بیٹا ہے
- علیم — نصوح کا منجھلا بیٹا ہے
- سلیم — نصوح کا چھوٹا بیٹا ہے
- حمیدہ — نصوح کی منجھلی بیٹی ہے
- نعیمہ — نصوح کی بڑی بیٹی ہے
- صالحہ — جو کہ نعیمہ کی خالہ زاد بہن ہے وہ نعیمہ کی سہیلی ہے
- مرزا ظاہر دار بیگ — کلیم کا دوست ہے

☆☆☆

- دوسری فصل میں نصوح اور فہمیدہ کے درمیان بات، چیت کا منظر سامنے آتا ہے اور یہاں یہ طے ہو جاتا ہے کہ نصوح (شوہر) لڑکوں کی اصلاح کریں گے اور فہمیدہ (بیوی) لڑکیوں کی۔ سب سے پہلے چھوٹے بچوں کی اصلاح کا کام شروع ہوتا ہے۔
- تیسری فصل میں فہمیدہ اپنی بیٹی حمیدہ سے بات چیت کر کے نصوح کو بتائی ہے۔
- چوتھی فصل میں نصوح چھوٹے بیٹے سلیم سے گفتگو کرتا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ سلیم بہت کچھ سدھر چکا ہے اور حضرت بی اور ان کے لڑکوں کے اثر نے پہلے ہی اسے اس راہ پر لگا لیا ہے جو نصوح اسے دکھانا چاہتا تھا۔
- پانچویں فصل میں فہمیدہ اور اس کی بیٹی نعیمہ کی لڑائی کا بیان آتا ہے۔ نعیمہ مراۃ العروس کی اکبری کی طرح کی لڑکی ہے۔ اس کی لڑائی نماز پڑھنے پر ہوتی ہے جس کو وہ اٹھک بیٹھک کہتی ہے۔
- چھٹی فصل میں نصوح اپنے منجھلے بیٹے علیم کی اصلاح کرتا نظر آتا ہے۔
- ساتویں فصل میں نصوح اور بڑے بیٹے کلیم کی کش مکش سامنے آتی ہے جو اس قصے کی خاص کش مکش ہے۔ کلیم کو پہلے منجھلا بھائی اور پھر ماں سمجھاتی ہے مگر وہ باپ کے پاس جانے سے انکار کرتا ہے۔ وہ اس تہذیب میں رچا ہوا ہے جو مغلیہ سلطنت کے آخری دور میں موجود و رائج تھی۔ یہاں دونوں چھوٹے بھائی بڑے بھائی کلیم کو سمجھاتے ہیں اور کلیم اس تہذیب کی خوبیاں گنواتا ہے۔ ماں بھی سمجھاتی ہے مگر کلیم نہیں مانتا ہے۔
- آٹھویں فصل میں نعیمہ کو اس کی خالہ زاد بہن صالحہ راہ راست پر لے آتی ہے۔
- نویں فصل میں کلیم ناخوش ہو کر گھر چھوڑ کر چلا جاتا ہے اور نصوح اس کا تکلف خانہ، جو عشرت منزل اور خلوت خانہ کے نام سے دو کمروں پر مشتمل تھا اور اس میں موجود کتابوں کو جلا دیتا ہے۔
- دسویں فصل میں قصہ نصوح کے گھر سے باہر نکلتا ہے۔ کلیم کی مرزا ظاہر دار بیگ سے ملاقات ہوتی ہے۔ کلیم پکڑا جاتا ہے اور نصوح اسے رہا کرواتا ہے پھر فطرت سے کلیم کی ملاقات ہوتی ہے اور کلیم جائیداد بیچ کر اس کے ساتھ گل چھرے اڑاتا ہے۔
- گیارہویں فصل میں کلیم ریاست دولت آباد جا کر قصیدہ لکھتا ہے تا کہ دربار تک رسائی

(4) **قانون شہادت** 1871

(5) **مصائب غدر** 1863

(6) **سموات:** 1872: علم ہیئت پر مبنی فرانسیسی زبان میں گوئلے من کی تصنیف کا ترجمہ ہے۔

(7) **تاریخ دربار تاج پوشی**

○ **درسیات:**

(1) **منتخب الحکایات** 1863، متفرق حکایات کا مجموعہ جنھیں حکایات لقمان اور دوسرے حصوں سے انتخاب کر کے بچوں کے لیے لکھا گیا ہے۔

(2) **نصاب خسرو** (1869)

(3) **رسم الخط** (1869)، فن کتابت کے مطابق اردو و فارسی حرفوں کو جوڑنے، لکھنے، بنانے کے اصول بیان کیے گئے ہیں۔

(4) **صرف صغیر**

(5) **چند پند سودمند 1871**: نذیر نے اپنے بیٹے بشیر الدین احمد کی نصیحت و اصلاح کے لیے لکھی۔ اس میں متفرق موضوعات مثلاً سونا، کھانا، بات چیت، ادب وغیرہ پر مختصر مضامین ہیں۔

(6) **مالغنیک فی الصرف** 1871

(7) **مبادی الحکمت** 1871: اردو میں علم منطق پر رسالہ ہے جو حکومت کے کہنے پر لکھا گیا تھا۔

○ **مذہبی تصانیف:**

(1) **ترجمۃ القرآن** 1896

(2) **ادعیۃ القرآن** 1903

(3) **الحقوق والفرائض 1906**: یہ قاموسی نوعیت کا کام تین جلدوں پر مشتمل ہے۔ پہلی جلد میں حقوق اللہ کو، دوسری جلد میں حقوق العباد کو اور حقوق پیغمبر کو اور تیسرے حصے مین اخلاق و آداب کو موضوع بنایا ہے۔

(4) **اجتہاد:** 8-1907: یہ کتاب سوال و جواب کے مکالماتی انداز میں لکھی گئی ہے۔ اس میں کل 172 سوالات ہیں۔ اس کتاب سے یہ بات نمایاں ہوتی ہے کہ اسلام دین فطرت

- دہلی کالج کے زمانۂ تعلیم میں نذیر احمد کا خاص مضمون عربی تھا۔
- نذیر احمد کی شادی خاندانی دستور اور والدین کی مرضی کے خلاف جبکہ ان کی شادی بجنور میں طے بھی ہو چکی تھی۔ مولوی عبدالخالق کی پوتی اور مولوی عبدالقادر کی بیٹی صفیۃ النسا بیگم سے دہلی میں ہوئی تھی۔
- صفیۃ النسا بیگم مولوی عبدالخالق کی وہی پوتی ہیں جو نذیر سے سیر دو سیر مصالحے پسواتی تھیں اور درمیان میں نذیر کے ہاتھ رکنے پر بٹے سے انگلیوں پر مارتی تھیں۔
- نذیر احمد نے والدہ کے اصرار پر 1888 میں بجنور کی ایک خاتون سے بھی عقد کیا تھا۔
- حکومت برطانیہ نے نذیر احمد کو شمس العلما کا خطاب 1897 میں دیا تھا۔
- ایڈنبرا یونیورسٹی نے نذیر کو ایل ایل ڈی کی اعزازی ڈگری 1902 میں عطا کی تھی۔
- پنجاب یونیورسٹی نے ڈی او ایل کی ڈگری سے نذیر احمد کو سرفراز کیا تھا۔
- نذیر احمد نے حیدر آباد کے قیام کے دوران چھ مہینے سترہ دن کی مدت میں قرآن مجید حفظ کیا تھا۔
- نذیر احمد کے کردار اسم با مسمیٰ ہوتے ہیں۔
- نذیر احمد کے تمام ناول مقصدی اور اصلاحی ہیں۔
- سب سے پہلے تعلیم نسواں کو موضوع نذیر احمد نے بنایا۔
- نذیر احمد کے کردار یا تو شیطان ہوتے ہیں یا فرشتے۔ انسان نہیں ہوتے۔ (آل احمد سرور)

نذیر احمد کے کارنامے

○ **تراجم:**

(1) **انکم ٹیکس ایکٹ** 1859-60

(2) **تعزیرات ہند:** نذیر احمد نے 1860-61 میں ایک انگریزی کتاب 'انڈین پینل کوڈ' کا ترجمہ تعزیرات ہند کے نام سے کیا گیا تھا جس کے عوض انھیں سونے کی گھڑی پیش کی گئی تھی اور ڈپٹی کلکٹری کے لیے نامزد کیا تھا۔

(3) **ضابطہ فوج داری** 1862

خان بہادر شمس العلما

نذیر احمد

- نام نذیر احمد تھا اور خطاب خان بہادر شمس العلما۔
- نذیر احمد موضع ریہڑ، پرگنہ افضل گڑھ تحصیل نگینہ ضلع بجنور میں 1830 کو پیدا ہوئے (جمیل جالبی کے مطابق) نورالحسن وغیرہ نے پیدائش 1836 بھی لکھا ہے لیکن صحیح 1830 ہی ہے۔
- نذیر کا انتقال 3 مئی 1913 کو فالج کی وجہ سے دہلی میں ہوا (جمیل جالبی کے مطابق)
- نذیر کے والد کا نام سعادت علی خان تھا جن کا پیشہ معلمی تھا۔
- نذیر کے جداعلیٰ شیخ عبدالقدوس گنگوہی کے خلیفہ شیخ عبدالغفور اعظم پوری تھے اور ان کے خاندان کے افراد پیرزادہ کہلاتے تھے۔
- نذیر نے فارسی اپنے والد سے پڑھی۔
- **نذیر کے دیگر اساتذہ:** ڈپٹی نصیراللہ خورجوی، مولوی مملوک علی، امام بخش صہبائی، ماسٹر رام چندر، مولوی عبدالخالق۔
- نذیر احمد نے اورنگ آبادی مسجد دہلی میں مولوی عبدالخالق سے اپنے بھائی کے ساتھ تعلیم حاصل کی تھی جہاں نذیر محلے سے کھانا مانگ کر لاتے تھے۔
- نذیر احمد نے اورنگ آبادی مسجد میں گزارے ہوئے اوقات کے بارے میں ایک لیکچر میں بتایا کہ ان کی زندگی کا یہ 'بدترین وقت' تھا اور 'اگر وہاں چار پانچ سال رہنا پڑتا تو میں دین ودنیا دونوں سے تباہ ہولیا تھا۔
- نذیر احمد کا داخلہ دلی کالج میں 1845 میں حسن اتفاق سے ہوا تھا اور وہ 1853 تک زیر تعلیم رہے تھے۔
- نذیر احمد کو دلی کالج سے چار روپے ماہوار وظیفہ داخلہ ہونے کے بعد ملنا شروع ہوا تھا جو کالج سے نکلنے تک چوبیس روپے ہوگیا تھا۔
- دلی کالج میں نذیر احمد کے ہم جماعت محمد حسین آزاد اور مولوی ذکاء اللہ تھے۔

- **(2) بنات النعش 1872**: نذیر احمد کی یہ تصنیف ان کے پہلے ناول مرأۃ العروس کے مقصد کا تکملہ ہے یا یوں کہا جائے کہ یہ مراۃ العروس کا دوسرا حصہ ہے۔
- مراۃ العروس میں خانہ داری اور تعلیم کے چند بنیادی و عینی تصورات کو ابھارا گیا تھا۔ 'بنات النعش' میں ایک زندہ جیتے جاگتے کردار حسن آرا کی انھیں خطوط پر ایسی تعلیم و تربیت کی جاتی ہے کہ وہ خود ایک مثالی عورت بن جاتی ہے۔
- **(3) توبۃ النصوح** 1874
- **(4) فسانۂ مبتلا (محصنات)** 1885
- فسانۂ مبتلا کا موضوع تعدد ازدواج اور اس کے خراب نتائج ہیں۔
- اس کا ہیرو جس کو شروع ہی سے بداطوار دکھایا گیا ہے، پانچ بہنوں کا اکلوتا بھائی ہے جسے گھر کی عورتوں کے لاڈ پیار نے بگاڑ دیا ہے۔
- **کردار:** مبتلا، میر متقی، ہریالی، غیرت بیگم، سید ناظر، سید حاظر، عارف
- **(5) ابن الوقت** 1888: اس میں غدر کے بعد کے حالات پیش کیے گئے ہیں۔ تہذیب نو کو کس قدر اپنانا چاہیے اور طرزِ کہن پر کس حد تک اڑنا ضروری ہے یہی اس ناول کا موضوع ہے۔
- **کردار:** ابن الوقت، نوبل صاحب، مسٹر شارپ، حجۃ الاسلام
- **(4) ایامیٰ** 1891: اس ناول میں گھریلو زندگی کے ایک اہم مسئلے کو موضوع بنایا گیا ہے۔ مسلمانوں میں ہندوؤں کے زیر اثر بیوہ عورتوں کی شادی برا سمجھا جانے لگا تھا۔
- نذیر احمد نے قرآن مجید میں بیواؤں کی شادی کی اجازت کے پیش نظر اصلاح کا بیڑا اٹھایا اور گھریلو زندگی کے اس اہم مسئلے پر ایک ناول 'ایامیٰ' کے نام سے لکھا۔ ایامی ایم کی جمع ہے جس کے معنی بے شوہر والی یعنی بیوہ یا مطلقہ کے ہیں۔
- **کردار:** آزادی بیگم، خواجہ آزاد، ہادی بیگم
- بقول جمیل جالبی "یہ اردو زبان کا پہلا ناول ہے جو بیواؤں کے موضوع پر لکھا گیا ہے اور اس طرح لکھا گیا ہے کہ کہانی اور اس کا بیان ہمارے دل میں اتر جاتا ہے۔
- **(7) رویائے صادقہ** 1894: یہ نذیر احمد کا آخری ناول ہے۔

ہے اور زندگی کو دین فطرت کے عین مطابق ڈھالتا ہے۔

(5) **امہات الامۃ**: 1908: یہ وہ کتاب ہے جو پادری احمد شاہ شوق کی کتاب 'امہات الامۃ' کے جواب میں لکھی گئی ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعدد ازدواج اس کتاب کا موضوع ہے۔

(6) **مطالب قرآن** (نامکمل)

o **مکاتیب:**

(1) **موعظۂ حسنہ**: موعظہ حسنہ میں ان خطوط کو جمع کر دیا گیا ہے جو نذیر احمد نے اپنے اکلوتے بیٹے بشیر الدین احمد کی ہدایت وتربیت کے لیے لکھے تھے۔

o **شاعری:**

(1) **مجموعہ بے نظیر** 1909: یہ نذیر احمد کی قومی ومتفرق اردو عربی نظموں کا مجموعہ ہے۔

o نذیر احمد نے کل 44 لیکچر دیے۔

نذیر احمد کے ناول

o نذیر احمد نے کل 7 ناول لکھے ہیں:

(1) **مراۃ العروس**: سال اشاعت 1869: نذیر احمد کا پہلا ناول ہے جسے انھوں نے اپنی لڑکیوں کی تربیت واصلاح کے لیے لکھا تھا۔ نذیر احمد نے لکھا ہے کہ تین برس پہلے جب وہ جھانسی میں تھے تو اکبری کا حال قلم بند کیا اور پھر لڑکیوں کے تقاضے پر ڈیڑھ برس میں اصغری کا حال لکھا گویا 1866 میں اکبری کا اور ڈیڑھ برس میں اصغری کا حال لکھ کر 1868ء میں اسے مکمل کیا (جمیل جالبی)۔

- نذیر احمد نے اپنی بڑی بیٹی کی شادی پر یہ کتاب یعنی مراۃ العروس اس کے جہیز میں دی تھی۔
- نذیر کے ناول مراۃ العروس کا موضوع لڑکیوں کی تعلیم وتربیت اور اصلاح ہے۔
- حکومت نے مراۃ العروس پر نذیر احمد کو ایک ہزار روپیے بطور انعام دیا تھا۔
- نذیر احمد نے مراۃ العروس لکھ کر زنانہ سوسائٹی پر ایک اتہام باندھا ہے۔ (سرسید)

مراۃ العروس کے کردار: محمودہ، ماما عظمت، ماما دیانت النسا، حسن آرا۔

اس سیاسی، سماجی اور نفسیاتی فضا میں شہر آمل کا ایک نوجوان حسین اپنی منظور نظر زمرد کے ساتھ حج بیت اللہ کے ارادے سے نکلتا ہے۔ کوہِ طالقان کے دامن میں نہر ویرنجان کے کنارے ایک دشوار گزار گھاٹی کو عبور کر کے یہ جوڑا اس مرغزار میں پہنچتا ہے جس کے متعلق مشہور ہے کہ یہاں پریوں کے غول پھرا کرتے ہیں اور پریوں کے ان غولوں کے ہاتھوں میں زمرد کا بھائی موسیٰ وہیں قبر میں لیٹا موت کی گہری نیند سورہا ہے۔ زمرد، بھائی کی قبر پر فاتحہ پڑھے بغیر آگے نہیں جاسکتی اور جب فاتحہ پڑھ چکتی ہے تو پریوں کا غول نظر آتا ہے۔ جس کے نتیجے میں دونوں بے ہوش ہو جاتے ہیں۔ ہوش میں آکر حسین موسیٰ کی قبر کے پاس ہی ایک اور قبر دیکھتا ہے، جس پر زمرد کا نام کندہ ہے۔ ردِّعمل کے طور پر حسین غم و اندوہ سے زندہ درگور ہو جاتا ہے اور فیصلہ کرتا ہے کہ اسی قبر پر رو رو کر اپنا بھی خاتمہ کرلے گا۔ خاصی مدت کے بعد اسے زمرد کا خط ملتا ہے جس میں یہ لکھا ہوتا ہے کہ وہ فوراً شہر حلب جائے اور شیخ وجودی سے مل کر ان کے احکام کی بے چون و چرا تکمیل کرے۔ حسین زمرد کے اس جنت سے آئے خط کو دیکھ کر شیخ وجودی کی بارگاہ میں پہنچتا ہے اور شیخ وجودی کے اشارے اور کہنے پر اپنے چچا امام نجم الدین نیشاپوری کو قتل کر ڈالتا ہے۔ اس 'کارِ عظیم' کے صلے میں حسین کوہِ طالقان کے دامن اور قلعہ التمونت کے پہلو میں آباد 'فردوس بریں' کی سیر کرتا ہے اور حوران فردوس کے درمیان زمرد سے بھی ملاقات کرتا ہے۔

کار پردازانِ فردوس بریں حشیش پلا کر نہایت ہوشیاری سے حسین کو جلد 'عالم عناصر' میں پہنچا دیتے ہیں۔ حسین کا جذبہ کہ وہ کسی بھی قیمت پر فردوس بریں میں زمرد سے جا ملے انتہائی شدید ہو جاتا ہے۔ شیخ وجودی اس جذبہ سے فائدہ اٹھا کر اس بار حسین سے دمشق کے عالم امام نصر بن احمد کو قتل کرواتا ہے۔ حسین اس کے صلے میں فردوس بریں میں داخل ہونے کے لیے ضد کرتا ہے جس پر شیخ وجودی اسے خور شاہ کے نام ایک خط دیتا ہے۔ حسین خط لے کر خود شاہ کے دربار میں جاتا ہے جہاں سے اس کی حق گوئی کو گستاخی قرار دے کر نکال دیا جاتا ہے۔ مایوس حسین پھر زمرد کی قبر کا مجاور بن جاتا ہے۔

یہاں کچھ دن بعد اسے زمرد کے دو خط ملتے ہیں۔ ایک اس کے نام اور دوسرا بلغان خاتون کے نام۔ اس کے نام کے خط میں مرقوم ہے کہ اسے فوراً شہر قراقر پہنچ کر دوسرا خط

فردوس بریں

(1899ء)

- فردوس بریں عبدالحلیم شرر کا وہ شاہکار تاریخی ناول ہے جسے انہوں نے 1899 میں حیدرآباد میں مکمل کیا۔
- خود شرر کے مطابق 'فردوس بریں'، 'ملک العزیز ورجینا' 'فلورا فلورنڈا'، 'فتح اندلس' اور 'ایام عرب' شرر کے پسندیدہ ناول ہیں۔
- شرر نے فردوس بریں کی اشاعت کا حق اپنے پرانے دوست 'پیام یار' کے ایڈیٹر اور قومی پریس کے مالک منشی نثار حسین کے ہاتھوں بیچ دیا تھا۔

فردوس بریں کا خلاصہ

شرر 'فردوس بریں' کا آغاز اس زمانی تعین کے ساتھ کرتے ہیں:

''اب تو سنہ 651 ہجری ہے مگر اس سے ڈیڑھ سو سال پیشتر......''

فرقۂ باطنیہ اور اس کی تحریک پانچویں صدی ہجری کے عالم اسلام پر سیاہ آندھی کے مانند چھا گئی تھی۔ اس کا بانی حسن بن صباح اس دور کی معروف شخصیت ہے جس کی زندگی میں ہی باطنی تحریک سلطنت کا روپ دھار چکی تھی۔ ڈیڑھ سو سال بعد رکن الدین خورشاہ اس خاندان کا چشم و چراغ قلعہ التمونت کے تخت زرین پر متمکن ہے بلکہ مذہبی مقتدائی کا تاج بھی زیب سر کیے ہوئے ہے۔ طرح طرح کے سیاسی انقلابات ہونے کے باوجود سلطنت باطنیہ اپنی جگہ قائم ہے۔ اس کا قیام جن تدبیروں سے ہے، وہ نوع بنوع ہیں انھیں میں سے ایک یہ ہے کہ جو بھی سیاسی و مذہبی رہ نما باطنین کے خلاف زبان کھولتا ہے، باطنی رہ نما اپنے جوشیلے لیکن سادہ لوح مقتدیوں کے ذریعے اسے اپنے راستے سے ہٹا دیتے ہیں۔ ان باطنی رہ نماؤں کے مرید کہا جا سکتا ہے کہ قاف تا قاف پھیلے ہوئے ہیں۔ شیخ وجودی ان رہ نماؤں میں الجزیرہ علاوہ خورشاہ کے سب پر فوقیت رکھتا ہے۔ کاظم جنونی جیسے نہ جانے اس کے کتنے لیفٹیننٹ ہیں۔

- دیباچہ میں نذیر احمد نے اسے رسالہ کہا ہے اور نویں ایجوکیشنل کانفرنس 1894 کے لیکچر میں اسے ناول کہا ہے۔
- رویائے صادقہ کا موضوع یہ ہے کہ عقل کے ذریعہ مذہب کو نہیں سمجھا جاسکتا بلکہ پختہ عقیدہ ہی مذہب کے ماننے والوں کے لیے ضروری ہے۔

کردار: صادقہ، سید صادق

☆☆☆

عبدالحلیم شرر

- نام عبدالحلیم تھا اور تخلص شرر
- شرر 1275ھ مطابق 1860 کو لکھنؤ میں پیدا ہوئے۔
- شرر کا انتقال 1345ھ مطابق 1926 میں چھیاسٹھ برس کی عمر میں لکھنؤ میں ہوا۔
- شرر کے والد کا نام تفضّل حسین تھا۔
- شرر کے اساتذہ: تفضّل حسین، ملا محمد باقر کشمیری، منشی عبداللطیف، حیدر یار جنگ، (میر حیدر علی طباطبائی)، مرزا محمد علی، مرزا ہدایت اللہ، سید جمال الدین، حکیم محمد مسیح، مولانا عبدالحئ
- شرر کی شادی 1879 میں اٹھارہ سال کی عمر میں حقیقی ماموں حکیم سعید کی لڑکی سے کرادی گئی تھی۔
- شرر نے قیام دہلی کے دوران محمد بن عبدالوہاب نجدی کی 'کتاب التوحید' اور اسماعیل دہلوی کی 'تقویۃ الایمان' کے تقابلی مطالعے کے بعد 'کتاب التوحید' کا اردو ترجمہ کیا تھا اس طرح 1881 میں شرر کی تصنیفی زندگی کا آغاز ہوا تھا۔
- عبدالحلیم شرر کا تعلق فرقۂ اہل حدیث (غیر مقلد) سے تھا۔
- شرر کو مولوی عبدالحئ کی سفارش پر منشی نول کشور نے 'اودھ اخبار' لکھنؤ میں تیس روپے ماہوار پر اسسٹنٹ ایڈیٹر 1881 میں مقرر کیا تھا۔
- شرر کے اودھ اخبار میں چھپنے والے مضمون 'روح' کے بارے میں سرسید نے لکھا تھا کہ "اودھ اخبار میں 'روح' پر جو مضمون چھپا ہے بہت اعلیٰ درجے کا ہے۔"
- شرر نے اودھ اخبار میں ملازمت کے دوران اپنے دوست مولوی عبدالباسط کے نام سے ایک ہفت روزہ 'محشر' کے نام سے 1881 میں جاری کیا تھا۔
- شرر نے 'البشیر' کے ایڈیٹر بشیر الدین کی تجویز اور اصرار پر اپنا مشہور ماہنامہ 'دل گداز' لکھنؤ سے جنوری 1887 میں جاری کیا تھا۔

- ناول فردوس بریں کا سب سے بڑا کردار بلکہ شرر کا بھی سب سے بڑا کردار شیخ علی وجودی ہے جو متحرک فعال اور جاندار ہے۔
- حسین ہیرو ہے زمرد کا عاشق ہے اور شہر آمل کا رہنے والا ہے۔
- زمرد حسین کی معشوقہ ہے۔
- موسیٰ زمرد کا بھائی ہے۔
- یعقوب موسیٰ کا دوست ہے۔
- حسن بن صباح فرقہ باطنیہ کا بانی ہے وہ امام قائم قیامت کہلاتا تھا۔
- رکن الدین خورشاہ باطنیوں کا رہ نمایا امام ہے۔
- شیخ علی وجودی یہ بھی باطنیوں کا رہ نما ہے۔
- کاظم جنوبی جو کہ فقیر ہے شیخ علی وجودی کا لیفٹیننٹ ہے۔
- امام نجم الدین نیشاپوری حسین کا چچا ہے۔
- امام نصر بن احمد دمشق کا عالم ہے ان دونوں کا قتل حسین کرتا ہے۔
- بلغان خاتون جو کہ ہلاکو خان اور منقوں خان کی بہن ہے اور چغتائی خان کی بیٹی ہے۔
- ہلاکو خان، بلغان خاتون کا بھائی ہے
- منقوں خان، جو کہ بلغان خاتون کا بھائی ہے وہ ترکستان کا شہنشاہ ہے
- چغتائی خان جو کہ بلغان خاتون کا باپ ہے اور جس کا قتل دیداد نے کیا تھا۔
- طوبی خان منقوں خان کا بیٹا ہے۔
- مرجاں ایک حور ہے
- نصیر الدین طوسی جس نے حسین اور زمرد کا نکاح پڑھایا تھا

☆☆☆

شہزادی بلغان خاتون کو مکمل تنہائی میں دینا چاہیے۔ بلقان خاتون ہلاکو خان کی بہن اور ترکستان کے شہنشاہ منقو خان کی بنتِ عم ہے۔ مزید یہ کہ بلقان کے باپ چغتائی خان کی ہلاکت ایک باطنی فدائی کے خنجر ہی سے کچھ دن پہلے ہو چکی ہے۔ حسین بلقان کے پاس خط لے کر جاتا ہے۔ خط پڑھ کر بلقان پانچ سو سواروں کو ساتھ لے کر حسین کی رہ نمائی میں جبالِ طالقان کی طرف روانہ ہوتی ہے۔ بالآخر طالقان پہنچ کر موسیٰ اور زمرد کے قبر کے پاس پہنچتی ہے اور پھر فردوس بریں کے خفیہ دروازے پر جا پہنچتی ہے۔ یہ رمضان کی 27ویں تاریخ تھی یعنی 'عید قائم قیامت' کا دن۔ دور و نزدیک کے تمام رہ نما، شیخ وجودی، کاظم جنوبی اور تمام حوران و غلمانِ بہشتی قریب ہی قلعہ التمونت میں موجود تھے۔ جہاں خورشاہ اپنا اور تحریک باطنی کا سالانہ جشن منا رہا تھا۔ جنت میں داخل ہونے کے بعد زمرد اپنی محسنہ بلغان کا خیر مقدم کرتی ہے اور جنت کے تمام بھیدوں کا پردہ بھی فاش کرتی ہے۔ ادھر چند گھنٹوں بعد ہلاکو خان بھی اپنا لشکر لے کر داخل جنت ہوتا ہے۔ زمرد بلغان اور ہلاکو خان کو ان کی سپاہ سمیت قلعہ، التمونت میں پہنچاتی ہے۔ خورشاہ کے جلسۂ عیش میں دفعۃً کہرام مچ جاتا ہے۔ یہی نہیں ٹھیک اسی وقت ہلاکو خاں کا فرستادہ طوبی خاں ایک لشکر لے کر قلعے کے صدر دروازے پر یورش کرتا ہے اور کاظم جنوبی کیفر کردار کو پہنچتا ہے۔ شیخ وجودی کی موت واقعی عبرت خیز ہوتی ہے۔ خورشاہ کی 'بیکسی' اس کی جان بخشی کراتی ہے اور اسے زندہ نمونۂ عبرت بنانے کے لیے ترکستان بھیج دیا جاتا ہے اور یوں اس 'فردوس بریں' اس 'ملاءِ اعلیٰ' کو زمین کے ساتھ ہموار کر دیا جاتا ہے۔ باطنیت کی شہ رگ کٹ جاتی ہے۔

قلعہ التمونت خالی ہونے سے پہلے شیخ نصیرالدین طوسی زمرد اور حسین کا نکاح پڑھاتے ہیں۔ بعد ازاں یہ دونوں حج کے لیے روانہ ہوتے ہیں۔ واپس آکر کچھ دن آمل میں رہتے ہیں اور پھر باقی ماندہ زندگی قراقرم پہنچ کر بلغان کے پاس گزار دیتے ہیں۔

کرداروں کی پہچان

- حسین، زمرد، شیخ علی وجودی، کاظم جنوبی اور بلغان خاتون کے کردار فردوس بریں کے اہم کردار ہیں۔
- فردوس بریں کا ہیرو حسین اور ہیروئن زمرد ہے۔

(23) طاہرہ 1923
(24) مینا بازار 1915
(25) نیکی کا پھل 1926

نثری تراجم:

(1) کتاب التوحید 1881
(2) درگیش نندنی 1886
(3) ڈاکو کی دلہن 1910
(4) لارڈ بیکن 1906
(5) حروب صلیبیہ 1906
(6) الحکم الرفاعیہ 1907
(7) ولادت سرور عالم 1923
(8) سفرنامۂ امام شافعی 1924

شعری تراجم:

(1) اسیری بابل 1920
(2) ولادت سرور عالم 1923

شاعری:

(1) شب غم 1886
(2) شب وصل 1886
(3) زمانہ اور اسلام 1887
(4) مثنوی نغمہ زار 1887

ڈراما:

(1) میوۂ تلخ 1889
(2) شہید وفا 1890

○ تاریخی ناول

(1). ملک العزیز ورجینا 1888

○ یہ ناول شرر بلکہ اردو ادب کا پہلا تاریخی ناول ہے۔

(2) حسن انجلینا 1889

(3) منصور موہنا 1890

(4) فلورا فلورنڈا 1899

(5) فردوس بریں 1899

(6) مقدس نازنین 1900

(7) ایام عرب 1900

(8) شوقین ملکہ 1905

(9) ماہ ملک 1906

(10) یوسف و نجمہ 1908

(11) قیس ولبنیٰ 1908

(12) فلپانہ 1910

(13) زوال بغداد 1912

(14) رومۃ الکبریٰ 1912

(15) فتح اندلس 1915

(16) الفانسو 1915

(17) فاتح مفتوح 1916

(18) بابک خرمی 1916

(19) جویائے حق 19-1917

(20) عزیزۂ مصر 1919

(21) شہزادۂ حبش 1919

(22) لعبت چین 1919

- شرر نے 'دل گداز' میں تاریخی ناول لکھنے کی داغ بیل 1888 میں ڈالی تھی اور اس طرح نہ صرف ان کا بلکہ اردو کا پہلا تاریخی ناول 'ملک العزیز ورجینا' 1888 میں شائع ہوا تھا۔
- شرر نے ایک ہفت روزہ 'مہذب' 1890 میں نکالا تھا جو اپنی نوعیت کا پہلا ہفت روزہ تھا۔
- ماہنامہ 'دل گداز' حیدرآباد سے دوبارہ نکلنا 1898 میں شرع ہوا تھا۔
- پھر لکھنؤ سے 'دل گداز' کی اشاعت 1900 میں شروع ہوئی تھی۔
- پھر شرر حیدرآباد گئے تھے اور وہاں سے دلگداز نکالا تھا۔
- پھر دل گداز میں لکھنؤ سے 1904 میں نکلنا شروع ہوا تھا۔

اس طرح دلگداز کئی مرتبہ بند ہوا اور جاری ہوا کبھی لکھنؤ سے تو کبھی حیدرآباد سے۔

- محمد علی جوہر نے شرر کو اپنے روزنامے 'ہمدرد' کا ایڈیٹر دو سو روپے ماہوار پر 1912 میں مقرر کیا تھا۔
- شرر نے اپنے ناولوں کے ذریعہ تاریخ اسلام کو زندہ کیا ہے۔

شرر کے کارنامے

ناول:

○ **سماجی ناول**

(1) **دل چسپ حصہ اوّل** 1885، (2) **دل چسپ حصہ دوم** 1886

○ دل چسپ شرر کا پہلا معاشرتی ناول ہے

(2) **دلکش** 1887

(3) **بدرالنسا کی مصیبت** 1901

(4) آغا صادق کی شادی 1908

(5) غیب داں دلہن 1911

(6) حسن کا ڈاکو 1912

(7) اسرار دربار حرامپور 1913

(8) خوفناک محبت 1915

رسائل:

(1) محشر (ہفت روزہ) 1881

(2) دل گداز (ماہنامہ) 1887

(3) مہذب (ہفت روزہ) 1890

(4) پردۂ عصمت (پندرہ روزہ) 1905

(5) اتحاد (پندرہ روزہ) 1904

(6) العرفان (ماہ نامہ) 1904

(7) ظریف (ہفت روزہ) 1913

(8) دل افروز (ماہ نامہ) 1915

(9) مورخ (ماہ نامہ) 1916

(10) سخن سنج (سہ ماہی) 1917

○ 'مضامین شرر' کو آٹھ جلدوں میں مبارک علی شاہ نے لاہور سے شائع کیا تھا۔ لیکن اس سے پہلے جلد اوّل سے جلد پنجم تک مضامین شرر پانچ جلدوں میں دلداز پریس لکھنؤ سے شائع ہو چکے تھے۔

سفرنامہ:

(1) چند گھنٹے جبرالڈ میں 1897

(2) اٹلی کی مختصر سیر 1897

(3) ہمارا سفر پالن پور اور سوئٹزر لینڈ 1897

دیگر تصانیف: گذشتہ لکھنؤ

شرر کا قول

- علوم کے اعتبار سے لکھنو ہندوستان کا بخارا اور قرطبہ اور اقصائے مشرق کا نیشاپور تھا۔

امراؤ جان ادا

(1899ء)

- 'امراؤ جان ادا' مرزا ہادی رسوا کا 1899 میں لکھا ہوا وہ لازوال نفسیاتی ناول ہے جسے اردو کا پہلا کامیاب اور مکمل ناول مانا جاتا ہے۔ کیونکہ یہ ناول تنقید کی نئی کسوٹیوں پر کھرا اترتا ہے۔
- بعض ناقدین کا کہنا ہے کہ امراؤ جان ادا شاہد رعنا سے ماخوذ ہے۔
- علی عباس حسینی نے 'ناول کی تاریخ وتنقید' میں امراؤ جان ادا کا موضوع طوائف کو قرار دیتے ہوئے لکھا ہے کہ ''یہ ایک رنڈی کی کہانی اسی کی زبانی ہے۔''
- اختر انصاری اور خورشید الاسلام نے 'امراؤ جان ادا' کا موضوع لکھنؤ کا معاشرتی زوال قرار دیا ہے جیسا کہ 'تنقیدیں' میں خورشید الاسلام نے لکھا ہے کہ ''امراؤ جان ادا کا موضوع زوال ہے یہ زوال ایک معاشرہ کا ہے جو اودھ کے چند شہروں میں محدود تھا۔''
- حالانکہ اس کا موضوع صرف طوائف ہے اور نہ صرف معاشرتی زوال بلکہ طوائف اور معاشرہ دونوں ہی اس کے موضوع ہو سکتے تھے۔
- سرشار کے فسانۂ عجائب اور امراؤ جان ادا کو لکھنو کی تہذیبی زندگی کا سب سے کامیاب مرقع کہا جا سکتا ہے۔(محمد حسن)
- ناول امراؤ جان ادا کی تکنیک بیانیہ ہے۔اس میں کہانی بظاہر فلش بیک میں چلتی ہے۔
- ناول امراؤ جان ادا بیانیہ اس لیے ہے کہ اس میں امراؤ اپنے بڑھاپے میں ناول نگار کے سامنے آتی ہے اور حال احوال دریافت کیے جانے پر اپنی آپ بیتی سنانی شروع کرتی ہے اور بیچ بیچ میں مرزا رسوا خود ہیروئن کو کہیں کہیں ٹوکتے اور استفادہ کرتے چلے جاتے ہیں۔
- ناول امراؤ جان ادا کا پلاٹ 'دوہرا ہے' ایک کہانی امیرن کی ہے جسے طوائف خانم اپنے کوٹھے کے لیے خرید لیتی ہے اور دوسری کہانی رام دئی کی ہے جسے نواب زادے کی ماں مول لیتی ہے یعنی ایک کو کوٹھی ملتی ہے اور دوسرے کو کوٹھا حالانکہ دونوں کی ابتدائی زندگی

شرر کے متعلق مختلف آراو خیالات

فراق گورکھپوری نے شرر کے تخلیقات کے بارے میں لکھا ہے کہ ''وہ مٹی کے پہاڑ سہی لیکن آپ کو انھیں ٹھنک کر دیکھنا ضرور پڑے گا۔

شرر اردو کے پہلے ادیب ہیں جنھوں نے شعوری طور پر ناول کے فن کو سمجھنے اور برتنے کی کوشش کی ہے۔ (پروفیسر قمر رئیس)

☆☆☆

امراؤ جان ادا کا خلاصہ

بنگلہ یعنی فیض آباد میں ایک نہایت شریف اور ایمان دار جمعدار رہتے تھے۔ ایک دن کا واقعہ ہے کہ انھوں نے ایک نہایت شریر غنڈہ دلاور خان کے جرائم سے متعلق عدالت میں سچی گواہی دے دی جس کے نتیجے میں اس موالی کو 12 سال کی سزا سنائی گئی۔ غنڈے دلاور خان نے رہا ہونے کے بعد اس ایماندار جمعدار سے بدلہ لینا چاہا اور ان کی آٹھ سالہ معصوم اور خوش شکل بیٹی امیرن کو اغوا کرلیا۔ دلاور خان بدلے میں امیرن کے قتل کا ارادہ رکھتا تھا لیکن اپنے دوست پیر بخش کے مشورہ سے امیرن کو لکھنؤ لے جا کر ایک نائکہ خانم جان سے سوا سو روپے میں بیچ دیتا ہے۔ خانم نے امیرن جیسی بھولی بھالی لڑکی کو رقص و موسیقی کی تعلیم دے کر اور آداب محفل سکھا کر دلربائی اور فن عشوہ گری میں طاق کر دیا۔ اس طرح امیرن امراؤ جان ادا بن گئی۔ خانم جان کے کوٹھے پر بوا حسینی، بسم اللہ جان، خورشید جان، بیگم جان بھی رہتی تھیں۔ ادھیر عمر کی بوا حسینی اور خانم جان دونوں نائکائیں ہیں۔ بسم اللہ جان خانم جان کی اکلوتی بیٹی ہے جسے اپنی ماں کی دولت پر گھمنڈ ہے اور اپنی ماں ہی کی طرح اسے بھی پیشہ عزیز ہے۔ غرض یہ کہ بسم اللہ جان پیدائشی طوائف ہے۔ ساتھ ہی تیز، شوخ، شریر، منچلی اور خودغرض بھی۔ بسم اللہ اپنے چاہنے والے مولوی صاحب کو محض اس جرم میں نیم کے پیڑ پر چڑھا دیتی ہے کہ انھوں نے اس کی چہیتی بندریا کو اپنی لاٹھی سے مارا تھا۔ خانم جان کے کوٹھے تک ایک نہایت شوخ چنچل اور اچھی آواز والے نوجوان گوہر مرزا کی رسائی بوا حسینی کے ذریعہ ہوگئی تھی۔ گوہر مرزا امراؤ جان کا تقریباً ہم عمر تھا۔ دونوں ایک ہی مکتب میں پڑھتے تھے۔ دونوں ساتھ ساتھ بڑے ہوئے۔ امراؤ اکثر مرزا کی شرارتوں کا نشانہ بنتی تھی۔ کبھی کبھی تنگ آ کر مولوی صاحب سے شکایت کر دیتی تھی۔ لیکن امراؤ کو گوہر مرزا سے پیار ہونے لگا تھا کیونکہ گوہر مرزا کی کسی شرارت پر مولوی صاحب اگر اسے سزا دیتے تو امراؤ جان کو اس پر ترس آ جاتا تھا اس طرح گوہر مرزا امراؤ جان ادا کا گل چیں اوّل بن جاتا ہے۔ اس کوٹھے پر آنے والے جتنے تھے سب بگڑے ہوئے اور زوال آمادہ معاشرے کے نواب اور رئیس زادے تھے۔ گوہر مرزا کے بعد امراؤ جان نواب سلطان مرزا کو چاہنے لگی تھی مگر وہ رام دئی کے ہو کر رہ گئے تھے۔ وہ بھی امراؤ جان کے نہ ہوئے۔ پھر امراؤ

➤ دوسرا حصہ اس شعر سے شروع ہوتا ہے:

دے پھڑکنے کی اجازت صیاد　　شب اول ہے گرفتاری کی

➤ تیسرا حصہ اس شعر سے شروع ہوتا ہے:

ایک حال میں انساں کی بسر ہو نہیں سکتی　　اب رنگ طبیعت کا بدل جائے تو اچھا

➤ چوتھا حصہ اس شعر سے شروع ہوتا ہے:

ہم نہیں ان میں جو پڑھ لیتے ہیں توتے کی طرح　　مکتب عشق و وفا تجربہ آموز بھی تھا

➤ پانچویں حصے کا آغاز اس شعر سے ہوتا ہے:

ایک شاطر چور دل میرا چرا کر لے گیا　　پاسباں کم بخت سب سوتے کے سوتے رہ گئے

➤ چھٹے حصے کی ابتدا اس شعر سے ہوتی ہے:

کچھ ان کو امتحان وفا سے غرض نہ تھی　　اک زار و ناتواں کے ستانے سے کام تھا

➤ ساتواں حصہ اس شعر سے شروع ہوتا ہے:

اتفاقات زمانہ سے یہ کچھ دور نہیں　　یوں بھی ہوتا ہے کہ بچھڑے ہوئے مل جاتے ہیں

➤ آٹھواں حصہ اس شعر سے شروع ہوتا ہے:

دیکھے پہنچے کہاں تک شورش دل کا اثر　　صرصر وحشت کا یہ شعلہ ہے بھڑکا یا ہوا

➤ نواں حصہ اس شعر سے شروع ہوتا ہے:

سن چکے حال تباہی کا مری اور سنو　　اب تمہیں کچھ مری تقریر مزا دیتی ہے

➤ دسوے حصے کا آغاز اس شعر سے ہوتا ہے:

ہر چند بہت غور کیا ہم نے شب و روز　　دنیا کا طلسمات سمجھ میں نہیں آتا

➤ گیارہوے حصے کی ابتدا اس شعر سے ہوتی ہے:

کس طرح سے ہو تسکین شوق کیسا رشک　　ملیں گے آج ان سے رقیب سے مل کے

➤ بارہواں حصہ اس شعر سے شروع ہوتا ہے:

ہاں اے نگاہ شوق مناسب ہے احتیاط　　ایسا نہ ہو کہ بزم میں چرچا کرے کوئی

➤ تیرہواں حصہ اس شعر سے شروع ہوتا ہے:

نہ پوچھو نامہ ٔاعمال کی دل آویزی　　تمام عمر کا قصہ لکھا ہوا پایا

ایک ساتھ شروع ہوتی ہے کیونکہ دونوں اغوا کر کے لائی ہوئی ہوتی ہیں۔

- ناول امراؤ جان ادا میں کردار نگاری کو تکنیک کے لحاظ سے بنیادی حیثیت حاصل ہے۔
- ناول امراؤ جان ادا میں اس دور کا لکھنؤ پوری طرح جی اٹھتا ہے اس زوال آمادہ معاشرے سے ہم پوری طرح واقف ہو جاتے ہیں جیسا کہ ڈاکٹر محمد حسن نے لکھا ہے کہ "سرشار کے فسانۂ آزاد کے بعد امراؤ جان ادا کو لکھنؤ کی تہذیبی زندگی کا سب سے کامیاب مرقع کہا جا سکتا ہے۔"
- مرزا رسوا خود لکھتے ہیں کہ ان کے ناول نہ کامیڈی ہوتے ہیں اور نہ ہی ٹریجڈی اور نہ وصل و ہجر کے قصے بلکہ ان کو موجودہ دور کی تاریخ سمجھنا چاہیے۔
- نورالحسن نقوی نے لکھا ہے کہ "امراؤ جان ادا کو معجزۂ فن کہا جائے تو بے جا نہیں"
- ناول امراؤ جان ادا میں جگہ جگہ واحد متکلم کا صیغہ استعمال کیا گیا ہے۔
- ناول امراؤ جان ادا کا آغاز ایک مشاعرے سے ہوتا ہے جس میں ناول کی ہیروئن امراؤ جان ادا کو شرکت کی دعوت دی جاتی ہے۔
- ناول کا وہ شعر جس سے ناول کا آغاز ہوتا ہے۔

ہم کو بھی کیا کیا مزے کی داستانیں یاد تھیں
لیکن اب تمہید ذکر درد و ماتم ہوگئیں

- ناول کی ہیروئن امراؤ جان خود ایک شاعرہ ہے اور ادا تخلص کرتی ہے:

کس کو سنائیں حال دل زار اے ادا
آوارگی میں ہم نے زمانے کی سیر کی

- ناول امراؤ جان ادا کا اختتام اس شعر پر ہوا ہے:

مرنے کے دن قریب ہیں شاید کہ اے حیات
تجھ سے طبیعت اپنی بہت سیر ہو گئی

- امراؤ جان ادا کے کہانی میں کئی حصے ہیں۔
- پہلا حصہ اس شعر سے شروع ہوتا ہے:

ابتدا آوارگی کی جوش وحشت کا سبب ہم تو سمجھے ہیں مگر ناصح کو سمجھائیں گے کیا

جان ادا ڈاکو فیض علی یعنی فیضو کے رابطے میں آتی ہے اور فیضو اس سے بے پناہ محبت کرنے لگتا ہے اور امراؤ جان کو کوٹھے سے لے اڑتا ہے۔ راستے میں فیضو اور اس کے ساتھیوں کو راجا دھیان سنگھ کے آدمی گھیر لیتے ہیں جس کی وجہ سے فیضو کو امراؤ کو چھوڑ کر بھاگنا پڑتا ہے۔ ان لوگوں کے فرار ہونے کے بعد امراؤ جان کانپور پہنچ جاتی ہے۔ جہاں اس کی ملاقات رام دئی سے ہوتی ہے جو اب نواب سلطان کی بیگم بن چکی ہوتی ہے حالانکہ کسی زمانے میں وہ بھی اغوا کر کے امراؤ کی طرح لائی گئی تھی۔ امراؤ رام دئی کی حالاتِ زندگی سن کر رشک کرنے لگتی ہے۔ پھر خانم جان کے لوگ یعنی بوا حسینی اور گوہر مرزا کانپور پہنچ کر واپس امراؤ جان ادا کو لکھنؤ لے آتے ہیں۔

لکھنؤ میں جب غدر ہوا تو امراؤ جان شاہی دربار سے متعلق تھی۔ والیٔ اودھ نواب برجیش قدر کی گیارہویں سالگرہ میں شریک تھی۔ انگریزوں نے جب انقلابیوں کو تتر بتر کر دیا تو امراؤ جان بھی لکھنؤ چھوڑ کر فیض آباد چلی گئی۔ فیض آباد میں بھی امراؤ نے بہت شہرت و مقبولیت حاصل کی۔ یہاں تک کہ ایک دن امراؤ خود اپنے گھر مجرے کے لیے بلائی گئی۔ امراؤ کی ماں نے دیکھ کر اسے پہچان لیا اور پھر دونوں ایک دوسرے سے لپٹ کر خوب روئیں لیکن امراؤ کا بھائی غصہ میں آ کر تلوار نکال کر قتل کرنے کے درپے ہوا مگر اصل واقعہ جاننے کے بعد چھوڑ کر چلا گیا۔

امراؤ جان پھر لکھنؤ چلی آئی۔ اس بار یہاں (لکھنؤ) کا ایک نواب محمود علی امراؤ جان ادا کے اپنی بیوی ہونے کا دعوے دار ہو گیا۔ اکبر علی خان کی وجہ سے امراؤ جان ادا کو محبوب علی سے نجات ملی اور پھر تین سال امراؤ اکبر علی خان کے گھر رہی۔

اکبر علی خان کے گھر سے نکل کر امراؤ نے اپنے طور پر کاروبار شروع کیا۔ ایک دن درگاہ میں امراؤ کی ملاقات رام دئی سے ہوئی اور یہ راز کھلا کہ رام دئی اسی نواب سلطان کی بیوی ہے جس سے امراؤ کسی زمانے میں بے حد محبت کرتی تھی۔ ایک دن امراؤ اپنے کچھ دوستوں کے ساتھ 'بخشی کے تالاب' پر سیر کرنے گئی وہاں اس نے دلاور خان کو کھرپی سے کچھ کھودتے ہوئے دیکھا۔ امراؤ نے پولیس کو دلاور خان کے کرتوتوں سے آگاہ کیا جس کی وجہ سے دلاور خان گرفتار کر لیا گیا اور کوئی دو مہینے بعد اسے پھانسی دے دی گئی۔ پھر امراؤ جان بارگاہِ خداوندی میں تائب ہو کر یادِ الٰہی میں باقی زندگی گزارنے لگی۔

مرزا محمد ہادی رسوا

(1858ء)

- نام محمد ہادی اور تخلص رسوا تھا۔
- رسوا لکھنؤ کے ایک محلہ کوچۂ آفریں خان میں 1858 میں پیدا ہوئے۔
- رسوا کا انتقال حیدرآباد میں 1931 میں ہوا اور مری درھر باغ حیدرآباد کے مشہور قبرستان میں دفن کیے گئے۔
- رسوا کے والد کا نام مرزا محمد تقی تھا جو آصف الدولہ کی فوج میں ممتاز عہدے پر فائز تھے۔
- رسوا کے اجداد مازندان سے ہندوستان آئے تھے۔ پہلے دلی میں قیام رہا پھر مستقل قیام کے لیے نظر انتخاب لکھنؤ پر پڑی۔
- رسوا نے ابتدائی تعلیم اپنے والد محمد تقی، محمد یحییٰ، کمال الدین سے حاصل کی تھی۔
- رسوا سولہ سال کے تھے کہ باپ کا سایہ سر سے اٹھ گیا تھا۔
- رسوا نے پنجاب یونیورسٹی سے فلسفہ میں بی اے 1880 میں کیا تھا۔
- رسوا نے امریکہ کی اورینٹل یونیورسٹی سے پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کی تھی۔
- رسوا نے رڑکی سے overseer کا امتحان پاس کر کے سب سے پہلے ریلوے میں بحیثیت سرویئر ملازمت کی تھی۔
- دارالترجمہ جامعہ عثمانیہ میں بہ حیثیت مترجم چار سو روپیہ پر رسوا کا تقرر 1917 میں ہوا تھا جہاں انھوں نے بارہ سال ترجمہ کے فرائض انجام دیئے تھے۔
- رسوا کو موسیقی کا شوق ہوا تھا تو تین سو کے قریب راگ راگنیوں کے لیے انگریزی Notations کی طرز پر علامات مقرر کیے تھے۔
- مرزا رسوا دارالترجمہ جامعہ عثمانیہ میں اصطلاح ساز کمیٹی کے بھی ممبر رہے تھے۔
- رسوا نے حکومت آگرہ اور اودھ کی فرمائش پر اردو شارٹ ہینڈ کے بارے میں ایک مفید کتاب مرتب کی تھی جو 1919 میں شائع ہوئی تھی۔

- مولوی صاحب جو کہ بسم اللہ جان کے عاشق اور ستر سال کے ہیں۔
- فیض علی فیضو ایک ڈاکو ہے جو امراؤ کو کوٹھے سے لے اڑتا ہے۔
- **نواب شجاعت علی خان** جس کے یہاں امراؤ جان پہلا مجرا ہوا تھا۔

دیگر کردار:

خورشید جان، بیگا جان، امیر جان، نواب محمود علی خان، اکبر علی خان، منشی احمد حسین، مظہر الحق، علی بخش، نواب چھبن، راشد علی، شمشیر خان، مرزا علی رضا بیگ، دلبر حسین، پیارے لال، نصیبن (دیہاتی رنڈی)، کریم، نواب جعفر علی۔

☆☆☆

کرداروں کی پہچان

- ناول 'امراؤ جان ادا' کی ہیروئن امراؤ جان ہے جو اس ناول کا سب سے زیادہ جاندار، متحرک اور فعال کردار ہے۔
- ناول 'امراؤ جان ادا' کے بعض کردار بڑے ہیں جو ناول میں دور تک پھیلے ہوئے ہیں جیسے امراؤ جان، خانم جان، بسم اللہ جان، خورشید جان، گوہر مرزا، مرزا سلطان وغیرہ اور بعض سے ہماری ملاقات ذرا سی دیر کو ہوتی ہے جیسے خان صاحب، مولوی صاحب، فیضو وغیرہ۔
- امراؤ جان جو کہ ناول کی ہیروئن ہے بنگلہ یعنی فیض آباد کے جمعدار کی بیٹی ہے۔
- جمعدار امیرن یعنی امراؤ جان کا باپ ہے۔
- دلاور خان جو امیرن یعنی امراؤ جان کو اغوا کرتا ہے۔
- پیر بخش جو کہ دلاور کا دوست ہے وہ پچاس روپے امراؤ کے بیچے ہوئے پیسے میں سے لیتا ہے۔
- خانم جان جو کہ نائکہ ہے وہ امراؤ کو خریدنے والی اور طوائف بنانے والی ہے۔
- بوا حسینی جو کہ ادھیڑ عمر کی نائکہ ہے اور امراؤ کے لیے ممتا کا جذبہ رکھتی ہے وہی امراؤ کی پرورش بھی کرتی ہے۔
- علی بخش بوا حسینی کا بھائی ہے۔
- بسم اللہ جان جو کہ خانم جان کی اکلوتی بیٹی ہے وہ مولوی صاحب کو نیم کے پیڑ پر چڑھا دیتی ہے۔
- رام دئی جو کہ امراؤ کی طرح اغوا کر کے لائی جاتی ہے اور بعد میں سلطان مرزا کی بیوی بنتی ہے۔
- گوہر مرزا امراؤ کا گل چیں اوّل ہے۔
- نواب سلطان مرزا جسے امراؤ گوہر مرزا کے بعد چاہنے لگتی ہے اور جس کی شادی رام دئی سے ہو جاتی ہے۔

جاسوسی ناول:

- خونی جورو، خونی شہزادہ، خونی مصور، خونی بھید، خونی عاشق، بہرام کی رہائی
- 'بہرام کی رہائی' ایک ایسی سنگ دل عورت کی کہانی ہے جو اپنی نفسیاتی تسکین کے لیے بے گناہوں کو قتل کرتی ہے۔ اس کے مقتولوں میں اس کا اپنا محبوب، حقیقی بھائی، بہن اور شوہر تک شامل ہیں۔

تراجم:

- تاریخ فلسفۂ اسلام 1929، مصنفہ: ٹی جے بورا
- حکمت اشراف (عربی سے) 1925، شہاب الدین سہروردی
- مفتاح الفلسفہ (انگریزی سے) 1929
- مبادی علم نفس (انگریزی سے) 1929، جی ایف اسٹوٹ
- معاشرتی نفسیات (انگریزی سے) 1927، ولیم میک دوگل
- مفتاح المنطق (استخراجی) 1923، ڈبلیو جی جوزف
- جمہوریہ افلاطون 1935، پلاٹو
- کتاب الاخلاق 1935، ارسطو
- جوزف آف لا جک



- رسوا نے اردو ٹائپ رائٹر کے Key board کے سلسلے میں بھی بہت کام کیا تھا۔
- مرزا رسوا کا تعلق شاعری میں دبستان لکھنؤ سے تھا اور مرزا تخلص کرتے تھے۔
- رسوا ابتدا میں دبیر سے اصلاح لیا کرتے تھے۔ دبیر ہی نے رسوا کو محمد جعفر اوج سے متعارف کروایا تھا۔
- مرزا ہادی رسوا کا شمار نفسیاتی نقادوں میں بھی ہوتا ہے۔

رسوا کے کارنامے

ناول:

(1) **افشائے راز** 1896: یہ مرزا رسوا کی پہلی ادبی اور تخلیقی کوشش ہے۔

- مرکزی کردار: محمد زکی ہے۔ دیگر کردار: بوانیک قدم، جعفری بیگم، بگن، عسکری بیگم (ذکی کی والدہ)

(2) **امراؤ جان ادا** 1899

(3) **ذات شریف** 1900

- ذات شریف اودھ پر انگریزوں کا قبضہ ہو جانے کے بعد وہاں کے اعلیٰ طبقے کے خاندان جن مصائب کا شکار ہوئے ان کی کہانی ہے۔

(4) **شریف زادہ** 1900

- شریف زادہ میں مرزا رسوا نے لکھنؤ کی اس زوال پذیر معاشرت کا نقشہ کھینچا ہے جس کی عیش و نشاط کی محفلیں اجڑ چکی تھیں۔
- شریف زادہ میں مرزا رسوا نے لکھنؤ کے ایک اور محنتی آدمی مرزا عابد حسین کی زندگی کے حالات پیش کیے ہیں۔
- ناول شریف زادہ کے بارے میں بعض لوگوں کا خیال ہے کہ یہ ان کی اپنی آپ بیتی ہے۔

(5) **اختری بیگم**: اس ناول میں مرزا رسوا نے لکھنؤ کے چند شریف اور معزز خاندانوں کی الجھنوں کو پیش کیا ہے۔ اختری بیگم اس ناول کا مرکزی کردار ہے۔

۲ ناول 'گئودان' کا پلاٹ 596 صفحات پر پھیلا ہوا ہے اور دیہات وشہر دونوں کی زندگی کے شور وشر کو اپنے دامن میں سمیٹے ہوئے ہے۔

۳ پریم چند نے ناول 'گئودان' کو 36 ابواب میں تقسیم کیا ہے۔

۴ ابتدائی آٹھ ابواب میں وہ ہمیں ناول کے ایسے تمام اہم کرداروں سے متعارف کرادیتے ہیں جو اپنے طبقہ یا گروہ کی نمائندگی کرتے ہیں جیسے ہوری اور دھنیا کسانوں کے، داتا دین، جھنگری سنگھ اور منگرو شاہ مذہبی پیشواؤں اور ساہوکاروں کے، رائے اگر پال سنگھ زمین داروں کے، کھنا سرمایہ داروں کے، مہتا مرزا خورشید اور اونکار ناتھ متوسط طبقہ کے دانشوروں اور قومی رہ نماؤں کے نمائندگی کرتے ہیں۔

گئودان کا خلاصہ

ناول گئودان کا محور اور مرکزی کردار بیلاری گاؤں کا کسان ہوری ہے۔ اس کی زندگی کی روداد ہی اس ناول کی کہانی ہے۔

ہوری رائے اگر پال سنگھ کے گاؤں کا ایک ادنیٰ کاشتکار ہے۔ اس کا کنبہ اس کی بیوی دھنیا، لڑکے گوبر اور دو لڑکیوں روپا اور سونا پر مشتمل ہے۔ تین چار بیگھا زمین کی پیداوار پر اس کنبہ کا گزر ہو رہا ہے۔ سال میں ایسے دن کم ہوتے ہیں جب وہ دونوں وقت پیٹ بھر کر کھاتے ہوں۔ ہوری قرض کے بھاری بوجھ سے کچلا جا رہا ہے۔ وہ ایک سیدھا سادہ نیک اور ایمان دار انسان ہے۔ لیکن اپنی غرض اور ضرورت کے لیے خوش آمد اور مکر وفریب سے بھی دریغ نہیں کرتا۔ اپنے دروازے پر ایک گائے بندھی ہوئی دیکھنا اس کی زندگی کی سب سے بڑی آرزو ہے۔ وہ بھولا اہیر کو دوسری شادی کروا دینے کی لالچ دے کر اس سے ایک گائے حاصل کر لیتا ہے۔ لیکن اس کا بھائی ہیرا اس کی اس خوش بختی پر جل اٹھتا ہے اور موقع پا کر وہ گائے کو زہر دے دیتا ہے۔ ہوری کی آرزو اور خوشی عارضی ثابت ہوتی ہے۔

اسی زمانے میں بھولا کی بیوہ لڑکی جھنیا سے گوبر کا تعلق ہو جاتا ہے اور وہ اسے اپنے گھر لے آتا ہے۔ لیکن ہوری کے خوف سے شہر بھاگ جاتا ہے۔ اب ہوری اپنے کبھی نہ ختم ہونے والے مصائب کا مقابلہ کرنے کے لیے تنہا رہ جاتا ہے۔ جھنیا کو گھر میں رکھنے کے جرم میں

گئودان

(1936ء)

- گئودان پریم چند کا آخری مکمل ناول ہے جسے انھوں نے میدان عمل کے بعد 1932 میں لکھنا شروع کیا تھا اور 1935 میں مکمل کیا تھا۔
- پریم چند گئودان لکھنے کے زمانے میں بمبئی میں مقیم تھے۔
- پریم چند نے ناول گئودان کو اپنے سرسوتی پریس بنارس سے ہندی میں 1936 میں شائع کیا تھا۔ اس طرح ناول گئودان پہلے پہل ہندی میں شائع ہوا تھا۔
- ناول گئودان اردو میں پریم چند کے وفات کی تقریباً ایک سال بعد 1937 میں مکتبہ جامعہ دہلی سے شائع ہوا تھا۔
- پریم چند نے ناول گئودان کو مکمل کرنے کے لیے جتنا وقت لیا تھا اس سے پہلے کسی اور ناول کو لکھنے میں نہیں لیا تھا۔
- گئودان میں پریم چند نے اس وقت کے سماج اور کسانوں، مزدوروں اور سرمایہ داروں کی کشمکش کو موضوعِ بحث بنایا ہے۔
- اردو ہندی کے بیشتر ناقدین نے 'گئودان' کو نہ صرف پریم چند کا بلکہ اردو اور ہندی کا بہترین ناول قرار دیا ہے۔
- ڈاکٹر رام بلاس شرما کا خیال ہے کہ اس ناول (گئودان) میں کسانوں کی دکھ بھری زندگی کے لیے پریم چند کی ہمدردی جتنی بڑھ گئی ہے، انھیں لوٹنے والے طبقوں کے خلاف ان کا طنز بھی اتنا ہی گہرا اور تیکھا ہو گیا ہے۔
- ڈاکٹر سلام سندیلوی کے مطابق گئودان پریم چند کا آخری ناول ہی نہیں ان کے افق کی بھی آخری منزل ہے۔
- ڈاکٹر سلام سندیلوی کے مطابق ''اگر کوئی پریم چند کے ہندوستان کا مطالعہ کرنا چاہتا ہے تو اس کو گئودان کا مطالعہ کرنا چاہیے۔

- بھولا اہیر ہے جس سے ہوری گائے لیتا ہے۔
- جھنیا بھولا اہیر کی بیٹی ہے اور گوبر کی بیوی
- چنوں گوبر کا لڑکا ہے۔
- رام سیوک جس سے ہوری اپنی بیٹی روپا کو بیچتا ہے۔
- سوبھا ہوری کا بھائی ہے۔
- ہیرا ہوری کا بھائی اور جو ہوری کے گائے کو زہر دے دیتا ہے۔
- پنیا ہیرا کی بیوی ہے۔
- رائے اگر پال جو کہ گاؤں کا زمیندار ہے سمری گاؤں کا رہنے والا ہے۔
- رذر پال رائے اگر پال کا لڑکا ہے جو مالتی کی بہن سروج کو چاہتا ہے۔
- داتا دین پنڈت ہے۔
- ماتا دین داتا دین کا لڑکا ہے جس کا ناجائز تعلق چمارن 'سلیا' سے ہے۔
- مسٹر مہتا فلسفہ کے پروفیسر ہیں۔
- مس مالتی، لیڈی ڈاکٹر ہے۔
- مسٹر کھنہ بینک منیجر ہے۔
- مسٹر اونکارناتھ بجلی اخبار کا ایڈیٹر ہے۔
- شیام بہاری وکیل ہے۔

دیگر کردار:

مرزا خورشید، گوبندی، جھنگری سنگھ، منگروشاہ، انو کھے رام، لالہ پٹیشوری، دولاری سیٹھانی، بھوانی الہ دین (یکہ والا) کامتا



ہوری کی آخری رسومات ادا کرنے کے لیے پنڈت گائے کا دان یعنی 'گئو دان' کرنے کے لیے کہتا ہے۔ جو شخص زندگی بھر اپنے دروازے پر گائے بندھی ہوئی دیکھنے کا خواہش مند تھا اور یہ ارمان دل میں لیے ہمیشہ کے لیے رخصت ہو گیا۔ اس کی گھر والی سے کہا جاتا ہے کہ وہ گئو دان کرے۔

پنڈت جب گئو دان کے لیے کہتا ہے تو ناول پریم چند کے الفاظ میں اس طرح ختم ہوتا ہے:

''دھنیا مشین کی طرح اٹھی آج جو سُتلی بیچی تھی، اس کے بیس آنے پیسے لائی اور ہوری کے ٹھنڈے ہاتھ میں رکھ کر سامنے کھڑے ہوئے داتا دین سے بولی ''مہراج گھر میں نہ گائے ہے نہ بچھیا، نہ پیسا، یہی پیسے ہیں، یہی ان کا گئو دان ہے، اور غش کھا کر گر پڑی۔''

پریم چند نے ناول کا اختتام جس حقیقت نگاری پر کیا ہے اس کے تعلق سے سردار جعفری ترقی پسند ادب ص 135 پر لکھتے ہیں:

''اس میں کسی کی قلب ماہیت نہیں ہوتی، کوئی دنیا کو تیاگ کر تیرتھ کرنے نہیں جاتا، کوئی زمین دار اپنی زمین کسانوں میں نہیں بانٹتا۔ پریم چند نے بڑی سچی اور بے رحم حقیقت نگاری سے کام لیا ہے اور ناول کو ہوری کی موت پر اس طرح ختم کیا ہے کہ ایک سناٹا چھا جاتا ہے۔''

کرداروں کی پہچان

- ہوری، دھنیا اور گوبر ناول گئو دان کے مرکزی کردار ہیں۔
- ہوری اس ناول کا ہیرو ہے، جسے بڑے بڑے کاشتکار ادب سے 'مہتو' کہتے اور جس کی یہ دلی خواہش ہوتی ہے کہ اس کے دروازے پر گائے بندھی ہو۔
- دھنیا ہوری کی بیوی ہے۔
- گوبر ہوری کا بیٹا ہے وہ بھولا اہیر کی بیوہ لڑکی جھنیا کو اپنے گھر لے آتا ہے۔
- سونا ہوری کی بڑی لڑکی ہے۔
- روپا ہوری کی چھوٹی لڑکی ہے اور جسے ہوری دو سو میں بوڑھے رام سیوک سے بیچ دیتا ہے۔

برادری اور مذہب کے ٹھیکیدار اس سے تاوان لیتے ہیں۔ فصل کی ساری پیداوار ان کی نذر ہو جاتی ہے۔ ادھر بھولا اپنی بے عزتی کا انتقام لیتا ہے اور گائے کے بدلے میں ہوری کے بیل کھول لے جاتا ہے۔ ہوری پیسہ پیسہ کو محتاج ہو جاتا ہے۔ اس کے بچوں کو ایک وقت کی روٹی ملنا بھی دشوار ہو جاتا ہے۔ گوبر کچھ پونجی جمع کر کے جب شہر سے گاؤں واپس آتا ہے تو دھنیا اور ہوری کی افسردہ اور اجڑی ہوئی زندگی میں جیسے بہار آ جاتی ہے۔ لیکن گوبر اب ایک سیدھا سادہ کسان نہیں۔ زمانہ کے بدلتے ہوئے حالات کا شعور رکھنے والا ایک ہوشیار مزدور ہے۔ وہ دیکھ رہا ہے کہ گاؤں کے کسانوں کی بدحالی اور غریبی روز بروز بڑھتی جا رہی ہے زمیندار سرکاری عمال، ساہوکار، اور مذہبی ٹھیکادار انھیں بے رحمی سے لوٹ رہے ہیں۔ وہ ہوری کی معصومیت اور قدامت پسندی پر جھنجھلاتا اور اسے تنبیہ کرتا ہے کہ لٹیروں کی اس بستی میں آنکھیں کھول کر چلو لیکن وہ اپنی وضع قدیم کو چھوڑنے کے لیے تیار نہیں۔ گوبر اپنی بیوی جھنیا اور بچہ کو لے کر شہر چلا جاتا ہے۔

سونا اور روپا جوان ہو گئی ہیں لیکن ہوری کے پاس اتنی پونجی کہاں کہ ان کا بیاہ کرے۔ گنے کی فصل پر آس لگائے بیٹھا تھا۔ زمین دار نے بقایا لگان کی ڈگری کرا کے اسے بھی نیلام کرالیا۔ آخر قرض ادھار لے کر اس نے کسی طرح سونا کا بیاہ کر دیا۔ اب وہ سر سے پیر تک قرض کے جال میں پھنسا ہوا ہے۔ مسلسل شکستوں نے اس کے حوصلوں کو پست کر دیا ہے۔ کھیتی کرنے کے لیے بیل نہیں۔ اس لیے مزدوری کر کے پیٹ پالنے لگا۔ ساہوکار اس کی تین بیگھا زمین پر قبضہ کرنا چاہتے ہیں لیکن وہ اپنے پرکھوں کی اس نشانی کو کسی قیمت پر جدا کرنے کے لیے تیار نہیں۔ بقول پریم چند ''ہارے ہوئے راجا کی طرح اس نے اپنے آپ کو اس تین بیگھا کھیت کے قلعہ میں بند کر دیا تھا۔ فاقے کیے، بدنام ہوا لیکن قلعہ کو ہاتھ سے نہ جانے دیا'' اور اب اسے بچانے کے لیے اس نے اپنی بیٹی روپا کو بوڑھے رام سیوک کے ہاتھ دو سو روپیوں میں بیچ دیا۔ باپ دادا کی نشانی تو بچ گئی لیکن ابھی اس کا گائے پالنے کا ارمان پورا نہ ہوا تھا۔ اس کے لیے وہ دن رات مزدوری کرنے لگا۔ لیکن ایک تپتی دوپہر کی لو کے آتشیں جھونکوں نے اس کے ناتواں جسم کو پھونک دیا اور گھر آتے آتے وہ گائے پالنے کا ارمان دل میں لیے ہمیشہ کے لیے رخصت ہو گیا۔ صرف موت ہی اسے زندگی بھر کے دکھوں، محرومیوں اور شکستوں سے نجات دے سکی۔

پریم چند کے کارنامے

ناول:

(1) **اسرار معابد:** یہ پریم چند کا پہلا ناول ہے جو نامکمل رہا تھا۔

○ اسرار معابد بنارس کے ایک ہفتہ وار 'آواز خلق' میں قسط وار 1903 سے 1905 تک شائع ہوا تھا اور مکمل ہونے سے پہلے ہی بند ہو گیا تھا۔

○ اسرار معابد پر مصنف کا نام دھنپت رائے عرف نواب رائے الہ آبادی لکھا ہوتا تھا۔

○ اسرار معابد کا ہندی نام دیوستھان رئیسہ ہے۔

○ **اسرار معابد کا موضوع:** عبادت گاہوں میں عوام کے اعتقادات سے فائدہ اٹھا کر ان کا استحصال کرنا ہے۔

(2) **ہم خرما و ہم ثواب 1905:** اس کا ہندی ترجمہ 'پریما' کے نام سے 1907 میں شائع ہوا تھا۔

○ **ہم خرما و ہم ثواب کا موضوع:** عقد بیوگان کا مسئلہ اور ہندوستانی سماج میں معاشرتی برائیاں ہے۔

کردار: امرت رائے، لالہ بدری پرشاد، پریما، پورنا، بسنت کمار

(3) **کشنا 1906**

(4) **روٹھی رانی:** یہ ناولٹ پہلی بار 'زمانہ' میں اپریل تا اگست 1907 میں قسط وار شائع ہوا تھا۔

(5) **جلوۂ ایثار 1912:** ہندی میں 'وردان' کے نام سے 1921 میں شائع ہوا تھا۔

موضوع: قومی مسائل اور ان کے حل کے لیے قومی خدمت کی اہمیت و ضرورت ہے۔

○ 'جلوۂ ایثار' دراصل ایک سوانحی ناول ہے۔ جس میں پریم چند نے سوامی وویکانند کی زندگی اور شخصیت کو ناول کے قالب میں ڈھالنے کی کوشش کی ہے۔

کردار: پرتاپ چندر، سوامی بالاجی، برجن، کملا چرن

(6) **بازار حسن:** پریم چند کا پہلا ضخیم ناول ہے جو 1916 میں مکمل ہوا تھا جو پہلی بار ہندی میں 1918 میں 'سیوا سدن' کے نام سے شائع ہوا تھا پھر بعد میں اردو میں دو حصوں میں شائع ہوا تھا۔ پہلا حصہ 1921 میں اور دوسرا 1922 میں۔

موضوع: حسن فروشی کے سماج پر اثرات اور شہر میں رہنے والے متوسط طبقہ کے مسائل ہیں۔

سے قسط وار شائع ہونا شروع ہوا تھا۔

- پریم چند کی دوسری شادی ضلع فتح پور موضع سلیم پور کی بیوہ شورانی دیوی (بال ودھوا) جس کی عمر تیرہ سال تھی سے 1905 میں ہوئی تھی۔
- پریم چند سب ڈپٹی انسپکٹر مدارس ہو کر مہوبہ ضلع ہمیر پور 24 جون 1909 کو گئے تھے۔
- پریم چند نے انگریزی، تاریخ اور فارسی کے مضامین میں الہ آباد یونیورسٹی سے بی اے کا امتحان سیکنڈ ڈویژن سے 39 سال کی عمر میں 1919 میں پاس کیا تھا۔
- پریم چند نے ملازمت سے استعفیٰ 1921 میں دیا تھا۔
- پریم چند کو شوپرشاد گپت جی نے 150 روپے کے مشاہر پر ہندی ماہنامہ 'مریادا' کا ایڈیٹر 1922 میں مقرر کیا تھا۔
- پریم چند نے فراق اور دو حصہ داروں کی شرکت سے بنارس میں 'سرسوتی پریس' 1923 میں قائم کیا تھا۔
- پریم چند نول کشور پریس لکھنؤ ہندی ماہنامہ 'مادھوری' کے مدیر 1929 میں مقرر ہوئے تھے۔
- پریم چند نے سرسوتی پریس سے رسالہ 'ہنس' ہندی میں 1930 میں جاری کیا تھا۔
- پریم چند کی دوسری بیوی شورانی دیوی کو نمک قانون توڑنے کے جرم میں 11 نومبر 1931 میں گرفتار کیا گیا تھا۔
- پریم چند نے ہفتہ وار اخبار 'جاگرن' بنارس سے 1931 میں جاری کیا تھا۔
- پریم چند اجنتا ٹون فلم کمپنی کے ڈائرکٹر ایم۔ بھوانی کی دعوت پر بمبئی جون 1934 میں گئے تھے اور فلموں کے لیے اپنی پہلی کہانی '**مِل مزدور**' لکھی تھی۔
- پریم چند ڈائرکٹروں کے رویے سے بددل ہو کر بنارس واپس 1935 میں آگئے تھے۔
- پریم چند نے انجمن ترقی پسند مصنفین کی پہلی کانفرنس کی صدارت لکھنؤ میں 1936 میں کی تھی۔
- پریم چند نے شدھی کی تحریک کے خلاف 'زمانہ' میں ایک مضمون 1923 مین لکھا تھا۔
- پریم چند کے نام سے ان کی پہلی کہانی 'بڑے گھر کی بیٹی' دسمبر 1910 میں شائع ہوئی تھی۔
- پریم چند کی کہانیوں میں جدوجہد آزادی کی تاریخ ملتی ہے۔
- پریم چند کے پہلے افسانے کو مضمون بھی کہا گیا ہے۔

پریم چند

- پریم چند کا اصل نام دھنپت رائے تھا جسے ان کے والد نے رکھا تھا لیکن چچا کا دیا ہوا ایک دوسرا نام نواب رائے بھی انھیں پسند تھا۔
- پریم چند پہلے قلمی نام کے طور پر نواب رائے ہی استعمال کرتے تھے لیکن افسانوی مجموعے سوز وطن کے ضبط ہونے کے بعد سے اپنے دوست زمانہ کے ایڈیٹر دیا نرائن نگم کے مشورہ پر پریم چند کے نام سے لکھنا شروع کر دیا۔
- بڑے گھر کی بیٹی پریم چند کی پہلی کہانی ہے جو پریم چند کے نام سے پہلی بار رسالہ "**زمانہ**" دسمبر 1910 کے شمارہ میں شائع ہوئی تھی۔
- پریم چند 31 جولائی 1880 کو بنارس کے لمہی نامی گاؤں کے سری واستو گھرانے میں پیدا ہوئے۔
- پریم چند کا انتقال 8 اکتوبر 1936 کو بنارس میں ہوا تھا۔
- پریم چند کے والد کا نام منشی عجائب لال تھا جو ڈاک خانہ میں کلرک تھے۔
- پریم چند کے والدہ کا نام آنند دیوی تھا اور دادا کا گر سہائے لال
- پریم چند کو دستور کے مطابق 5 سال کی عمر میں 1885 میں ایک مولوی صاحب کے یہاں اردو فارسی پڑھنے بٹھایا گیا تھا۔ یہ ان کا پہلا مکتب تھا۔
- پریم چند کی عمر آٹھ سال تھی کہ ان کی ماں آنندی دیوی کا انتقال 1888 میں ہو گیا تھا۔
- پریم چند کی عمر پندرہ سال تھی کہ 1896 میں ان کے والد نے موضع رام پور ضلع بستی کے ایک زمیندار گھرانے میں ان کی شادی کر دی تھی۔
- پریم چند نے میٹرک کا امتحان سیکنڈ ڈویژن میں 1898 میں پاس کیا تھا۔
- پریم چند نے اپنی ادبی زندگی کا آغاز ایک ناولٹ 'ایک ماموں کا رومان' لکھ کر 1901 میں کیا تھا۔
- پریم چند کا پہلا ناول 'اسرار معابد' بنارس کے ایک ہفتہ وار 'آواز خلق' میں 8 اکتوبر 1903

کردار: بابو اودبھان لالی، نرملا، کرشنا، بابو بہال چند سنہا، بھون موہن سنہا، منشی طوطا رام

(11) **بیوہ**: پریم چند نے 1927 میں لکھا تھا۔

- بیوہ ہندی میں 'پرتگیا' کے نام 1929 میں شائع ہوا تھا۔
- بیوہ اردو میں 1932 میں شائع ہوا تھا۔
- موضوع: بیوہ عورت اور اس کے مسائل کا حل ہے

کردار: پریما، پورنیا، کملا پرشاد، امرت رائے دان ناتھ

(12) **غبن** پریم چند نے 1930 میں لکھا تھا۔

- غبن ہندی میں 1931 اور اردو میں 1932 میں شائع ہوا تھا۔

موضوع: عورتوں میں زیورات کا شوق ہے۔

- غبن کو رام رتن بھٹنا گر نے 'زیورات کی ٹریجڈی' کہا ہے۔

کردار: رما، جالپا، رتن، زہرہ، دیبی دین

(13) **میدانِ عمل**: پریم چند نے 32-1930 میں لکھا تھا۔

- میدانِ عمل کرم بھومی کے نام سے ہندی 1932 میں شائع ہوا تھا۔
- میدانِ عمل اردو میں 1936 میں جامعہ دہلی سے شائع ہوا تھا۔
- **موضوع**: ہندوستان کی جدوجہد آزادی ہے۔

کردار: امر کانت، سمر کانت، سکھدا

(14) **گئودان**

(15) **منگل سوتر**: یہ پریم چند کا نامکمل اور آخری ناول ہے۔ اتفاق سے پریم چند کا پہلا اور آخری دونوں ناول نامکمل ہیں۔

- منگل سوتر پریم چند نے 1936 میں بستر علالت پر لکھنا شروع کیا تھا۔ ان کی وفات کے بعد ان کے صاحب زادے امرت رائے نے 1948 میں ہندی میں شائع کیا تھا۔
- اردو میں ہندی سے ترجمہ ہو کر شائع ہوا تھا۔

افسانوی مجموعے:

(1) **سوزِ وطن**: جون 1908، پانچ افسانے

کردار: سمن (مرکزی کردار)، کرشن چندر، سبھدرا، پدم سنگھ، بٹھل داس، سدن،

(7) **گوشۂ عافیت** 1920 میں لکھا گیا تھا۔

○ گوشہ عافیت ہندی میں 'پریم آشرم' کے نام سے 1932 میں شائع ہوا تھا۔

○ گوشۂ عافیت اردو میں 1928 میں شائع ہوا تھا۔

○ گوشۂ عافیت پریم چند بلکہ ہندوستانی ادب کا پہلا ناول ہے جس میں ہندوستان کے محنت کش طبقے کی زندگی اور اس کے بنیادی مسائل کو موضوع بنایا گیا ہے۔

○ **کردار:** گیان شنکر، منوہر، بلراج، غوث خاں، بلاسی، بشیشر شاہ، پربھاشنکر، دیاشنکر، گائتری

(8) **چوگانِ ہستی:** یہ ناول پریم چند نے اردو ہی میں لکھا تھا مگر پہلے ہندی میں 1924 میں رنگ بھومی کے نام سے شائع ہوا تھا اور اردو میں 1927 میں شائع ہوا تھا۔

○ موضوع اشتراکی مسائل

○ چوگان ہستی کا قصہ ایک اندھے بھکاری سورداس کی سرگزشت ہے اسے پانڈے پور کی روداد بھی کہا جاسکتا ہے۔

کردار: سورداس، ونے سنگھ، صوفیہ، بھرت سنگھ، اندو

○ پریم چند نے 'چوگانِ ہستی' کو اپنا بہترین ناول قرار دیا ہے۔ واضح ہو کہ یہ بات 1934 کی ہے جب گئودان نہیں لکھا گیا تھا۔

(9) **پردۂ مجاز:** 1928 میں لکھا گیا تھا۔ یہ پریم چند کا پہلا ناول ہے جو انھوں نے کسی پبلشر کو دینے کے بجائے اپنے ہی پریس (سرسوتی پریس) سے 'کایا کلپ' کے نام سے 1928 میں ہندی میں شائع کیا تھا۔

○ **موضوع:** تناسخ ہے یعنی انسان کا ایک جنم کے بعد دوسرا جنم ہوتا رہتا ہے۔

کردار: منورما، چکردھر، رانی دیوپریا، مہیندر کمار، بشال سنگھ

(10) **نرملا:** پریم چند نے 1923 میں لکھا تھا۔

○ نرملا پریم چند نے اولاً اردو ہی میں لکھا تھا۔ اس کے بعد اسے ہندی میں منتقل کیا۔

○ ہندی میں پہلا ایڈیشن 1923 میں شائع ہوا تھا اور اردو میں 1929 میں

○ **موضوع:** جہیز کی لعنت اور اس کی وجہ سے بے جوڑ شادی کے مسائل ہیں۔

(6) نوک جھونک (7) ستی (8) عبرت (9) نخلِ امید (10) شدھی

(8) **فردوسِ خیال**: 1929 (12 افسانے)

افسانے: (1) توبہ (2) عفو (3) مریدی (4) نیک بختی کے تازیانے (5) راہ نجات (6) ڈگری کے روپے (7) نزول برق (8) بھاڑے کا ٹٹو (9) بھوت (10) سوا سیر گیہوں (11) تہذیب کا راز (12) لیلیٰ

(9) **پریم چالیسی دو حصے حصہ اول** 1930 (20 افسانے)

افسانے: (1) انتقام (2) ترسول (3) دیوی (4) قوم کا خادم (5) منتر (6) آنسوؤں کی ہولی (7) چوری (8) خانہ برباد (9) داروغہ کی سرگذشت (10) دینداری (11) رام لیلا (12) سہاگ کا جنازہ (13) قزاقی (14) کش مکش (15) مندر

(10) **پریم چالیسی حصہ دوم** 1930 (20 افسانے)

افسانے: (1) بند دروازہ (2) پوس کی رات (3) بیوی سے شوہر (4) چکمہ (5) دو سکھیاں (6) حرز جان (7) حسرت (8) دیوی (9) سزا (10) ماں (11) مجبوری (12) مزار الفت

(11) **آخری تحفہ** 1934 (تیرہ افسانے)

افسانے: (1) قاتل (2) آخری تحفہ (3) ادیب کی عزت (4) دو بیل (5) جیل (6) شکار (7) آخری حیلہ (8) ستی (9) طلوعِ محبت (10) وفا کی دیوی (11) ڈیمانسٹریشن (12) برات (13) نجات

(12) **زادِ راہ** 1936 (15 افسانے)

افسانے: (1) وفا کی دیوی (2) زیور کا ڈبہ (3) آشیاں برباد (4) خانہ داماد (5) قہر خدا کا (6) فریب (7) لاٹری (8) نیور (9) لعنت (10) بڑے بھائی صاحب (11) مس پدما (12) ہولی کی چھٹی (13) زادِ راہ (14) حقیقت (15) ڈائل کا قیدی

(13) **دودھ کی قیمت** 1937 (نو افسانے)

افسانے: (1) دودھ کی قیمت (2) کسم (3) اکسیر (4) عیدگاہ (5) سکونِ قلب (6) ریاست کا دیوان (7) وفا کا دیوتا (8) دو بہنیں (9) زاویۂ نگاہ

افسانے: (1) دنیا کا سب سے انمول رتن (2) شیخ مخمور (3) یہی میرا وطن ہے (4) صلۂ ماتم (5) عشق دنیا اور حب وطن (6) سیر درویش (اس افسانے کا اضافہ دوسرے ایڈیشن میں ہوا تھا)

(2) **پریم پچیسی** حصہ اوّل اکتوبر 1914 (12 افسانے)

افسانے: (1) ماتا (2) وکرمادت (3) بڑے گھر کی بیٹی (4) رانی سارندھا (5) راج ہٹ (6) راجہ ہردول (7) نمک کا داروغہ (8) عالم بے عمل (9) گناہ کا اگن کنڈ (10) بے غرض محسن (11) آہ بے کس (12) آلھا

(3) **پریم پچیسی حصہ دوم**: مارچ 1918 (13 افسانے)

افسانے: (1) خون سفید (2) صرف ایک آواز (3) اندھیر (4) بانکا زمین دار (5) تریا چرتر (6) امرت (7) شکاری راجکمار (8) کرموں کا پھول (9) مناون (10) مرہم (11) اماوس کی رات (12) غیرت کی کٹار (13) منزل مقصود

(4) **پریم بتیسی حصہ اوّل**، دسمبر 1920 (16 افسانے)

افسانے: (1) اناتھ لڑکی (2) بانگ سحر (3) دفتری (4) دو بھائی (5) دھوکا (6) راجپوت کی بیٹی (7) سوتیلی ماں (8) نگاہ ناز (9) سوٹ (10) قربانی (11) مرض مبارک

(5) **پریم بتیسی حصہ دوم**: ستمبر 1920 (16 افسانے)

افسانے: (1) خنجر وفا (2) خون حرمت (3) زنجیر ہوس (4) فتح (5) اصلاح (6) ایمان کا فیصلہ (7) بازیافت (8) بوڑھی کاکی (9) بیٹی کا دھن (10) بینکا دیوار (11) پچھتاوا (12) پنچایت (13) حج اکبر (14) خواب پریشاں (15) درگا کا مندر (16) راہِ خدمت

(6) **خاک پروانہ**: اپریل 1928 (16 افسانے)

افسانے: (1) خاک پروانہ (2) نادان دوست (3) نغمۂ روح (4) ستیاگرہ (5) مرزا آتشیں (6) بڑے بابو (7) عجیب ہولی (8) دعوت (9) فکر دنیا (10) خودی (11) مستعار گھڑی (12) تالیف (13) کپتان (14) ملاپ (15) علیحدگی (16) تحریک

(7) **خواب وخیال**: مئی 1928 (14 افسانے)

افسانے: (1) دست غیب (2) شطرنج کی بازی (3) فلسفی کی محبت (4) لال فیتہ (5) موٹھ

- پریم چند نے محنت کش کو افسانے کا ہیرو بنایا۔ (احتشام حسین)
- شرافت پریم چند کے قلم کی جان اور روح انسانیت کی بیداری ان کے افسانوں کا عنوان ہے۔ (عبدالماجد دریابادی)
- اگر کوئی پریم چند کے ہندوستان کا مطالعہ کرنا چاہتا ہے تو اس کو گئو دان کا مطالعہ کرنا چاہیے۔ (سلام سندیلوی)
- رشید احمد صدیقی نے پریم چند کو چلتا پھرتا گاؤں کہا ہے۔



پریم چند کے اقوال

ہمیں حسن کا معیار بدلنا ہوگا۔

➤ اردو نویسی میں کسی بھی ہندو کو فیض ہوا ہے جو مجھے ہو جائے گا۔

➤ مجھے یہ کہنے میں تامل نہیں کہ میں اور چیزوں کی طرح فن کو بھی افادیت کی کسوٹی پر پرکھتا ہوں۔ بے شک فن کا مقصد حسن کی تخلیق ہے اور وہ ہماری روحانی مسرت نہیں ہے جس کی ہم خواہش کرتے ہوں جو اپنی افادیت کا پہلو نہ رکھتی ہو۔

➤ ادب اس تخلیق کو کہیں گے جس میں کسی سچائی کا اظہار ہو جس کی زبان میں پختگی، کیفیت، ادا اور حسن ہو اور جس میں دل و دماغ کو متاثر کرنے کی صلاحیت ہو اور ادب میں یہ صلاحیت پوری طرح اس صورت میں پیدا ہوتی ہے جب اس میں زندگی کی حقیقتیں اور تجربات سموئے گئے ہوں۔

➤ فاقہ اور عریانی میں حسن موجود ہوسکتا ہے اسے شاید وہ تسلیم نہیں کرتا۔ اس نے طے کرلیا ہے کہ رنگین ہونٹوں اور رخساروں اور ابروؤں میں فی الواقعی حسن موجود ہے، الجھے ہوئے بالوں، پپڑیاں پڑے ہونٹوں اور رخساروں میں حسن کا گزر کہاں، لیکن یہ اس کی تنگ نظری کا قصور ہے۔

➤ ادب کی بہت سی تعریفیں کی گئی ہیں لیکن میرے خیال میں اس کی بہترین تعریف تنقید حیات ہے۔

➤ ہمارے کسوٹی پر اب وہ کھرا اترے گا جس میں تفکر ہو، آزادی کا جذبہ ہو، حسن کا جوہر ہو، تعمیر کی روح ہو، زندگی کی حقیقی روشنی ہو۔

➤ ترقی پسند مصنفین کا عنوان میرے خیال میں ناقص ہے۔

پریم چند کے متعلق مختلف آرا و خیالات

➤ تمھاری کہانیوں میں سڈیشن (بغاوتی انداز) بھرا ہوا ہے، اگر تم مغلوں کے عہد میں ہوتے تو اس جرم کی پاداش میں تمھارے ہاتھ قلم کرادیے جاتے۔ (ہمیر پور کا انگریز کلکٹر)

(14) **واردات:**

افسانے: (1) شکوہ شکایت (2) معصوم بچہ (3) بدنصیب ماں (4) شانتی (5) روشنی (6) مالکن (7) نئی بیوی (8) گلی ڈنڈا (9) سوانگ (10) انصاف کی پولیس (11) غم نداری بُز بخر (12) مفت کرم داشتن (13) قاتل ماں

یاد رکھنے کے لیے:

- سوز وطن میں 5 افسانے ہیں۔
- دودھ کی قیمت میں 9 افسانے ہیں۔
- پریم پچیسی حصہ اول، فردوس خیال میں 12،12 افسانے ہیں۔
- پریم پچیسی حصہ دوم، آخری تحفہ اور واردات میں تیرہ تیرہ افسانے ہیں۔
- خواب و خیال میں 14 افسانے ہیں۔
- زادِ راہ میں 15 افسانے ہیں۔
- پریم بتیسی حصہ اوّل، پریم بتیسی حصہ دوم اور خاکِ پروانہ میں سولہ سولہ افسانے ہیں۔

پریم چند کے سوانحی مضامین کا مجموعہ 'باکمالوں کے درشن' نویں اور دسویں جماعت کی نصابی ضرورت کے پیش نظر رام نرائن بک سیلر الہ آبادی نے 1929 میں شائع کیا تھا۔

اس کے پہلے ایڈیشن میں تیرہ (13) مضامین شامل تھے جو زمانہ میں اکتوبر 1905 سے جولائی 1917 کے درمیان شائع ہوئے تھے۔

(1) رانا پرتاپ (2) راجہ ٹوڈرمل (3) راجہ مان سنگھ (4) بہاری (5) کیشو (6) رنجیت سنگھ (7) راجہ جنگ بہادر (8) رینالڈس (9) ٹامس گینس برو (10) سوامی وویکانند (11) گیری بالڈی (12) رام کرشن بھنڈارکر (13) آنریبل گوپال کرشن گوکھلے

پریم چند کے ڈرامے:

(1) سنگرام 1923، (2) کربلا 1924، (3) پریم کی دیوی 1923

سجاد ظہیر

- نام سید سجاد ظہیر تھا اور عرفیت بنّے بھائی تھی۔
- سجاد ظہیر 5 نومبر 1905 کو لکھنؤ میں پیدا ہوئے۔
- سجاد ظہیر کا انتقال ستمبر 1973 کو قزاقستان کی راجدھانی الما تا میں ہوا اور جامعہ ملیہ دہلی کے قبرستان میں دفن کیے گئے۔
- سجاد کے والد کا نام سید وزیر حسن تھا اور والدہ کا سکینۃ الفاطمہ۔
- سجاد ظہیر کا آبائی وطن ضلع جونپور کا ایک گاؤں ہے جو بڑا گاؤں کے نام سے شہرت رکھتا ہے۔
- سجاد ظہیر نے ابتدائی تعلیم جبلی ہائی اسکول لکھنؤ میں حاصل کی تھی۔
- سجاد ظہیر کی شادی رضیہ سے 1938 میں ہوئی تھی جن سے چار بیٹیاں نجمہ، نسیم، نادرہ اور نور ہوئی تھیں۔
- سجاد ظہیر نے آکسفورڈ یونیورسٹی لندن میں داخلہ 1927 میں لیا تھا اور بیرسٹری کی ڈگری حاصل کی تھی۔
- سجاد ظہیر نے لندن میں انجمن ترقی پسند مصنّفین کی بنیاد 1935 میں ڈالی تھی۔
- سجاد ظہیر لندن سے واپس 1936 میں ہوئے تھے۔
- سجاد ظہیر کارل مارکس کے نظریہ سے متاثر تھے اور ترقی پسند تحریک کے بانیوں میں سے تھے۔
- سجاد ظہیر نے سوہن سنگھ جوس کے ساتھ مل کر 'چنگاری' نام کا اخبار سہارنپور سے 1938 میں جاری کیا تھا۔
- سجاد ظہیر کمیونسٹ پارٹی کے نکالے ہوئے اردو اخبار 'قومی جنگ' کے ایڈیٹر مقرر ہوئے تھے۔
- سجاد ظہیر گرفتار ہو کر سینٹرل جیل 1940 میں گئے تھے۔
- سجاد ظہیر کو حکومت پاکستان نے 1951 میں گرفتار کیا تھا۔
- سجاد ظہیر ہندوستان واپس 1955 میں آئے تھے۔
- سجاد ظہیر نے ہفتہ وار اردو اخبار 'عوامی دور' 1959 میں جاری کیا تھا۔

- ناول 'لندن کی ایک رات' کے تمام کردار طالب علم ہیں۔

کرداروں کی پہچان

- ناول لندن کی ایک رات کے مرکزی کردار نعیم اور شیلا گرین ہیں۔
- نعیم جو کہ شیلا گرین کا عاشق ہے وہ حصول تعلیم کے لیے لندن دو تین سال کے لیے جاتا ہے مگر پانچ چھ سال میں بھی اپنی تعلیم مکمل نہیں کر پاتا ہے۔
- نعیم کی دوستی اعظم اور راؤ سے بھی ہے۔
- شیلا گرین جو کہ نعیم کی معشوقہ ہے وہ ہندوستانیوں کے حسن کی پرستار ہے۔
- اعظم جو کہ عاشق مزاج ہے جین سے محبت کرتا ہے۔
- جین اعظم کی محبوبہ ہے۔
- عارف جو کہ انگریزی حکومت کو قدر کی نگاہ سے دیکھتا ہے وہ لندن آئی سی ایس بننے کے لیے آیا ہوا ہے۔
- احسان جو کہ اشتراکیت کا حامی ہے وہ کارل مارکس اور اینگلز کی تعلیمات سے متاثر ہے۔
- احسان کے کردار میں سجاد ظہیر کا عکس نظر آتا ہے۔
- کریمہ بیگم جو کہ ایک مشرقی عورت ہے وہ لندن میں اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کے باوجود اپنی مشرقی تہذیب و تمدن نہیں بھولتی ہے بلکہ وہاں بھی وہ مشرقی طور طریقے پر ہی کاربند نظر آتی ہے۔ کریمہ کو ہندوستانی لڑکوں سے شکایت ہے کہ وہ انگریزی لڑکیوں پر مرتے ہیں۔
- پیرن پال جو کہ بنگال کا رہنے والا تھا اور اب سوئزرلینڈ کا باشندہ ہے اس سے شیلا محبت کرتی ہے۔
- 'ٹام' اور 'جم' دونوں انگریزی مزدور ہیں۔
- راؤ جو کہ ایک جذباتی نوجوان ہے اور جو ہندوستان سے نالاں ہے وہ ایسے نوجوانوں کی نمائندگی کرتا ہے جو تعلیم یافتہ ہوتے ہوئے بھی عمل کے میدان میں صفر ہوتے ہیں۔

☆☆☆

لندن کی رات

(1939ء)

- 'لندن کی ایک رات' سجاد ظہیر کا ناول ہے جسے انھوں نے 1936 میں مکمل کیا تھا اور جو 1939 میں شائع ہوا تھا۔
- ناول لندن کی ایک رات جدید ناول نگاری کا نقطۂ آغاز ہے۔
- ناول لندن کی ایک رات میں پہلی مرتبہ شعور کی رو کی تکنیک کا استعمال خوبصورتی سے کیا گیا تھا جس نے ناول کے اسلوب و تکنیک میں توسیع کے امکان کو روشن کیا۔
- ناول لندن کی ایک رات میں سجاد ظہیر نے متعلقہ دور کے سیاسی اور سماجی حالات سے متاثر تعلیم یافتہ نوجوانوں کی ذہنی اور قلبی کیفیات کی بہترین عکاسی کی ہے۔
- ناول لندن کی ایک رات پر ترقی پسندانہ میلان کا نمایاں ترین اثر ہے۔
- وقار عظیم کے مطابق اس ناول (لندن کی ایک رات) کا انداز سرتاسر فکری ہے اور فکری انداز نے ہندوستان اور اس سے باہر یورپ کے ذہن کی الجھنوں کی مصوری کی ہے۔ کہیں کہیں اس میں اس سیاسی اور معاشی نقطۂ نظر کی جھلک بھی ہے، جو زندگی سے بھی زیادہ ادب پر چھانے کی کوشش میں مصروف ہے۔ لندن کی ایک رات یورپ اور انگلستان کے دیئے ہوئے نئے فن کا ترجمان بن کر ہمارے سامنے آیا ہے۔
- ڈاکٹر یوسف سرمست کے مطابق ''اس ناول (لندن کی ایک رات کے ذریعہ ہندوستانی زندگی کے مختلف رجحانات، اہم مسائل اور نوجوانوں کی ذہنی، جذباتی اور نفسیاتی حالات و کیفیات سامنے آجاتی ہیں، اور زندگی کے یہ مختلف پہلو صرف سوا سو صفحے میں سمیٹ لیے گئے ہیں۔ سجاد ظہیر نے یہ کامیابی شعور کی رو کی تکنیک کو کام میں لا کر حاصل کی ہے۔
- ناول لندن کی ایک رات میں ان ہندوستانی نوجوانوں کی کہانی بیان ہوئی ہے جو متوسط طبقے سے تعلق رکھتے ہیں۔
- ناول 'لندن کی ایک رات' میں توجہ کا مرکز واقعات کی جگہ کردار ہیں۔

ٹیڑھی لکیر

(1945ء)

- ٹیڑھی لکیر عصمت چغتائی کا نفسیاتی اور سوانحی ناول ہے جسے انھوں نے 1944 میں لکھا اور جو نیا ادارہ لاہور سے 1945 میں شائع ہوا۔
- عصمت نے اس بے حد ضخیم ناول کو تین منزلوں میں تقسیم کیا ہے۔
- مرکزی کردار شمن کی زندگی سے وابستہ یہ تینوں منزلیں اکتالیس ابواب میں منقسم ہیں۔
- پہلی منزل جو شمن کے بچپن سے سن بلوغ کا احاطہ کرتی ہے وہ ایک طرح سے پندرہ ابواب پر مشتمل ہے۔
- دوسری منزل چودہ ابواب پر اور تیسری منزل بارہ ابواب پر مشتمل ہے۔
- ناول ٹیڑھی لکیر کا انتساب عصمت نے ان الفاظ میں کیا ہے ''ان یتیم بچوں کے نام جن کے والدین بقید حیات ہیں۔''
- خاص کر عورت ذات کے نفس کی گہرائیوں کا جو ہماری نظر سے اب تک اوجھل رہی تھیں انھوں نے اس طرح انکشاف کیا ہے کہ بے تحاشا آفریں کہنے کو طبیعت چاہتی ہے۔ (کرشن پرشاد کول)
- تفصیلات کی تو عصمت کے یہاں بھرمار ہے اور اس لیے ناول میں خس و خاشاک کی بھی کمی نہیں ہے۔ (سہیل بخاری)
- ٹیڑھی لکیر باوجود خامیوں کے ایک شاہکار ہے جس میں ہمارے اوسط طبقے کی گھریلو زندگی کے طنزیہ نقشے کمال کے ہیں اور جس میں جنسی نفسیات کی عکاسی بڑی کامیابی سے ہوتی ہے۔ (احسن فاروقی)
- ناول صحیح معنوں میں نفسیاتی ناول ہے اور زندگی کے چھوٹے چھوٹے مسائل اور جزئیات کے ذریعے جس طرح عصمت نے ان نفسیاتی گرہوں کو کھولا ہے وہ معجزے کی حیثیت

- سجاد ظہیر نے 'حیات' کے نام سے ایک پرچہ 1963 میں جاری کیا تھا۔
- سجاد ظہیر نے روس، جرمنی اور انگلستان کا دورہ 1972 میں کیا تھا۔
- نوجوان ترقی پسند شاعروں کی منفی شاعری پر تنقید کرتے ہوئے سجاد ظہیر نے لکھا ہے کہ انقلاب کی اس خونی تصویر میں رومانیت جھلکتی ہے یہ ایک طرح کی ادبی دہشت گردی ہے۔ یہ ایک ذہنی اور جذباتی بلوا ہے جو ایک درمیانی طبقہ کے انقلاب پرست نوجوان کے لیے ابتدا میں شاید جائز ہو تو ہو جس سے ایک اشتراکی شاعر کو دور رہنا چاہیے

سجاد ظہیر کے کارنامے

ناول:

- **لندن کی ایک رات** 1939
- **ذکر حافظ** 1954: اس میں سجاد ظہیر نے حافظ شیرازی کے ذہن وفکر کا جائزہ لیا ہے۔
- **روشنائی** 1959: سجاد ظہیر کا رپورتاژ ہے اسے ترقی پسند ادب وتحریک کے ارتقا کی تاریخ بھی کہا جا سکتا ہے۔
- **نقوش زنداں:** سجاد ظہیر کے خطوط کا مجموعہ ہے۔
- یادیں 1940 سجاد ظہیر کا رپورتاژ ہے۔ اس میں فلیش بیک کی تکنیک کا استعمال کیا گیا ہے۔
- **پگھلا نیلم** 1964: نظموں کا مجموعہ ہے۔
- **پگھلا نیلم کی کچھ نظمیں:** دریا، باڑھ، نرالی، راتیں، نیا سال، کبھی کبھی، رک جاؤ، تمھاری آنکھیں، تالے
- **اہم تنقیدی مضامین:** اردو کی جدید انقلابی شاعری، اردو ہندی ہندوستانی
- سجاد ظہیر نے دس افسانوں کا مجموعہ 'انگارے' ترتیب دیا تھا جو 1932 میں شائع ہوا تھا۔
- انگارے میں شامل رشید جہاں، احمد علی اور محمود الظفر کے افسانوں کے علاوہ پانچ افسانے سجاد ظہیر کے ہیں۔ (1) نیند نہیں آتی (2) جنت کی بشارت (3) گرمیوں کی رات (4) دلاری (5) پھر یہ ہنگامہ
- گرمیوں کی رات رسالہ جامعہ میں 1930 میں شائع ہوا تھا۔

☆☆☆

چلا جاتا ہے اور محبت کا یہ سلسلہ ختم ہو جاتا ہے۔

گرمی کی چھٹیوں کے بعد شمن امریکن مشنری کالج میں چلی جاتی ہے۔ جہاں اس کی دوستی پریما نام کی ایک ہندو لڑکی سے ہو جاتی ہے۔ شمن اس کے گھر جاتی ہے۔ وہاں اس کے باپ رائے صاحب رقص سکھا رہے تھے۔ ضعیف العمر ہونے کے باوجود بھی مردانگی کا بھرپور نمونہ تھے۔ شمن ان سے محبت کرنے لگتی ہے اور پھر اس محبت کا اظہار بھی گرم جوشی سے کر دیتی ہے۔ اس اعلان عشق سے وہ اس قدر پریشان ہوتے ہیں کہ ان کے قلب کی حرکت بند ہو جاتی ہے۔

اس کے بعد اعجاز اور پھر افتخار کے ساتھ تعلقات قائم کرتی ہے۔ پھر اس کی ملاقات ایک آئرش نوجوان روفی ٹیلر سے ہوتی ہے۔ ٹیلر برطانوی ہوتے ہوئے بھی مہذب تھا۔ ٹیلر اس سے شادی کی درخواست کرتا ہے۔ ایلما بھی اسے یہی مشورہ دیتی ہے چنانچہ وہ ٹیلر سے سول میرج کر لیتی ہے۔ سویرے اسے ٹیلر بستر پر نہیں ملتا تو اس کے دل میں بہت سے وسوسے پیدا ہوتے۔ اگر فی الواقع ٹیلر چلا گیا ہوگا تو مالک مکان تو اسے رنڈی تصور کرے گا لیکن ٹیلر مل جاتا ہے۔

پونا میں ٹیلر کے اکثر انگریز دوستوں نے یہ سمجھا کہ شمن کوئی آوارہ عورت ہے۔ ٹیلر کی ماں کو شادی کی خبر ملی تو اس نے ٹیلر سے اس کی تفصیل مانگی۔ تفصیل معلوم ہونے پر وہ اسے بروچ اور لاکٹ بھیجتی ہے جو اصل ہیرے کا تھا۔

شمن کو ڈانس وغیرہ سے کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ وہ اکثر اس کے ساتھ پارٹیوں میں نہیں جاتی۔ نتیجۃً دونوں میں جھگڑا ہوتا رہا، دونوں الگ الگ کمروں میں سوئے، کچھ روز بعد آخر کار ایک دن صبح اٹھنے پر اسے معلوم ہوا کہ ٹیلر دلی چلا گیا ہے۔ پھر ٹیلر محاذ جنگ پر چلا جاتا ہے۔

شمن روتی ہے، گڑگڑاتی ہے اور آخر کار شکست خوردگی کے عالم میں اپنے بستر پر ڈھیر ہو جاتی ہے۔ دل کو ڈھارس بندھاتی ہے کہ وہ تکمیلیت کے مرحلے طے کر رہی ہے کیونکہ اس کی کوکھ میں ایک ننھی سی جان پرورش پا رہی ہے جس کے لیے بہرحال اسے جینا ہے اور اس طرح کہانی ایک سوگوار انجام سے ہم آغوش ہوتی ہے۔

کرداروں کی پہچان

○ شمن جو کہ ٹیڑھی لکیر کی ہیروئن ہے سب سے جاندار متحرک اور فعال کردار ہے۔

رکھتا ہے۔(خلیل الرحمٰن اعظمی)

ٹیڑھی لکیر کا خلاصہ

ٹیڑھی لکیر کا مرکزی کردار 'شمن' نام کی لڑکی ہے جو اپنے والدین کی دسویں بیٹی تھی اور جس کے کوئی درجن بھر بھائی بہن تھے۔ کثرت اولاد کے باعث والدین کا پیار نہیں ملا، ماں کا صرف ایک کام تھا وہ بچہ جنے اور باپ کا کام تھا ماں کی ناز برداری کرنا۔ گھر میں شمن کی حیثیت تنخواہ دار چھوکری کی تھی۔ جب سب لوگ کہیں شادی کی تقریب میں جانے کی تیاریوں میں لگے ہوتے تو شمن کو حکم دیا جاتا کہ وہ چھوٹے بھائی بہنوں کو نہلا دھلا کر تیار کرے۔

گھر میں اسے محبت نہیں ملی تو وہ شریر ہوگئی اور ہر قسم کی تخریبی کارروائیوں میں اس کی دل چسپیاں بڑھتی گئیں۔ گھر میں لے دے کے ایک منجھو آپا تھیں جو شمن کو کسی قدر مانتی تھیں لیکن وہ بھی کم عمری میں بیاہ دی گئیں۔ اسی درمیان بڑی آپا بیوہ ہوکر اپنی بیٹی نوری کے ساتھ میکے چلی آئی تھیں۔

شمن سے سارا گھر عاجز تھا، اس کی شرارتیں روز بڑھ رہی تھیں۔ وہ بڑی آپا سے ڈرتی بھی ہے اور ان سے نفرت بھی کرتی ہے۔ کیونکہ بڑی آپا اس کی شرارت پر اسے بری طرح پیٹ دیتی ہیں۔ اور وہ اپنی نوری کو اس پر فوقیت دیتی ہیں اور کہتی ہیں کہ شمن کی صحبت میں نوری بھی خراب ہوجائے گی۔

شمن اور نوری کا اسکول میں داخلہ کرادیا جاتا ہے۔ شمن سالانہ امتحان میں فیل ہوجاتی ہے۔ اسکول میں شمن کو ایک استانی 'مس چرن' سے واسطہ پڑتا ہے جو ہم جنسی کے مرض میں مبتلا رہتی ہے۔ اس کے بعد رسول فاطمہ اور نجمہ سے شمن کی قرابت بڑھتی ہے۔ اتفاق سے یہ دونوں بھی اسی مرض میں مبتلا ہوتی ہیں۔ ان کی صحبت میں رہ کر شمن بھی اس مرض کا شکار ہوجاتی ہے۔

شمن کالج آئی تو بلقیس کی بڑی بہن جو انگلینڈ سے آئی تھی، کالج کی پرنسپل بن کر آ گئی۔ بلقیس اپنی بہن جلیس اور ایک لمبے چوڑے خاندان کے ساتھ کالج کے احاطے میں رہتی تھی۔ شمن بلقیس کے گھر آتی جاتی رہتی ہے اسی درمیان اسے بلقیس کے بھائی رشید سے محبت ہوجاتی ہے۔ اس محبت کو پروان چڑھانے میں بلقیس اس کی بڑی مدد کرتی ہے لیکن رشید اچانک انگلینڈ

عصمت چغتائی

- نام عصمت چغتائی خانم تھا اور عرف چنّی بیگم۔
- عصمت بدایوں میں 21 اگست 1915 میں پیدا ہوئیں۔
- عصمت کا انتقال بمبئی میں 24 اکتوبر 1991 کو ہوا۔
- عصمت کے والد کا نام مرزا قسیم بیگ تھا اور والدہ کا نام نصرت خانم
- عصمت کے والدین کی بارہ اولاد ہوئی تھیں جن میں دو کا انتقال بچپن ہی میں ہو گیا تھا۔
- عصمت دسویں اولاد تھیں۔
- عصمت کے نانا مرزا امراؤ علی مشہور ناول نگار تھے۔
- عصمت کے بڑے بھائی عظیم بیگ چغتائی مشہور طنز و مزاح نگار تھے۔ شریر بیوی، کولتار، خانم اور قرآن اور پردہ ان کی مشہور کتابیں ہیں۔
- عصمت چغتائی نے دوزخی کے عنوان سے جو خاکہ لکھا ہے وہ اسی بھائی یعنی عظیم بیگ چغتائی کا خاکہ ہے۔
- عصمت چغتائی نے ابتدائی تعلیم آگرہ میں حاصل کی تھیں اور بچپن جودھ پور میں گزرا تھا۔
- عصمت چغتائی نے ہائی اسکول اور ایف اے علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کے عبداللہ گرلز کالج سے پاس کیا تھا۔
- عصمت نے بی اے لکھنؤ سے اور بی ٹی علی گڑھ سے پاس کیا تھا۔
- عصمت اسلامیہ گرلس اسکول بریلی میں ہیڈ مسٹریس 1937 میں ہوئی تھیں۔
- عصمت انسپکٹر آف اسکولس کی حیثیت سے بمبئی 1941 میں گئی تھیں۔
- عصمت کی شادی 2 مئی 1942 کو شاہد لطیف سے ہوئی تھی جس سے دو بیٹیاں سیما اور منی پیدا ہوئی تھیں۔
- عصمت چغتائی کو روسی ناول اور افسانے سے گہری دل چسپی رہی ہے۔
- عصمت چغتائی کا محبوب افسانہ نگار چیخوف تھا۔

- منجھو شمن کی بہن ہے۔
- کندن منجھو کی ساس کا پوتا ہے۔
- نوری بڑی بہن کی بیٹی ہے۔
- منو نوری کا بھائی ہے
- مس ممتاز جو کہ استانی ہے اسی نے شمن کو نیچے کلاس میں کر دیا تھا۔
- مس چرن جو کہ استانی ہے وہ شمن کو استعمال کرتی پکڑی گئی تھی اور نکال دی گئی تھی۔
- رسول فاطمہ اور نجمہ جو شمن کی دوست ہیں وہ ہم جنسی کے مرض میں مبتلا رہتی ہے۔
- بلقیس شمن کی دوست ہے
- جلیس بلقیس کی بہن ہے
- رشید جو کہ بلقیس کا بھائی ہے اس سے شمن عشق کرتی ہے۔
- پریما جو کہ ایک ہندو لڑکی ہے۔ وہ شمن کی امریکن مشنری کالج کی دوست ہے۔
- رائے صاحب پریما کے والد ہیں اور ان پر شمن عاشق ہو جاتی ہے۔
- ایلما جو کہ عیسائی ہے شمن کی سہیلی ہے۔
- رضیہ بیگم جو کہ اسکول میں ٹیچر ہے وہ مینجر کی منظور نظر ہے۔
- افتخار جو کہ اشتراکی نظریے کا حامل ہے اسے شمن ایلما کے بعد پسند کرنے لگتی ہے۔
- کامریڈ صمد ایک نواب زادہ ہے۔
- روفی ٹیلر جو کہ ایک برطانوی انگریز ہے اس سے شمن شادی کرتی ہے اور اس کے بچے کی ماں بنتی ہے۔
- سیتل، پروفیسر رحمانی، ان دونوں سے بھی شمن کے تعلقات تھے۔

☆☆☆

کردار: سورج، چندر، چاندنی

(5) **دل کی دنیا:** یہ عصمت کا رومانی ناولٹ ہے۔

- عصمت کا یہ ناولٹ بہرائچ کے پس منظر میں لکھا گیا ہے جہاں حضرت سالار مسعود غازی کی مشہور درگاہ ہے۔
- اس میں یعنی 'دل کی دنیا' میں کوئی باب عنوان کے ساتھ نہیں ہے۔ پورا قصہ چار حصوں پر مبنی ہے۔
- عصمت نے اس ناولٹ 'دل کی دنیا' میں یہ دکھانے کی کوشش کی ہے کہ ہندوستان میں جنسی طور پر ناآسودہ لڑکیاں اکثر کسی روحانی اور مذہبی شخصیت سے خود کو وابستہ کرکے اس نادیدہ شخص کا ایک خیالی پیکر تیار کرتی ہیں اور پھر اس میں گم ہوجاتی ہیں۔

کردار: قدسیہ بیگم، شبیر حسین، حضرت سالار مسعود غازی

(6) **عجیب آدمی** 1970

- عجیب آدمی پاکستان میں 'بہروپ نگر' کے نام سے منظر عام پر آیا تھا۔
- تیرہ ابواب کا ناول 'عجیب آدمی' فلمی دنیا کے اردگرد گھومتا ہے۔
- عصمت نے اس ناول کے مرکزی کردار 'دھرم دیو' کے توسط سے انسانی خواہش کی نفسیاتی ترجمانی کی ہے۔ اس کردار کے متعلق مشہور ہے کہ یہ دراصل معروف ہیرو اور فلم ساز گرودت کا ہے۔

کردار: دھرم دیو، زرینہ، منگلا، پدما

(7) **جنگلی کبوتر** 1970

(8) **باندی** 1970

- جنگلی کبوتر اور باندی دونوں ناولٹ شہر کی چکاچوند بھری زندگی میں پنپنے والی برائیوں کو اجاگر کرتے ہیں خصوصاً خواتین کی زبوں حالی کو۔

(9) **تین اناڑی:** یہ ناصحانہ انداز میں لکھا گیا ناول ہے جو لکھے جانے کے کئی سال بعد 1988 میں شائع ہوا تھا۔

- ناول تین اناڑی بچوں کی نفسیات کی بھرپور عکاسی کرتا ہے۔

عصمت کو اقبال سمان سے 1990 میں نوازا گیا تھا۔

عصمت کے کارنامے

ناول:

(1) **ضدی** 1941: ضدی عصمت کا پہلا ناول ہے۔

- ضدی جیسے مختصر ناول کو عصمت نے سولہ ابواب میں تقسیم کیا ہے۔
- ضدی میں ہر ضمنی واقعہ کا عنوان بھی دیا ہوا ہے۔ بیشتر واقعات ایسے ہیں کہ انھیں الگ الگ شائع کر دیا جائے تو وہ مکمل افسانہ نظر آئیں گے۔ مثلاً 'چھوٹے بھیا' چمکی، ہولی، آنکھ مچولی، ٹھاٹ، نفرت، ٹھوکر، ان میں سے ہر باب کی ابتدا بھی افسانوی انداز میں ہوتی ہے۔
- ضدی میں جو کہانی ہے اس پر فلم پہلے تیار ہوئی تھی اور اسے ناول کی شکل میں بعد میں پیش کیا گیا تھا۔
- ضدی کی کہانی رومانی اور جذباتی انداز کی ہے۔

کردار: پورن (ہیرو)، آشا (ہیروئن)، روپا، راجہ صاحب، شانتا، مہیش

(2) **ٹیڑھی لکیر** عصمت کا دوسرا ناول ہے جو 1944 میں لکھا گیا تھا اور 1945 میں شائع ہوا تھا۔

(3) **معصومہ** 1961 تیسرا ناول ہے۔

- عصمت نے معصومہ کو پانچ ابواب میں تقسیم کیا ہے۔
- حیدر آباد کے پس منظر کو لے کر بمبئی کے ماحول پر لکھا گیا ناول 'معصومہ' فلمی دنیا اور اس سے وابستہ لوگوں کی زندگی کی حقیقی تصویر پیش کرتا ہے۔

کردار: قاسم رضوی، معصومہ عرف نیلوفر، سلیم، احسان، احمد، زبیدہ۔

(4) **سودائی** 1964: عصمت کا چوتھا ناول ہے۔

- سودائی کی کہانی کو 1951 میں 'بزدل' کے نام سے فلمایا جا چکا تھا۔
- عصمت نے فلم کی کامیابی کو دیکھتے ہوئے 'بزدل' کے قصہ کو سودائی کی شکل دی تھی اور ناول کی شکل میں 1964 میں شائع ہوا تھا۔

- عصمت چغتائی ہندوستانی ادیبوں میں پریم چند، رشید جہاں اقبال اور ٹیگور سے بے حد متاثر تھیں۔
- عصمت نے اپنی ادبی زندگی کی ابتدا ڈراما نگاری سے کی تھی اور ان کی پہلی تحریر ان کا ڈراما 'فسادی' تھا جو 1938 میں ساقی میں شائع ہوا تھا۔
- عصمت جارج برنارڈ شاہ کے ڈراموں سے متاثر تھیں۔
- عصمت کا پہلا مطبوعہ افسانہ 'کافر 1938' اور پہلا مطبوعہ ناول ضدی 1941 ہے۔
- عصمت کا پہلا افسانوی مجموعہ کلیاں 1941 ہے۔
- عصمت کی پہلی فلم 'چھیڑ چھاڑ' ہے جس کے پروڈیوسر کے آصف تھے۔
- عصمت نے فلم 'جنوں' میں ایک خاص رول ادا کیا تھا۔ جنون کی کہانی 1857 کے عوامی انقلاب سے تعلق رکھتی تھیں۔
- عصمت کو فلم **گرم ہوا کی کہانی** لکھنے پر بہترین کہانی کار کا ایوارڈ ملا تھا۔
- عصمت چغتائی کا پہلا مضمون 'بچپن' ہے۔
- عصمت پر افسانہ لحاف کے لیے فحاشی کا الزام 1942 میں لگایا گیا تھا اور مقدمہ چلا تھا۔
- عصمت نے جنسی موضوعات سے ہٹ کر واقعات کربلا پر ایک ناول 'ایک قطرہ خون' لکھا تھا۔
- عصمت نے وصیت کی تھی کہ انتقال کے بعد ان کو دفن کرنے کے بجائے نذر آتش کر دیا جائے۔
- عصمت کے فکشن کا موضوع متوسط مسلمان گھرانوں کے لڑکوں اور لڑکیوں کی زندگی ہے۔
- عصمت نے مجاز، منٹو، پطرس، خواجہ احمد عباس اور جاں نثار اختر پر خاکے لکھے ہیں۔

اعزازات و خطابات

- عصمت کو غالب ایوارڈ 1975 میں ملا تھا۔
- عصمت کو سوویت لینڈ نہرو ایوارڈ 1975 میں ملا تھا۔
- عصمت کو پدم شری سے 1975 میں نوازا گیا تھا۔
- عصمت کو مخدوم لٹریری ایوارڈ 1981 میں ملا تھا۔

(12) دوزخی 1954 (5 افسانے، ایک مضمون، ایک خاکہ اور ایک ڈراما)

عصمت کے افسانوں کا انتخاب:

لحاف، سوری ممی، چڑی کی دکی، زہر، خرید لو

خاکے:

- دوزخی (اپنے بھائی عظیم بیگ چغتائی کا خاکہ)

رپورتاژ:

- بمبئی سے بھوپال تک

عصمت کے اہم افسانے: کافر، گیندا، جوانی، چوتھی کا جوڑا، اف یہ بچے، تل، ڈائن، لحاف، بھول بھلیاں، ساس، نفرت، جال، چھوٹی آپا، جڑیں، نوالا، مٹھی مالش، لال چونٹے، پیشہ، بچھو پھوپھی، کنواری، ننھی کی نانی، دوہاتھ، آدھی عورت آدھا خواب، اپنا خون، اللہ کا فضل، امربیل، اندھا یگ، ایک بات، ایک شوہر کے خاطر، باندی، باورچی، بچپن، بدن کی خوشبو، بڑی شرم کی بات ہے، بہو بیٹیاں، بھابھی، بھیڑیں، بیکار، بے کنڈے کی پیالی، بیڑیاں، پردے کے پیچھے سے، پنکچر، پہلی لڑکی، سونے کا انڈا، تین اناڑی، گھونگھٹ، خرید لو، خوابوں کا شہر، عشق پر زور نہیں، چھوئی موئی، ہندوستان چھوڑ دو۔

عصمت کے اقوال

- میں نے زندگی میں جو کچھ جمی ہوئی، پرانی، پٹی ہوئی لکیریں تھیں، ان کو مٹا کے، ان سے بغاوت کر کے لکھا ہے۔
- محبت کا جنس سے جو تعلق ہے وہ فطری ہے۔ وہ زمانہ گیا جب پاک ہوا کرتی تھی، اب تو محبت کا ناپاک ہونا ہی زیادہ خوبصورت مانا جاتا ہے۔
- سیکس اور اس کی گھٹن ہی اتنا اہم موضوع نہیں ہے۔ بہت سے اور موضوع ہیں۔ پھر بھی میں نے ان موضوعات کو چھونے کی کوشش کی۔
- وہ عورتیں جو روٹی کپڑے کے لیے اپنے شوہر کی حرام کاریاں اور ذلتیں برداشت کرتی ہیں، بیشوا ہی جیسی ہوتی ہیں کہ وہ پیٹ کی خاطر سودا کرتی ہیں۔

(10) **ایک قطرہ خون** 1975: معرکۂ کربلا کے تعلق سے وجود میں آنے والا یہ ایک تاریخی ناول ہے۔
کردار: علی، فاطمہ، حسن، حسین

(11) **نقلی راجکمار** 1992: اسے عصمت نے 1966 میں لکھنا شروع کیا تھا اور جوان کے انتقال کے بعد 1992 میں شائع ہوا تھا۔

(12) **کاغذی ہے پیرہن** 1994: سوانحی ناول ہے جو 'آجکل' دہلی میں قسط وار شائع ہوا تھا اور کتابی صورت میں 1994 میں دہلی سے شائع ہوا تھا۔

○ عصمت نے ناول کاغذی پیرہن میں اپنے خاندانی حالات، شادی بیاہ اور رنج وغم کو پیش کیا ہے۔

کردار: عصمت چغتائی، ننھے، منے

افسانوی مجموعے:

(1) **کلیاں** 1941: تیرہ افسانے چار ڈرامے

○ کلیاں پہلا افسانوی مجموعہ ہے۔

(2) **چوٹیں** 1942: تیرہ افسانے

○ اس کا پیش لفظ کرشن چندر نے لکھا تھا۔

(3) **ایک بات** 1946: تیرہ افسانے

(4) **چھوئی موئی** 1952: نو افسانے

(5) **دو ہاتھ** 1955: آٹھ افسانے

(6) شیطان

(7) بدن کی خوشبو

(8) دھانی بانکپن

(9) امربیل

(10) تھوڑی سی پاگل

(11) آدھی عورت آدھا خواب

عصمت کے پاس جسم کے احتساب کا ایک ہی ذریعہ ہے اور وہ ہے سانس (منٹو)

- انھیں لکھنا آتا ہے، چکیلی دھار دار زبان آتی ہے، نشتر چبھونا آتا ہے اور یہ سارے ہنر وہ اپنے مشاہدے اور مطالعے کی محدود دنیا میں خوب دکھا چکی ہیں۔ (ظ انصاری)
- عصمت کو سماج سے نہیں بلکہ اشخاص سے شغف ہے۔ (پطرس بخاری)
- عصمت کے ہاتھوں اردو انشا کو ایک نئی جوانی نصیب ہوئی۔ (پطرس)



- اگر جسم پر کوڑھ نہ ہو تو اس کی نمائش میں کوئی حرج نہیں۔
- لکھنے کے لیے میں نے دنیا کی عظیم ترین کتاب یعنی زندگی کو پڑھا ہے اور اسے بے انتہا دلچسپ و موثر پایا ہے۔"
- جب زخم میں مواد بھر جائے تو اس پر پٹیاں باندھنے سے بہتر ہے کہ نشتر لو اور جراحی شروع کردو۔
- میرے خیال میں یہ جولڑکیاں بنتی سنورتی اور ہار سنگھار کرتی ہیں اپنے عیبوں کو چھپاتی ہیں۔

عصمت سے متعلق مختلف آرا و خیالات

- ایسی بے تکان زبان مشکل ہی سے کسی کو نصیب ہوسکتی ہے۔ وہ الفاظ اور فقروں کے طرارے بھرتی ہیں۔ (مجنوں گورکھ پوری)
- وہ ٹھیٹھ اردو کے بہت سے ایسے الفاظ کام میں لے آئی ہیں جو آج تک پردے سے باہر نہ نکلے تھے اور جن کو اب انھوں نے نئے مطالب کے اظہار کے قابل بنا دیا ہے۔ (پطرس بخاری)
- عصمت پرلے درجے کی ہٹ دھرم ہے۔ طبیعت میں ضد ہے، بالکل بچوں کی سی زندگی کے کسی نظریے کو فطرت کے کسی قانون کو پہلے ہی سابقہ میں کبھی قبول نہیں کرے گی۔ (سعادت حسن منٹو)
- عصمت کی نثر اپنے اندر بے ساختگی اور تیکھے پن کے علاوہ ایک تخلیقی جوہر رکھتی ہے۔ (خلیل الرحمٰن اعظمی)
- عصمت انشاپرداز نہیں لیکن صاحب طرز ہیں۔ ان کا ناول اور افسانے کے لیے موزوں ترین طرز ہے اور اس میں ایسی دلکشی اور کشش ہے جس کا مقابلہ کوئی اور افسانہ نگار نہیں کرسکتا۔ (خلیل الرحمٰن اعظمی)
- عصمت کی تحریر کے بارے میں فیض احمد فیض کا خیال ہے کہ "ان میں ایک جنسیاتی کشش ہے جسے انگریزی میں Sex apeal کہتے ہیں۔"
- جنس عصمت کے اعصاب پر ایک مرض کی طرح سوار ہے۔ (منٹو)
- پردے کے اس پار کی تفصیلات بیان کرنے میں عصمت کو ید طولیٰ حاصل ہے۔ (منٹو)
- عصمت کو سماج سے نہیں شخصیتوں سے شغف ہے، شخصیتوں سے نہیں اشخاص سے ہے۔

راجندر سنگھ بیدی

- نام راجندر سنگھ بیدی تھا۔
- راجندر سنگھ یکم ستمبر 1915 کو لاہور میں پیدا ہوئے۔
- راجندر سنگھ بیدی کا انتقال 11 نومبر 1984 کو بمبئی میں ہوا تھا۔
- بیدی کے والد کا نام ہیرا سنگھ بیدی (کھتری) تھا اور والدہ کا سیوادئی (برہمن)
- بیدی نے 1931 میں ہائی اسکول اور 1933 میں انٹرمیڈیٹ کا امتحان پاس کیا تھا۔
- بیدی نے طالب علمی کے زمانے میں 1932 میں محسن لاہوری کے نام سے انگریزی اردو اور پنجابی میں نظمیں اور کہانیاں لکھ کر ادبی زندگی کا آغاز کیا تھا۔
- بیدی کی شادی 19 سال کی عمر میں 1934 میں سکونت کور سے ہوئی تھی۔
- بیدی کی پہلی کہانی پنجابی زبان میں 'دکھ سکھ' تھی جو پنجابی زبان کے رسالے 'سارنگ' میں شائع ہوئی تھی۔
- بیدی کا پہلا افسانہ 'مہارانی کا تحفہ' رسالہ 'ادبی دنیا' لاہور کے سالنامہ 1937 میں شائع ہوا تھا۔
- بیدی جموں ریڈیو اسٹیشن کے ڈائریکٹر 1948 میں مقرر ہوئے تھے۔
- بیدی نے اپنی تخلیقات میں پنجاب کے دیہات کی معاشرت کی عکاسی بڑے فن کارانہ انداز میں کی ہے۔
- بیدی کے اردو افسانے روس کے عظیم افسانہ چیخوف کی یاد دلاتے ہیں۔
- روسی افسانہ نگارون کا جتنا گہرا اثر بیدی کے یہاں ہے اور کسی کے یہاں نہیں ہے۔
- بیدی کے کردار متوسط طبقے سے تعلق رکھتے ہیں۔
- بیدی پر فالج کا حملہ بمبئی میں 1979 میں ہوا تھا۔
- بیدی کے کلیات میں شامل افسانوں میں پہلا افسانہ بھولا ہے۔

ہو جاتی ہے کہ منگل رانو کے سر پر چادر ڈال دیتا ہے۔ اگرچہ منگل سماجی اور رسمی طور پر رانو کو تو اپنا لیتا ہے مگر جسمانی اور ذہنی طور پر نہیں اپنا پاتا ہے۔ رانو شراب سے سخت نفرت کرتی تھی لیکن اسے ہی بروئے کار لا کر رانو منگل کو جیتتی ہے اور اس سے جسمانی تعلقات قائم کرتی ہے۔ اس طرح وہ منگل کو پورے طور سے اپنے قبضے میں لے لیتی ہے اور منگل ایک مطیع اور فرماں بردار شوہر بن جاتا ہے۔

کرداروں کی پہچان

- رانو جو کہ ایک چادر میلی سی کی ہیروئن ہے اس ناول کا سب سے متحرک فعال اور جاندار کردار ہے۔
- ایک چادر میلی سی کے اہم کردار رانو کے علاوہ تلوکا منگل اور چودھری مہربان داس ہیں۔
- رانو جو کہ ہیروئن ہے اس کی شادی پہلے تلوکا سے ہوتی ہے پھر اس کے چھوٹے بھائی منگل سے۔
- تلوکا جو کہ ایک یکہ بان ہے رانو کا پہلا شوہر ہے اور جو مہربان داس کے لیے بھولی بھٹکی عورتوں کو لاتا ہے۔
- منگل جو کہ تلوکا کا چھوٹا بھائی ہے اس کی شادی تلوکا کے قتل کے بعد رانو سے ہوتی ہے۔
- چودھری مہربان داس جس کے لیے تلوکا عورتوں کو لاتا ہے۔
- چندا رانو کی ساس ہے۔
- چنو رانو کی سہیلی ہے

دیگر کردار:

گھنشیام داس، حضور سنگھ، پورن دئی، سرپنچ گیان سنگھ، جگو، کرم دین



ایک چادر میلی سی

(1962ء)

- 'ایک چادر میلی سی' راجندر سنگھ بیدی کا اکلوتا ناول ہے جو پنجاب کے دیہی زندگی کے پس منظر میں لکھا گیا ہے۔
- ناول ایک چادر میلی سی رسالہ 'نقوش' میں دو قسطوں میں 1960 میں شائع ہوا تھا اور کتابی صورت میں مکتبہ جامعہ دہلی نے 1962 میں شائع کیا تھا۔
- ایک چادر میلی سی ایک مختصر ناول ہے جو صرف 150 صفحات پر مشتمل ہے۔
- ناول ایک چادر میلی سی پر شام لال نے ٹائمس آف انڈیا میں تبصرہ کیا تھا جس کا ترجمہ خیر النسا بیگم نے کیا تھا جو 1963 میں سوغات میں شائع ہوا تھا۔
- 1965 میں بیدی کو ایک چادر میلی سی پر ساہتیہ اکیڈمی ایوارڈ ملا تھا۔
- ناول 'ایک چادر میلی سی' پر ہندوستان میں 'ایک چادر میلی سی' ہی کے نام سے لیکن پاکستان میں 'مٹھی بھر چاول کے نام' سے فلم بنی تھی۔
- ناول 'ایک چادر میلی سی' کا انداز اشاراتی ہے اس میں انھوں نے رمز نگاری سے کام لیا ہے۔

ایک چادر میلی سی کا خلاصہ

پنجاب کے کسی گاؤں میں رانو نام کی ایک لڑکی رہتی تھی جس کی شادی اس کے والدین نے افلاس سے تنگ آ کر تلوکا نامی شخص سے کر دی تھی جو پیشہ سے یکہ بان تھا۔ تلوکا کو شراب نوشی کی لت لگی ہوئی تھی جسے رانو بالکل پسند نہیں کرتی تھی اور اس کی وجہ سے دونوں کے تعلقات میں تلخی بھی رہتی تھی۔ تلوکا یکہ چلانے کے ساتھ ساتھ چودھری مہربان داس کے لیے بھولی بھٹکی عورتوں کو بٹور کر بھی لاتا تھا۔ ایک دن اس جرم کے بدلے کے طور پر ایک 'جاترن' نامی لڑکی کے بھائی کے ہاتھوں قتل کر دیا جاتا ہے۔ تلوکا کے قتل کے بعد اس کا چھوٹا بھائی منگل یکہ چلا کر گھر کے اخراجات سنبھالتا ہے اور رانو کی شادی منگل سے پنجابی رسم کے مطابق اس طرح

آگ کا دریا

(1959ء)

- ناول آگ کا دریا قرۃ العین حیدر کا ضخیم ناول ہے جو 1959 میں شائع ہوا تھا۔
- ناول آگ کا دریا کا عنوان جگر مرادآبادی کے اس شعر کے ایک مصرعے کا ٹکڑا ہے:

یہ عشق نہیں آساں بس اتنا ہی سمجھ لیجیے
اک آگ کا دریا ہے اور ڈوب کے جانا ہے

- ٹی۔ ایس۔ ایلیٹ کی نظم کے اس تراشے سے جو ناول کے شروع میں Epigraph کے طور پر دیا گیا ہے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ ناول 'آگ کا دریا' کا موضوع وقت کا وہ دھارا ہے جو انسان کی ارضی زندگی کی وسعتوں کو چاروں طرف سے گھیرے ہوئے ہے۔
- ناول 'آگ کا دریا' میں 'شعور کی رو' کی تکنیک کا ایک کامیاب تجربہ کیا گیا ہے۔ حالانکہ اس سے قبل سجاد ظہیر نے اپنے ناول لندن کی ایک رات میں اور خود قرۃ العین حیدر نے اپنے پہلے ناول 'میرے بھی صنم خانے' میں 'شعور کی رو' کی تکنیک کا تجربہ کیا تھا۔
- شعور کی رو کی ٹیکنک کے کچھ خاص اجزا مندجہ ذیل ہیں:

(1) براہ راست اندرونی خودکلامی۔
(2) بالواسطہ اندرونی خودکلامی۔
(3) آزاد تلازمۂ خیال۔

- شمس الرحمٰن فاروقی کے مطابق ناول 'آگ کا دریا' تیس فیصدی شاعری اور ستر فیصدی نثر ہے۔
- آگ کا دریا کا عینی نے انگریزی میں ترجمہ The river of fire کے نام سے کیا تھا۔
- ناول 'آگ کا دریا' کی کہانی کا آغاز اب سے ڈھائی ہزار سال پہلے کی ہندوستانی تہذیب کے دور سے شروع ہوتا ہے جو شراوستی اور پاٹلی پتر میں سرسبز و شاداب ہوئی اور تقسیم ہند کے واقعات کے تاریخی اور تہذیبی پس منظر میں ہندوستانی تہذیب کو پیش کرتا ہوا ختم ہو جاتا ہے۔

(3) **جوگیا:**

افسانے: (1) بکی (2) ٹرمیلنس سے پرے (3) جوگیا (4) یوکلپٹس (5) دیوار

افسانے: (1) مہمان (2) بیوی یا بیماری (3) چلتے پھرتے چہرے (4) خواجہ احمد عباس (5) ہاتھ ہمارے قلم ہوئے (6) حجام الہ آباد

ناول:

○ **ایک چادر میلی سی:** یہ راجندر سنگھ بیدی کا اکلوتا ناول ہے جو لاہور سے شائع ہونے والا رسالہ 'نقوش' میں دو قسطوں میں 1960 میں شائع ہوا تھا اور بعد میں کتابی صورت میں 1962 میں شائع ہوا تھا۔

○ بیدی نے ایک ناول '**نمک**' کے عنوان سے لکھنا شروع کیا تھا مگر وہ ادھورا رہ گیا۔

ڈرامے:

○ بیدی کے دو ڈراموں کے مجموعے ہیں۔

○ **بے جان چیزیں 1943:** یہ بیدی کے ڈراموں کا پہلا مجموعہ ہے۔

ڈرامے: (1) کار کی شادی (2) ایک عورت کی نہ (3) روح انسانی (4) اب تو گھبرا کے (5) بے جان چیزیں (6) خواجہ سرا

○ '**سات کھیل**'۔ یہ بیدی کے ڈراموں کا دوسرا مجموعہ ہے۔

ڈرامے: (1) خواجہ سرا (2) چانکیہ (3) تلچھٹ (4) نقل مکانی (5) آج (6) درخشندہ (7) پاؤں کی موچ

اہم فلمیں:

(1) بڑی بہن 1969، (2) داغ 1952، (3) مرزا غالب 1954، (4) دیوداس 1955، (5) ابھیمان 1957، (6) مدھومتی 1958

○ اس کے علاوہ بیدی نے افسانے 'گرم کوٹ' پر اسی نام سے 1955 میں فلم بنائی۔

○ بیدی نے اپنے ڈرامے 'نقل مکانی' پر دستک کے نام سے 1971 میں فلم بنائی تھی۔

سے پرے (7) حجام الہ آباد کے (8) دیوالہ (9) یوکلپٹس

نوٹ: افسانہ لاجونتی تقسیم ملک اور فسادات کے پس منظر میں لکھا گیا ہے۔ جس کے اہم کردار لاجونتی اور سندر لال ہیں۔

(5) **ہاتھ ہمارے قلم ہوئے 1974:** اس میں دس افسانے ہیں:

افسانے: (1) ہاتھ ہمارے قلم ہوئے (ایک اعتراف کے ساتھ مضمون ہے)، (2) صرف ایک سگریٹ (3) کلیانی (4) متھن (5) باری کا بخار (6) سونفیا (7) وہ بڈھا (8) جنازہ کہاں ہے (9) تعطل (10) آئینہ کے سامنے (مضمون)

(6) **مکتی بودھ 1982:**

- بیدی نے مکتی بودھ کو باقر مہدی کے نام منسوب کیا ہے۔
- مکتی بودھ میں پانچ افسانے اور سات مضامین و خاکے ہیں۔

افسانے، مضمون، تحریریں اور خاکے: (1) افسانوی تجربہ اور اظہار کے تخلیقی مسائل، (2) مکتی بودھ (افسانہ)، (3) ایک باپ بکاؤ ہے (افسانہ)، (4) چشمۂ بددور (افسانہ)، (5) بولو (افسانہ)، (6) بلی کا بچہ (افسانہ)، (7) خواجہ احمد عباس (8) چلتے پھرتے چہرے (9) بیوی یا بیماری (10) مہمان (11) فلم بنانا کھیل نہیں (12) گیتا

- مذکورہ چھ میں سے اوّلین پانچ مجموعوں کو راجندر سنگھ بیدی کے افسانوں کے اساسی مجموعے کہا جاسکتا ہے۔
- اوّلین پانچ مجموعوں میں کل 57 افسانے شامل ہیں۔
- بیدی کے ضمنی مجموعوں کی تعداد پانچ ہیں:

(1) **گرم کوٹ:**

افسانے: (1) گرہن (2) بگی (3) دس منٹ بارش میں (4) رحمٰن کے جوتے (5) غلامی (6) دوسرا کنارہ (7) گرم کورٹ

(2) **لمبی لڑکی:**

افسانے: (1) لمبی لڑکی (2) نامراد (3) گرہن (4) ہتل

اعزازات

- بیدی کو ایک چادر میلی سی پر ساہتیہ اکادمی ایوارڈ 1965 میں ملا تھا۔
- بیدی کو پدم شری ایوارڈ 1972 میں ملا تھا۔
- بیدی کو غالب ایوارڈ 1978 میں ملا تھا۔

بیدی کے کارنامے

افسانوی مجموعے:

(1) **دانہ ودام 1939**: یہ بیدی کا پہلا افسانوی مجموعہ ہے جس میں 14 افسانے ہیں۔ اس کا انتساب بیدی نے اپنے ماں باپ کے نام سے کیا ہے۔

افسانے: (1) بھولا (2) ہمدوش (3) من کی من میں (4) گرم کوٹ (5) چھوکری کی لوٹ (6) پان شاپ (7) منگل آشٹکا (8) کوارنٹین (9) تلادان (بچوں کی نفسیات پر مبنی افسانہ) (10) دس منٹ بارش میں (11) وٹامن 'بی' (12) چھمن (13) ردِ عمل (14) موت کا راز

(2) **گرہن 1942**: بیدی نے اسے 'ہولی' کے نام منسوب کیا ہے۔ اس میں 14 افسانے ہیں۔

افسانے: (1) گرہن (2) رحمٰن کے جوتے (3) بکی (4) اغوا (5) غلامی (6) ہڈیاں اور پھول (7) زین العابدین (8) لاروے (9) گھر میں بازار میں (10) دوسرا کنارہ (11) آلو (12) معاون اور میں (13) چیچک کے داغ (14) اپوالانش

(3) **کوکھ جلی 1949**: کوکھ جلی میں 13 افسانے ہیں۔

افسانے: (1) لمس (2) کوکھ جلی (3) بیکار خدا (4) نامراد (5) مہاجرین (6) کشمکش (7) ایک عورت (8) جب میں چھوٹا تھا (9) ٹرمینس (10) گالی (11) خط مستقیم اور قوسین (12) ماسوا (13) آگ

(4) **اپنے دکھ مجھے دے دو 1965**: اس میں 10 افسانے ہیں۔ بیدی نے اسے آل احمد سرور کے نام منسوب کیا ہے۔

افسانے: (1) لاجونتی (2) جوگیا (3) ببل (4) لمبی لڑکی (5) اپنے دکھ مجھے دے دو (6) ٹرمینس

- قرۃ العین حیدر ناول 'آگ کا دریا' کی وجہ تصنیف بتاتے ہوئے لکھتی ہیں کہ "ملک کیوں تقسیم ہوگیا۔ تقسیم تاریخی حیثیت سے ناگزیر تھی اس سوال نے مجھے فلسفۂ تاریخ کی سمت کھینچا۔ اس کا جواب دینے کی کوشش میں ایک ناول 'آگ کا دریا' لکھا۔ دریا کو زمانے کا Symbol بنا کر میں نے تین ہزار سال کی پھیلی ہوئی اور الجھی ہوئی ہندوستانی تاریخ میں سے ہندوستانی شخصیت کی عظمت کو گرفت میں لانے کی کوشش کی۔
- ناول 'آگ کا دریا' میں کسی ایک واقعہ کا ذکر نہیں ہے بلکہ اس میں جنم جنم کے تسلسل کو پیش کیا گیا ہے۔
- ناول کو عمل کے تجزیہ کے خیال سے اس کے خصوصیات کے پیش نظر پانچ حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔
- ناول آگ کا دریا 642 صفحات اور 101 ابواب پر مشتمل ہے۔
- باب 1 سے 13 تک شراوستی سے متعلق ہے۔
- 14 سے 17 تک پاٹلی پتر سے متعلق ہیں۔
- ابواب 18 سے 25 تک بہرائچ، جونپور اور بنارس سے متعلق ہیں۔
- ابواب 26 سے 56 تک یکے بعد دیگرے کلکتہ اور لکھنؤ سے متعلق ہیں۔
- 57 اور 58 پرانی اور نئی تاریخ کے دوراہے سے متعلق ہیں۔
- ابواب 59 سے 96 تک یورپ سے متعلق ہیں۔
- ابواب 97 اور 98 دور جدید میں دوسرے اہم موڑ سے متعلق ہیں۔
- ابواب 99 اور 100 مشرقی پاکستان اور نئے ہندوستان سے متعلق ہیں۔
- آخری باب صرف نئے ہندوستان سے متعلق ہے۔

○ ناول کے ابتدائی دور میں ہم ہندوستان کی تاریخ میں ڈھائی ہزار سال قبل کے فضا سے دوچار ہوتے ہیں۔ معاشرت، طرزِ فکر اور اقدار زندگی سب وہی ہیں جن سے اس دور کا انسان پہچانا جاسکتا ہے۔ اس دور کو ہم گوتم بدھ کا دور کہہ سکتے ہیں۔

- اس قدیم عہد کا گوتم فلسفی ہے۔ وہ اپنے عہد کا نمایاں طالب علم ہے اور مروجہ علوم میں دسترس رکھتا ہے۔

- گوتم اپنے ہاتھوں کی انگلیاں مگدھ کی لڑائی میں جو پہلے دور کے دوسرے حصے میں ہوتی ہے کھو دیتا ہے۔
- 'چمپک' جو بعد کی چمپا اور چمپا بائی کا نقش اولین ہے۔ وہ گوتم سے سرجو ندی کے کنارے ملتی ہے۔
- چمپک ہندوستانی عورت کی علامت اور اپنے عہد کے پڑھے لکھے طبقے کی نمائندگی کرتی ہے۔
- چمپک گوتم جیسے فلسفی سے بحث کرنے کی صلاحیت رکھتی ہے۔
- چمپک چندر گپت موریہ سے جنگ کے بعد گرفتار ہو کر پاٹلی پتر جاتی ہے۔

○ دوسرے دور میں مسلمانوں کی آمد کے بعد تہذیب کے اس ساگر یعنی ہندوستان میں جو نئی لہر اٹھی ہے اور جو تبدیلی آئی ہے اس کا بیان ہے۔

- اس دور میں ہم کمال کے نقش اوّل، ابوالمنصور کمال الدین سے ملتے ہیں جو حسین شرقی کے کتب خانے کا نگراں ہے اور ہندوستان کے مختلف النوع تہذیب میں ایک نئے عنصر کی حیثیت رکھتا ہے۔
- شروع ہی میں ابوالمنصور کمال الدین کی ملاقات چمپا سے ہوتی ہے جو پہلے دور کی چمپک کا ایک نیا روپ ہے۔

○ تیسرے دور میں اس کا بیان ہے کہ مسلمانوں کے انحطاط کے بعد ایسٹ انڈیا کمپنی کے قدم ہندوستان میں جمنا کیسے شروع ہوتے ہیں، انگریز اس کے لیے کن تدابیر کو بروئے کار لاتے ہیں اور اس کے مقابلے میں مغلیہ شان وشوکت کا آخری محافظ کس تن آسانی اور اخلاقی پستی کا مظاہرہ کرتا ہے۔

- اس تیسرے دور میں گوتم کا دوسرا نقش گوتم نیلمبر ت سرل ایشلے کا بنگالی کلرک ہے۔
- اس تیسرے دور میں چمپک کا تیسرا نقش لکھنؤ کی مشہور طوائف چمپا بائی کی شکل میں ہمارے سامنے آتا ہے۔
- کمال الدین کا دوسرا نقش جو اسی دور کے پہلے حصے میں نواب کمن کی صورت میں نظر آتا ہے بعد میں 'کمال' کی شکل میں جلوہ گر ہوتا ہے۔

○ چوتھے دور میں عمل کا مرکز ہندوستان سے یورپ منتقل ہو جاتا ہے اور وہی نسل جو اوپری

ان کو 'پوم پوم ڈارلنگ' کی پھبتیوں سے نوازتا تھا۔

اعزازات وانعامات

- قرۃ العین حیدر کو تیسرے افسانوی مجموعے پت جھڑ کی آواز پہ ساہتیہ اکادمی ایوارڈ 1967 میں ملا تھا۔
- قرۃ العین کو سوویت لینڈ نہرو ایوارڈ برائے تراجم 1969 میں ملا تھا۔
- قرۃ العین کو 'پدم شری' کا قومی اعزاز 1984 میں دیا گیا تھا۔
- قرۃ العین کو غالب ایوارڈ 1984 میں ملا تھا۔
- قرۃ العین کو مدھیہ پردیش کا سب سے بڑا اعزاز 'اقبال سمان' سے 1988 میں نوازا گیا تھا۔
- قرۃ العین کو گیان پیٹھ ایوارڈ سے 1990 میں نوازا گیا تھا۔
- قرۃ العین حیدر کو فیلو آف ساہتیہ اکادمی سے 1996 میں نوازا گیا تھا۔
- قرۃ العین حیدر کو بہادر شاہ ظفر ایوارڈ سے 2000 میں نوازا گیا تھا۔
- قرۃ العین حیدر کو پدم بھوشن سے 28 مارچ 2005 کو نوازا گیا تھا۔

قرۃ العین حیدر کے کارنامے

- کلیاتِ قرۃ العین حیدر کو تین جلدوں میں آئینہ جہاں کے نام سے جمیل اختر نے مرتب کیا ہے۔

ناول:

- قرۃ العین حیدر کے سبھی ناولوں کے عنوانات بجز چاندنی بیگم کسی نہ کسی شعر کے ٹکڑے پر ہیں۔

(1) **میرے بھی صنم خانے، مکتبہ جدید لاہور، اپریل 1949**

- میرے بھی صنم خانے قرۃ العین حیدر کا پہلا ناول ہے۔
- میرے بھی صنم خانے کا موضوع ہندوستان کی تقسیم ہے۔
- میرے بھی صنم خانے کا عنوان اقبال کے اس شعر کے ایک مصرع کا ٹکڑا ہے۔

میرے بھی صنم خانے تیرے بھی صنم خانے
دونوں کے صنم خاکی دونوں کے صنم فانی

جواہر لال نہرو کے کہنے پر 1961 میں ہندوستان آئی تھیں۔

- قرۃ العین سے اس سے پہلے ابوالکلام آزاد نے بھی ہندوستان آنے کو کہا تھا۔
- قرۃ العین 1964 سے 1968 کے دوران امپرنٹ بمبئی کی کریئر ایڈیٹر رہی تھیں۔
- قرۃ العین حیدر انگریزی ہفتہ وار السٹریٹیڈ ویکلی آف انڈیا کی معاون مدیر 1948 سے 1975 کے دوران رہی تھیں۔
- قرۃ العین انٹرنیشنل رائٹنگ پروگرام یونیورسٹی آف آیووا (امریکہ) کی ممبر 1979 میں رہی تھیں۔
- قرۃ العین حیدر 1981 سے 1982 کے دوران جامعہ ملیہ اسلامیہ میں اور 1982 سے 1984 تک علی گرھ مسلم یونیورسٹی میں اردو کی وزیٹنگ پروفیسر رہی تھیں۔
- قرۃ العین حیدر اردو کی پہلی افسانہ و ناول نگار ہیں جنھوں نے انگریزی فکشن کے جدید ترین ہیئتی تجربوں سے استفادہ کیا اور جیمس جوائس اور ورجینا ولف کو بھی پیچھے چھوڑ گئیں۔
- قرۃ العین حیدر کی کہانیوں میں جیمس جوائس اور ورجینا ولف کا اثر واضح طور پر نظر آتا ہے۔
- قرۃ العین حیدر نے اپنی تخلیقات میں اعلیٰ طبقے کی زندگی کو پیش کیا ہے۔
- قرۃ العین حیدر رومانوی نقطۂ نظر کی حامل تھیں۔
- قرۃ العین حیدر نے اپنے ادبی سفر کا آغاز سات سال کی عمر میں 'کارٹون' نامی کہانی لکھ کر کیا تھا جو رسالہ 'پھول' کے سالنامے میں شائع ہوا تھا۔
- قرۃ العین حیدر کا پہلا افسانہ 'ایک شام' ہے جسے وہ طنزیہ اسکرپٹ کہتی ہیں۔ فرضی نام لالہ رخ سے 'ادیب' نومبر 1943 میں شائع ہوا تھا کیونکہ چچا مشتاق، احمد زاہدی کا مشورہ تھا کہ اپنے نام سے چھپواؤ گی تو کسی کو یقین نہیں ہوگا کہ اسے تم نے لکھا ہے۔
- قرۃ العین حیدر کا دوسرا افسانہ 'یہ باتیں' بنت سجاد حیدر یلدرم کے نام سے 'ہمایوں' مئی 1944 میں شائع ہوا تھا۔
- قرۃ العین حیدر کا تیسرا افسانہ 'ارادے' قرۃ العین حیدر کے نام سے جون 1944 کے ادیب میں شائع ہوا تھا اور اس پر بیس روپے کا انعام بھی ملا تھا۔
- ترقی پسند ادیبوں کا طبقہ قرۃ العین حیدر کو جاگیرداری معاشرے کا نمائندہ قرار دیتا تھا اور

قرۃ العین حیدر

- ابتدائی نام نیلوفر تھا لیکن ماموں افضل علی نے نام بدل کر قرۃ العین حیدر کر دیا اور اس وقت سے قرۃ العین نام سے ہی مشہور ہو گئیں۔
- قرۃ العین حیدر عرف عام میں عینی کہلاتی تھیں اور فرضی نام 'لالہ رخ' تھا۔
- قرۃ العین حیدر 20 جنوری 1927 کو علی گڑھ میں پیدا ہوئیں۔
- قرۃ العین حیدر کا انتقال 2007 میں ہوا۔
- قرۃ العین حیدر کے والد کا نام سجاد حیدر یلدرم تھا اور دادا کا سید جلال الدین۔ قرۃ العین حیدر کا آبائی وطن نہٹور ضلع بجنور تھا۔
- سجاد حیدر یلدرم قرۃ العین حیدر کی پیدائش کے وقت علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کے رجسٹرار تھے۔
- سجاد حیدر یلدرم نے عبدالقادر کے رسالہ 'مخزن' میں ترکی زبان کے افسانوں کے تراجم شائع کیے تھے۔
- سجاد حیدر یلدرم کو اردو افسانے میں طرزِ نو اور رومانیت کے رجحان کا بانی قرار دیا گیا ہے۔
- قرۃ العین حیدر کی والدہ کا نام نذر سجاد حیدر تھا جو ایک کامیاب ناول نگار تھیں۔ نذر کا ناول 'اختر النسا بیگم' 1910 میں چھپا تھا جب نذر سولہ سال کی تھیں۔
- قرۃ العین حیدر نے میٹرک کی تعلیم دہرادون کے ایک پرائیوٹ اسکول سے حاصل کی تھی۔
- قرۃ العین حیدر نے ایم اے انگریزی لکھنؤ یونیورسٹی سے کیا تھا۔
- قرۃ العین حیدر کا خاندان تقسیم ہند کے بعد دسمبر 1947 میں پاکستان ہجرت کر گیا تھا۔
- قرۃ العین حیدر تقسیم ہند کے بعد تقریباً چودہ برس تک پاکستان میں سکونت پذیر رہی تھیں۔
- قرۃ العین حیدر پاکستان کی وزارتِ اطلاعات ونشریات میں انفارمیشن آفیسر 1950 میں مقرر ہوئی تھیں۔
- قرۃ العین حیدر نے ٹیلی گراف اخبار لندن اور بی بی سی لندن میں بھی ملازمت کی تھی۔
- قرۃ العین 1960 میں اپنی والدہ کو بہ غرض علاج لندن لے کر گئی تھیں اور پھر وہاں سے

متوسط طبقہ کی نمائندگی تیسرے دور کے آخر میں لکھنؤ میں کر رہی تھی، لندن، کیمبرج اور پیرس میں نظر آتی ہے۔

۷　پانچواں دور تقسیم ملک کے بعد کے ہندوستانی اور پاکستانی معاشروں سے متعلق ہے۔

کرداروں کی پہچان

- ناول آگ کا دریا میں مرکزی کردار صرف چار ہیں: (1) گوتم، (2) ہری شنکر (3) چمپا (4) کمال۔
- اس طویل مدت میں جس پر یہ ناول پھیلا ہوا ہے یہ چاروں کردار ناموں کے ہلکے سے تفاوت کے ساتھ برابر ہمارے سامنے آتے رہتے ہیں۔
- گوتم جو کہ ہندوستان کے باشعور ذہن کی نمائندگی کرتا ہے۔
- نام کی مماثلت کی وجہ سے اس میں گوتم بدھ کی شخصیت کا عکس نظر آتا ہے۔
- ان چار کرداروں کے علاوہ طلعت کا کردار ناول کے بیانیہ ڈھانچہ میں ایک خاص اہمیت رکھتا ہے۔
- گوتم ہری شنکر اور چمپا کی طرح نرملا اور سرل ایشلے بھی جو برطانوی استعماریت کے آسیب کی حیثیت رکھتا ہے۔ ناول کی کئی منزلوں میں ہمارے سامنے آتے ہیں۔
- پیٹر بھی ایک کردار ہے جسے سرل کا ہمزاد کہنا چاہیے۔
- باقی کردار جیسے تہمینہ، عامر رضا، ریکھا، شانتا، روشن آرا اور مسز شنیلا مکرجی ناول کی صرف بیرونی سطح پر نظر آتے ہیں۔



(3) پت جھڑ کی آواز 1966

(4) روشنی کی رفتار 1982

(5) جگنوؤں کی دنیا 1990

(6) قندیل چین (نیا افسانوی مجموعہ مرتب جمیل اختر 2007)

قرۃ العین حیدر کے اہم افسانے:

ایک شام (پہلا افسانہ)، یہ باتیں، ارادے، خوابوں کے محل، ستاروں سے آگے، دیودار کے درخت، پرواز کے بعد، سنا ہے عالم بالا میں کوئی کیمیا گر تھا، دھندلکوں کے پیچھے، میری گلی میں ایک پردیسی، آہ اے دوست، ٹوٹتے تارے، لیکن گومتی بہتی رہی، ایں دفتر بے معنی، اودھ کی شام، زندگی کا سفر، ہم لوگ، رقص شرر، مونالیزا، جہاں کارواں ٹھہرا تھا، دوسرا کنارہ، شیشے کے گھر جو ٹوٹ گئے، پچھلے برسوں کی برف، میں نے لاکھوں کے بول سہے، جب طوفان گزر چکا، کیکٹس لینڈ، آسماں بھی ہے ستم ایجاد کیا، انت بھئے رت بسنت مرو، ایک مکالمہ، وہی زمانہ وہی فسانہ، رام یہ کیسا گورکھ دھندا ہے، جلاوطن، پت جھڑ کی آواز، دجلہ بہ دجلہ یم بہ یم، دکھلایئے لے جا کے تجھے مصر کا بازار، یاد کی ایک دھنک جلے، قلندر، کارمن، ڈالن والا، میں بوری ڈوبت ڈری، آوازیں، شربت والی گلی، دوسیاح، ایک تصویر، فقیروں کی پہاڑی، تار پر چلنے والی، سنگھاردان، ایک پرانی کہانی، فوٹوگرافر، بڑے آدمی، روشنی کی رفتار، یہ نمایہ تیرے پراسرار بندے، اکثر اس طرح بھی رقص فغاں ہوتا ہے، حسب نسب، نظارہ درمیاں ہے، آوارہ گرد، آخر شب کے ہمسفر، ملفوظات حاجی گل بابا بیکتاشی، سینٹ فلورا آف جارجیا کے اعترافات، پالی ہل کی ایکرات، لکڑبگھے کی ہنسی، آئینہ فروش شہر کوراں، دریں گرد سوارے باشد، جن بولو تارا تارا، کہرے کے پیچھے۔



قرۃ العین حیدر کے رپورتاژ کے دو مجموعے ہیں:

(1) کوہِ دماوند چھ رپورتاژ کا مجموعہ ہے 2000

(2) ستمبر کا چاند چار رپورتاژ کا مجموعہ ہے 2002

متفرقات:

(1) دامانِ باغباں خطوط کا مجموعہ ہے 2003

(2) کف گل فروش (اوّل) سیاہ و سفید تصاویر کا البم 2004

(3) کف گل فروش (دوم) رنگین تصاویر کا البم 2004

تراجم:

(1) ہمیں چراغ ہمیں پروانے (پوٹریٹ آف کے لیڈی از ہنری جیمس) 1958

(2) آدمی کا مقدر (The Fate of a man میخائل شولوخوف)

(3) اپلس کے گیت (واسل بائی کوف) 1969

(4) ماں کی کھیتی (چنگیز اعتمادوف) 1966

(5) کلیسا میں قتل مڑ ارن دی کیتھوڈ ریل، ٹی ایس ایلیٹ

(6) تلاش Break Fast Tiffany ٹرو مین کاپوٹ

(7) تین جاپانی کھیل 1960

(8) جن حسن بن عبدالرحمٰن 1962

(9) ناؤ (بنگالی افسانہ) 1958

بچوں کی کہانیاں:

(1) لومڑی کے بچے (2) بہادر گھوڑے (3) میاں ڈھنچوں کے بچے (4) بھیڑیے کے بچے (5) ہرن کے بچے (6) شیر خان (7) ڈینگو (8) جن حسن بن عبدالرحمٰن

افسانوی مجموعے:

(1) ستاروں سے آگے (پہلا افسانوی مجموعہ) 1947

(2) شیشے کے گھر 1954

(6) **گردش رنگ چمن 1987**

○ گردش رنگ چمن کا عنوان غالب کے اس شعر سے ماخوذ ہے:

عمر میری ہوگئی صرف بہار حسن
گردش رنگ چمن ہے ماہ و سالِ عندلیب

(7) **چاندنی بیگم 1990**

ناولٹ:

(1) سیتا ہرن 1960، (2) چائے کے باغ 1964، (3) ہاؤسنگ سوسائٹی 1966، (4) اگلے جنم موہے بٹیانہ کیجو 1977، (5) دل ربا 1976، (6) فصل گل آئی یا جل آئی۔

رپورتاژ:

○ قرۃ العین حیدر نے کل گیارہ رپورتاژ لکھے ہیں۔

(1) **لندن لیٹر:** قرۃ العین نے 1953 میں لکھا تھا لیکن 1954 میں 'شیشے کے گھر' میں شائع ہوا تھا۔

(2) **ستمبر کا چاند 1958**

(3) **چھٹے اسیر تو بدلا ہوا زمانہ تھا 1966**

(4) درچمن ہرورقٹی دفتر حال دیگر است 1968

(5) کوہ دماوند 1978

(6) قید خانے میں تلاطم ہے کہ ہند آتی ہے 1983

(7) گلگشت

(8) جہان دیگر

(9) خضر سوچتا ہے دولر کے کنارے

(10) دکن سانہیں ٹھار سنسار میں

(11) پر ماندی کنارے

'تقسیم ہند کے صدمے نے 1947 کے آخر میں ساڑھے انیس سال کی عمر میں مجھ سے 'میرے بھی صنم خانے' لکھوائی جو میرا پہلا ناول ہے۔'' (عینی)

(2) **سفینۂ غم دل، مکتبہ جدید لاہور، 1952**

- سفینۂ غم دل عینی کا دوسرا ناول ہے۔
- سفینۂ غم دل کا موضوع تقسیم ہند اور اس کے اثرات ہیں۔
- سفینۂ غم دل کا عنوان فیض کی نظم 'صبح آزادی' کے اس شعر کے آخری مصرعے سے ماخوذ ہے:

کہیں تو ہوگا شب سست موج کا ساحل
کہیں تو جا کے رکے گا سفینۂ غم دل

(3) **آگ کا دریا 1959**

- آگ کا دریا کا عنوان جگر مرادآبادی کے اس شعر کے ایک مصرع کا ٹکڑا ہے:

یہ عشق نہیں آساں بس اتنا ہی سمجھ لیجیے
اک آگ کا دریا ہے اور ڈوب کے جانا ہے

(4) **آخر شب کے ہم سفر 1979**

- آخر شب کے ہم سفر کا عنوان فیض احمد فیض کے اس شعر کے پہلے مصرع کا ٹکڑا ہے:

آخر شب کے ہم سفر فیض نہ جانے کیا ہوئے
رہ گئی کس جگہ صبا، صبح کدھر نکل گئی

(5)
- کارِ جہاں دراز ہے (حصہ اوّل) 1977
- کارِ جہاں دراز ہے (حصہ دوم) 1979
- کارِ جہاں دراز ہے (حصہ سوم شاہراہ حریر کے نام سے) 2002
- کارِ جہاں دراز ہے کا عنوان اقبال کے اس شعر کے دوسرے مصرعے کا ٹکڑا ہے:

باغ بہشت سے مجھے حکم سفر دیا تھا کیوں
کارِ جہاں دراز ہے اب مرا انتظار کر

- کارِ جہاں دراز ہے قرۃ العین کا سوانحی ناول ہے جو تین حصوں پر مشتمل ہے۔

سعادت حسن منٹو

(11 مئی 1912ء۔ 18 جنوری 1955ء)

- نام سعادت حسن تھا اور قلمی نام منٹو (اصل نام سعات حسن سے لکھنے کی ابتدا کی بعد میں منٹو ہی اصل نام ہو گیا)
- منٹو اسکول کالج اور اپنے محلے میں ٹامی کے نام سے مشہور تھے۔
- منٹو کے فرضی نام مفکر، کامریڈ، آدم، ٹنم (ٹنم کے حروف الٹ دینے سے منٹو ہو جاتا ہے) اور خواجہ ظہیر الدین تھے۔
- منٹو 11 مئی 1912ء کو سمبرالہ ضلع لدھیانہ پنجاب میں پیدا ہوئے تھے۔
- منٹو کا انتقال 43 سال کی عمر میں بہ عارضۂ تپ دق 18 جنوری 1955ء کو لاہور میں ہوا تھا اور میانی صاحب لاہور میں دفن کیے گئے تھے۔
- منٹو محض 42 سال 8 ماہ اور 4 دن جئے تھے۔
- کسی نے ''بڑا نامور افسانہ نگار تھا'' سے تاریخ وفات نکالی ہے۔

1347ھ

- سعادت حسن کا تعلق کشمیر کی مَنٹُو ذات سے ہے۔
- منٹو کے والد کا نام خواجہ غلام حسن تھا، والدہ کا سردار بیگم اور دادا کا خواجہ جمال الدین۔
- منٹو کے جدِ اعلیٰ خواجہ رحمت اللہ کاروبار کے سلسلے میں انیسویں صدی کے اوائل میں کشمیر سے ترک وطن کر کے پنجاب چلے آئے تھے۔
- منٹو ایم۔اے۔او مڈل اسکول امرتسر میں چوتھی جماعت میں داخل ہوئے تھے۔
- منٹو دسویں کے امتحان میں تین بار فیل ہوئے تھے۔ چوتھی کوشش میں مسلم ہائی اسکول امرتسر سے 1931 میں میٹرک کا امتحان پاس کیا تھا (حیرت کی بات ہے کہ وہ برابر اردو کے مضمون میں ہی فیل ہوئے)
- منٹو ایم اے او کالج امرتسر کے طالب علمی کے زمانے میں کالج میگزین 'ہلال' کے مدیر

- احتشام حسین کے مطابق اردو افسانے کے موجد پریم چند ہیں۔
- وقار عظیم اور قمر رئیس کے مطابق اردو کا پہلا افسانہ پریم چند کا ''دنیا کا سب سے انمول رتن'' 1907ء ہے۔
- ڈاکٹر محمد صادق کے مطابق اردو کا پہلا افسانہ سرسید کا ''گزرا ہوا زمانہ'' ہے۔
- فرمان فتح پوری کے مطابق اردو کا پہلا افسانہ سجاد حیدر یلدرم کا ''نشہ کی پہلی ترنگ'' 1900ء ہے۔
- مرزا حامد بیگ کے مطابق اردو کا پہلا طبع زاد افسانہ راشد الخیری کا ''نصیر اور خدیجہ'' 1903ء ہے۔



افسانہ

- افسانے کے لغوی معنی جھوٹی بات، سرگزشت، قصہ، کہانی، داستان وغیرہ کے ہیں۔
- ایڈگر ایلن پو کے مطابق ''افسانہ ایک ایسی بیانیہ صنف نثر ہے جو اتنی مختصر ہو کہ ایک ہی نشست میں پڑھی جا سکے، جسے قاری کو متاثر کرنے کے لیے لکھا گیا ہو اور جس سے وہ تمام غیر ضروری اجزا نکال دیے گئے ہوں جو تاثر کو قائم رکھنے میں معاون نہ ہوں۔ اس میں ''وحدتِ تاثر'' اور ''کلیت'' ہو۔
- منٹو کے مطابق ''ایک تاثر خواہ وہ کسی کا ہو، اپنے اوپر مسلط کر کے اس انداز سے بیان کر نا کہ وہ سننے والے پر وہی اثر پیدا کرے یہ افسانہ ہے''۔
- ڈاکٹر مسیح الزماں کے مطابق ''افسانہ زندگی کی تفسیر ہے۔ اس میں زندگی کا ایسا نقشہ پیش کیا جاتا ہے جس پر حقیقت کا دھوکہ ہو سکے۔ وہ زندگی کی تعبیر بھی ہے اور تصویر بھی اور اسی کے ساتھ اس میں مصنف کا ایک نقطۂ نظر بھی ہونا ضروری ہے''۔

افسانے کے اجزائے ترکیبی

(1) پلاٹ (2) کردار (3) نقطۂ نظر (4) ماحول اور فضا (5) اسلوب (6) آغاز و اختتام (7) وحدت تاثر

- افسانہ کی نمایاں اور اہم خصوصیت وحدت تاثر ہے۔
- افسانے میں پلاٹ کی حیثیت جسم میں ریڑھ کی ہڈی کی سی ہے۔ تمام تر کہانی اس پر منحصر ہوتی ہے۔
- وقار عظیم کے مطابق پلاٹ واقعات یا تاثرات کو فنی ترتیب دیتا ہے۔

افسانے کی ابتدا کے بارے میں مختلف آرا و خیالات

- اردو افسانے کے ابتدائی نقوش داستانوں میں نظر آتے ہیں۔

➢ یہ منٹو کا اکلوتا ناول ہے۔

افسانوی مجموعے:

(1) **آتش پارے 1936:** پہلا افسانوی مجموعہ ہے۔**(آٹھ)**

افسانے: (1) خونی تھوک (2) انقلاب پسند (3) جی آیا صاحب (4) تماشا (5) طاقت کا امتحان (6) دیوانہ شاعر (7) چوری

(2) **منٹو کے افسانے 1940 (چھبیس)**

افسانے: (1) نیا قانون، (2) شغل (3) ٹیڑھی لکیر (4) پہچان (5) شوشو (6) خوشیا (7) بانجھ (8) نعرہ (9) بلاؤز (10) اس کا پتی (11) موسم کی شرارت (12) بیگو (13) منتر (14) میرا اور اس کا انتقام (15) موم بتی کے آنسو (16) دیوالی کے دیئے (17) پتنگ (18) ڈرپوک (19) دس روپے (20) مسز ڈی کوسٹا

(3) **دھواں 1941 (بائیس افسانے)**

افسانے: (1) سجدہ (2) کالی شلوار (3) دھواں (4) کبوتر والا سائیں (5) الو کا پٹھا (6) وہ خط جو پوسٹ نہ کیے گئے (7) مصری کی ڈلی (8) ماتمی جلسہ (9) قبض (10) دیوانہ شاعر (11) ایکٹرس کی آنکھ (12) نامکمل تحریر (13) لالٹین (14) پھولوں کی بارش (15) گرم سوٹ (16) میرا ہم سفر (17) ترقی پسند (18) نیا سال (19) چوہے دان (20) چوری (21) قاسم (22) پریشانی کا سبب

- اس کتاب پر بحیثیت مجموعی فحاشی کے الزام میں منٹو کے خلاف مقدمہ درج ہوا تھا۔ اس مجموعے میں ان کا افسانہ 'کالی شلوار' بھی شامل ہے جس کی اشاعت پر قبل ازیں اس کے خلاف فحاشی کے الزام میں پہلا مقدمہ قائم کیا گیا تھا۔

(4) **افسانے اور ڈرامے 1943 (سات افسانے)**

افسانے: (1) بلاؤز (2) شیرو (3) جشن فریاد (4) آم (5) خونی تھوک (6) مسز ڈی سلوا (7) غسل خانہ

- **منٹو کی وفات کے بعد ظفر احمد قریشی نے اس کتاب کو 1956 میں افسانوں اور ڈراموں کی ترتیب نیز کتاب کا عنوان بدل کر ایک مرد کے نام سے شائع کیا تھا۔**

مقرر ہوئے تھے۔

- منٹو نے علی گڑھ مسلم یونیورسٹی میں 1935 میں داخلہ لیا تھا مگر تعلیم جاری نہ رکھ سکے تھے۔
- منٹو کے اساتذہ: خواجہ محمد عمر جان، فیض احمد فیض، صاحب زادہ، محمود الظفر۔
- منٹو کی شادی 26 اپریل 1929 کو صفیہ بیگم بنت خواجہ قمرالدین سے ہوئی تھی۔
- منٹو کے چار اولاد تھیں ایک بیٹا عارف اور تین بیٹیاں، نکہت، نزہت، نصرت
- منٹو کے ادبی رہنما 'باری علیگ' ہیں جیسا کہ خود منٹو نے کہا ہے کہ ''آج کل میں جو کچھ ہوں اس کے بنانے میں سب سے پہلا ہاتھ باری صاحب کا ہے۔ اگر امرتسر میں ان سے ملاقات نہ ہوتی اور متواتر تین مہینے میں نے ان کی صحبت میں نہ گزارے ہوتے تو یقیناً میں کسی اور ہی راستے پر گامزن ہوتا۔''
- منٹو کی پہلی تحریر باری صاحب کی ہی زیرادارت شائع ہونے والے اخبار 'مساوات' میں شائع ہوئی تھی اور منٹو نے اپنے ادبی سفر کا آغاز اسی روزنامہ میں کالم نگاری سے کیا تھا۔
- منٹو نے اپنا اوّلین افسانہ 'تماشا' کے عنوان سے لکھا تھا جو باری علیگ کی ادارت میں شائع ہونے والے ہفت روزہ 'خلق' امرتسر کے پہلے شمارے (اگست 1934) میں شائع ہوا تھا بعد میں اسے منٹو نے اپنے پہلے افسانوی مجموعے میں شامل کیا۔
- منٹو کو دوبار پاگل خانے میں داخل ہونا پڑا تھا۔
- منٹو جنوری 1948 میں ہجرت کر کے پاکستان چلے گئے تھے۔
- منٹو کا افسانہ 'ترقی پسند' ایک طنزیہ افسانہ ہے جو منٹو کے ابتدائی افسانوں میں شامل ہے اور جو پہلی دفعہ علی گڑھ میگزین میں شائع ہوا تھا۔
- منٹو کا افسانہ 'بدتمیز' بھی ایک طنزیہ افسانہ ہے جس میں ترقی پسندوں کی ذاتی کمزوریوں کو نشانہ بنایا گیا ہے۔

منٹو کے کارنامے

ناول:

- ''**بغیر عنوان کے**'' طبع اوّل 1954، طبع دوم 1983[1]

(6) ننگی آوازیں (7) شانتی (8) خالد میاں (9) دو قومیں (10) مجید کا ماضی (11) حامد کا بچہ (12) لائسنس (13) کتاب کا خلاصہ

(10) **بادشاہت کا خاتمہ 1951 (گیارہ افسانے)**

افسانے: (1) بادشاہت کا خاتمہ (2) تقی کاتب (3) والد صاحب (4) عورت ذات (5) عشق حقیقی (6) کتے کی دعا (7) پری (8) خود فریب (9) بری لڑکی (10) فوبھا بائی (11) انجی ڈوڈو

(11) **یزید 1951 (نو افسانے)**

افسانے: (1) یزید (2) گورمکھ سنگھ کی وصیت (3) آخری سلیوٹ (4) جھوٹی کہانی (5) ٹیٹوال کا کتا (6) 1919 کی ایک بات (7) چور (8) نگی (9) ممی

(12) **نمرود کی خدائی 1952 (بارہ افسانے)**

افسانے: (1) کھول دو (2) سوراج کے لیے (3) ڈارلنگ (4) بدتمیز (5) عزت کے لیے (6) ہارتا چلا گیا (7) شیر آیا، شیر آیا دوڑنا (8) شریفین (9) ہرنام کور (10) شہید ساز (11) بی زمانی بیگم (12) دیکھ کبیرا رویا

- مشمولہ افسانہ 'کھول دو' پہلی دفعہ 'نقوش' لاہور شمارہ نمبر 3 میں شائع ہوا تھا، جس کے لیے نقوش کی اشاعت پر چھ ماہ کے لیے پابندی لگا دی گئی تھی۔

(13) **سڑک کے کنارے 1953 (گیارہ)**

افسانے: (1) شاداں (2) لتیکا رانی (3) نفسیاتی مطالعہ (4) مورتی (5) نطفہ (6) سڑک کے کنارے (7) سوکینڈل پاور کا بلب (8) خدا کی قسم (9) موذیل (10) صاحب کرامات

(14) **اوپر، نیچے اور درمیان 1954**

افسانے: (1) اوپر، نیچے اور درمیان (2) اپنی اپنی ڈفلی (3) لیچیاں، الوچے، الا ئچیاں

(15) **سرکنڈوں کے پیچھے 1954 (تیرہ)**

افسانے: (1) بلونت سنگھ مجیٹھیا (2) آنکھیں (3) جاؤ حنیف جاؤ (4) شادی (5) اللہ دتا (6) بے چینی (7) سرکنڈوں کے پیچھے (8) وہ لڑکی (9) محمودہ (910 پھسپھسی کہانی (11) بھنگن (12) مد بھائی

(5) **لذتِ سنگ 1948 (تین افسانے)**

افسانے: (1) بو (2) دھواں (3) کالی شلوار

○ اس مجموعے میں تین افسانے کے علاوہ منٹو کے تین مضامین بعنوان 'سفید جھوٹ'، 'افسانہ نگار اور جنسی مسائل' اور 'کسوٹی' بھی شامل ہیں۔

(6) **سیاہ حاشیے 1948 (اکتیس)**

افسانچے: (1) مزدوری (2) تعاون (3) تقسیم (4) جائز استعمال (5) بے خبری کا فائدہ (6) مناسب کارروائی (7) کرامات (8) اصلاح (9) جیلی (10) دعوتِ عمل (11) پٹھانستان (12) خبردار (13) ہمیشہ کی چھٹی (14) حلال اور جھٹکا (15) گھاٹے کا سودا (16) حیوانیت (17) کھاؤ (18) کسرِ نفسی (19) استقلال (20) نگرانی میں (21) جوتا (22) پیش بندی (23) سوری (24) رعایت (25) صفائی پسندی (26) صدقے اس کے (27) اشتراکیت (28) اُلھنا (29) آرام کی ضرورت (30) قسمت (31) آنکھوں پر چربی

(7) **چغد 1948 (نو)**

افسانے: (1) ایک خط (2) ڈھارس (3) چغد (4) پڑھیے کلمہ (5) بابو گوپی ناتھ (6) میرا نام رادھا ہے (7) جانکی (8) پانچ دن

○ 1950 میں منٹو نے اس کتاب میں سے علی سردار جعفری کا دیباچہ حذف کر کے اسے 'البیان' لاہور سے دوبارہ چھپوایا۔

(8) **ٹھنڈا گوشت 1950 (آٹھ افسانے)**

افسانے: (1) ٹھنڈا گوشت (2) گولی (3) رحمتِ خداوندی کے پھول (4) ساڑھے تین آنے (5) پیرن (6) خورشٹ (7) باسط (8) شاردا

○ 'ٹھنڈا گوشت' قیامِ پاکستان کے بعد منٹو کا پہلا افسانہ تھا اور جس پر فحاشی کے الزام میں ان کے خلاف مقدمہ درج ہوا تھا۔

○ 'زحمتِ مہرِ درخشاں' کے عنوان سے اس مقدمے کی روداد بھی اس مجموعے میں شامل ہے۔

(9) **خالی بوتلیں، خالی ڈبے 1950 (تیرہ افسانے)**

افسانے: (1) خالی بوتلیں، خالی ڈبے (2) سہائے (3) ٹوٹو (4) رام کھلاون (5) بسم اللہ

- طاہرہ سے طاہر 1971
- مینا بازار
- بانجھ 1983
- کالی شلوار 1986
- بڈھا کھوسٹ 1988

متفرق افسانے:

○ چور ○ کالی کلی ○ سرمہ ○ راجو

طنز و مزاح کے مجموعے:

(1) منٹو کے مضامین 1942
(2) تلخ، ترش اور شیریں 1954
(3) اوپر، نیچے اور درمیان 1954

ڈراموں کے مجموعے:

(1) آؤ، 1940، دس ڈرامے
(2) منٹو کے ڈرامے 1940، 18 ڈرامے

نوٹ: 1986 میں اس کتاب کا نام بدل کر 'نیلی رگیں' کے نام سے شائع کیا گیا تھا۔

(3) جنازے 1942، 8 ڈرامے
(4) تین عورتیں 1942، 5 ڈرامے
(5) افسانے اور ڈرامے 1943، 5 ڈرامے
(6) کروٹ 1946، 9 ڈرامے
(7) شیطان 1954، 2 ڈرامے

تقسیم ہند کے موضوع پر منٹو کے افسانے:

ٹوبہ ٹیک سنگھ، موذیل، ٹھنڈا گوشت، کھول دو، سہائے، رام کھلاون، گورمکھ سنگھ کی وصیت،

(16) **پھندنے 1954 (گیارہ افسانے)**

افسانے: (1) ٹوبہ ٹیک سنگھ (2) فرشتہ (3) پھندنے (4) بدصورتی (5) مس مالا (6) دودا پہلوان (7) مسٹر معین الدین (8) سودا بیچنے والی (9) عشقیہ کہانی (10) منظور (11) مس اڈنا جیکسن

نوٹ: افسانہ پھندنے کو ایک نئے تجربے سے موسوم کیا گیا ہے۔

منٹو کی وفات کے بعد شائع ہونے والے مجموعے:

(17) **بغیر اجازت 1955 (گیارہ افسانے)**

افسانے: (1) سونے کی انگوٹھی (2) تانگے والے بھائی (3) مسٹر حمیدہ (4) بغیر اجازت (5) قدرت کا اصول (6) خوشبودار تیل (7) سنسر بیچ (8) جسم اور روح (9) اب اور کہنے کی ضرورت نہیں (10) رشوت (11) قیمے کی بجائے بوٹیاں

(18) **برقعے 1955 (گیارہ)**

افسانے: (1) پسینہ (2) گھوگا (3) تیقین (4) خط اور اس کا جواب (5) موج دین (6) ایک خط (7) چودھویں کا چاند (8) باردہ شمالی (9) قرض کی پیتے تھے (10) برقعے

(19) **شکاری عورتیں: 1956 (بارہ)**

افسانے: (1) میرٹھ کی قینچی (2) شکاری عورتیں (3) جنٹلمینوں کا برش (4) حجامت (5) لعنت ہے ایسی دوا پر (6) حج اکبر (7) اولاد (8) موچنا

(20) **رتی: ماشہ: تولہ 1956 (دس افسانے)**

افسانے: (1) جھمکے (2) سلجم (3) برف کا پانی (4) چند مکالمے (5) رتی ماسہ تولہ (6) نفسیات شناس (7) انجام بخیر (8) ملاقاتی (9) سگریٹ اور فونٹین پن (10) تین میں، نہ تیرہ میں

- **دیگر افسانوی مجموعے جن میں شامل افسانے دوسرے مجموعوں میں اس سے پہلے شائع ہو چکے ہیں یا ان کا محض عنوان بدل کر شائع کیا گیا ہے۔**
- **انارکلی 1982**
- **شیطان 1956**

افسانوں کی ہیروئن نہیں ہوسکتی۔ میری ہیروئن چکلے کی ایک رنڈی ہوسکتی ہے جو رات کو جاگتی ہے اور دن کو سونے میں کبھی کبھی یہ ڈراؤنا خواب دیکھ کر اٹھ بیٹھتی ہے کہ بڑھاپا اس کے دروازے پر دستک دینے آیا ہے۔

- میں غلاظت کو چھپاتا نہیں بلکہ اسے صاف کرتا ہوں۔
- زمانے کے جس دور سے ہم گزر رہے ہیں اگر آپ اس سے ناواقف ہیں تو میرے افسانے پڑھیے۔ اگر آپ ان افسانوں کو برداشت نہیں کر سکتے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ زمانہ ناقابل برداشت ہے۔
- اگر ویشیہ کا ذکر فحش ہے تو اس کا وجود بھی فحش ہے۔ اگر اس کا ذکر ممنوع ہے تو اس کا پیشہ بھی ممنوع ہونا چاہیے۔ ویشیہ کے پیشے کو مٹائیے اس کا وجود خود بخود مٹ جائے گا۔
- جو چیز ہے اس کو من وعن کیوں نہیں پیش کیا جائے۔ ٹاٹ کو اطلس کیوں بنایا جائے۔ غلاظت کے ڈھیر کو عود وعنبر کے انبار میں کیوں تبدیل کیا جائے۔ حقیقت سے انحراف کیا ہمیں بہتر انسان بننے میں مدد ومعاون ہوسکتا ہے؟

منٹو کے متعلق مختلف آرا و خیالات

- شہزاد منظر نے منٹو کو غیر شعوری ترقی پسند اور کرشن چند کو شعوری ترقی پسند قرار دیا ہے۔
- محمد حسن عسکری نے منٹو کو موضوع اور ہیئت کا پیشہ ور کہا ہے۔
- منٹو کو شہید جنس کہا گیا ہے۔
- جنس نے سعادت حسن منٹو کے یہاں مذہب کی جگہ لے لی ہے۔ (عزیز احمد)
- محمد حسن نے منٹو کو اردو کا برنارڈ شا کہا ہے۔
- ممتاز قریشی کے مطابق منٹو ایک فطری فن کار ہیں۔
- منٹو خدا تیرے قلم میں اور زہر بھر دے۔ (کرشن چند)

☆☆☆

○ **انجام بخیر** کے کردار: نسیم
○ **ٹھنڈا گوشت** کے کردار: ایشر سنگھ، کلونت کور
○ **بو** کے کردار: رندھیر، گھاٹن لڑکی، ہیزل
○ **بابو گوپی ناتھ** کے کردار: بابو گوپی ناتھ، زینت بیگم، عبدالرحیم سینڈو، غفار سائیں، سردار بیگم، غلام علی، ڈاکٹر مجید، محمد شفیق طوسی، الماس، محمد یاسین موریل، غلام رئیس
○ **ٹوبہ ٹیک سنگھ** کے کردار: ٹوبہ ٹیک سنگھ (اس کا نام بشن سنگھ تھا)، فضل دین (بشن سنگھ کا دوست)، روپ کور (بشن سنگھ کی بیٹی)، امرت کور، (بہن)، بلبیر سنگھ (بشن سنگھ کا بھائی)
○ موذیل کے کردار: ترلوچن، کرپال کور رنجن (ترلوچن رنجن کو گھنگھر سنگھ کے نام سے پکارتا تھا) موذیل (ایک یہودی لڑکی جس سے ترلوچن کو عشق ہو جاتا ہے)
○ خوشیا کے کردار: خوشیا، کانتا
○ **ہتک** کے کردار: مادھو، سوگندھی، رام لال دلال، جمنا
○ **بلاؤز** کے کردار: مومن، ڈپٹی صاحب، رضیہ، شکیلہ
○ **ننگی آوازیں** کے کردار: گاما، بھولو، عائشہ، کلن، صمد، عید وحلوائی
○ **جانکی** کے کردار: جانکی، عزیز، سعید، نرائن

منٹو کے اقوال

◄ مجھے ہمیشہ آج سے غرض رہی ہے گزرے ہوئے کل یا آنے والے کل کے متعلق، میں نے کبھی نہیں سوچا جو ہونا تھا ہو گیا جو ہونے والا ہے ہو جائے گا۔
◄ ہاں ایسی کہانی لکھنے کا فائدہ ہی کیا ہے فادر جیسے چھوٹتے ہی ہر نتھو خیرو سمجھ جائے۔
◄ میں عشق کے بارے میں سوچتا ہوں تو صرف شہوانیت ہی نظر آتی ہے۔عورت کو شہوانیت سے الگ کر کے دیکھتا ہوں تو پتھر کی مورت رہ جاتی ہے۔
◄ دنیا کی جتنی لعنتیں ہیں بھوک اس کی ماں ہے۔یہ بھوک گداگری سکھاتی ہے، جرائم کی ترغیب دیتی ہے، عصمت فروشی پر مجبور کرتی ہے۔
◄ چکی پیسنے والی عورت جو دن بھر کام کرتی ہے اور رات کو اطمینان سے سو جاتی ہے، میرے

یزید، ہرنام کور، ڈارلنگ، عزت کے لیے، وہ لڑکی، انجام بخیر

خاکوں کے مجموعے:

(1) عصمت چغتائی 1948

(2) گنجے فرشتے 1952

(3) نور جہاں سرور جہاں 1952

(4) لارڈ اسپیکر 1955

خاکے:

منٹو نے کل 22 خاکے لکھے ہیں: - میرا صاحب - آغا حشر سے دو ملاقاتیں - اختر شیرانی سے چند ملاقاتیں - تین گولے - باری صاحب - عصمت چغتائی - مرلی کی دھن - پری چہرہ نسیم - اشوک کمار - نرگس - کشت زعفران - بابو راؤ پٹیل - دیوان سنگھ مفتون - نور جہاں - نواب کاشمیری - ستارہ - چراغ - حسن حسرت - پراسرار نینا - رفیق غزنوی پارو دیوی - انور کمال پاشا - کے کے

- **منٹو کے پانچ افسانوں:** (1) کالی شلوار (2) دھواں (3) بو (4) ٹھنڈا گوشت (5) کھول دو **اور ایک ڈراما:** 'اوپر نیچے درمیان پر' فحاشی کے الزام کے تحت فوجداری مقدمے چلائے گئے۔ ان میں سے ابتدائی تین کہانیوں پر مقدمات برطانوی دور حکومت میں قائم ہوئے۔

اور بقیہ تین تحریروں پر مملکت پاکستان میں۔

منٹو کے افسانوں کے کردار

- **کالی شلوار** کے کردار: خدا بخش، سلطانہ، شنکر
- **میرا نام رادھا ہے** کے کردار: نیلم عرف رادھا، راج کشور
- **'شاردا'** کے کردار: کریم، شکنتلا، شاردا، نعیمہ
- **یزید** کے کردار: رحیم داد، کریم داد

(8) ایک عورت ہزار دیوانے 1957 (9) غدار 1960

(ترجمہ ایک دل برو ہزار دل باختہ)

(10) سڑک واپس جاتی ہے 1961

(11) دادر پل کے بچے (ناولٹ) 1961

(12) برف کے پھول (ناولٹ) 1961

(13) میری یادوں کے چنار 1962

(14) گدھے کی واپسی 1962

(15) بورن کلب 1962

(16) ایک وائلن سمندر کے کنارے 1963

(17) درد کی نہر 1963

(18) لندن کے سات رنگ 1964

(19) ایک گدھا نیفا میں 1964

(20) چاندی کا گھاؤ 1964

(21) مٹی کے صنم 1966

(22) زرگاؤں کی رانی 1966

(23) کاغذ کی ناؤ 1966

(24) گنگا بہے نہ رات 1966

(25) فلمی قاعدہ (طنزیہ) 1966

(26) پانچ لوفر 1966

(27) پانچ لوفر ایک ہیروئن 1967

(28) ہانگ کانگ کی حسینہ 1967

(29) دوسری برف باری سے پہلے 1967

(30) گوریلا یار کا حجام 1969

(31) بمبئی کی شام 1971

Scanned by CamScanner

- فلم ڈیویژن نے مہندر ناتھ کو کرشن چندر کی زندگی پر ڈاکومینٹری بنانے کی ذمہ داری 1974 میں سونپی تھی۔
- کرشن چندر اچھی غذا کے شوقین تھے۔ انھیں غالب کی طرح آم بہت پسند تھے۔
- کرشن چندر کے پاس موضوعات کا تنوع تھا۔ انھیں ایشیا کا عظیم افسانہ نگار کہا جاتا تھا۔
- کرشن چند نے کشمیر کے رومان پرور فضا کے پس منظر میں افسانہ لکھنا شروع کیا تھا۔
- کرشن چندر لکھتے ہیں کہ ''پہلی چار کہانیاں مینڈر میں لکھیں''، جہیلم میں ناؤ پر، آنگی، مصور کی موت، یرقان، میرے ایک ناول کا پس منظر بھی مینڈر ہے۔
- کرشن چندر کی تخلیقات میں حقیقت اور رومانیت کا امتزاج پایا جاتا ہے۔

اعزازات

- کرشن چندر کو سوویت لینڈ نہرو ایوارڈ 1966 میں ملا تھا۔
- کرشن چندر کو پدم بھوشن سے 26 جنوری 1969 میں نوازا گیا تھا۔

کرشن چندر کے کارنامے

ناول:

کرشن چندر کے 47 ناول ہیں۔

(1) **شکست** 1943: کرشن چندر نے رسالہ 'ساقی' کے مدیر شاہد احمد دہلوی کے لیے گل مرگ کشمیر کے ہوٹل میں شکست کو صرف اکیس دن میں مکمل کیا تھا۔

- شکست کرشن چندر کا پہلا ناول ہے جسے انھوں نے 1942 میں لکھا تھا اور 1943 میں ساقی بک ڈپو دہلی سے شائع کروایا تھا۔
- شکست ٹامس ہارڈی کے طرز پر لکھا ہوا علاقائی ناول ہے۔

کردار: شام، ونتی، درگا داس، چندرا، موہن سنگھ، چھایا، سروپ کشن، بشن سنگھ، ملازم حسین

(2) جب کھیت جاگے 1952
(3) طوفان کی کلیاں 1954
(4) دل کی وادیاں سوگئیں 1956
(5) آسمان روشن ہے 1957
(6) باون پتے 1957
(7) ایک گدھے کی سرگزشت 1957

عاشق حسین بٹالوی، دیویندر ستیارتھی، ممتاز مفتی، فیاض محمود، اور چودھری نذیر احمد سے لاہور میں ہوئی تھی۔

- کرشن چندر آل انڈیا ریڈیو لاہور میں پروگرام اسسٹنٹ 1937 میں مقرر ہوئے تھے۔
- کرشن چندر کی ملاقات سعادت حسن منٹو، ن م راشد، ڈاکٹر محمد دین تاثیر، فیض احمد فیض، ریوتی سرن شرما، جگن ناتھ آزاد، چراغ حسن حسرت اور ہنس راج سے دہلی میں ہوئی تھی۔
- دہلی ہی میں کرشن چندر کے مراسم شاہد احمد دہلوی مدیر 'ساقی' سے ہوئے اور کرشن چندر کا پہلا ناول 'ساقی' وہاں سے 1944 میں شائع ہوا۔
- کرشن چندر کی ملاقات فراق گورکھپوری، احتشام حسین، مجاز، سبط حسن اور حیات اللہ انصاری سے لکھنؤ میں ہوئی تھی۔
- کرشن چندکو ڈبلو زیڈ احمد نے پونا 1942 میں بلایا تھا۔
- کرشن چندر بمبئی 1944 میں دیویکا رانی کے بلاوے پر گئے تھے۔
- کرشن چندر نے حیدرآباد میں منعقد شدہ کل ہند ترقی پسند مصنّفین کانفرنس کی روداد کے طور پر ایک یادگار رپورتاژ 'پودے' 1945 میں لکھا تھا۔
- کرشن چندر نے تقسیم ہند کے موضوع پر افسانہ 'ہم وحشی ہیں' 1947 میں لکھا تھا۔
- کرشن چندر نے اپنی ماں کی پسند سے شریمتی ودیاوتی سے شادی 1939 میں کی تھی جن سے تین بچے تھے ایک لڑکا اور دو لڑکیاں۔
- کرشن چندر کی ملاقات سلمیٰ صدیقی سے 1953 میں ہوئی تھی اور وہ سلمیٰ صدیقی کے ساتھ 68-1967 سے رہنے لگے تھے۔
- کرشن چندر اشتراکی نظریات کے حامی اور ترقی پسند تحریک کے سرگرم رکن تھے۔
- کرشن چندر ترقی پسند مصنّفین پنجاب کے سکریٹری 1938 میں چنے گئے تھے۔
- کرشن چندر کو ترقی پسند مصنّفین کی دہلی کانفرنس میں جنرل سکریٹری 1953 میں منتخب کیا گیا تھا۔
- کرشن چندر کی پچپن ویں سالگرہ کے موقعے پر 'جشن کرشن چندر' منایا گیا تھا جس کا افتتاح اندرا گاندھی نے کیا تھا۔

کرشن چندر

(نومبر 1914-1977ء)

- نام کرشن چندر تھا۔
- کرشن چندر وزیرآباد ضلع گوجرانوالہ پنجاب میں نومبر 1914 میں پیدا ہوئے۔
- کرشن چندر کا انتقال بمبئی میں 1977ء میں ہوا تھا۔
- کرشن چندر کے والد کا نام گوری شنکر تھا جو ڈاکٹر تھے اور والدہ کا امر دیوی
- کرشن چندر کا بچپن کشمیر میں گزرا تھا اور تعلیم لاہور میں پائی تھی۔
- ہائی اسکول میں کرشن چندر کو شاعری کا شوق ہوا تو اپنے استاد دینا ناتھ شوق کو اپنی شاعری دکھائی اس پر استاد نے نہ صرف بری طرح مذاق اڑایا بلکہ سخت سست بھی کہا۔
- کرشن چندر نے بی اے 1932 میں ایم اے انگریزی ادب میں 1934 میں سیکنڈ ڈویژن میں پاس کیا تھا۔
- کرشن چندر نے گورنمنٹ کالج لاہور سے ایل ایل بی 1937 میں پاس کیا تھا۔
- کرشن چندر نے اپنی ادبی زندگی کا آغاز طنزیہ ومزاحیہ مضمون 'پروفیسر ماسٹر بلیکی' سے کیا تھا جو انھوں نے گلزاری لال نندہ کے والد بلاقی رام نندہ کے بارے میں لکھا تھا جو فارسی پڑھاتے تھے۔
- کرشن چندر کالج کے زمانہ میں یرقان کے شکار ہوئے تھے اور صحت مند ہونے کے بعد اپنا پہلا افسانہ یرقان لکھا تھا۔
- کرشن چندر نے پروفیسر سنگھ سکھوں کے ساتھ مل کر انگریزی کا ایک پرچہ The Northern Review جاری کیا تھا۔
- کرشن چندر نے فریدہ نامی ایک انگریزی خاتون کے اشتراک سے انگریزی ماہنامہ 'دی ماڈرن گرل' شائع کیا تھا۔
- کرشن چندر کی ملاقات مولانا صلاح الدین احمد، مرزا ادیب، میراجی، احمد ندیم قاسمی،

(31) آدھے گھنٹے کا خدا 1969

(32) الجھی لڑکی کالے بال 1970

(33) دیوتا اور کسان 1970 (آخری مجموعہ)

ڈرامے:

(1) دروازہ (2) حجامت (3) نیل کنٹھ

(4) قاہرہ کی ایک شام (5) بے کاری (6) سرائے کے باہر

(7) دروازہ کھول دو

متفرق ڈرامے:

(1) منگلیک (مجموعہ: نظارے)

(2) بدصورت راج کماری (مجموعہ: گھونگھٹ میں گوری جلے)

(3) جھاڑو (ماخوذ انگلی ڈکلنگ) (مجموعہ: مزاحیہ افسانے)

(4) ہم سب غلیظ ہیں (مجموعہ: نغمے کی موت)

(5) شکست کے بعد (مجموعہ شکست کے بعد)

(6) ایک فسطائی کی ڈائری (مجموعہ شکست کے بعد)

(7) ایک روپیہ ایک پھول (مجموعہ ایک روپیہ ایک پھول)

(8) ہائیڈروجن بم کے بعد (مجموعہ ہائیڈروجن بم کے بعد)

(9) عشق کے بعد (مجموعہ کتاب کا کفن)

(10) نقش فریادی (مسکرانے والیاں)

رپورتاژ:

(1) پودے 1947 (2) صبح ہوتی ہے 1950

(3) لاہور سے بہرام گلہ تک (تقسیم ہند کے وقت فسادات کے موضوع پر تحریر کیا گیا ہے)

مرتب شدہ کتابیں:

(7) نغمے کی موت 1945

(8) پرانے خدا 1944

(9) ان داتا 1944

(10) ہم وحشی ہیں 1947

(11) ٹوٹے ہوئے تارے 1947

(12) تین غنڈے 1948

(13) اجنتا سے آگے 1948

(14) ایک گرجا ایک خندق 1948

(15) سمندر دور ہے 1948

(16) شکست کے بعد 1951

(17) نئے غلام 1953

(18) میں انتظار کروں گا 1953

(19) مزاحیہ افسانے 1954

(20) ایک روپیہ ایک پھول 1955

(21) یوکلپٹس کی ڈالی 1955

(22) ہائیڈروجن بم کے بعد 1955

(23) کتاب کا کفن 1956

(24) دل کسی کا دوست نہیں 1959

(25) کرشن چندر کے افسانے 1960

(26) مسکرانے والیاں 1960

(27) سپنوں کا قیدی 1960

(28) مس نینی تال 1964

(29) دسواں پل 1967

(30) گلشن گلشن ڈھونڈا تجھ کو 1967

(32) چندا کی چاندنی 1971
(33) ایک کروڑ کی بوتل 1971
(34) مہارانی 1971
(35) پیار ایک خوشبو (ماخوذ) 1971
(36) مشینوں کا شہر (ماخوذ) 1971
(37) کارنیوال (ماخوذ) 1972
(38) آئینے اکیلے ہیں 1972
(39) چنبل کی چنبیلی 1973
(40) اس کا بدن میرا چمن 1974
(41) سونے کا سنسار 1976
(42) محبت بھی قیامت بھی 1976
(43) سپنوں کی وادی 1977
(44) آدھا راستہ 1977
(45) ہونولولو کا راج کمار
(46) سپنوں کی رہ گزر میں
(47) فٹ پاتھ کے فرشتے 1977 (آخری ناول)

افسانوی مجموعے:

کرشن چندر کے 33 افسانوی مجموعے ہیں:

(1) طلسم خیال 1939 پہلا افسانوی مجموعہ ہے
(2) نظارے 1940
(3) ہوائی قلعے 1940
(4) گھونگھٹ میں گوری جلے 1943
(5) زندگی کے موڑ پر 1943
(6) نئے افسانے 1943

کرشن چندر کے متعلق مختلف آرا و خیالات

- علی عباس حسینی نے کرشن چندر کے ناول شکست کو ڈی ایچ لارنس کا تتبع کہا ہے۔
- کم سے کم ایک اردو ناول ترقی پسند تحریک نے ایسا پیدا کیا جو اردو زبان کے بہترین ناولوں میں شمار کیے جانے کے لائق ہے۔اور وہ کرشن چندر کا شکست ہے۔(عزیز احمد)
- کرشن چند کے افسانوں کی سب سے نمایاں خصوصیت جذبات نگاری ہے۔

☆☆☆

(1) نئے زاویے (حصہ اوّل) 1940

(2) نئے زاویے (حصہ دوم) 1944

(3) ہل کے سائے میں 1949

بچوں کا ادب (گیارہ کتابیں بچوں کے لیے)

(1) بے وقوفوں کی کہانیاں (2) سونے کی صندوقچی

(3) چڑیوں کی الف لیلہ (4) شیطان کا تحفہ

(5) الٹا درخت (6) لال تاج

(7) ستاروں کی سیر (8) خرگوش کا سپنا

(9) ہمارا گھر (10) بہادر کار جنگ

ہوائی قلعے: طنزیہ مضامین کا مجموعہ ہے

کرشن چندر کے اہم افسانے: جہلم میں ناؤ پر، آنسوؤں والی، بند والی، بچپن، ٹوٹے ہوئے تارے، دوفرلانگ لمبی سڑک، جنت اور جہنم، بالکنی، چڑیا کا غلام، مثبت منفی، ایک سورتلی ڈائری، ان داتا (موضوع قحط بنگال)، تین غنڈے، دوسری موت، جانور، لال باغ، جیکسن، پیشاور ایکسپریس، برہمن، طوائف کا خط، ہم وحشی ہیں (موضوع فسادات)، برہم پترا، سرخ پھول ہیں، مرنے والے ساتھی کی مسکراہٹ، بت جاگتے ہیں، لالہ گھسیٹا رام، مہالکشمی کا پل، ایک گز جا ایک خندق، انجینئر، نئے غلام، سب سے بڑا گناہ، امریکہ سے آنے والا ہندوستانی، ہوا کے بیٹے، چاول چور، میں انتظار کروں گا، پہلا اور تیسرا صاحب، مورتیاں، ایک سیتا ایک مگرمچھ، آخری بس، وہی جگہ، خلل ہے دماغ کا، قیدی، مکئی کے دانے اور کالے پل کے باسی ایسے ہی افسانے ہیں۔ بھروں کا مندر، لمیٹڈ، بھگوان کی آمد، گونگے دیوتا، وکلا، شیطان کا استعفیٰ، اندر دیوتا کا ایلچی، جامن کا پیڑ، گڑھا، عورتوں کا عطر، گیت اور پتھر، بڑا آدمی، ایک اکسٹرا لڑکی، پہلا دن، ہولی کی شادی، کیا کروں، نائی ایسری، کالو بھنگی، مولی، بابا کمٹے، دانی، پانی کا درخت، غالیچہ، مردہ سمندر، موہن جوداڑو کا خزانہ، پڑھی پڑھی بیل، پالنا، میں اور روبوٹ، ربڑ کی عورت، ہائیڈروجن بم کے بعد، ہوا کے بیٹے، کالا سورج، آسمان بنانے والے نوادر، آدھے گھنٹے کا خدا، اشوک کی موت، پھول سرخ ہے، ایک روپیہ ایک پھول۔

امیتابھ بچن کو فلم میں کام کرنے کا موقع ملا تھا۔

خواجہ احمد عباس کے کارنامے

- **ناول:** انقلاب 1942 (پہلا ناول)، چار دل چار راہیں، اندھیرا اجالا
- **افسانوی مجموعے:** ایک لڑکی 1973 (پہلا افسانوی مجموعہ)، زعفران کے پھول، میں کون ہوں، کہتے ہیں جس کو عشق، پاؤں میں پھول، نیلی ساڑھی، دیا جلے ساری رات (نو)، اگر مجھ سے ملنا ہے، دریافت۔
- **ڈرامے:** زبیدہ (پہلا ڈراما)، یہ امرت ہے، چودہ گولیاں، گلاب کی واپسی، اناس اور ایٹم بم، دیوار، پٹھان، سرخ گلاب کی واپسی
- **رپورتاژ:** سرخ زمین اور پانچ ستارے
- **سفرنامہ:** مسافر کی ڈائری 1924

خواجہ احمد عباس کے مشہور و مقبول افسانے: ابابیل 1937 (پہلا افسانہ)، روپے آنے پائی، واپسی کا ٹکٹ، اجنتا، بھولی، آئینہ خانے میں، دیوالی کے تین دیے، بنارس کا ٹھگ، میری موت، سلمہ اور سمندر، ماں کا دل، آج کے لیلیٰ مجنوں، دل ہی تو ہے، بارہ گھنٹے، الف لیلہ 1980 یعنی پتھر کی سیج پر ایک ہزار راتیں، چراغ تلے اندھیرا، شیشے کی دیوار، لال روشنائی، گیہوں اور گلاب، چڑے چڑیا کی کہانی، کہانی کی کہانی، جاگتے رہو، رفیق، میں نے کہانی کیوں نہیں لکھی، دھوئیں کی زنجیر، شکر اللہ کا، سردار جی، ایک لڑکی، انتقام، ایک پائلی چاول (قحط بنگال پر)، آزادی کا دکان، نئی دھرتی نئے انسان، کیپٹن سلمہ 1987ء (آخری افسانہ)

خواجہ احمد عباس کے متعلق مختلف آرا و خیالات

- خواجہ احمد عباس ہمارے افسانہ نگاروں میں اس لحاظ سے سب سے منفرد ہیں کہ انھیں اپنی گردو پیش کی زندگی میں مختلف حیثیتوں سے جو اونچ نیچ دکھائی دیتی ہے اسے انھوں نے ہمیشہ ایک سیاسی اور مصلحانہ جوش وخروش کے ساتھ اپنے افسانوں کا موضوع بنایا ہے۔ (وقار عظیم)

☆☆☆

خواجہ احمد عباس

(1914ء-1987ء)

- نام خواجہ احمد عباس تھا۔
- خواجہ احمد عباس 1914ء میں پانی پت میں پیدا ہوئے۔
- خواجہ احمد عباس کا انتقال 1987ء کو ممبئی میں ہوا۔
- خواجہ احمد عباس کے والد کا نام غلام سبطین، والدہ کا مسرور خاتون۔
- خواجہ احمد عباس کا تعلق الطاف حسین حالی کے خاندان سے تھا۔ حالی پر نانا تھے۔
- خواجہ احمد عباس نے ابتدائی تعلیم حالی ہائی اسکول پانی پت سے حاصل کی تھی۔
- خواجہ احمد عباس نے بی اے (انگریزی ادب میں 1933 میں اور پھر ایل ایل بی علی گڑھ مسلم یونیورسٹی سے کیا تھا)۔
- خواجہ احمد عباس نے اپنے کیریئر کا آغاز بطور جرنلسٹ دہلی کے ایک اخبار 'نیشنل کال' میں مضمون لکھ کر کیا تھا۔
- خواجہ احمد عباس نے 'بامبے کرانیکل' میں 1936 سے لکھنا شروع کیا تھا۔
- خواجہ احمد عباس آر کے کرنجیا کے ہفت روزہ 'بلٹز' میں 'آزاد قلم' کے نام سے کالم لکھا کرتے تھے۔
- خواجہ احمد عباس ایک مشہور صحافی اور افسانہ نگار ہیں جو فلمی دنیا سے وابستہ تھے۔
- خواجہ احمد عباس نے فلمی دنیا کے لیے 'نیا سنسار' نامی کہانی 1942 میں لکھی تھی۔
- خواجہ احمد عباس کے اداکار راج کپور کے ساتھ گہرے مراسم تھے۔
- خواجہ احمد عباس نے چارلی چپلن، ماوزے تنگ، امریکی صدر روز ویلٹ، روسی وزیر اعظم خروشیف کے انٹرویو لیے تھے۔
- خواجہ احمد عباس نے اردو، ہندی اور انگریزی میں 75 کتابیں لکھی ہیں۔
- خواجہ احمد عباس نے 1979 میں 'سات ہندوستانی' فلم بنائی تھی جس کے ذریعہ پہلی بار

افسانوی مجموعے:

(1) انوکھی مصیبت (پہلا مجموعہ) 1939

(2) بھرے بازار میں 1946

(3) شکستہ کنگورے 1947

(4) اخلاص 1955

اہم افسانے:

بڈھا سودخور، آخری کوشش، انوکھی مصیبت، ڈھائی سیر آٹا، کمزور پودا، ادایا قضا، ماں بیٹا، شکرگزار آنکھیں، موزوں کا کارخانہ، بارہ برس بعد، بھرے بازار میں، سہارے کی تلاش، بہت ہی باعزت، شکستہ کنگورے، کالا دیو، پروانہ، راجا بنسی۔



➤ لہو کے پھول اردو کا سب سے ضخیم ناول ہے جو پانچ جلدوں پر مشتمل ہے۔
➤ ناول لہو کے پھول پر ساہتیہ اکادمی نے پانچ ہزار روپے کا انعام 1970 میں دیا تھا۔
➤ حیات اللہ انصاری کا پہلا افسانہ '**بڈھا سود خور**' ہے جو رسالہ جامعہ دہلی میں 1930 میں شائع ہوا تھا۔
➤ حیات اللہ انصاری کا افسانہ ڈھائی سیر آٹا کو اوّلین مارکسی افسانہ کہا جاتا ہے۔
➤ خلیل الرحمٰن اعظمی کے مطابق حیات اللہ انصاری کو صف اوّل کے افسانہ نگار ثابت کرنے کے لیے ان کا افسانہ آخری کوشش بالکل کافی ہے۔
➤ حیات اللہ انصاری کا پہلا ناول ''لہو کے پھول'' جو پانچ جلدوں میں ہے تحریک آزادی سے متعلق ہے۔ اسے کانگریس کا پروپیگنڈہ بھی کہا جاتا ہے۔

اعزازات

➤ حیات اللہ انصاری کو لہو کے پھول پر ساہتیہ اکادمی ایوارڈ 1970 میں ملا تھا۔
➤ مراکش یونیورسٹی نے حیات اللہ انصاری کو اعزازی طور پر ڈاکٹریٹ کی ڈگری 1966 میں عطا کی تھی۔
➤ مدھیہ پردیش حکومت نے حیات اللہ انصاری کو اقبال سمان سے 1997 میں نوازا تھا۔

حیات اللہ انصاری کے کارنامے

ناول:

(1) لہو کے پھول (پانچ جلدوں میں) پہلا ناول 1969
(2) مدار 1980
(3) گھروندا 1982
(4) آٹھ آنہ 1992

ناولٹ: مدارس، آخری

بابائے صحافت

حیات اللہ انصاری

(یکم مئی 1912ء۔فروری 1999ء)

- نام محمد حیات اللہ انصاری تھا
- حیات اللہ انصاری لکھنؤ میں یکم مئی 1912ء کو پیدا ہوئے۔
- حیات اللہ انصاری کا انتقال فروری 1999ء کو لکھنؤ میں ہوا۔
- حیات اللہ کے والد کا نام وحید اللہ انصاری تھا۔
- حیات اللہ انصاری نے لکھنؤ یونیورسٹی سے فاضل ادب 1928 میں کیا تھا۔
- حیات اللہ انصاری نے ہائی اسکول 1929 میں انٹرمیڈیٹ 1932 میں اور بی اے مسلم یونیورسٹی علی گڑھ سے 1934 میں پاس کیا تھا۔
- حیات اللہ انصاری نے 1937 میں ہفتہ وار اخبار 'ہندوستان' اور 1945 میں روزنامہ 'قومی آواز' کا اجرا لکھنؤ سے کیا تھا۔
- حیات اللہ انصاری نے فلم نیچا نگر 1945 میں بنائی تھی جس پر بین الاقوامی انعام ملا تھا۔
- حیات اللہ انصاری نے میرٹھ میں سلطانہ بیگم سے شادی 1945 میں کی تھی۔
- حیات اللہ انصاری یوپی قانون ساز اسمبلی کے ممبر 1952 میں مجلس عاملہ کے ممبر 1955 میں اور راجیہ سبھا کا ممبر 1966 میں بنے تھے۔
- حیات اللہ انصاری نے لکھنؤ میں تعلیم بالغان کے لیے تعلیم گھر 1952 میں قائم کیا تھا۔
- حیات اللہ انصاری کے افسانوں کی خصوصیت یہ ہے کہ انھوں نے ہمیشہ روٹی کا مسئلہ پوری شدت سے اٹھایا ہے جس کی وجہ سے ان کے احباب حیات اللہ روٹی کہنے لگے تھے۔
- حیات اللہ انصاری کے افسانے کا اصل موضوع غربت، مجبوری بے کسی، بے بسی، دکھ درد، کرب اور تڑپ ہے۔
- حیات اللہ انصاری کا پہلا ناول 'لہو کے پھول' ہے جو اردو کا پہلا صحافتی ناول بھی ہے۔

آغا حسن امانت لکھنوی

(1231ھ-1275ھ)

- نام سید آغا حسن تھا اور تخلص امانت پھر استاد۔
- امانت لکھنؤ میں 1231ھ میں پیدا ہوئے۔
- امانت کا انتقال 28 جمادی الاوّلی 1275ھ کو لکھنؤ میں ہوا (44 سال کی عمر میں)
- امانت کے بزرگ ایرانی تھے۔ ان کے جدامجد شہید مسجد میں رہتے تھے جنھیں امام رضا کے روضے کی کلید برداری کا شرف حاصل تھا۔
- امانت نے پندرہ سال کی عمر سے شعر کہنا شروع کر دیا تھا۔
- امانت نے اپنی شاعری کی ابتدا نوحے اور سلام سے کی تھی اور پھر غزل کی طرف مائل ہوئے تھے۔
- امانت کے والد اور اس عہد کے مشہور مرثیہ گو 'دلگیر' میں گہرے مراسم تھے۔
- امانت کے والد نے بیٹے آغا حسن کو دلگیر کی شاگردی میں دے دیا تھا۔
- دلگیر نے ہی آغا حسن کا تخلص امانت تجویز کیا تھا۔
- امانت نے بعد میں اپنا تخلص بدل کر 'استاذ' رکھ لیا تھا۔
- امانت کی زبان تیس برس کی عمر میں کسی مرض کی وجہ سے بند ہوگئی تھی۔
- امانت مقدس مقامات کی زیارت کے لیے عراق 1260ھ میں گئے تھے۔
- امانت ایک روز حضرت امام حسین کے روضے پر دعا مانگ رہے تھے آخر زبان جو تقریباً دس سال سے بند تھی یکا یک کھل گئی۔
- عراق کے سفر سے واپس آنے کے بعد امانت کو مرثیہ گوئی سے کافی رغبت ہوگئی۔
- امانت کے کلام میں مرثیے کی تعداد سب سے زیادہ ہے۔
- امانت نے ایک واسوخت تین سو بندوں کا تصنیف کیا تھا جس کی بلند خوانی 1263ھ میں ایک جلسے میں ہوئی تھی۔

ڈراما

- لفظ ڈراما اس یونانی لفظ سے لیا گیا ہے جس کے معنی ہیں کر کے دکھائی ہوئی چیز۔
- کسی واقعے یا قصے کو کرداروں کے ذریعے تماشائیوں کے روبرو پھر سے عملاً پیش کرنے کو ڈراما کہتے ہیں۔
- ڈرامے کے اجزائے ترکیبی مندرجہ ذیل ہیں: (1) پلاٹ (2) مرکزی خیال (3) آغاز (4) شخصیت و کردار نگاری، (5) مکالمہ (6) تسلسل اور کش مکش (7) تصادم (8) نقطۂ عروج (9) انجام
- ارسطو کے مطابق ڈرامے کے اجزائے ترکیبی چھ ہیں:
(1) پلاٹ (2) کردار (3) مرکزی خیال (4) مکالمہ (5) موسیقی (6) آرائش
- ارسطو نے ڈرامے کے فن مین پلاٹ کو اہمیت دی ہے۔
- ڈراما کی دو قسمیں ہیں: (۱) ٹریجڈی یا حزنیہ (2) کومیڈی یا طربیہ
- بھرت منی مندرجہ ذیل چیزون کو ڈرامے کے لازمی اجزا بتاتے ہیں: (1) لباس (2) آواز (3) جسمانی اعضا کی حرکت (4) رقص (5) موسیقی
- ارسطو نے ڈرامے کو عمل کی نقل کہا ہے۔
- پارسی اسٹیج کا پہلا دستیاب ڈراما خورشید ہے۔
- نواب واجد علی شاہ اردو کے پہلے ڈراما نگار ہیں اور ان کا رہس 'رادھا کنہیا کا قصہ' نقش اوّل ہے۔
- آغا حسن امانت اردو کے باقاعدہ پہلے ڈراما نگار ہیں اور اندر سبھا باقاعدہ پہلا ڈراما ہے۔
- اردو میں منظوم ڈراموں کی ابتدا واجد علی شاہ نے کی تھی۔

☆☆☆

- **افسانوی مجموعے:** بیکار دن اور بیکار راتیں 1950
- رقص ناتمام
- **تنقید:** ترقی پسند ادب، اقبال نئی تشکیل، اقبال اور پاکستانی ادب
- ترقی پسند ادب رسالہ اردو میں قسط وار شائع ہوئی تھی۔

ترجمے:

- دانتے: طربیہ خداوندی
- ابسن: معمار اعظم
- ارسطو: فن شاعری
- شیکسپیئر: رومیو جیولیٹ
- گارسیا دتاسی: خطبات، مقالات
- ہیرالڈیم: تیمور

شاعری:

ماہ لقا اور دوسری نظمیں، سینوریتا نے کہا

افسانوی مجموعے:

- 'بیکار دن بیکار راتیں' میں سات افسانے ہیں
- 'رقص ناتمام' میں گیارہ افسانے ہیں۔

عزیز احمد کے افسانے: باغباں، تصور شیخ، مدن سینا اور صدیاں، زرخرید، پگڈنڈی، رقص ناتمام، بیکار دن بیکار راتیں، قاتل کبیر، رومۃ الکبریٰ کی ایک شام، کوکب، نفرت کیوں تھی، زرّیں تاج، زدن، رائیگاں تبسم، نن لل، موشکا، اور بستی نہیں یہ، میرا دشمن میرا بھائی، کٹھ پتلیاں، جھوٹا خواب، پوشا مالن، کالی رات، جادو کا پہاڑ، دیا سلائی کی اہمیت، ڈبل لائف، ستا پیسہ، پاپوس، آبِ حیات۔



عزیز احمد

(11 نومبر 1914-16 دسمبر 1978)

- نام عزیز احمد
- عزیز احمد 11 نومبر 1914 کو بارہ بنکی، اتر پردیش میں پیدا ہوئے۔
- عزیز احمد کا انتقال 16 دسمبر 1978 کو کنیڈا میں کینسر کی وجہ سے ہوا۔
- عزیز احمد کے والد کا نام بشیر احمد تھا جو پیشۂ وکالت کے سلسلے میں حیدر آباد میں بس گئے تھے۔
- عزیز احمد نے 1934 میں جامعہ عثمانیہ سے بی اے کیا تھا اور پھر ریاست حیدر آباد کے وظیفہ پر اعلیٰ تعلیم کے لیے لندن روانہ ہوئے تھے۔
- عزیز احمد لندن سے واپس ہونے کے بعد جامعہ عثمانیہ میں انگریزی کے ریڈر 1928 میں ہوئے تھے۔
- عزیز احمد نے تقسیم ہند کے بعد پاکستان کا رخ کیا تھا۔
- عزیز احمد 1950 تا 1958 حکومت پاکستان کے مختلف عہدوں پر فائز رہے۔
- عزیز احمد اسکول آف اورینٹل اور افریکن اسٹڈیز لندن میں پروفیسر 1958 میں مقرر ہوئے تھے۔
- عزیز احمد کا تقرر ٹورنٹو یونیورسٹی کنیڈا میں شعبۂ اسلامیات میں 1960 میں ہوا تھا اور آخر تک وہیں رہے۔
- عزیز احمد کا پہلا ناول ہوس ہے جو 1937 میں منظر عام پر آیا تھا۔

عزیز احمد کے کارنامے

- **ناول:** مرمر اور خون، ہوس، گریز، آگ، ایسی بلندی ایسی پستی، شبنم
- **ناولٹ:** تیری دلبری کا بھرم، جب آنکھیں آہن پوش ہوئیں۔

عزیز احمد کے افسانوں کے صرف دو مجموعے شائع ہوئے ہیں۔

(سوائے جوگن والے قصے کے) زیادہ تر مثنوی 'سحرالبیان' اور 'گلزارِ نسیم' میں مل جاتے ہیں۔

۷ امانت نے اپنی اندر سبھا کا قصہ مثنویوں، داستانوں اور اس وقت کے مروج عوامی قصے کہانیوں سے لیا ہے۔

۸ اندر سبھا کا پلاٹ اکہرا اور سادہ ہے۔

اندر سبھا کا خلاصہ

اندر سبھا کا قصہ یوں بیان ہوتا ہے کہ راجہ اندر کی سبھا منعقد ہوتی ہے۔ راجہ اندر سبھا میں آنے کے بعد پریوں کو گانے اور رقص کرنے کا حکم دیتا ہے چنانچہ پکھراج پری نیلم پری اور لال پری باری باری آکر مختلف چیزیں گانے اور ناچنے کے بعد راجہ کی بغل میں کرسی پر بیٹھ جاتی ہیں۔ آخر میں سبز پری سبھا میں گانے آتی ہے تو راجہ کو نیند آجاتی ہے اور وہ اپنے تخت پر سوار ہو جاتا ہے۔ سبز پری اب باغ میں جاکر کالے دیو سے گلفام کو اٹھا لانے کو کہتی ہے جسے راستے میں اختر نگر کے لال محل کی چھت پر سوتا ہوا دیکھ کر اس پر عاشق ہوگئی تھی اور اپنا سبز نگوں کا چھلا اسے پہنا آئی تھی۔ کالا دیو اسے سوتا ہوا اٹھا لاتا ہے۔ سبز پری جب نیند سے اسے جگاتی ہے تو جاگنے کے بعد اجنبی لوگ اور اجنبی مقام کو دیکھ کر گلفام بہت گھبراتا ہے۔ سبز پری اسے تسلی دیتی ہے۔ ایک دوسرے کا تعارف ہوتا ہے تو سبز پری اسے بتاتی ہے کہ راجہ اندر کی سبھا میں ناچنا گانا اس کا کام ہے۔ پھر اظہارِ عشق کرتی ہے۔ شہزادہ گلفام اس کے عشق کو اس شرط پر قبول کرنے کو تیار ہوتا ہے کہ وہ اسے اندر کی سبھا دکھالائے جس کا اس نے دنیا میں بہت نام سنا ہے۔

سبز پری وہاں کے خطرات سے آگاہ کرتے ہوئے وہاں جانے سے منع کرتی ہے۔ لیکن شہزادہ ضد کرتا ہے یہاں تک کہ گلا کاٹ کر مرجانے کی دھمکی دیتا ہے۔ آخر کار سبز پری مجبور ہوکر اسے اندر کی سبھا میں لے جاتی ہے۔ وہاں سبز پری سب کی آنکھ بچا کر اسے پیڑوں کی آڑ میں چھپا دیتی ہے اور خود ناچنے گانے میں مصروف ہوجاتی ہے۔ اتفاقاً لال دیو گلفام کو پیڑوں کی آڑ میں چھپا ہوا دیکھ لیتا ہے۔ راجہ کو خبر کرتا ہے وہ بہت غضبناک ہوتا ہے کیونکہ پرستان میں انسان نہیں آسکتا۔ ساری حقیقت معلوم کرلینے کے بعد گلفام کو قاف کے اندھے کنویں میں قید کرنے اور سبز پری کو بال و پر نوچ کر سبھا سے نکال دیے جانے کا حکم دیتا ہے۔ سبھا سے نکالے

اندر سبھا

1852ء

- آغا حسن امانت لکھنوی نے حاجی مرزا عابد علی عبادت کی فرمائش پر ایک منظوم ڈراما 'اندر سبھا' کے نام سے 1268ھ مطابق 1852 کو واجد علی شاہ کے عہد میں لکھا۔
- ڈراما اندر سبھا پہلی بار 1270ھ مطابق 1854 میں کھیلا گیا یعنی اسٹیج پر پیش کیا گیا۔
- اندر سبھا پہلی بار 1271ھ مطابق 1855 میں شیخ رجب علی کی فرمائش پر مطبع محمدی لکھنوی میں شائع ہوا۔
- ناقدین نے اندر سبھا کو اردو کا پہلا باضابطہ ڈراما تسلیم کیا ہے۔
- اندر سبھا ایک مکمل منظوم ڈراما ہے جس کے مکالمے بھی منظوم ہیں۔ اس تمام نظم کو اس دور کی مقبول عام راگ راگنیوں میں ادا کیا گیا ہے۔
- اندر سبھا کے جواب میں کئی اندر سبھائیں لکھی گئی ہیں حالانکہ ڈرامے کے نام کے طور پر سب سے پہلے لفظ اندر سبھا کا استعمال آغا حسن امانت لکھنوی نے اپنے اس ڈرامے کے نام کے لیے کیا تھا۔ بعد میں ہر ڈرامے کو اندر سبھا کہا جانے لگا تھا۔
- اندر سبھا میں پندرہ گیت ہیں۔
- ڈاکٹر مسیح الزماں نے لکھا ہے کہ ''اندر سبھا جب لکھنؤ میں کھیلا گئی تو لوگوں نے اس نئی چیز کو بہت پسند کیا۔ ہر طرف اس کا چرچا ہونے لگا۔ اس نے ہمارے ڈرامائی ادب کو اسٹیج کا راستہ دکھایا اور وقت کی شاہراہ پر ایسی مشعل جلائی جس کی روشنی میں اردو ڈرامے اور تھیٹر کا کارواں چل پڑا۔
- آغا حسن امانت کے اس ڈرامے میں اندر کی سبھا کا تصور جو اس کہانی کا بنیادی تصور ہے اور جس پر پورا قصہ تعمیر ہوا ہے 'ہندو دیو مالا' سے لیا گیا ہے جو اس وقت عوامی قصے کی حیثیت اختیار کر گیا تھا۔
- ڈراما اندر سبھا میں سبز پری کی آمد کے بعد سے جتنے بھی واقعات رونما ہوئے ہیں

- امانت لکنت کی وجہ سے خانہ نشیں ہو گئے تھے۔
- آغا حسن امانت لکھنوی اردو کے باقاعدہ پہلے ڈرامانگار ہیں
- امانت کے دیوان میں ایک عشقیہ خط مثنوی کی ہیئت میں ہے۔
- امانت نے صرف یہی ایک ڈراما یعنی اندر سبھا تخلیق کیا ہے۔
- امانت نے اندر سبھا کا جو طویل مقدمہ 'تشریح اندر سبھا' کے نام سے لکھا ہے وہ نثر نگاری کا بہترین نمونہ ہے۔
- امانت لکھنوی کا زمانہ واجد علی شاہ کا زمانہ ہے۔

☆☆☆

- حشر نے میڈن تھیٹر کلکتہ میں 1200 روپے ماہوار پر بحیثیت منشی کام کیا تھا۔
- حشر نے مشہور اداکارہ مختار بیگم سے ایک لمبے عرصے کے تعلق کے بعد نکاح کیا تھا۔
- حشر نے 1924 میں کلکتہ سے بنارس آکر اپنی کمپنی قائم کی تھی جس کا ایک کھیل دیکھ کر ہز ہائی نس مہاراجہ اف چرکھاری نے پچاس ہزار میں کمپنی خریدی تھی اور خود حشر کی شاگردی اختیار کی تھی اور حشر کے ساتھ کمپنی کو چرکھاری لے گئے تھے۔
- حشر مہاراجہ چرکھاری سے اجازت لے کر بنارس ہوتے ہوئے 1928 میں پھر کلکتہ گئے تھے۔
- اس بار حشر نے کلکتہ میں پہلے مدن تھیٹر اور پھر نیو تھیٹرس میں ملازمت کی تھی۔
- اس آخری دور میں حشر نے نیو تھیٹرس کے لیے مشہور زمانہ فلمیں 'چنڈی داس' اور 'یہودی کی لڑکی' لکھی تھیں۔
- حشر نے کلکتہ سے دوبارہ لاہور 1934 میں پہنچ کر اپنی ایک فلم کمپنی قائم کی تھی اور 'حشر پکچرس' کے بینر تلے 'بھیشم' بنانے کا اعلان کیا تھا۔
- مہدی حسن لکھنوی کے مقابلے میں آغا حشر نے 18 سال کی عمر میں آٹھ دنوں میں اپنا پہلا ڈراما 'آفتاب محبت' 1897 میں لکھا تھا (جو 'چندراوی' کے طرز پر ہے)
- ڈراما آفتاب محبت کو ماسٹر عبدالکریم خاں عرف بسم اللہ نے ساٹھ روپے میں خرید کر اپنے پریس جواہر اکسیر میں 1897 میں چھپا تھا۔
- حشر نے ڈراموں میں بہت سی اہم تبدیلیاں کیں جیسے انھوں نے گانوں کی تعداد کم کی اور مکالموں کو روزمرہ کی بول چال کے قریب لانے کی کوشش کی۔
- آغا حشر کے ڈراموں کی بنیاد کشمکش پر ہوتی ہے۔ آغا حشر اپنے ڈراموں میں شدید کشمکش دکھانے کے بعد آخر میں حق کی فتح اور باطل کی شکست دکھاتے ہیں۔
- آغا حشر کے ڈراموں میں اصل قصے کے پہلو بہ پہلو کوئی مزاحیہ پلاٹ بھی چلتا ہے۔
- امتیاز علی تاج نے لکھا ہے کہ جب آغا حشر کوئی ڈراما یا ڈرامے کا کوئی منظر لکھتے تو معمولی سطح کے کسی آدمی مثلاً کنڈیری بیچنے والے کو، کسی پان فروش کو، دھوبی بہشتی کو ضرور سناتے تھے اور توجہ سے دیکھتے تھے کہ اس پر کتنا اثر ہوتا ہے۔

اردو ڈراما کا شیکسپیئر

آغا حشر کاشمیری

(1879ء-1935ء)

- نام آغا محمد شاہ تھا اور تخلص حشر۔
- آغا حشر اپریل 1879 میں بنارس میں پیدا ہوئے۔
- آغا حشر کا انتقال 1935ء کو لاہور میں ہوا۔
- حشر کے والد کا نام آغا محمد غنی شاہ تھا جو بنارس میں کشمیری شالوں کا کاروبار کرتے تھے۔ کاروبار کے سلسلے میں امرتسر بھی آیا جایا کرتے تھے لیکن ان کا آبائی وطن کشمیر تھا۔
- حشر نے عربی فارسی اور دینیات کی تعلیم گھر ہی پر مولوی حافظ عبدالصمد سے حاصل کی تھی۔
- حشر نے بنارس کے نرائن مشن اسکول میں بھی داخلہ لیا تھا مگر اسکول کی پڑھائی سے زیادہ دلچسپی ڈراموں میں ہوا کرتی تھی۔
- حشر بنارس سے بھاگ کر بمبئی گئے تھے اور وہاں انھوں نے کاؤس جی کھٹاؤ کی کمپنی 'الفریڈ تھیٹریکل' کمپنی میں بحیثیت منشی 35 روپے ماہوار پر ملازمت کی تھی۔
- حشر پونا کے رائزنگ اسٹار کمپنی میں بھی ملازم رہے۔
- حشر نے حیدرآباد میں حیدرآباد کے تعلقہ دار راجہ راگھویندر راؤ کی شراکت میں 'نیو الفریڈ کمپنی' کھولی تھی بعد میں حشر خود ہی پوری کمپنی کے مالک ہوگئے تھے۔
- حشر کی شادی امرتسر میں 1911 میں ہوئی تھی لیکن شادی کے پانچ سال بعد لاہور میں حشر کی بیوی کا انتقال 1916 میں ہوگیا تھا جن سے صرف ایک لڑکا نادر شاہ ہوا تھا جو تین ماہ کی عمر میں لکھنؤ میں انتقال کرگیا تھا۔
- آغا حشر حیدرآباد سے لاہور 1913 میں منتقل ہوئے تھے اور انجمن کے کئی جلسوں میں شرکت کرکے تقریر کرنے کے علاوہ کئی نظمیں بھی پڑھی تھیں۔
- حشر کی مشہور نظم شکریہ یورپ پہلی مرتبہ انجمن حمایت اسلام کے ایک جلسے میں پڑھی گئی تھی۔

جانے کے بعد سبز پری جوگن کا بھیس بنا کر گلفام کی تلاش میں ادھر ادھر درد بھرے گیت گاتی ہوئی بھٹکتی پھرتی ہے۔ کالا دیو راجہ اندر کو خبر دیتا ہے کہ پرستان میں ایک جوگن آئی ہے جو حسن و جمال میں یکتا ہونے کے ساتھ ساتھ گانے میں بھی بے مثال ہے۔ گانوں کا رسیا راجہ اندر اسے فوراً سبھا میں لانے کا حکم دیتا ہے۔ وہاں راجہ کی فرمائش پر وہ گانا سناتی ہے۔ راجہ خوش ہو کر اسے گلوریاں دیتا ہے جسے لینے سے انکار کر کے وہ دوسرا گانا شروع کر دیتی ہے۔ راجہ پھر اسے ہار دیتا ہے اور اپنا منہ مانگا انعام چاہتی ہے۔ راجہ منہ مانگا انعام دینے کا وعدہ کر لیتا ہے تبھی جوگن گلفام کو مانگ لیتی ہے۔

اب راجہ پہچانتا ہے کہ یہ تو سبز پری ہے۔ اپنی غلطی پر پچھتاتا ہے لیکن وعدہ کر لینے کی وجہ سے گلفام کو سبز پری کے حوالے کرنے کا حکم دیتا ہے۔ کالا دیو گلفام کو کنویں سے نکال کر سبز پری کے حوالے کرتا ہے۔ دونوں ایک دوسرے سے ایام جدائی کے حالات دریافت کرتے ہیں۔ پھر سبز پری گلفام کے گلے میں باہیں ڈال کر اور تمام پریوں کو ساتھ لے کر مبارک باد گاتی ہے اور یہیں ڈراما ختم ہو جاتا ہے۔

کرداروں کی پہچان

- اندر سبھا میں کل آٹھ کردار ہیں جن میں چار پریوں کے کردار ہیں۔
- راجہ اندر سبھا منعقد کرتا ہے اور جس کے سبھا میں پریاں رقص کرتی ہیں۔
- 'گلفام' جس پر سبز پری اختر نگر کے لال محل کی چھت پر سوتا ہوا دیکھ کر عاشق ہو گئی تھی۔
- سبز پری، راجہ اندر کی سبھا کی رقاصہ اور گلفام کی معشوقہ ہے جو گلفام کے لیے جوگن بن کر درد بھرے گیت گاتی بھٹکتی رہتی ہے۔
- سبز پری کا کردار تمام پریوں میں سب سے اہم ہے۔
- پکھراج پری، نیلم پری، لال پری، یہ تینوں بھی راجہ اندر کی سبھا کی رقاصائیں ہیں۔
- کالا دیو جو سبز پری کے کہنے پر گلفام کو سوتے میں اٹھا لاتا ہے۔
- لال دیو جو راجہ اندر کو گلفام کے بارے میں بتاتا ہے کہ یہاں ایک انسان آ گیا ہے۔

(13) سوسن یہ سب ملکہ گوہر کی کنیزیں ہیں۔

- **مرید شک** 1899: حشر نے ڈراما کمپنی کے منشی کی حیثیت سے بنارس سے بمبئی منتقل ہونے کے بعد پہلا ڈراما 1899 میں کاؤس جی کھٹاؤ کی الفریڈ کمپنی بمبئی کے لیے لکھا تھا جس کا نام 'مرید شک' ہے۔
- مرید شک کا پلاٹ شیکسپیئر کے ڈراما 'دی ونٹرس ٹیل' سے لیا گیا ہے۔
- مرید شک تین ابواب پر مشتمل ہے پہلے باب میں 7، دوسرے باب میں 8 اور تیسرے باب میں 3 مناظر ہیں۔
- **کردار:** سکندر جاہ، ہمایوں، خورشید، حسن آرا، فیروز، شیر خان، مرزا غفور، ظہور رشید
- **مارآستین** 1899: یہ شیریڈن کے ڈرامے 'پزارو' پر مبنی ہے۔

○ مارآستین آغا حشر کا پہلا معاشرتی ڈراما ہے۔

○ مارآستین میں تین ابواب ہیں۔ پہلے باب میں 5، دوسرے باب میں 4، اور تیسرے باب میں 5 مناظر ہیں۔

کردار: امیر مرزا بیگ، اشرف، دمڑی بیگ، پروین، بجلی، روپا، نواب باقر، سلیمہ

○ **اسیر حرص** 1901: حشر نے اسے بھی کاؤس جی کی کمپنی الفریڈ تھئیٹریکل کے لیے لکھا تھا۔

اسیر حرص میں پہلے باب میں 7، دوسرے باب میں 9 اور تیسرے باب میں 4 مناظر ہیں۔

○ اسیر حرص دلی دربار میں بھی پیش کیا گیا تھا۔

کردار: ناصر الدولہ، چنگیز، رستم جنگ، قمر، مہ جبیں، نوشابہ بیگم، سلیم، حسینہ، حماقت بیگ، دلاور جنگ

○ میٹھی چھری عرف دورنگی دنیا ○ دام حسن عرف شہید ناز ○ سفید خون

○ ٹھنڈی آگ ○ شام جوانی ○ نعرۂ توحید

○ جرم نظر

دوسرا دور: 1906 سے 1909 تک

○ قید ہوس ○ خواب ہستی ○ خوبصورت بلا

آغا حشر کے معاصرین

پنڈت نرائن پرشاد، عباس، ذائق، سید کاظم حسین، نشتر، عبداللطیف شاد، غلام محی الدین نازاں، محشر انبالوی، رحمت علی رحمت، مالک دہلوی

آغا حشر کے کارنامے

- آغا حشر کی کلیات 7 جلدوں میں ہے۔
- ماہرین نے آغا حشر کی ڈراما نگاری کو پانچ ادوار میں تقسیم کیا ہے۔

پہلا دور 1899 سے 1905 تک

- **آفتاب محبت 1897**: یہ آغا حشر کا پہلا ڈراما ہے جو انھوں نے 18 سال کی عمر میں مہدی حسن لکھنوی کے مقابلے میں چندراوی کے طرز پر لکھا تھا لیکن آفتاب محبت کبھی کھیلا نہیں گیا۔
- آفتاب محبت میں دو ایکٹ ہیں پہلے ایکٹ میں 9 سین اور دوسرے ایکٹ میں 8 سین ہیں۔

کرداروں کی پہچان:

(1) ہمایوں شاہ بادشاہ ہے

(2) وزیر ہمایوں شاہ کا وزیر ہے۔

(3) سکندر جاہ یہ بھی بادشاہ ہے کسی اور ملک کا،

(4) اہرمن راہ زن ہے

(5) کوکب تاجدار ہمایوں شاہ کا بیٹا ہے

(6) نیرنگ کوکب کا مصاحب ہے

(7) ملکہ گوہر شہزادی ہے

(8) مہ جبیں ملکہ گوہر کی سہیلی ہے

(9) عنبر مہ جبیں کی ملازمہ ہے

(10) ریحان،

(11) نسرین (12) نرگس

امتیاز علی تاج

(13 اکتوبر 1900ء۔اپریل 1970ء)

- نام: سید امتیاز علی تاج
- تاج 13 اکتوبر 1900 کو لاہور میں پیدا ہوئے۔
- امتیاز علی تاج کا انتقال اپریل 1970ء کو قاتلانہ حملے کی وجہ سے لاہور میں ہوا۔
- امتیاز کے آبا و اجداد کا تعلق بخارا سے تھا جو مغل شہنشاہ اورنگ زیب عالمگیر کے عہد حکومت میں ہندوستان آکر دیوبند ضلع سہارنپور میں بس گئے تھے۔
- امتیاز کے والد کا نام سید ممتاز علی تھا جنھوں نے عورتوں کی تعلیم وتربیت کے لیے 1898 میں رسالہ 'تہذیب نسواں' اور بچوں کا ایک ہفتہ وار اخبار 'پھول' 1909 میں نکالا تھا جس کے مدیر بعد میں امتیاز رہے تھے اور جنھیں انگریزی حکومت نے شمس العلما کا خطاب دیا تھا۔
- امتیاز کی والدہ کا نام محمدی بیگم تھا جنھوں نے 1904 میں رسالہ 'شیر مادر' جاری کیا تھا۔
- امتیاز نے ابتدائی تعلیم لاہور کے ایک انگریزی اسکول کینرڈ پبلک اسکول میں حاصل کی تھی۔
- امتیاز نے بی اے گورنمنٹ کالج لاہور سے 1922 میں پاس کیا تھا۔
- امتیاز کا پہلا مضمون چودہ سال کی عمر میں شائع ہوا تھا۔
- امتیاز نے لاہور سے ایک رسالہ 'کہکشاں' 1918 میں جاری کیا تھا جو ڈھائی سال تک جاری رہا تھا۔
- امتیاز علی تاج کی شادی اس دور کی ایک مقبول افسانہ نگار و ناول نگار حجاب اسمٰعیل سے 1935 میں ہوئی تھی جو بعد کو حجاب امتیاز علی کے نام سے مشہور ہوئیں۔
- امتیاز علی تاج اور حجاب امتیاز علی کی صرف ایک ہی بیٹی یاسمین ہے۔
- امتیاز نے 1947 میں پاکستان بننے کے بعد ریڈیو پاکستان کے قیام کے سلسلے میں اہم کردار ادا کیا تھا۔
- امتیاز پاکستان کے مشہور علمی و ادبی ادارے 'مجلس ترقی ادب' لاہور کے ڈائرکٹر 1958

تیسرا دور: 1910 سے 1916 تک

- **سلور کنگ 1910**: یہ ڈراما Henry Arther, Johnesand کے انگریزی ڈرامے سے ماخوذ ہے۔
- اس ڈراما کو اس کے انگریزی نام سلور کنگ کے علاوہ 'نیک پروین'، 'پاکدامن'، اچھوتا دامن اور شہید ناز جیسے مختلف عنوانات کے ساتھ الگ الگ کمپنیوں نے کھیلا ہے۔
- سلور کنگ میں تین ایکٹ اور کل تیرہ مناظر (Scenes) ہیں۔
- پہلا ایکٹ پانچ مناظر، دوسرا ایکٹ چار مناظر اور تیسرا ایکٹ چار مناظر پر مشتمل ہے۔
- **کردار**: افضل، پروین، تحسین، ابوّ، اسد، منیر
- خود پرست ○ انوکھا مہمان ○ یہودی کی لڑکی
- بلوامنگل عرف سورداس ○ بھرت منی

چوتھا دور: 1917 سے 1924 تک

- شیر کی گرج ○ مدھر مری ○ بھاگیرتھ گنگا ○ ہندوستان قدیم وجدید
- ترکی حور ○ پیلا پیار ○ آنکھ کا نشہ

پانچواں دور 1925 سے 1932 تک

- دل کی پیاس ○ رستم وسہراب ○ سیتابن باس ○ رام اوتار
- دل کی آگ ○ آتشی طوفان ○ بے وقوفوں کی ٹکر (مزاحیہ)
- شیریں فرہاد ○ عورت کا پیار ○ چنڈی داس

☆☆☆

- ڈراما انارکلی کے مرکزی کردار سلیم انارکلی اور اکبر ہیں۔
- دل آرام کلیدی کردار کی حیثیت رکھتی ہے جو واقعات کے در و بست کو منضبط کرنے اور کش مکش و تصادم کو نقطۂ عروج کی جانب لے جانے میں ڈرامائی عمل کے ساتھ پوری طرح مدد دیتی ہے۔
- ثریا، مہارانی، اور بختیار داروغۂ زنداں اور انارکلی کی بڑھیا ماں خاص ضمنی کردار ہیں۔

☆☆☆

- **باب دوم: وسط: رقص**

پہلا منظر: سلیم کا ایوان، دوسرا منظر: انارکلی کا حجرہ، تیسرا منظر: قلعۂ لاہور کا ایک ایوان، **چوتھا منظر:** شیش محل

- **باب سوم: انجام: موت**

پہلا منظر: سلیم کا ایوان، یہ منظر اس جملے سے شروع ہوتا ہے، سلیم کا راز طشت از بام ہو چکا ہے، دوسرا منظر: زندان، تیسرا منظر: اکبر کی خواب گاہ، چوتھا منظر: زندان کا بیرونی منظر، پانچواں منظر: سلیم کا ایوان

کرداروں کی پہچان

- اکبر ہندوستان کا شہنشاہ اور سلیم کا باپ ہے۔
- رانی ملکۂ ہندوستان اور سلیم کی ماں ہے۔
- سلیم ولی عہد سلطنت اور نادرہ جو کہ انارکلی ہے اس کا عاشق ہے۔
- نادرہ جو کہ اکبر کی منظورِ نظر کنیز ہے جسے اکبر انارکلی کا خطاب دیتا ہے۔ وہ سلیم کی محبوبہ ہے۔
- دل آرام، جو کہ نادرہ سے پہلے اکبر کی پسندیدہ کنیز تھی اور جس کی رقابت نادرہ یعنی انارکلی سے رہتی ہے وہ شہزادہ سلیم کو حاصل کر کے ملکہ بننا چاہتی ہے۔
- انارکلی کی ماں
- ثریا نادرہ یعنی انارکلی کی بہن ہے
- بختیار سلیم کا دوست ہے
- خواجہ سرا کافور کنیزوں کا داروغہ ہے
- عنبر کنیز ہے وہ دل آرام کی رازدار ہے
- مروارید کنیز ہے وہ بھی دل آرام کی رازدار ہے
- زعفران کنیز ہے
- ستارہ کنیز ہے
- داروغۂ زندان

انارکلی

1922ء

- امتیاز علی تاج نے اپنا شاہکار ڈراما 'انارکلی' بقول امتیاز علی تاج 1922ء میں لکھا تھا جسے ڈراما نگاری کے دور جدید کا نقش اول اور سنگ میل تصور کیا جاتا ہے۔
- ڈراما انارکلی پہلی بار 1932 میں دارالاشاعت پنجاب لاہور کے اہتمام سے شائع ہوا تھا۔
- امتیاز علی تاج نے ڈراما انارکلی کا انتساب پطرس بخاری کے مشورے پر اپنی بیوی حجاب اسمٰعیل کے نام کیا تھا جو ان دنوں ناراض چل رہی تھیں جس کے بعد حجاب کی ناراضگی دور ہوگئی تھی۔
- ڈراما انارکلی رجحان کے اعتبار سے رومانیت کا ترجمان ہے کیونکہ اس ڈرامے کی بنیاد تخیل اور مثالیت پر رکھی گئی ہے۔
- امتیاز علی تاج ڈرامے کی وجہ تصنیف بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ "میرے ڈراموں کا تعلق محض روایت سے ہے۔ بچپن سے انارکلی کی فرضی کہانی سنتے رہنے سے جس حسن و عشق اور ناکامی، نامرادی کا جو ڈراما میرے تخیل نے مغلیہ حرم کی شوکت و عمل میں دیکھا اس کا اظہار ہے۔"
- ڈراما انارکلی کو نقادوں نے رومانی المیہ کا نام دیا ہے۔
- بظاہر ایسا لگتا ہے جبکہ یہ ڈرامہ انارکلی، سلیم اور اکبر تینوں کا المیہ ہے مگر پروفیسر احتشام حسین نے اسے اکبر کا المیہ قرار دیا ہے۔
- ڈراما انارکلی ایک طویل ڈراما ہے جو تین باب (ایکٹ) اور تیرہ مناظر (سین) پر مشتمل ہے جس میں پہلے باب میں چار، دوسرے میں چار اور تیسرے میں پانچ مناظر ہیں۔
- **باب اوّل آغاز: عشق**

پہلا منظر: حرم سرا اور پائیں باغ کے درمیان بارہ دری، **دوسرا منظر:** سلیم کا ایوان، **تیسرا منظر:** حرم سرا میں ایک غلام گردش، **چوتھا منظر:** حرم سرا کا پائیں باغ

میں بنائے گئے تھے۔

۲۔ امتیاز بزمِ اقبال کے معتمد اعزازی اور دارالاشاعت پنجاب کے علمی و ادبی امور میں مشیر ونگراں بھی تھے۔

۳۔ امتیاز نے تقسیم ہند سے قبل پنچولی فلم کمپنی لاہور کے لیے دو فلمیں 'دھمکی' اور 'شہر سے دور' تیار کی تھیں۔

۴۔ امتیاز کو حکومتِ پاکستان نے 'ستارۂ امتیاز' کے خطاب سے سرفراز کیا تھا۔

امتیاز کے کارنامے

○ امتیاز کی بچوں کے لیے لکھی ہوئی کہانیاں

ابوالحسن، بونوں کی کہانیاں، بیربل کی کہانیاں، کسانوں کی کہانیاں، جنوں کی کہانیاں، بچوں کی بہادری، پھول باغ، چڑیا خانہ، جھوٹ موٹ کا بھوت، لختِ جگر وغیرہ، اسکول کی کہانیاں، انصاف کی کہانیاں، طلسمات کی کہانیاں، کنجوسوں کی کہانیاں، سمندری شہزادہ، پرستان کی شہزادی، پھولوں کی کلیاں، جادو کا برج، کپو اور مانو

امتیاز کے اہم افسانے: پیاری کتاب، شاہکار تصاویر، جہانگیر پردہ قرانی نقطۂ نظر سے، موت کا راگ، ہیبت ناک

امتیاز کے ڈرامے: انارکلی، پرتھوی راج، قسمت، پورس، یاسمین، رتناولی، دلہن، جہاں آرا، قرطبہ کا قاضی، گونگی جورو، چچا چھکن (مزاحیہ) کمرہ نمبر 5، الو کی زبان، امن وسکون، روشن آرا، ان کے آبا، شیخ برادران، شاہ جہاں حریم قلب، خوشی، صرف کانوں کے لیے، ورجینا، صید وصیاد

☆☆☆

محمد حسن

(20 اگست 1926ء - 24 اپریل 2010ء)

- نام محمد حسن
- محمد حسن 20 اگست 1926ء کو مراد آباد میں پیدا ہوئے۔
- محمد حسن کا انتقال 24 اپریل 2010ء کو دہلی میں ہوا۔
- محمد حسن نے ایم اے، ایل ایل بی 1949 اور پی ایچ ڈی 1952 میں کی تھی۔
- محمد حسن شعبۂ اردو لکھنؤ یونیورسٹی (54-1950) اور شعبہ اردو علی گڑھ، مسلم یونیورسٹی (63-1954) میں لکچرر، شعبہ اردو دہلی یونیورسٹی (71-1963) میں ریڈر اور شعبہ اردو کشمیر یونیورسٹی (75-1971) میں پروفیسر اور صدر اور ہندوستانی زبانوں کا مرکز جواہر لال نہرو یونیورسٹی میں اردو پروفیسر اور چیئرمین رہے۔
- محمد حسن نے اپنا تخلیقی سفر 1939 میں افسانہ نگاری سے شروع کیا تھا۔
- محمد حسن نے 1939 میں ہی ڈراما نگاری کی ابتدا کی تھی۔
- محمد حسن کو 'کہرے کا چاند' پر آندھرا پردیش ساہتیہ اکادمی ایوارڈ ملا تھا۔
- محمد حسن کو 'پیسہ اور پرچھائیں' پر آل انڈیا ریڈیو نئی دہلی کا پہلا انعام ملا تھا۔
- محمد حسن نے علی گڑھ میں قیام کے دوران اردو ڈرامے کو اسٹیج سے قریب لانے کے لیے 'اردو تھیٹر گروپ' کے نام سے ایک انجمن قائم کی تھی۔
- محمد حسن معروف جریدہ 'پانیر' کے مدیر رہے اور محمد حسن نے جریدہ 'عصری ادب' شائع کیا تھا۔
- محمد حسن نے جواہر لال نہرو فیلوشپ کے تحت ''انیسویں صدی میں شمالی ہند کے ادب کے فکری اسالیب'' کے موضوع پر کام کیا تھا۔

محمد حسن کی تنقید نگاری

- پروفیسر محمد حسن کو مارکسی نقاد اور اردو تنقید میں سید احتشام حسین کا جانشین کہا جاتا ہے۔

حبیب تنویر کے کارنامے

ڈرامے: آگرہ بازار (1954)، چرنداس چور 1975، شطرنج کے مہرے 1954، لالا شہرت رائے 1954، مٹی کی گاڑی 1958، زہریلی ہوا 2002، میرے بعد، شطرنج کی بازی، جھاڑو، جالی دار پردے، راجہ چمپا اور چار بھائی، کس کا پتر، دیکھ رہے ہیں میرے نین، جامعدار، اندرلوک سبھا



حبیب تنویر

(یکم ستمبر 1923ء-2009ء)

- نام حبیب احمد خان تھا اور قلمی نام حبیب تنویر
- حبیب تنویر یکم ستمبر 1923ء کو رائے پور میں پیدا ہوئے۔
- حبیب تنویر کا انتقال 2009ء کو بھوپال میں ہوا۔
- حبیب تنویر نے گریجویشن مورس کالج ناگ پور سے 1944 میں کیا تھا۔
- حبیب تنویر نے ڈراما نگاری اور فلم نگاری کے ساتھ ساتھ شاعری بھی کی ہے۔
- حبیب تنویر ترقی پسند تحریک سے وابستہ تھے۔
- حبیب تنویر نے اپنے کریئر کا آغاز صحافت سے کیا تھا۔
- حبیب تنویر نے 'نیا تھیٹر' کے نام سے ایک ڈراما کمپنی 1968 میں قائم کی تھی۔
- حبیب تنویر راجیہ سبھا کے ممبر 1972 میں بنائے گئے تھے۔
- حبیب تنویر نے نظیرا کبرآبادی کے زندگی اور ان کی تخلیقات پر مبنی ایک ڈراما آگرہ بازار کے نام سے 1954 میں لکھا تھا جو پہلے پہل جامعہ ملیہ اسلامیہ نئی دہلی میں کھیلا گیا تھا۔
- آگرہ بازار کو پہلی مرتبہ 1954 میں پیش کیا گیا تھا۔

اعزازات وانعامات

- حبیب تنویر کو سنگیت ناٹک اکادمی پرسکار 1969 میں ملا تھا۔
- حبیب تنویر کو پدم شری سے 1983 میں نوازا گیا تھا۔
- حبیب تنویر کو سنگیت ناٹک اکادمی فیلوشپ 1996 میں ملا تھا۔
- حبیب تنویر کو کالی داس سمان سے 1990 میں نوازا گیا تھا۔
- حبیب تنویر کو پدم بھوشن سے 2002 میں نوازا گیا تھا۔
- حبیب تنویر کو چرن داس چور پر ایڈمبرا انٹرنیشنل ڈرامہ فیسٹیول میں فرنچ فرسٹس ایوارڈ سے 1982 میں نوازا گیا تھا۔

- ڈراما انارکلی کے مرکزی کردار سلیم انارکلی اور اکبر ہیں۔
- دل آرام کلیدی کردار کی حیثیت رکھتی ہے جو واقعات کے در و بست کو منضبط کرنے اور کش مکش و تصادم کو نقطۂ عروج کی جانب لے جانے میں ڈرامائی عمل کے ساتھ پوری طرح مدد دیتی ہے۔
- ثریا، مہارانی، اور بختیار داروغۂ زنداں اور انارکلی کی بڑھیا ماں خاص ضمنی کردار ہیں۔

☆☆☆

مقالاتِ سرسید

(1) عزت
(2) ہمدردی
(3) اپنی مدد آپ
(4) بحث وتکرار
(5) عید کا دن
(6) آزادی رائے
(7) انسان کے خیالات
(8) گزرا ہوا زمانہ
(9) اخلاق
(10) خوشامد
(11) تعصب
(12) مہذب قوموں کی پیروی
(13) ترقی علوم
(14) اردو زبان اور اس کی عہد بعہد ترقی
(15) امید کی خوشی
(16) دنیا بہ امید قائم ہے
(17) سرابِ حیات
(18) ہندو اور مسلمان میں ارتباط
(19) ہمارے بعد ہمارا نام رہے گا
(20) نیچر

غیر افسانوی نثر

اپنی ملکہ نوشابہ سے محوِ گفتگو ہے اور بڑے دکھ کے ساتھ اپنے کرب اور اپنی اذیت کا اظہار کرتا ہے۔

- چوتھے منظر میں فریدوں نوشابہ سے محوِ گفتگو ہے۔ اس کے ہونٹوں سے خون جاری ہے۔ نوشابہ ان سرخ ہونٹوں کو چوم کر اپنی جنسی پیاس بجھانا چاہتی ہے لیکن فریدوں اس کے لیے تیار نہیں ہوتا۔
- پانچویں منظر میں ملک کے دانشوروں کو تہہ خانے میں محوِ گفتگو دکھایا گیا ہے۔ فریدوں کے قید خانہ سے فرار ہونے کی خبر انھیں مل چکی ہے۔
- چھٹے منظر میں تمام دانشوروں، ماہرینِ فن اور نوشابہ (جسے فریدوں کے فرار ہونے کے جرم میں گرفتار کرلیا گیا ہے) کو ضحاک کے سامنے پیش کیا جاتا ہے۔
- **ڈراما نظیر اکبرآبادی** میں چھ مناظر اور پانچ کردار ہیں۔ اس ڈرامے میں فلیش بیک کی تکنیک کا استعمال ہوا۔
- **داراشکوہ** اس مخلوط تہذیب و کلچر اور رواداری کے خاتمے کا المیہ ہے جس کو اکبر نے فروغ دیا تھا۔
- ڈراما داراشکوہ میں نو مناظر اور دس کردار ہیں۔ دارا، روشن آرا اور اورنگ زیب اہم کردار ہیں۔
- ڈراما '**میر تقی میر**' میں پانچ مناظر اور اکیس کردار ہیں۔
- ڈراما '**اکبر اعظم**' میں اٹھارہ کردار ہیں اس کے علاوہ زاوی اور سوار بھی ہیں۔
- اس ڈرامے میں بھی فلیش بیک کی تکنیک کا استعمال ہوا ہے۔
- محمد حسن کے تین ڈرامے نقشِ فریادی، کہرے کا چاند اور 'تماشا اور تماشائی' غالب کی شخصیت اور شاعری سے متعلق ہیں۔
- کہرے کا چاند غالب کی صد سالہ برسی کے موقعے پر 1968 میں لکھا گیا تھا۔

☆☆☆

شعری مجموعہ: زنجیر کا نغمہ

محمد حسن کی تنقیدی تصانیف: ادبی تنقید، شعر نو، دہلی میں اردو شاعری کا فکری و تہذیبی پس منظر، عرضِ ہنر، جدید اردو ادب، شناسا چہرے، معاصر ادب کے پیش رو، ادبی سماجیات، ہندوستانی شاعری، ہندوستانی محاورے، ہندی ادب کی تاریخ، ہیئتی تنقید، اردو ادب میں رومانی تحریک، مشرقی تنقید، سماجیاتی تنقید، مشرق و مغرب کے تنقیدی تصورات، ادبیات شناسی، جلال لکھنوی، نیا ادب، اردو ادب میں رومانوی تحریک۔

اہم ڈراموں کی قدرے تفصیل

- **ضحاک** انسانوں کے بھیجوں پر زندہ رہنے والے شہنشاہ کی کہانی ہے۔
- ایمرجنسی کے دوران لکھا گیا ڈرامہ 'ضحاک' کا پلاٹ شاہنامہ فردوسی سے اخذ کیا گیا ہے جیسے آغا حشر کاشمیری کے ڈراما 'رستم وسہراب کا پلاٹ شاہنامہ فردوسی سے ماخوذ ہے۔
- ضحاک چھ مناظر پر مشتمل نیم تاریخی ڈراما ہے۔ اس میں اہم کردار دس ہیں۔ اس کے علاوہ سپاہی رقاصائیں، چوبدار اور قیدی ہیں۔
- **ضحاک کے اہم کردار:** ضحاک (فوجی)، اس کی شریک حیات نوشابہ (رقاصہ)، فریدوں (شاعر) ہیں۔
- ضحاک پہلی بار عصری ادب شمارہ 27,28 بابت جنوری اپریل 1977 میں شائع ہوا۔
- شائع ہونے سے کچھ قبل ضحاک کو وجے شنکر چودھری نے سری رام سنٹر کے اسٹیج پر پیش کیا تھا۔
- پہلی بار ضحاک کی اشاعت کتابی شکل میں 1980 میں ہوئی۔
- ضحاک کو گیان چند جین نے 'سیاسی تمثیل' قرار دیا ہے۔
- ضحاک کے پہلے منظر کی ابتدا کورس سے ہوتی ہے جو ماضی کے واقعات کے ساتھ ساتھ حال کے منظر نامہ کی طرف اشارہ بھی کرتا ہے اور اس کی تہیں وا بھی کرتا ہے۔
- دوسرے منظر میں ضحاک کے امرا وزرا اور ملک کے دانشور انسانی مغز کے حصوں کے لیے آپس میں تبادلۂ خیال اور طریقۂ کار پر غور وفکر کرتے ہیں۔
- تیسرے منظر میں نصف شب کا منظر سامنے آتا ہے۔ ضحاک شب خوابی کے کمرے میں

- محمد حسن ترقی پسند ادب اور جمالیاتی اقدار کو ایک دوسرے کا حریف نہیں بلکہ ایک دوسرے کا مددگار و معاون مانتے ہیں کہ فکر وفن کے امتزاج سے ہی اعلیٰ ادب وجود میں آتا ہے۔
- فن برائے فن اور فن برائے زندگی سے ہٹ کر فن برائے خود کی اصطلاح محمد حسن کی اختراع ہے۔
- بقول محمد حسن ''ہمارے تنقید نگاروں کو یاد رکھنا چاہیے کہ ادب پہلے آرٹ ہے اور بعد کو کچھ اور۔ اس پر فن کے اصولوں کا اطلاق ہوگا۔ شاعری کا کوئی موضوع اور مقصد کیوں نہ ہو اسے سب سے پہلے اعلیٰ ادب پارہ ہونا چاہیے۔
- بقول محمد حسن'' آرٹ کا پہلا کام جمالیاتی احساس کی تسکین ہے۔''
- بقول محمد حسن ''ادب سماج کا آئینہ خانہ ہے اور آئینہ میں سماج کے عکس ہزار طریقے پر پڑتے ہیں، کبھی فرد کے شعور و لاشعور سے مرتب تصویروں کے ذریعے تو کبھی عمرانی زندگی اور سیاسی ہنگاموں کی پرکشائی کی شکل میں۔

محمد حسن کے کارنامے

محمد حسن کے ڈراموں کے اہم مجموعے: پیسہ اور پرچھائیں (9 ڈراموں پر مشتمل 1955)، میرے اسٹیج ڈرامے (6 ڈراموں پر مشتمل 1969)، مورپنکھی اور دوسرے ڈرامے (7 ڈراموں پر مشتمل)، کہرے کا چاند 1968، ضحاک 1980

محمد حسن کے ڈرامے: پیسہ اور پرچھائیں، سرخ پردے، سونے کی زنجیریں، نظیر اکبرآبادی، نقش فریادی، اکبر اعظم، انسپکٹر جنرل، معمار اعظم، ریہرسل، محل سرا، میرتقی میر، موم کے بت، فٹ پاتھ کے شہزادے، گوشۂ عافیت، شکست، مورپنکھی، مولسری کے پھول، سچ کا زہر، داراشکوہ، کہرے کا چاند، مٹی جاگتی ہے، تماشا اور تماشائی، ضحاک، عمر خیام، قاتلوں کے درمیان۔

محمد حسن کے افسانے: وار فنڈ (پہلا افسانہ)، علاج، مست قلندر، چترا، مرجھائے ہوئے پھول، تاریک گوشے

ناول: غم دل وحشت دل،

- سرسید نے لندن ہی سے 'تدابیر ترقی تعلیم مسلمانان' کی اشاعت کے لیے ایک اشتہار چھپوا کر اپنے چلنے سے پہلے محسن الملک سید مہدی علی کو بھجوا دیا تھا۔
- سرسید نے انگلستان سے واپس ہونے کے بعد لوگوں کی اصلاح اور تہذیب و تربیت کے لیے اسپیکٹیٹر اور ٹیٹلر کے اخبار اڈیسن اور اسٹیل سے متاثر ہو کر تہذیب الاخلاق جاری کیا تھا۔
- 'تہذیب الاخلاق' کا پہلا شمارہ 24 دسمبر 1870 کو بنارس سے اس لوح اور بیل کے ساتھ جو وہ لندن سے بنوا کر لائے تھے شائع ہوا تھا۔
- 'تہذیب الاخلاق' کے ایڈیٹر اور منیجر سرسید احمد خان تھے۔
- 'تہذیب الاخلاق' تین بار بند ہوا تھا۔
- پہلی بار تہذیب الاخلاق 1876 میں بند ہوا تھا۔
- 'تہذیب الاخلاق' کا دوبارہ اجرا 1879 میں ہوا تھا۔
- 'تہذیب الاخلاق' دوبارہ بند 1881 میں ہوا تھا۔
- تہذیب الاخلاق' کا تیسری بار اجرا 1894 میں ہوا تھا۔
- 'تہذیب الاخلاق' تیسری بار بند ہو کر انسٹی ٹیوٹ گزٹ میں ضم 1897 میں ہوا تھا۔
- 'تہذیب الاخلاق' کی مخالفت میں مولوی امداد علی پیش پیش تھے جنھوں نے اس کے جواب میں امداد الآفاق نام کا رسالہ نکالا تھا۔
- تہذیب الاخلاق کے جواب اور رد میں مولوی علی بخش خان بہادر کے دو رسالے شہاب ثاقب اور تائید الاسلام، نور الآفاق، اسٹیجی گزٹ (مراد آباد)، لوح محفوظ (مراد آباد)، تیرھویں صدی (آگرہ)، نجم الاخبار، (مراد آباد)، اکمل الاخبار وغیرہ رسائل و اخبارات نکلے تھے۔
- دسمبر 1870 میں سرسید نے انعامی اشتہار شائع کیا تھا اور 26 دسمبر 1870 کو 'کمیٹی خواستگار ترقی مسلمان' کا پہلا اجلاس بلایا تھا جس میں سرسید سکریٹری منتخب ہوئے تھے۔
- سرسید نے مدرسۃ العلوم کی بنیاد 1875 میں رکھی تھی اور 24 مئی 1875 کو ملکہ وکٹوریہ کی سال گرہ کے دن مدرسہ کا افتتاح ہوا تھا اور یکم جون 1875 سے تعلیم شروع ہو گئی تھی۔
- 8 جنوری 1877 کو سہ پہر کے وقت لارڈ لٹن وائسرائے و گورنر جنرل الہند کے محمڈن اینگلو اورینٹل کالج کا سنگ بنیاد رکھا تھا اور ایک سال بعد یکم جنوری 1878 کو کالج میں

- سرسید نے 'سائنٹفک سوسائٹی' غازی پور میں 1862 میں قائم کی تھی اور ترجمے کا کام شروع کرایا تھا اور سرسید اس کے اعزازی سکریٹری منتخب ہوئے تھے۔
- سرسید نے غازی پور میں ایک انگریزی مدرسہ 1863 میں قائم کیا تھا۔
- سرسید سائنٹفک سوسائٹی کا سارا سامان اور عملہ علی گڑھ 1864 میں لے گئے تھے۔
- سرسید نے 'علی گڑھ برٹش انڈین ایسوسی ایشن' 10 مئی 1866 میں قائم کیا تھا۔
- سرسید نے 'سائنٹفک سوسائٹی سے ہفتہ وار اخبار' کا اجرا علی گڑھ میں 1866 میں کیا تھا جس کا نام بعد میں علی گڑھ انسٹی ٹیوٹ گزٹ رکھا گیا تھا۔
- سرسید 15 اگست 1867 کو جج کی حیثیت سے جب علی گڑھ سے بنارس گئے تھے تو علی گڑھ میں سائنٹی فک سوسائٹی کی ساری ذمہ داری راجہ جے کشن ایس سی ایس آئی کے سپرد کی تھیں۔
- سرسید نے اردو کے ترسیلی امکانات اور اس کے ابلاغی قوتوں کا احساس دلایا تھا۔
- حکومت نے 1868 میں ہندوستانیوں کی تعلیم کے لیے 9 اسکالرشپ منظور کیے تھے اور اضلاع شمال مغرب سے سید محمود کا انتخاب کیا تھا۔
- سرسید نے بھی بیٹے کے ساتھ ولایت جانے کا ارادہ کیا۔ اپنے سفر خرچ و قیام کے لیے سرسید نے اپنا کتب خانہ فروخت کر دیا اور ساتھ ہی گھر کو بھی گروی رکھ دیا۔
- سرسید دفتر سے چھٹی لے کر چار افراد یعنی اپنے دونوں بیٹے سید حامد و سید محمود، خداداد بیگ اور خدمت گار چھجو کے ساتھ یکم اپریل 1869 کو بنارس سے انگلستان کے لیے روانہ ہوئے تھے۔
- سرسید نے انگلستان میں ملکہ وکٹوریہ، ڈیوک، چارلس ڈکنز، کارلائل سے ملاقات کی تھی۔
- سرسید ایک سال پانچ ماہ یعنی سترہ مہینے لندن میں قیام کر کے 4 ستمبر 1870 کو ہندوستان کے لیے روانہ ہوئے تھے۔
- سرسید 2 اکتوبر 1870 کو بمبئی پہنچے تھے اور اسی مہینے میں بنارس پہنچ کر اپنا سرکاری منصب سنبھال لیا تھا۔
- سرسید نے مسلمانوں کو جدید تعلیم دینے کی تیاری کے لیے کمیٹی خواستگار ترقی تعلیم مسلمانان بنارس میں قائم کی تھی۔

سرسید احمد خان

- نام سید احمد خان تھا اور خطاب جواد الدولہ عارف جنگ
- سرسید 5 ذوالحجہ 1233ھ مطابق 17 اکتوبر 1817 کو اپنے نانا خواجہ فرید کی حویلی واقع دلی میں پیدا ہوئے۔
- سرسید کا انتقال 27 مارچ 1898 کو علی گڑھ میں ہوا اور دارالعلوم کی مسجد کے شمالی گوشے کے احاطہ میں دفن ہوئے۔
- سرسید کا جب انتقال ہوا تو محسن الملک نے ان کے ملازم عظیم کو پچاس روپے دیے جن سے ان کی تجہیز و تکفین ہوئی اور کہا کہ یہ سید صاحب کا آخری چندہ ہے پھر کب مانگنے آئیں گے۔
- سرسید کے والد کا نام میر متقی تھا اور والدہ کا عزیز النسا بیگم
- نانا کا نام خواجہ فریدالدین تھا جنھیں مغلیہ دربار سے دبیرالدولہ امین الملک خواجہ فریدالدین احمد خان بہادر مصلح جنگ کا خطاب ملا تھا۔
- سرسید کے دادا سید ہادی تھے۔ عزیز الدین عالمگیر ثانی نے 1168ھ میں انھیں ''جواد علی خاں اور منصب ہزاری ذات و پانصد سوار دواسپہ وسہ اسپہ'' کے خطاب سے نوازا تھا اور شاہ عالم ثانی نے اس خطاب میں 'جواد الدولہ' کا اور اضافہ کیا تھا۔
- سرسید کے بڑے بھائی کا نام سید محمد خان تھا جنھوں نے 1836 میں سیدالاخبار نکالا تھا۔
- سرسید کے والد کا انتقال 1838 میں ہوا اس وقت سرسید اکیس سال کے تھے۔
- سرسید نے اسلامی تعلیم مولوی فیض الحسن مولوی نوازش علی اور مولانا مخصوص اللہ سے حاصل کی تھی۔
- سرسید کی شادی پرشا بیگم سے ہوئی تھی۔
- 1861 میں مرادآباد میں سید احمد خان کی بیوی کا انتقال ہوا تھا اس وقت سید احمد خان کی عمر 44 برس تھی جن سے دو لڑکے سید حامد اور سید محمود اور ایک لڑکی تھی۔
- سرسید احمد خان نے منصفی کا امتحان 1840 میں پاس کیا تھا۔

- آئین اکبری کو سرسید نے مرتب کر کے مرزا غالب سے اس کی تقریظ لکھنے کی فرمائش کی تھی۔
- مرزا غالب کی مثنوی بطور تقریظ 'آئین اکبری' کے لیے ہی لکھی گئی تھی جسے سرسید نے شامل نہیں کیا کہ یہ درحقیقت تقریظ نہیں تھی۔
- **تاریخ سرکشی بجنور**: مراد آباد میں لکھی گئی۔ سال اشاعت 1858۔ اس کتاب میں سرسید نے مئی 1858 سے اپریل 1858 تک غدر کے وہ تاریخی واقعات و حالات قلم بند کیے ہیں جو ضلع بجنور میں پیش آئے۔
- **رسالہ 'اسباب بغاوت ہند'**: یہ کتاب مراد آباد میں لکھی گئی اور 1859 میں اسے چھپوا کر انگلستان کی پارلیمنٹ کے ممبر اور حکومت ہند کو بھجوا دیا گیا۔ یہ رسالہ عام پبلک کے لیے شائع نہیں کیا گیا تھا۔ یہ رسالہ 1857 کے واقعات کا مستند حوالہ و مآخذ ہے۔
- **رائے درباب تعلیم 1850**
- **رسالہ لائل محمڈنز آف انڈیا**
- تحقیق لفظ نصاری
- **تبیین الکلام فی تفسیر التوراۃ والانجیل علی ملۃ الاسلام** (تبیین الکلام میں سرسید نے توریت انجیل اور قرآن کا تقابلی مطالعہ کیا ہے)
- **تاریخ فیروز شاہی**
- **توزک جہانگیری**: سرسید غازی پور میں اپنی نجی پریس سے 1280ھ/ 1863 میں مغل بادشاہ نورالدین جہانگیر کا روزنامچہ 'توزک جہانگیری' میرزا محمد ہادی کے فارسی دیباچے کے ساتھ شائع کیا۔
- **سیرت فریدیہ**: 1896 سرسید نے اپنے نانا نواب دبیرالدولہ امین الملک خواجہ فریدالدین احمد خان بہادر مصلح جنگ کے حالات زندگی اس تصنیف میں تحریر کیے ہیں۔
- **رسالہ احکام طعام اہل کتاب**
- **سفرنامہ مسافران لندن**: یہ سفرنامہ 1869 میں اخبار سائنٹفک سوسائٹی علی گڑھ میں شائع ہوتا رہا۔ کتابی صورت میں پہلی بار اسے 'مجلس ترقی ادب' لاہور نے 1961 میں شائع

128 ہے۔

- آثارالصنادید کا دوسرا ایڈیشن 1854 میں اسٹینڈرڈ پریس سے شائع ہوا تھا۔ یہ ایڈیشن سرسید نے از سرنو تیار کیا تھا۔
- آثارالصنادید کے پہلے ایڈیشن 1847 اور دوسرے ایڈیشن 1854 میں جیسا خود سرسید نے بھی لکھا ہے نمایاں فرق ہے۔
- چوتھا باب دوسرے ایڈیشن 1854 میں نہیں ہے۔
- فرانسیسی مستشرق گارساں دتاسی نے 1861 میں آثارالصنادید کا فرانسیسی زبان میں ترجمہ کیا تھا جس کی بنا پر رائل ایشیاٹک سوسائٹی نے سرسید احمد خان کو اپنا اعزازی فیلو منتخب کیا تھا۔
- مسٹر رابرٹ نے آثارالصنادید کا ترجمہ انگریزی زبان میں کیا تھا۔
- **کلمۃ الحق 1849**
- **راہ سنت دررد بدعت 1850**
- **نمیقہ دربیان تصور شیخ 1852**
- **سلسلۃ الملوک 1852**: ان 202 راجاؤں اور بادشاہوں کی (راجا یدھشٹر سے لے کر ملکہ وکٹوریہ تک) مفید، مختصر اور صحیح فہرست جو دلی پر پانچ ہزار سال تک حکمرانی کرتے رہے۔ یہ وہی فہرست ہے جو آثارالصنادید کے 1854 والے ایڈیشن کے پہلے باب کے ساتھ، نظرثانی کے بعد شامل کی گئی ہے۔
- **آغاز کیمیائے سعادت 1853**
- **تاریخ ضلع بجنور**، حکومت ہند کے کہنے پر بجنور میں 'تاریخ ضلع بجنور' لکھی گئی یہ اب ناپید ہے۔
- **آئینِ اکبری' از ابوالفضل**: یہ تین جلدوں پر مشتمل تھی جن میں سے دوسری جلد 1857 کے ہنگامے میں تلف ہوگئی۔ اب صرف پہلی اور تیسری جلد مطبوعہ 1272ھ مل جاتی ہیں۔ انگریزی و فرانسیسی میں اس کے کئی ترجمے ہوئے۔ مسٹر بلاک کا انگریزی ترجمہ 1873 میں شائع ہوا۔

سر سید کے دیگر کارنامے

- **جام جم (فارسی):** یہ سر سید کی پہلی تصنیف ہے جو 1840 میں شائع ہوئی۔ اس میں سر سید نے امیر تیمور سے بہادر شاہ ظفر تک، سترہ عنوانات کے تحت 43 بادشاہوں کا مختصر حال و تعارف درج کیا ہے۔
- **قواعد صرف ونحو زبان اردو:** سر سید نے 'اہالیان سرکار کمپنی' کی فرمائش پر اردو زبان کی قواعد صرف ونحو لکھی تھی۔
- **'انتخاب الاخوین'** قوانین دیوانی، کا وہ خلاصہ جو سر سید نے منصفی کے امتحان کے لیے تیار کیا تھا اور جسے بعد میں اپنے بڑے بھائی اور اپنے نام سے 1841 میں شائع کر دیا تھا۔
- **جلاء القلوب بذکر المحبوب:** یہ مولود شریف ہے جو محفل میلاد میں پڑھنے کے لیے لکھا گیا ہے اور جس میں معتبر و مستند روایات کو بیان کیا گیا ہے۔ یہ رسالہ 1255ھ/1839 میں سر سید نے تصنیف کیا تھا اور 1843 میں شائع ہوا تھا۔
- **تحفۂ حسن:** شاہ عبدالعزیز کی فارسی تالیف تحفہ اثنا عشریہ کے دو ابواب، دس اور گیارہ کا اردو ترجمہ ہے جسے سر سید نے 1260ھ/1844 میں کیا۔
- **تسہیل فی جر الثقیل**
- **فوائد الافکار فی اعمال الفرجار**
- **قول متین در ابطال حرکت زمین**
- **آثار الصنادید:** یہ سر سید کی ایک اچھوتی اور شاہ کار تصنیف ہے جو پہلی بار مطبع سید الاخبار سے 1847 میں شائع ہوئی۔ اس میں دہلی کی تاریخی عمارتوں اور نامور لوگوں کے حالات بہت چھان بین کے بعد لکھے گئے ہیں۔ 1847 کا یہ ایڈیشن چار ابواب پر مشتمل ہے۔ باب اول 'شہر کے باہر کی عمارتوں کے حال میں' لکھا گیا ہے اور جو 135 عمارتوں کے بیان پر مشتمل ہے۔ باب دوم 'قلعہ معلّٰی کی عمارت کے حال' میں لکھا گیا ہے جو 39 عمارتوں کے بیان پر مشتمل ہے، باب سوم 'میں خاص شہر شاہ جہان آباد' کو موضوع بنایا گیا ہے۔ باب چہارم دلی اور دلی کے لوگوں کے بیان پر مشتمل ہے جن کی کل تعداد

کلاس شروع ہوئی تھی اس طرح مدرسۃ العلوم ترقی کر کے محمڈن اینگلو اورینٹل کالج ہو گیا۔

- محمڈن اینگلو اورینٹل کالج کا الحاق کلیۃ الہ آباد یونیورسٹی سے ہوا تھا۔
- محمڈن اینگلو اورینٹل کالج 1920 میں علی گڑھ مسلم یونیورسٹی بنا تھا۔
- سرسید 1876 میں پنشن لے کر علی گڑھ آ گئے تھے۔
- سرسید ایجوکیشن کمیشن کے رکن 1882 میں مقرر ہوئے تھے۔
- سرسید نے 'محمڈن سول سروس فنڈ ایسوسی ایشن 1883 میں قائم کی تھی۔
- سرسید نے 'محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس 1886 میں قائم کی تھی۔
- سرسید کو لارڈ ڈفرن نے پبلک سروس کمیشن کا ممبر 1897 میں مقرر کیا تھا۔
- اکبر الہ آبادی نے سرسید اور علی گڑھ تحریک کی کھل کر مخالفت کی تھی۔
- غیر متوازن روحانی تصورات کے خلاف سرسید نے آواز اٹھائی تھی۔

اعزازات وخطابات

- حکیم احسن اللہ خان کے کہنے پر بہادر شاہ ظفر نے سرسید کے موروثی خطاب جوادالدولہ میں عارف جنگ کا اضافہ 1842 میں کیا تھا۔
- سرسید کو سی ایس آئی کا خطاب اور تمغہ انڈیا آفس لندن کی ایک تقریب میں 6 اگست 1869 کو دیا گیا تھا۔
- علی گڑھ انسٹی ٹیوٹ کے ہال میں منعقد ایک جلسے میں سید احمد کو 1888 میں 'نائٹ کمانڈر طبقۂ اعلیٰ ستارۂ ہند' دیا گیا اور سید احمد سرسید احمد ہو گئے۔
- سرسید احمد خان کو ایڈنبرا یونیورسٹی نے ''ڈاکٹر آف لا'' کی اعزازی سند 1889ء میں دی تھی۔

اردو کے عناصر خمسہ (مہدی افادی کے مطابق)

(1) سرسید احمد خان، (2) الطاف حسین حالی (3) محمد حسین آزاد، (4) شبلی نعمانی، (5) نذیر احمد

سرسید کے دیگر رفقا: سید مہدی علی خان جن کا خطاب محسن الملک تھا، مولوی چراغ علی، خان بہادر، شمس العلماء مولوی ذکا اللہ، سمیع اللہ خان، عنایت اللہ خان، وقار الملک اعظم جنگ، حاجی محمد اسمٰعیل۔

15۔ الجزیہ
16۔ حقوق الذمیین
17۔ مسلمانوں کی گذشتہ تعلیم
18۔ ہندوستان میں اسلامی حکومت کے تمدن کا اثر
19۔ غیر قوموں کی مشابہت
20۔ خلافت
21۔ مسلمانوں کو غیر مہذب کی حکومت کا محکوم ہوکر کیوں کر رہنا چاہیے
22۔ قضاوقدر اور قرآن مجید
23۔ قرآن مجید میں خدا نے قسمیں کیوں کھائیں
24۔ اعجاز قرآن
25۔ علوم قرآن

☆☆☆

مقالات شبلی

(مرتب سید سلیمان ندوی)

- شبلی نعمانی نے متعدد علمی، ادبی اور تاریخی موضوعات پر مضامین لکھے جو ان کی وفات کے بعد موضوع کے اعتبار سے 'مقالات شبلی' کے نام سے آٹھ جلدوں میں مرتب کر کے شائع ہوئی۔
- جلد اوّل مذہبی موضوعات پر مشتمل ہے۔ 1930 میں شائع ہوئی۔
- جلد دوم جو ادبی مضامین پر مشتمل ہے۔ 1931 میں شائع ہوئی۔
- جلد سوم جو تعلیمی مضامین پر مشتمل ہے۔ 1932 میں شائع ہوئی۔
- جلد چہارم جو تنقیدی مضامین پر مشتمل ہے 1934 میں شائع ہوئی۔
- جلد پنجم حصہ اوّل جو تاریخی موضوعات پر مشتمل ہے 1936 میں شائع ہوئی۔
- جلد ششم حصہ دوم جو تاریخی موضوعات پر مشتمل ہے 1951 میں شائع ہوئی۔
- جلد ہفتم جو فلسفیانہ مضامین پر مشتمل ہے 1938 میں شائع ہوئی۔
- جلد ہشتم بھی جو متفرق مذہبی، علمی، تاریخی، تعلیمی و سیاسی مضامین پر مشتمل ہے 1938 میں شائع ہوئی۔

مضامین شبلی:

1۔ فن بلاغت
2۔ سر سید مرحوم اور اردو لٹریچر
3۔ املا اور صحت الفاظ
4۔ حقائق اشیا اور معشوق حقیقی
5۔ تحفۃ الہند
6۔ بھاشا زبان اور مسلمان
7۔ شعر العرب
8۔ عربی اور فارسی شاعری کا موازنہ
9۔ فلسفہ اور فارسی شاعری
10۔ ہمایوں نامہ
11۔ جہانگیر اور تزک جہانگیر
12۔ مناقب عمر بن عبدالعزیز
13۔ کتب خانہ اسکندریہ
14۔ تمدن اسلام مصنفہ جرجی زیدان کی پردہ دری

کیا۔ اس میں سرسید نے اپنے سفر و قیام لندن کو بیان کیا ہے۔

- سفرنامہ پنجاب: 22 جنوری 1844 کو یہ سفر شروع ہوا۔ مولف رسالہ سید اقبال علی سرسید کے ہمراہ تھے۔ انھوں نے سرسید کی تمام تقریروں اور یادداشتوں کو دورانِ سفر مرتب کیا اور 1884 / 1301ھ میں علی گڑھ انسٹی ٹیوٹ پریس سے شائع ہوا۔
- 'الخطبات االاحمدیه فی العرب والسیرۃ المحمدیه' سرولیم مور کی کتاب 'لائف آف محمدؐ' (میور کی کتاب چار جلدوں میں ہے) کا جواب ہے جو سرسید نے 1869 میں لندن کے قیام کے دوران لکھی اور انگریزی میں 1870 میں وہیں چھپوایا پھر خطبات احمدیہ کے نام سے 1887 میں اردو زبان میں شائع ہوئی۔ خطبات احمدیہ 12 خطبات پر مشتمل ہے۔
- خطباتِ احمدیہ کا موضوع سیرت مصطفیٰ ﷺ ہے۔
- رسالہ ابطال غلامی
- تفسیر القرآن

سرسید کے اقوال

- فلسفہ ہمارے دائیں ہاتھ میں ہوگا، نیچرل سائنس ہمارے بائیں ہاتھ میں اور کلمہ لا الہ الا اللہ کا تاج ہمارے سر پر۔
- میر امن کو اردو نثر میں وہی مرتبہ حاصل ہے جو میر تقی میر کو شاعری میں حاصل ہے۔

سرسید کے متعلق مختلف آرا و خیالات

- سرسید نے آورد اور تصنع سے بچنے کے لیے گرامر کی بھی پروانہ کی۔ (حالی)
- حالی نے اردو نثر کا مورث اعلیٰ سرسید کو قرار دیا ہے۔
- بعض لوگ سرسید کو 'اخوان الشیاطین' کا نمائندہ کہتے تھے۔
- اردو انشاپردازی کے مجدد اور امام سرسید ہیں۔ (شبلی)
- پنجاب کے مسلمان سرسید کے منادی پر اس طرح دوڑے جیسے پیاسا پانی پر۔ (حالی)



- ➤ شبلی محاکات کے لیے مشاہدہ اور مطالعۂ کائنات کو لازمی جانتے ہیں۔
- ➤ شبلی محاکات سے زیادہ اہم تخیل کو مانتے ہیں۔
- ➤ شبلی نے تخیل کو نئی نئی ایجاد کرنے والی قوت (قوت اختراع) سے تعبیر کیا ہے۔
- ➤ شبلی تشبیہ و استعارے کو شاعری کے لیے بہت ضروری خیال کرتے ہیں۔
- ➤ شبلی کے تنقیدی خیالات حالی کے خیالات کی ضد ہیں۔
- ➤ شبلی شعر میں لفظ کو زیادہ اہمیت دیتے ہیں جبکہ حالی معنی کو
- ➤ شبلی شعر میں میناکاری کے قائل ہیں جبکہ حالی سادگی کے۔
- ➤ شبلی شاعری کو خطابت سے مختلف اور برتر خیال کرتے ہیں۔
- ➤ شبلی کا خیال ہے کہ "مضمون تو سب پیدا کر سکتے ہیں، شاعری کا کمال اس میں ہے کہ مضمون کن لفظوں میں ادا کیا گیا ہے اور بندش کیسی ہے۔"

شبلی کے دیگر کارنامے

- ○ ظل الغمام فی مسئلۃ القرأۃ خلف الامام
- ○ اسکات المعتدی علی انصاف المقتدی
- ○ **مسلمانوں کی گذشتہ تعلیم** 1887: اسے شبلی نے اپنی پہلی تالیف قرار دیا ہے۔
- ○ **المامون:** اس میں مامون رشید کی زندگی اور عہد سلطنت کے حالات بیان ہوئے ہیں۔ اس میں ان اعتراضات کا جواب بھی ہے جو مسٹر پامر نے اپنی تصنیف ہارون رشید میں کیے تھے۔
- ○ سید سلیمان ندوی نے المامون کو تاریخ بنی العباس کا نچوڑ کہا ہے۔ پہلی اشاعت 1887۔ سرسید کی فرمائش پر شبلی نے پہلے ایڈیشن پر نظر ثانی کی اور سرسید نے 1889 میں اپنے مقدمے کے ساتھ اسے دوبارہ شائع کیا۔
- ○ **سیرۃ النعمان:** امام ابوحنیفہ کی سوانح عمری۔ اس تصنیف کا پہلا حصہ 1889 میں اور دوسرا حصہ 1890 میں لکھا گیا اور یہ کتاب 1891 میں شائع ہوئی۔
- ○ **سفرنامہ روم و مصر و شام:** سرسید اس کی اشاعت کے اس لیے خلاف تھے کہ ترکی کی حمایت سے انگریزی حکومت ناراض ہوگی لیکن جب مولانا نے بتایا کہ اس میں کوئی ایسا

- شبلی نعمانی نے 1885 میں نظم صبح امید لکھی تھی جس میں مسلمانوں کی غفلت اور سرسید کے زیر اثر ان کے بیدار ہونے کو موضوعِ سخن بنایا تھا۔
- شبلی نے اپنے چھوٹے بھائی کا مرثیہ لکھا تھا
- شبلی نے سرسید کی وفات کے بعد علی گڑھ چھوڑ دیا تھا۔
- سید علی بلگرامی کے اصرار پر شبلی حیدرآباد گئے تھے اور وہاں محکمۂ تعلیم کے ناظم مقرر ہوئے تھے۔
- ترکی کے سلطان نے شبلی کو تمغہ مجیدی عنایت کیا تھا۔
- شبلی نعمانی کے تصانیف کے مطالعہ سے لگتا ہے کہ وہ نقاد کم اور مورخ زیادہ تھے۔

شبلی کی تنقید نگاری

- شعرالعجم کی چوتھی جلد میں شبلی کے تنقیدی تصورات اور ان کے وضع کردہ اصول واضح طور پر پائے جاتے ہیں۔
- شبلی کے مطابق علم حاصل کرنے کے دو ذریعے ہیں ایک ادراک اور دوسرا احساس۔
- ادراک کی مدد سے حاصل کیے جانے والے علوم کو شبلی نے عقلی علوم کہا ہے۔
- احساس کی مدد سے حاصل کیے جانے والے علوم کو شبلی نے احساسی علوم سے تعبیر کیا ہے۔
- شبلی سائنس اور دوسرے علوم کو ادراکی علوم میں شمار کرتے ہیں۔
- شبلی شاعری کو احساسی علوم میں شمار کرتے ہیں۔
- شبلی کے نزدیک شاعری ایک ذوقی اور وجدانی شئے ہے۔
- شبلی کے نزدیک شاعری محض خارجی حقائق کا بیان نہیں بلکہ داخلی احساسات کی مدد سے ایک نئی حقیقت کا اظہار ہے۔
- شبلی کے نزدیک شاعری اپنے داخلی احساسات کی ترجمانی کے لیے یعنی اپنے لیے کی جاتی ہے۔ سامع کے جذبات کو بھڑکانے کے لیے نہیں۔
- علامہ شبلی کے نزدیک شاعری دو چیزوں کا نام ہے محاکات اور تخیل
- محاکات سے شبلی کی مراد کسی چیز یا کسی حالت کا اس طرح بیان کرنا ہے کہ اس کی تصویر آنکھوں میں پھر جائے۔

شبلی نعمانی

- نام محمد شبلی تھا، امام ابوحنیفہ کے نام کی نسبت سے اپنے نام کے آگے نعمانی لکھتے تھے۔
- شبلی نسلاً راجپوت تھے
- شبلی یکم جون 1857 کو بندول جیراجپور اعظم گڑھ میں پیدا ہوئے۔
- شبلی کا انتقال اعظم گڑھ میں 1914 میں ہوا۔
- شبلی کے والد کا نام شیخ حبیب اللہ تھا۔
- شبلی کے بزرگوں میں ایک راجہ شیوراج سنگھ تھے جنھوں نے اسلام قبول کیا تھا۔
- شبلی کے استاد مولانا فاروق چریاکوٹی اور مولانا ارشاد حسین تھے۔
- شبلی نے وکالت کی تعلیم حاصل کر کے وکالت کا پیشہ بھی اختیار کیا تھا۔
- شبلی اپنے چھوٹے بھائی مہدی حسن کا داخلہ کرانے کے لیے 1881 میں علی گڑھ گئے تھے اور سرسید کی شان میں عربی میں ایک قصیدہ پڑھا تھا جو علی گڑھ گزٹ میں 15 اگست 1881 میں شائع ہوا۔
- شبلی علی گڑھ مسلم یونیورسٹی میں عربی کے اسسٹنٹ پروفیسر کی حیثیت سے 1883 میں مقرر ہوئے تھے۔
- شبلی فارسی اور اردو دونوں میں شعر کہتے تھے۔
- شبلی ابتدا میں اردو میں تسنیم اور فارسی میں شبلی تخلص کرتے تھے۔ ایک آدھ غزل میں ضرورت وزن کے لیے نعمان تخلص بھی اختیار کیا ہے۔
- شبلی کو شمس العلما کا خطاب 1894 میں ملا تھا۔
- شبلی کی ادبی و علمی خدمات کے صلے میں ریاست حیدرآباد سے انھیں سو روپے وظیفہ مقرر ہوا تھا۔
- شبلی نے دارالمصنفین 1914 میں قائم کیا تھا۔
- شبلی مشرقیت کے دلدادہ تھے۔

- **خطوطِ شبلی:** اس مجموعے میں شبلی کے وہ خطوط شامل ہیں جو انھوں نے عطیہ بیگم فیضی اور زہرا بیگم کے نام لکھے تھے۔ اس مجموعے کو محمد امین زبیری اور سید محمد یوسف قیصر نے مرتب کر کے شائع کیا تھا۔
- **خطوطِ شبلی بنام آزاد:** اس مجموعے کو سید محمد حسنین نے مرتب کر کے 1988 میں شائع کیا تھا۔
- **باقیاتِ شبلی:** مقالاتِ شبلی کی جلد ہشتم ان باقیات پر مشتمل تھی جو مقالات کی سات جلدوں میں شامل نہ ہو سکے تھے۔ مشتاق حسین نے مزید تلاش و جستجو کے بعد 'باقیاتِ شبلی' کے نام سے ایک مجموعہ اور مرتب کیا جو 1965 میں شائع ہوا۔

شبلی کی اہم نظمیں: صبح امید، خواتین عرب، شہر آشوب اسلام، عدل جہانگیر، مساوات اسلام، ہم کشتگان

- شبلی نے نظم صبح امید 1884 میں لکھی تھی جو 1885 میں شائع ہوئی تھی۔

شبلی کے متعلق مختلف آراء و خیالات

- بقول ڈاکٹر عبدالحق "اردو میں تنقید کا ایک ایسا سربلند روشنی کا معیار قائم کیا جس کی نظیر ابھی تک قائم نہ ہو سکی۔"
- شبلی کے یہاں جگہ جگہ رومانوی تنقید کی جھلکیاں نظر آتی ہیں۔ وہ اردو کے پہلے رومانوی نقاد ہیں اور اردو تنقید کو رومانی رنگ و آہنگ سے آشنا کرنے کا سہرا انھیں کے سر ہے۔ (عبادت بریلوی)
- حالی نے پرانی تنقید سے الگ ہو کر نئی تنقید کی ابتدا کی۔ شبلی نئی اور پرانی تنقید کے بیچ معلق نظر آتے ہیں۔ (کلیم الدین احمد)
- شبلی پہلے یونانی ہیں جو مسلمانوں میں پیدا ہوئے وہ انشاپرداز تھے۔ اگر انشاپرداز نہ ہوتے تو مصور ہوتے۔ (خورشید الاسلام)
- مہدی افادی نے شبلی کو تاریخ کا معلم اوّل قرار دیا ہے۔
- کلیم الدین احمد نے شبلی کے صبح امید کو مسدّس حالی پر ترجیح دیا ہے۔



ذکر نہیں ہوگا تو انھوں نے اشاعت کی اجازت دے دی۔

- شبلی نے سفر نامہ روم ومصر وشام 1893 میں لکھنا شروع کیا تھا اور سفر نامہ 1894 میں پہلی بار شائع ہوا تھا۔ (شبلی اس سفر کے لیے 1892 میں نکلے تھے)
- رسائل شبلی
- **الفاروق:** دو حصوں پر مشتمل ہے۔ حضرت عمر کی سوانح ہے
- **الغزالی:** شبلی کی یہ تصنیف حیدر آباد دکن میں قیام کے دوران لکھی گئی اور اگست 1902 میں کان پور سے پہلی بار شائع ہوئی۔
- علم الکلام 1903
- الکلام
- **سوانح مولانا روم:** یہ جلال الدین رومی کی سوانح عمری ہے۔ 1906 میں شائع ہوئی۔
- **موازنہ انیس و دبیر:** اس میں شبلی نے انیس و دبیر کا تقابلی مطالعہ کیا ہے۔ اشاعت اوّل 1907
- موازنہ انیس و دبیر سے اردو میں تقابلی ادب کی ابتدا ہوئی ہے۔
- موازنہ انیس و دبیر میں بلاغت کے جزئیات کے ضمن میں چودہ مثالیں دی گئی ہیں۔
- **شعر العجم:** یہ پانچ جلدوں میں ہے۔ چار جلدیں شبلی کی زندگی میں ہی شائع ہوگئی تھیں۔ پانچویں جلد شبلی کی وفات کے چار سال بعد 1918 میں شائع ہوئی۔
- **سیرۃ النبی:** اس کتاب کی پہلی جلد شبلی نے مکمل کی تھی اور دوسری پر شبلی نے کام شروع ہی کیا تھا کہ شبلی کا انتقال ہوگیا۔ ان کے بعد سیرت النبی کو شبلی کے شاگرد سید سلیمان ندوی نے خود شبلی کی فرمائش اور وصیت پر مکمل کیا تھا۔
- **مقالات شبلی:** یہ آٹھ جلدوں میں ہے
- کلیاتِ اردو
- دیوان شبلی (فارسی)

شعری مجموعے: دستِ گل، بوئے گل، برگ گل

- **مکاتیب شبلی:** دو جلدوں پر مشتمل شبلی کے خطوط کے مجموعے جسے سلیمان ندوی نے مرتب کر کے شائع کیا تھا۔

- خواجہ حسن نظامی نے شدھی تحریک کی کھل کر مخالفت کی تھی۔
- خواجہ حسن نظامی محمد علی جوہر، مہاتما گاندھی، محمد علی جناح اور سوامی شردھانند کے مخالف تھے اور اقبال سے بھی اختلافات ہوئے تھے۔
- خواجہ حسن نظامی نے محمد علی جوہر کے اخبار 'ہمدرد' کے مقابلے پر 'غریبوں کا اخبار' نکالا تھا۔
- نظامی نے نظام الاسلام اسکول 1925 میں اور خواجہ گول اسکول 1930 میں قائم کیا تھا۔
- نظامی نے اردو کلب 1939 میں قائم کیا تھا۔
- خواجہ حسن نظامی کو شمس العلما کا خطاب جارج ششم نے 1946 میں دیا تھا۔
- نظامی کے اکبر الہ آبادی سے داستانہ مراسم تھے۔
- نظامی نے رسالہ ''منادی'' نکالا تھا۔
- حیدرآباد کے قیام کے دوران 1947 میں حکومت ہند نے انھیں نظر بند کر دیا تھا۔
- نظامی نے پاکستان کا سفر 1950 میں کیا تھا۔
- بسیار نویسی میں خواجہ حسن نظامی کو یدِ طولیٰ حاصل تھا۔

نظامی کے کارنامے

- نظامی نے سلسلے وار خطوط لکھے۔ عنوان تھا 'ان کے نام جنھیں کوئی خط نہیں لکھتا' ان میں ایک خط مچھر کے نام ہے تو ایک جھینگر کے نام۔

سفرنامے: سفرنامہ مصر و فلسطین و شام حجاز و لبنان، سفرنامۂ افغانستان، سفرنامۂ ہندوستان، سیر دہلی

نظامی کے انشائیوں کے مجموعے: 'کانا باتی' (اس میں انشائیوں کے علاوہ ریڈیائی تقریریں بھی ہیں)، 'سی پارۂ دل'

نظامی کے مشہور انشایئے: بیگمات کے آنسو، جھینگر کا جنازہ، آنسو کی سرگزشت، مٹی کا تیل، لا، آیار چل کے دیکھیں برسات کا تماشہ، ٹھنڈا سانس، کھجوروں کی ٹہنی کے نیچے، مصری عورتوں کے متعلق، لیمپ، کھٹکہ، مکھی، پیاری ڈکار، روئی، پسینہ اور فٹ بال، ماڈرن معشوق، دل ہاؤس، الف خالی، سوئی کی لن ترانی، جاٹ کی کھاٹ، آغوش مچھر میں، سیم لا، رس بھرے تورے نین، مدنی شیام سندر کیمرلی، پردیسی دیکھی تمہاری ریت، اوس،

مصورِفطرت

خواجہ حسن نظامی

(1878ء-1955ء)

- خواجہ حسن نظامی
- خواجہ حسن نظامی 1878ء کو دہلی کے بستی حضرت نظام الدین اولیاء کے آبائی مکان جسے 'املی والا مکان' کہا جاتا ہے میں پیدا ہوئے۔
- خواجہ حسن نظامی کا انتقال 31 جولائی 1955ء میں دہلی میں ہوا۔
- خواجہ حسن نظامی کے والد کا نام عاشق علی نظامی تھا اور والدہ کا چہیتی بیگم۔
- خواجہ حسن نظامی کی پہلی شادی 18 سال کی عمر میں چچا سید معشوق علی نظامی کی صاحب زادی سیدہ حبیب بانو سے ہوئی تھی۔
- حبیب بانو کے انتقال کے بعد خواجہ حسن نظامی کی دوسری شادی سیدہ محمودہ خواجہ بانو سے 1916 میں ہوئی تھی۔
- خواجہ حسن نظامی کے آباد و اجداد پرتھوی راج چوہان کے زمانے میں بخارا سے ہندوستان آئے تھے۔
- خواجہ حسن نظامی گیارہ سال کی عمر میں حضرت شاہ بخش تونسوی سے مرید ہوئے تھے۔
- خواجہ حسن نظامی کی پہلی کتاب 'مفلسی کا مجرب علاج' 1900 میں شائع ہوئی تھی۔
- خواجہ حسن نظامی نے نظام المشائخ جیسی صوفی تنظیم بنائی تھی۔
- خواجہ حسن نظامی نے رسالہ نظام المشائخ جاری کیا تھا۔
- خواجہ حسن نظامی نے ہندو تیرتھ استھانوں کا سفر 1905 میں کیا تھا اور تیرتھ یاترا نام کا ایک رسالہ بھی نکالا تھا۔
- خواجہ حسن نظامی نے پورے ہندوستان کا سفر 1907 میں کیا اور سفرنامہ ہندوستان لکھا۔
- نظامی نے رسالہ 'توحید' میرٹھ سے 1913 میں نکالا۔

سی پارۂ دل

- سی پارۂ دل خواجہ حسن نظامی کے 134 انشائیوں کا مجموعہ ہے۔
- ان انشائیوں کے موضوعات تصوف و معرفت سے تعلق رکھتے ہیں۔ انھوں نے اس کی صراحت خود کی ہے ''میں نے جتنی بھی خامہ فرسائی کی ہے وہ تو محض اس لیے کی ہے کہ نئی روشنی کے لوگ جو صوفیوں کی پرانی کتابیں نہیں پڑھتے وہ میرے نئے اندازِ تحریر سے ادھر راغب ہوں اور کیفِ روحانی سے فائدہ اٹھائیں۔''
- حسن نظامی نے سی پارۂ دل کو پانچ منازل میں تقسیم کرتے ہوئے ہر منزل کا علاحدہ علاحدہ عنوان مقرر کیا ہے۔
- پہلی منزل کا عنوان 'بندے اور خدا کے راز و نیاز' ہے۔
- دوسری منزل کا عنوان 'ذوق و شوق' عشق و محبت، سوز و گداز' ہے۔
- تیسری منزل کا عنوان 'عشق و محبت کے اشارے' ہے۔
- چوتھی منزل کا عنوان 'دین و ملت' ہے۔
- پانچویں منزل کا عنوان سیاست، معاشرت تمدن ہے اور پھر شذرات کے تحت کچھ اور انشایئے پیش کیے گئے ہیں۔



تحریروں میں جس طرح علی گڑھ کا جھلک ملتا ہے اسی طرح اسکاٹ کے یہاں اسکاٹ لینڈ کی پرچھائیاں ملتی ہیں۔

- رشید احمد صدیقی کی بعض تحریروں میں فکر کی گہرائی اور فلسفیانہ انداز پایا جاتا ہے۔
- رشید احمد صدیقی کے متعلق کہا جاتا ہے کہ وہ معمولی اور بظاہر غیر اہم محسوس ہونے والے واقعات اور اشیا کے بیان میں غضب کا مزاح پیدا کر دیتے ہیں۔

اعزازات

- رشید احمد صدیقی کو پدم شری 1963 میں ملا تھا۔
- رشید احمد صدیقی کو غالب کی شخصیت اور شاعری پر ساہتیہ اکادمی ایوارڈ 1971 میں ملا تھا۔

رشید احمد صدیقی کے دیگر کارنامے

- طنزیات و مضحکات (تنقید)
- غالب کی شخصیت اور شاعری
- جدید غزل (مضمون)
- آشفتہ بیانی میری (خودنوشت)
- خنداں: رشید احمد صدیقی کے ریڈیائی تقریروں کا مجموعہ ہے۔

خاکوں کے مجموعے:

(1) **گنج ہائے گراں مایہ** 1937 (پہلا خاکوں کا مجموعہ) اس میں سولہ خاکے ہیں۔

خاکے: (1) مولانا محمد علی جوہر (2) ڈاکٹر مختار انصاری (3) سید سلیمان اشرف (4) مولانا ابوبکر (5) اصغر حسین گونڈوی (6) محمد ایوب عباس (7) سر محمد اقبال (8) احسن مارہروی (9) سید محفوظ علی بدایونی (10) سید نصیر الدین علوی (11) سجاد حیدر یلدرم (12) سر شاہ سلیمان (13) شیخ حسن عبداللہ (14) تیری یاد کا عالم (15) بابائے اردو مولوی عبدالحق (16) سر ضیاء الدین

- **ہم نفسان رفتہ** 1966: اس میں سات خاکے ہیں۔

رشید احمد صدیقی

(25 دسمبر 1894ء۔ جنوری 1977ء)

- نام رشید احمد
- رشید احمد صدیقی 25 دسمبر 1894ء کو قصبہ بیریا ضلع بلیا میں پیدا ہوئے۔
- رشید احمد صدیقی کا انتقال جنوری 1977ء میں ہوا اور علی گڑھ میں دفن ہوئے۔
- رشید احمد صدیقی کے والد کا نام عبدالقدیر تھا۔
- رشید احمد صدیقی کی ابتدائی تعلیم جونپور میں ہوئی اور انھوں نے 1914 میں انٹرنس کا امتحان پاس کیا تھا۔
- رشید احمد صدیقی نے بی اے 1919 میں اور ایم اے 1921 میں پاس کیا تھا۔
- رشید احمد صدیقی کی شادی جمیلہ خاتون سے 1923 میں ہوئی تھی۔
- رشید احمد صدیقی کی پانچ لڑکے اور تین لڑکیاں تھیں۔
- رشید احمد صدیقی علی گڑھ منتھلی کے ایک عرصے تک مدیر رہے تھے۔
- رشید احمد صدیقی تاثراتی نقاد ہیں۔
- رشید احمد صدیقی کی تنقیدوں پر تاثراتی تنقید کے بانی اسپنگارن کی چھاپ خاصی حد تک ملتی ہے۔
- رشید احمد صدیقی نے ترقی پسند تحریک سے ناپسندیدگی کا اظہار کیا ہے۔
- رشید احمد صدیقی اکبرالہ آبادی سے متاثر تھے۔
- رشید احمد صدیقی کے مزاح کا بڑا انحصار بذلہ سنجی پر ہے۔
- رشید احمد صدیقی الفاظ کے استعمال اور اپنے اسلوب سے ظرافت پیدا کرتے ہیں۔
- رشید احمد صدیقی الفاظ کے معمولی الٹ پھیر سے مزاح پیدا کر دیتے ہیں۔
- رشید احمد صدیقی کے تحریروں میں مقامی رنگ غالب ہے۔
- رشید احمد صدیقی کو والٹر اسکاٹ سے مماثلت دی جا سکتی ہے کیونکہ رشید احمد صدیقی کی

مضامین رشید

○ 'مضامین رشید' رشید احمد صدیقی کے ان بیس مضامین کا مجموعہ ہے جس کی بنیاد طنز و مزاح پر ہے۔

'مضامین رشید' کے عناوین

(1) سرگذشتِ عہد گل (2) حاجی صاحب (3) مولانا سہیل
(4) دھوبی (5) وکیل صاحب (6) اپنی یاد میں
(7) چارپائی (8) پاسبان (9) ارہر کا کھیت
(10) گواہ (11) شیطان کی آنت (12) ماتا بدل
(13) کارواں پیداست (14) گھاگ (15) آمد میں آورد
(16) مغالطہ (17) مرشد (18) مثلث
(19) کچھ کا کچھ (20) سلام ہو نجد پر

دریاسلائی، روٹی پسینہ اور فٹ بال، الّو، دست پناہ، تنکے کا سلوک، گلاب تمہارا کیکر ہمارا، ہچکی، دوربیں اور مکاشفات غیب، نقطہ صفر، من کہ ایک دھوبی کاغذی گھاٹ پر، حضرت کن، عمل بانو، مجھے میرے دوست سے بچاؤ، مرغ کی اذاں، گیان کتھا، بھگت کے بس میں آ بھگوان۔

نظامی کی دیگر تصانیف: چاردرویشوں کا تذکرہ

☆☆☆

مضامین پطرس

- مضامین پطرس، پطرس بخاری کے 11 مضامین کا مجموعہ ہے۔
- پطرس بخاری نے مضامین پطرس کے دیباچے میں لکھا ہے کہ "اگر یہ کتاب آپ کو کسی نے مفت بھیجی ہے تو مجھ پر احسان کیا ہے۔ اگر آپ نے کہیں سے چرائی ہے تو میں آپ کے ذوق کی داد دیتا ہوں۔ اپنے پیسوں سے خریدی ہے تو مجھے آپ سے ہمدردی ہے۔ اب بہتر یہی ہے کہ آپ اس کتاب کو اچھا سمجھ کر اپنی حماقت کو حق بجانب ثابت کریں۔"
- مضامین پطرس کے پہلے ایڈیشن پر دیباچہ رشید احمد صدیقی نے لکھا تھا:

(1) ہاسٹل میں پڑھنا، (2) سویرے جو کل آنکھ میری کھلی،
(3) کتے (4) اردو کی آخری کتاب
(5) میں ایک میاں ہوں (6) مرید پور کا پیر
(7) انجام بخیر (8) سنیما کا عشق
(9) میبل اور میں (10) مرحوم کی یاد میں
(11) لاہور کا جغرافیہ

پطرس کے دیگر کارنامے

تنقیدی مضامین: نیا ادب، ہمارے زمانے کا اردو ادب، یو پی کے تنقید نگاروں کی خدمت میں، ہیبت ناک افسانے، انارکلی، مخلص صاحب، اور ہم نیاز مند، ہندی اردو ہندستانی، اردو میں انگریزی، تہذیب کے چند مستقل عنوانات پر، کیا راوی ایک ادبی رسالہ ہے۔

○ **سفرنامۂ انگلستان:** سفر انگلستان خطوط کے پیرائے میں، میکسیکو کے کوچہ و بازار

شاعری: میکدے میں، فرمودۂ پطرس، دوراہا، نقش گم گشتگی، دہلی کی سیر

○ افسانے، ڈرامے، ناولٹ (تراجم)

سیب کا درخت، مارخائیم، ماپارکر کی زندگی، عشق کی خودکشی، صید و صیاد، تائیس، گونگی جورو

اردو کا ٹامس گرے

پطرس بخاری

(یکم اکتوبر 1898ء۔ 15 دسمبر 1958ء)

- نام پیر سید احمد شاہ بخاری تھا اور قلمی نام پطرس
- پطرس یکم اکتوبر 1898ء میں پشاور میں پیدا ہوئے۔
- پطرس کا انتقال 15 دسمبر 1958ء کو نیویارک میں ہوا اور انھیں وہیں سپرد خاک کردیا گیا۔
- پطرس کے والد کا نام سید اسد اللہ بخاری تھا۔
- پطرس نے میٹرک کا امتحان 1912 میں انٹر کا امتحان 1915 میں، بی اے کا امتحان گورنمنٹ کالج لاہور سے 1917 میں اور ایم اے انگریزی میں کیا تھا۔
- پطرس گورنمنٹ کالج کی میگزین 'راوی' کے مدیر 1919 میں مقرر ہوئے تھے۔ اس دوران انھوں نے سول اینڈ ملٹری گزر میں اپنے استاد Peter Waticks کے قلمی نام سے مضامین لکھے تھے۔
- پطرس 26-1925 میں اعلیٰ تعلیم کے لیے انگلستان گئے تھے اور کیمبرج یونیورسٹی میں داخلہ لیا تھا۔
- پطرس اقوام متحدہ کے شعبۂ اطلاعات کے جنرل سکریٹری 1955 میں منتخب کیے گئے تھے۔
- پطرس کے مزاح کی بنیادی خصوصیت واقعہ نگاری ہے۔
- پطرس اپنے طنز و مزاح کا نشانہ اپنی ذات کو بناتے ہیں۔
- مزاح نگاری پطرس بخاری کی تحریروں کی بنیادی خصوصیت ہے۔
- پطرس بخاری کو اردو کا ٹامس گرے کہا جاتا ہے۔
- پطرس بخاری نے سب سے کم مضامین لکھ کر مزاح نگاری میں بلند مقام حاصل کیا ہے۔

☆☆☆

- رشید صاحب کی ظرافت میں جان طنز سے ہی آئی ہے۔ (آل احمد سرور)
- رشید صاحب کے اسلوب کی بنیاد فکر پر ہے محض جمالیاتی کیف، لفظی شعبدہ گری اور تفریح و مزاح پر نہیں۔ وہ پڑھنے والے تک نئی بصیرت پہنچانا چاہتے ہیں۔ (محمد حسن)
- رشید صاحب کا طرز عام فہم نہیں سمجھا جاتا دوسرے ان کے ہاں مقامی رنگ زیادہ ہے جو لوگ علی گڑھ کی اقامتی زندگی، کچی بارک اور پکی بارک کی چپقلش، جہل مرکب اور یونین سے واقف نہیں۔ وہ طنز کی واقعیت اور گہرائی کو پورے طور پر محسوس نہیں کرتے۔ (آل احمد سرور)
- رشید احمد صدیقی کی طنز کو استعاروں، علامتوں اور مبہم اشاروں نے اتنے نقاب پہنا دیئے ہیں کہ صرف وہی لوگ جنھیں اس معطر تنہائی تک رسائی حاصل ہے اس سے پوری طرح لطف اندوز ہو سکتے ہیں۔ (وزیر آغا)
- رشید احمد صدیقی نے فقرۂ متضاد اور علی گڑھ کو ترتیب دے کر ایک بڑے اور اچھوتے اور اچھے خاصے ذہنی معیار کا ظریفانہ رنگ اختیار کر لیا ہے۔ (عزیز احمد)
- رشیدیات سے لطف اٹھانے کے لیے خود بھی اچھا خاصا پڑھا لکھا ہونا چاہیے۔ ادبی اور شخصی تلمیحات بکثرت ہوتی ہیں۔ (عبدالماجد دریابادی)
- رشید احمد صدیقی کی ظرافت کا ماحول مقامی اور مخصوص ہے۔ ان کے موضوعات زیادہ تر علی گڑھ کی اقامتی زندگی سے متعلق ہیں۔ اس لیے بعض اوقات ان کے اشارے ناقابل فہم ہو جاتے ہیں۔ (سید عبداللہ)
- رشید لفظوں کے الٹ پھیر اور رعایت لفظی سے ظرافت پیدا کرتے ہیں۔ ان کی تحریر میں چبھن ہوتی ہے جس سے موضوع (یا نشانۂ طنز) جراحت محسوس کر سکتا ہے۔ (سید عبداللہ)
- علی گڑھ میں جن شخصیتوں نے مجھے متاثر کیا ان میں سرفہرست پروفیسر رشید احمد صدیقی کا نام ہے۔ (محمد حسن)
- رشید احمد صدیقی کو اپنے دور کا سب سے بڑا مزاح نگار احتشام حسین نے کہا ہے۔

☆☆☆

خاکے: (1) شفیق الرحمٰن قدوائی (2) مولانا سید سلیمان ندوی (3) افضل العلما ڈاکٹر عبدالحق (4) نواب محمد اسماعیل خان (5) مولانا ابوالکلام آزاد (6) پروفیسر احمد شاہ بخاری (7) کندن

دیگر خاکے: اقبال سہیل، شیخ نیازی، ذاکر صاحب، مرشد، گزرگاہ خیال، ایسا کہاں سے لاؤں کہ تجھ سا کہیں جسے، حبیب الرحمٰن خاں شیروانی، کچھ حسرت کے بارے میں، قاضی عزیز الدین احمد بلگرامی، جگر صاحب، جواہر لال نہرو

انشائیے: ارہر کا کھیت، وکیل صاحب، مغالطہ، گھاگ، چارپائی، سہیل کی سرگزشت، دیہاتی ڈاکٹر، پاسبان

رشید احمد صدیقی کے اقوال

- شاعر کی زبان سے عالم بے خودی مین ایک ترانہ نکل جاتا ہے جو سامعہ سے دماغ تک پہنچ کر ہم کو وارفتۂ ہستی کر دیتا ہے۔
- میرے نزدیک مارواڑی عورتیں تین چیزوں کا مجموعہ ہیں گھونگھٹ، گندگی اور گہنا
- صداقت خیال اور اسلوب اظہار کی معراج ہے۔
- رشید احمد صدیقی کے نزدیک تنقید نہ یزداں کا فن ہے اور نہ اہرمن کا فن ہے انسان کا فن ہے۔
- شاعری دنیا کی مادری زبان ہے۔
- جب رزق اور موت کے دروازے بند ہو جاتے ہیں تو ہندوستان میں اخبار نویسوں کے دروازے خود بخود کھل جاتے ہیں۔
- بجنوری مرحوم مفکر زیادہ اور آرٹسٹ کم تھے۔

رشید احمد صدیقی کے متعلق مختلف آرا و خیالات

- رشید صاحب کے خیالات میں رومانیت کی جھلک ہے۔ (کلیم الدین احمد)
- اردو نقاد تذکرہ نویسی کے کچھ ایسے خوگر ہو گئے ہیں کہ وہ تنقید کے فرائض کو بحسن و خوبی انجام نہیں دیتے۔ طنزیات و مضحکات بھی تذکرہ نویسی کی ایک مثال ہے۔ (کلیم الدین احمد)

ابوالکلام آزاد

(1888ء۔1958ء)

- تاریخی نام فیروز بخت، اصلی نام محی الدین احمد، لقب ابوالکلام اور تخلص آزاد تھا۔
- ابوالکلام آزاد (مکہ معظمہ میں 1305ھ مطابق ستمبر 1888ء میں پیدا ہوئے۔
- ابوالکلام آزاد کا انتقال 1958 میں دہلی میں ہوا۔ دہلی کی جامع مسجد اور لال قلعے کے درمیانی میدان میں سپرد خاک ہوئے۔ (69 سال کی عمر میں)
- ابوالکلام کے والد کا نام مولانا خیرالدین تھا جو دہلی میں پیدا ہوئے تھے اور دادا کا مولانا محمد ہادی
- ابوالکلام کی والدہ مسماۃ عالیہ، مفتی مدینہ شیخ محمد طاہر وتری کی بھانجی تھیں اور ان کی پیدائش مدینہ میں ہوئی تھی۔
- ابوالکلام کا آبائی وطن دہلی تھا مگر 1897 میں ان کے والد نے مستقل طور پر کلکتہ میں رہائش اختیار کرلی تھی۔
- ابوالکلام آزاد کے دل میں شاعری کا شوق عبدالواحد سہسرامی نے پیدا کیا تھا۔
- ابوالکلام آزاد شاعری میں امیر مینائی اور داغ دہلوی سے اصلاح لیتے تھے۔
- ابوالکلام آزاد کی پہلی غزل 12 سال کی عمر میں ارمغان فرخ بمبئی میں چھپی تھی۔
- ابوالکلام آزاد نے ایک شاعری کا مجلّہ بنام 'نیرنگ عالم' 1899 میں شائع کیا تھا جو تقریباً آٹھ مہینہ تک چھپتا رہا۔
- ابوالکلام آزاد نے 13 سال کی عمر میں رسالہ 'المصباح' 1900 میں نکالا تھا جو چار مہینے تک چھپتا رہا۔
- ابوالکلام آزاد نے منشی نوبت رائے کا رسالہ 'خدنگ نظر' 1900-1902 اور شبلی کی دعوت پر رسالہ 'الندوہ' 1905-1906 کی ادارت کی تھی۔
- ابوالکلام آزاد نے 20 ستمبر 1903 کو اپنا رسالہ 'لسان الصدق' جاری کیا تھا جس کا

- غبارِ خاطر کے خطوط میں ابوالکلام آزاد نے سات سو اشعار استعمال کیے ہیں۔
- غبارِ خاطر میں سب سے زیادہ اشعار غالب کے ابوالکلام نے لکھے ہیں۔
- غبارِ خاطر کے دو خطوط میں ابوالکلام آزاد نے خدا کی ہستی پر بھی بحث کی ہے۔

☆☆☆

غبارِ خاطر

(مرتب: مالک رام)

(قلعہ احمد نگر کی اسیری از 9 اگست 1942 تا 15 جون 1945 زمانے کی تحریرات)

- غبار خاطر ابوالکلام آزاد کے 24 خطوط کا وہ مجموعہ ہے جو انھوں نے قلعہ احمد نگر کی اسیری میں 9 اگست 1942 سے 15 جون 1945 کے درمیان صدر یار جنگ مولانا حبیب الرحمٰن خان شیروانی کے نام لکھے تھے۔
- غبارِ خاطر کے خطوط مکتوب الیہ تک نہیں پہنچے تھے بعد میں کتابی شکل میں شائع ہوئے تھے بقول آزاد: ''یہ تمام خطوط نجی خطوط تھے اور اس خیال سے نہیں لکھے گئے تھے کہ شائع کیے جائیں گے۔ لیکن رہائی کے بعد جب مولوی محمد اجمل خاں صاحب کو ان کا علم ہوا تو مصر ہوئے کہ انھیں ایک مجموعے کی شکل میں شائع کر دیا جائے چونکہ ان کی طرح ان کی خاطر بھی مجھے عزیز ہے اس لیے ان مکاتیب کی اشاعت کا سروسامان کر رہا ہوں۔''
- غبارِ خاطر کو پہلی مرتبہ محمد اجمل خان نے مرتب کر کے ایک مقدمہ کے ساتھ 1946 میں شائع کیا تھا۔
- غبارِ خاطر کے تمام خطوط میں آزاد نے شیروانی کو 'صدیق مکرم' سے مخاطب کیا ہے۔
- غبارِ خاطر کے خطوط کو ابوالکلام آزاد نے 'بیچ کے خطوط' کہا ہے۔
- ابوالکلام آزاد نے غبارِ خاطر کا نام غبارِ خاطر رکھنے کے بارے میں لکھا ہے کہ ''میر عظمت اللہ بیخبر بلگرامی نے ایک رسالہ 'غبارِ خاطر' لکھا تھا میں یہ نام ان سے مستعار لیتا ہوں۔''
- غبارِ خاطر میں حکایت بادۂ تریاک، حکایت زاغ و بلبل، چڑیا چڑے کی کہانی اور داستان بے ستون و کوہ کن کے عنوان سے بھی خطوط ہیں۔
- ابوالکلام آزاد نے غبارِ خاطر میں چائے کا ذکر بڑی خوبصورتی سے کیا ہے کیونکہ وہ چائے کے بے حد شوقین تھے۔
- ابوالکلام کو وائٹ جاسمین بہت پسند تھی جس کا ترجمہ انھوں نے گوری چنبیلی کیا ہے۔

نوادرات پطرس: کھلی چٹھی، میرے نام چٹھی، جلنے دل کے پھپھولے، کوائف کواڈرینگل، گلبانگ، کھیل، کتابیں اور عالمی کلچر، پاکستان میں تعلیم کا مستقبل،

پطرس کے متعلق رائے

○ انھوں نے (پطرس بخاری) نے مغربی ادب سے فیض اٹھاتے ہوئے خالص مزاح کے حربوں یعنی، واقعہ، کردار، موازنہ نگاری کو پروان چڑھانے کی قابل قدر کوشش کی۔'' (وزیر آغا)

☆☆☆

- ابوالکلام آزاد کو 'امام الاحرار' کا لقب شائق احمد عثمانی نے دیا تھا۔
- بقول رشید احمد صدیقی ''میرا عقیدہ ہے کہ اگر قرآن نازل نہ ہو چکا ہوتا تو مولانا ابوالکلام آزاد کی نثر اس کے لیے منتخب کی جاتی یا اقبال کی نظم۔''
- اگر قرآن اردو زبان میں اترتا تو ابوالکلام کی نثر میں اترتا۔ (سجاد انصاری)



- قول فیصل 1922 (ایک بار حکومت نے بغاوت کا الزام لگایا تو مولانا نے اپنے تحریری بیان میں بڑے فخر کے ساتھ اس جرم کا اعتراف کیا۔ یہی بیان 'قول فیصل' کے نام سے کتابی شکل میں شائع ہوا تھا۔)
- خطباتِ آزاد 1940 مرتبہ: نصراللہ خان
- نوادر ابوالکلام 1962، مرتبہ: عبدالغفار شکیل
- ترجمان القرآن (تین جلدوں میں) اور تیسرے ایڈیشن میں (چار جلدوں میں)
- تذکرہ 1919 (خودنوشت سوانح) فضل الدین احمد کے کہنے پر لکھا تھا۔
- غبارِ خاطر 1946
- کاروانِ خیال (خطوط کا مجموعہ) 1946
- نقش آزاد (مرتبہ غلام رسول مہر) اس میں غالب پر مولانا کی تحریریں بھی ہیں۔
- تبرکاتِ آزاد (مرتبہ غلام رسول مہرا) اس میں خطوط اور مضامین ہیں۔
- انبیائے کرام (مرتبہ: غلام رسول مہر) ابوالکلام آزاد کے مقالات کا مجموعہ ہے۔
- ارمغان آزاد (مرتبہ: ابوسلیمان) ابوالکلام آزاد کے کلام اور ان کے ابتدائی مضمون
- آزاد کی تقریریں
- خطبات آزاد
- البیرونی اور جغرافیہ عالم
- ہندوستان پر حملہ اور مسلمانوں کے فرائض
- آزادی ہند (انڈیا ونس فریڈم) کا اردو ترجمہ از رئیس احمد جعفری)
- حیات سرمد
- میرا عقیدہ
- ولادتِ نبوی

ابوالکلام آزاد کے متعلق مختلف آرا و خیالات

- ابوالکلام آزاد کو 'اردو کا ادیب اعظم' عبدالماجد دریابادی نے کہا تھا۔

ابوالکلام آزاد نے فضل الدین احمد کے کہنے پر اپنے خاندانی حالات کو 'تذکرہ' کے نام سے مئی 1916 سے 17 اکتوبر 1916 کے درمیان لکھا تھا۔

- حکومت بنگال نے ابوالکلام آزاد کو 1916 میں جلاوطن کرنے کا حکم دیا تھا اور وہ رانچی میں 3 سال 9 ماہ نظر بند رہے تھے۔
- مولانا ابولکلام جمال الدین افغانی کی انقلابی فکر سے زیادہ متاثر رہے ہیں۔
- مولانا ابوالکلام کے خطوط میں انشائیہ کی جھلک ملتی ہے۔
- مولانا ابوالکلام آزاد کے سیاسی خیالات سے انگریزی اخبار ''پانیر'' نے انگریزوں کو باخبر کیا تھا۔

مولانا آزاد کے ایام قید و بند

- رانچی (مورآبادی گاؤں) میں نظر بندی 3 سال 9 ماہ۔ رہائی یکم جنوری 1920
- سول ڈس ابودیلنس کے جرم میں قید: ایک سال ایک ماہ (قول فیصل والا بیان اسی گرفتاری پر جاری کیا تھا)
- سائمن کمیشن کی مخالفت میں گرفتاری: پانچ ماہ
- 'ہندوستان چھوڑدو' (Quit india) تحریک کے الزام میں گرفتاری 9 اگست 1942۔ رہائی 15 جون 1945 3 سال 24 دن۔ احمد نگر قلعہ میں حراست۔
- گرفتاری کی کل مدت تقریباً 9 سال 8 مہینہ، یعنی زندگی کا ساتواں حصہ قید و حراست میں گزرا، جیسا کہ انھوں نے خود غبارِ خاطر میں لکھا ہے ''گویا زندگی کے ہر سات دن میں ایک دن قید خانہ کے اندر گزرا۔
- احمد نگر جیل میں جواہر لال نہرو، سید محمود، آصف علی وغیرہ ساتھ میں تھے۔
- ابولکلام آزاد کے ساتھ جیل میں حافظ علی بہادر بھی تھے۔

ابوالکلام آزاد کے دیگر کارنامے

- اعلان الحق 1903 (پہلی کتاب)

آخری نمبر اپریل، مئی 1905 میں چھپا تھا۔

- 1,3 اپریل 1904 کو آزاد نے انجمن حمایت اسلام، لاہور کے اجلاس میں شرکت کی تھی جہاں پہلی بار ان کی ملاقات مولانا وحیدالدین سلیم پانی پتی سے ہوئی تھی جنھوں نے آزاد کا تعارف حالی سے کرایا تھا۔
- ابوالکلام آزاد 1905 کے بعد بنگال کے انقلابی رہنما شیام سندر اور رابندر گوش کی رہنمائی میں انقلابیوں میں شامل ہوئے تھے۔
- آزاد کی ملاقات شبلی سے پہلی بار 1905 میں ہوئی تھی۔
- مولانا آزاد نے دسمبر 1906 میں مسلم لیگ کے پہلے اجلاس میں ڈھاکہ میں شرکت کی تھی۔
- مولانا آزاد کی ملاقات حبیب الرحمٰن خان شیروانی سے 1906 میں اور ابوالکلام آزاد کی شادی زلیخا بیگم سے 1907 میں ہوئی تھی۔ زلیخا بیگم کی وفات اپریل 1943 میں ہوئی تھی۔
- ابوالکلام آزاد نے تحریک آزادی کو تقویت دینے کے لیے یکے بعد دیگرے الہلال اور البلاغ جاری کیا تھا۔
- مولانا آزاد کے رسالہ 'الہلال' کا پہلا شمارہ 13 جولائی 1912 کو کلکتہ سے شائع ہوا تھا۔ الہلال پر جمال الدین افغانی کے مشہور رسالے عروۃ الوثقیٰ کی بڑی چھاپ ہے۔
- پہلے دور میں 'الہلال' کی آخری اشاعت کی تاریخ 18 نومبر 1914 ہے کیونکہ پریس ایکٹ کے تحت اس کی اشاعت بند کردی گئی تھی۔
- جون 1927 میں ہلال دوبارہ شائع ہونا شروع ہوا تھا اور تقریباً 7 مہینے دسمبر 1927 تک نکلا تھا۔
- الہلال کے بند ہونے کے تقریباً ایک سال بعد ابوالکلام آزاد نے البلاغ نکالا تھا۔
- البلاغ کا پہلا شمارہ 12 نومبر 1915 کو نکلا تھا اور آخری شمارہ 3 اپریل 1916 کو
- الہلال اور البلاغ کے ناشر اور منیجر مولوی فضل الدین احمد تھے جو آزاد کے دوست تھے۔
- ابوالکلام آزاد نے کلکتہ سے ہفتہ وار پیغام جاری کیا تھا جو 23 ستمبر سے 16 دسمبر 1921 تک نکلا تھا۔
- میجر ایم سینڈک کا نام ابوالکلام نے چستہ خاں رکھ دیا تھا۔

کنہیالال کپور

(1910ء-1980ء)

- نام کنہیالال کپور
- کنہیالال، لائل پور کے ایک گاؤں میں 1910ء کو پیدا ہوئے۔
- کنہیالال کا انتقال 1980ء کو ہوا۔
- کنہیالال کے والد کا نام ہری لال تھا اور والدہ کا دیوی کپور۔
- کنہیالال کی شادی پشپاوتی سے 1931 میں ہوئی تھی۔
- کنہیالال نے بی اے اور ایم اے کے امتحانات لاہور سے پاس کیے تھے۔
- کنہیالال نے اپنی ادبی زندگی کا آغاز پروان کی پیروڈی 'فقفان' کے نام سے لکھ کر کیا تھا۔
- کنہیا لال کا موضوع ادب ہے اس لیے وہ عموماً ادبی موضوعات کو طنز وظرافت کا نشانہ بناتے ہیں۔
- کنہیا لال ہند سماچار، سنڈے ایڈیشن اور مجھ سے میرے دوستوں کو بچاؤ کے عنوان سے کالم لکھا کرتے تھے۔

اعزاز وانعام

- کنہیالال کپور کو فخر الدین علی احمد نے 'غالب ایوارڈ سے 1975 میں نوازا تھا۔

کنہیالال کے کارنامے

- سنگ وخشت 1942 پہلی تصنیف
- چنگ ورباب 1944
- شیشہ وتیشہ 1946
- نوک نشتر 1949
- بال وپر 1954
- نرم گرم 1957
- گرد کارواں 1960
- نئے شگوفے 1988
- کامریڈ شیخ چلی

مرزا فرحت اللہ بیگ

(1885ء۔ 1947ء)

- نام مرزا فرحت اللہ بیگ
- مرزا فرحت اللہ بیگ 1885ء کو دہلی میں پیدا ہوئے تھے۔
- مرزا فرحت اللہ بیگ کا انتقال حیدرآباد میں 1947ء میں ہوا تھا۔
- مرزا فرحت اللہ بیگ اردو کے پہلے خاکہ نگار ہیں۔
- مرزا فرحت اللہ بیگ خاکہ نگار کی حیثیت سے مشہور ہیں۔

فرحت اللہ بیگ کے کارنامے

- مضامین فرحت، حصہ اوّل تا ہفتم (مختلف مضامین کے مجموعے)
- دیوان یقین (ترتیب وتدوین مع مقدمہ)
- دیوان نظیر اکبرآبادی (ترتیب وتدوین مع مقدمہ)
- انشا، انشاء اللہ خان پر ایک کتابچہ
- چار کہانیاں: چار غیر ملکی کہانیوں کا مجموعہ
- میری شاعری، کلیات
- میری داستان، زمانہ ملازمت کے حالات

متفرق مضامین:

(مضامین فرحت کے علاوہ وہ مضامین جو مختلف رسائل میں شائع ہوئے)

- دلی کا آخری یادگار مشاعرہ

مرزا فرحت اللہ بیگ کے لکھے ہوئے خاکے

مولوی نذیر احمد کی کہانی کچھ ان کی کچھ میری زبانی (یہ خاکہ مولوی وحید الدین سلیم کو ایسا پسند آیا تھا کہ انھوں نے اپنا خاکہ لکھنے کی فرمائش کی تھی) ایک وصیت کی تکمیل میں (وحید الدین سلیم کا خاکہ)

نذیر احمد کی کہانی کچھ میری کچھ ان کی زبانی

- ''نذیر احمد کی کہانی کچھ میری کچھ ان کی زبانی'' اردو کا پہلا مکمل اور طویل خاکہ ہے۔
- مرزا فرحت اللہ بیگ نے ''نذیر احمد کی کہانی کچھ میری کچھ ان کی زبانی'' مولوی عبدالحق کی فرمائش پر لکھا تھا۔
- چھپن صفحات پر مشتمل مرزا فرحت اللہ کا یہ پہلا مضمون ہے جو ان کے اصلی نام سے اردو ادب کے سہ ماہی رسالہ 'اردو' اورنگ آباد کی جولائی 1928 کی اشاعت میں پہلی بار شائع ہوا اور بعد میں علی گڑھ سے کتابی صورت میں شائع ہوا تھا۔
- فرحت اللہ بیگ نے اس خاکے میں نذیر احمد کی خوبیوں اور خامیوں دونوں کو ایمان داری کے ساتھ پیش کیا ہے۔
- مرزا فرحت اللہ بیگ نے خود لکھا ہے کہ اب تک جو کچھ کانوں نے سنا اور آنکھوں نے دیکھا ہے وہ لکھوں گا اور بے دھڑک لکھوں گا چاہے کوئی برا مانے۔ جہاں مولوی صاحب کی خوبیوں کو دکھاؤں گا وہاں ان کی خامیوں کو بھی ظاہر کروں گا تا کہ اس مرحوم کی جیتی جاگتی تصویر کھینچ جائے۔
- مرزا فرحت اللہ بیگ نے اس خاکے میں مولوی نذیر احمد کا حلیہ، عادت و اطوار کا ایسا نقشہ پیش کیا ہے کہ مولوی صاحب ہمیں چلتے پھرتے نظر آتے ہیں۔
- ''مولوی نذیر احمد کی کہانی اس ادیب شہیر کی ایک ایسی قلمی تصویر ہے جو اپنی نظیر آپ ہے۔ یہ اردو ادب میں مزاحِ لطیف، شوخی بیان اور حسن ظرافت کا بہترین نمونہ ہے جسے ہم مرزا صاحب کے کمالِ فن کی معراج کہہ سکتے ہیں۔'' (تنویر احمد علوی)

☆☆☆

(5) پشاچی: یہ کشمیر اور پنجاب کے علاقے کی پراکرت تھی۔ کشنوں کے عہد میں اس پراکرت کو فروغ ہوا۔

- **تیسرا دور** 500ء تا 1000ء پر محیط ہے۔ یہ دور اَپ بھرنش کا دور کہلاتا ہے۔ اپ بھرنش کے معنی بگڑی زبان کے ہیں۔ اپ بھرنش کا لفظ پہلی بار بھرت کے 'ناٹیہ شاستر' میں ملتا ہے۔ اس کے بعد کالی داس کے 'وکرم اروشی' میں نظر آتا ہے۔
- ہندوستان کی جدید زبانیں اَپ بھرنش سے ہی پیدا ہوئی ہیں۔ اَپ بھرنش چار طرح کی ہیں: (1) شورسینی اپ بھرنش (2) مگدھی اَپ بھرنش (3) اردھ مگدھی اَپ بھرنش (4) مہاراشٹری اَپ بھرنش۔
- ان میں شورسینی اَپ بھرنش ممتاز حیثیت رکھتی ہے۔
- شورسینی اَپ بھرنش میں مندرجہ ذیل چار بولیاں شامل ہیں: (1) کھڑی بولی یا ہندوستانی (موجودہ اردو ہندی) (2) راجستھانی، (3) پنجابی (4) گجراتی
- **جدید ہند آریائی** کے آغاز کا زمانہ 1000 سے تا حال مقرر ہے۔
- ڈاکٹر سنیتی کمار چٹرجی نے جدید ہند آریائی زبانوں کو ان کی الگ الگ لسانی خصوصیات کے پیش نظر مختلف علاقوں میں تقسیم کیا ہے۔
- سندھی یہ صوبۂ سندھ کی زبان ہے۔ پاکستان میں سندھی عربی رسم الخط میں اور ہندوستان میں دیوناگری میں لکھی جاتی ہے۔ جدید ہند آریائی زبانوں میں یہ واحد زبان ہے اس پر عربی کا براہِ راست اثر پڑا ہے۔
- مہندا یا مغربی پنجابی: یہ مغربی پنجاب کی زبان ہے۔ پنجابی ہی کی ایک شاخ ڈوگری ہے۔
- گجراتی
- راجستھانی: راجستھانی میں مارواڑی، جے پوری، میواتی اور مالوی وغیرہ آتی ہیں۔
- مشرقی ہندی: مشرقی ہندی میں ماگدھی، اودھی، بگھیلی اور چھتیس گڑھی بولیاں شامل ہیں۔

مغربی ہندی:

- گریرسن نے مدھیہ پردیش کی زبان کو مغربی ہندی کا نام دیا ہے جس نے سب سے پہلے مشرقی اور مغربی میں فرق کیا ہے۔ مغربی ہندی کا براہِ راست تعلق شورسینی اَپ بھرنش سے ہے۔

- پروفیسر گیان چند جین نے قدیم ہند آریائی کو دو ادوار میں تقسیم کیا ہے: (1) ویدک سنسکرت (2) کلاسیکل سنسکرت
- ڈاکٹر سدیشور ورما نے قدیم ہند آریائی کو پانچ منزلوں میں تقسیم کیا ہے: (1) ویدکی منزل (2) عہد مانتی کی منزل (3) رامیہ منزل (4) دینوی منزل (5) ٹکسالی منزل
- ہندوستان میں آریاؤں کی آمد کے بعد سب سے پہلے ویدک سنسکرت کے نمونے ملتے ہیں۔
- **وسطی ہند آریائی** 500 قبل مسیح سے 1000 تک کا زمانہ ہے جسے ماہرین نے اس کے ارتقائی خصوصیات کے لحاظ سے تین ادوار میں تقسیم کیا ہے۔
- پہلا دور 500 قبل مسیح سے مسیحی سن شروع ہونے سے پہلے تک کا زمانہ ہے۔ اس دور میں 'پالی' عوام کی مقبول زبان رہی ہے جس میں جین مت اور بدھ مت کی تعلیمات ملتی ہیں۔
- دوسرا دور مسیحی سن کے ابتدا سے 500ء تک شمار کیا جاتا ہے۔
- اس دور میں پانچ پراکرت زبانوں (1) مہاراشٹری (2) شور سینی (3) مگدھی (4) اردھ مگدھی (5) پیشاچی کا چلن تھا۔

(1) **مہاراشٹری:** یہ جنوب کی پراکرت ہے۔ مراٹھی اسی سے نکلی ہے۔ سنسکرت کے ڈراموں کے گیت اسی میں لکھے جاتے تھے۔ پراکرتوں میں سب سے پہلے مہاراشٹری کی قواعد مرتب ہوئی۔ اس زمانے کا بیشتر ادبی سرمایہ اسی پراکرت میں ملتا ہے۔

(2) **شورسینی:** اس کا مرکز شورسین یعنی متھرا کا علاقہ تھا۔ سنسکرت کے بعد اعلیٰ طبقے میں اگر کسی پراکرت کا رواج تھا تو وہ یہی زبان تھی جس پر سنسکرت کی گہری چھاپ نظر آتی ہے۔

(3) **مگدھی:** یہ پورے مشرقی ہندوستانیوں کی بولی تھی۔ اس کا مرکز مگدھ یعنی جنوبی بہار تھا۔ چونکہ یہ آریاؤں کے مرکز سے دور تھی اس لیے اس پر غیر آریائی بولیوں کا شدید اثر ملتا ہے۔ اس لیے آریا اس پراکرت کو حقارت کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔

(4) **اردھ مگدھی:** اس کے لفظی معنی آدھی مگدھی کے ہیں۔ اس کا مقام اودھ اور مشرقی اتر پردیش تھا۔ یہ تمام پراکرتوں میں سب سے قدیم ہے۔ اس میں اشوک کی تعلیمات کا بھی پرچار ہوا ہے۔ مغربی ہندوستانی اسے 'پراچیہ' کہا کرتے تھے۔ پراچیہ کے تحت مگدھی اور اردھ مگدھی دونوں آجاتی ہیں۔ گوتم بدھ اور مہاویر جین نے اسی پراکرت کو اپنایا تھا۔

ہند آریائی کی مختصر تاریخ

- 'زبان' آواز اور الفاظ کا مجموعہ ہے۔ زبان ہمارے احساسات، جذبات و خیالات کو ادا کرنے کا ایک وسیلہ ہے۔
- زبانیں زمان و مکان کے اعتبار سے ایک دوسرے سے مختلف ہوتی ہیں۔ ان کی صوتی، صرفی اور نحوی خصوصیات کی بنا پر انھیں ماہر لسانیات نے مختلف آٹھ خاندانوں میں تقسیم کیا ہے: (1) سامی (2) ہند چینی (3) دراوڑی (4) منڈا (5) افریقہ کی بانتو (6) امریکی (7) ملایائی (8) ہند یورپی
- سامی خاندان میں بہت سی اہم زبانیں آتی ہیں عربی اور عبرانی اسی سے نکلی ہیں۔
- دراوڑی سے ہندوستان کی بہت سی اہم زبانوں کا سلسلہ ملتا ہے۔ یہ زبانیں جنوبی ہندوستان میں رائج ہیں تامل، تلگو، کنڑ اور ملیالم اسی کی مشہور شاخیں ہیں۔
- لیکن اردو اور ہندی کا جس خاندان سے تعلق ہے وہ ہند یورپی ہے۔
- ہندوستان میں آ کر یہ خاندان یعنی ہند یورپی اپنے ارتقائی دور میں 'ہند ایرانی' سے گزر کر 'ہند آریائی' شکل اختیار کر لیتا ہے۔
- ماہرین لسانیات نے ہندوستان میں ہند آریائی زبانوں کے ارتقا کو تین ادوار میں تقسیم کیا ہے: (1) قدیم ہند آریائی (2) وسطی ہند آریائی (3) جدید ہند آریائی
- **قدیم ہند آریائی دور** 1500 قبل مسیح سے 500 قبل مسیح تک شمار کیا جاتا ہے۔ اس دور میں ویدک اور سنسکرت زبانوں کا رواج رہا۔ آریاؤں کے مقامی لوگوں سے میل جول کے نتیجے میں سنسکرت زبان، مقامی زبانوں اور بولیوں سے متاثر ہوتی رہی۔ سنسکرت کے عالموں نے اس زبان کے معیاری الفاظ اور لب و لہجے کو نئے سرے سے منظم کر کے اسے 'شدھ' اور 'پاک' کیا۔ اسی لیے اسے سنسکرت کا نام دیا جس کے معنی 'پاک کیے ہوئے' کے ہیں۔
- اس دور میں چار وید یعنی رگ وید، سام وید، یجر وید، اتھر وید ملتے ہیں۔

تاریخ زبان اردو

مضامین:

- چینی شاعری 1937
- غالب جدید شعرا کی مجلس میں
- فلسفہ، قناعت
- اپنے وطن میں سب کچھ ہے پیارے
- انکم ٹیکس والے
- اخبار بینی
- اہلِ زبان
- سنانے کا مرض
- مجھے میرے بزرگوں سے بچاؤ

خاکے:

- فریادی (کرشن چندر کا خاکہ)
- جہاں گرد (دیویندر ستیارتھی کا خاکہ)

پیروڈی:

- سلیم اور انارکلی
- اردو ادب کا آخری دور (آبِ حیات کی پیروڈی)
- کبوتر
- چند مقبولِ عام فلمیں
- گبار کھاتر (غبارِ خاطر کی پیروڈی)
- میر کی شاعری کا نفسیاتی تجزیہ
- برہمن کا سندیس
- صداقت
- ڈاک خانہ
- بیگن

☆☆☆

- محی الدین قادری زور اردو پر ہریانوی کے اثرات کے قائل ہیں۔
- اختر اورینوی نے اردو کے مگدھی سے نکلنے کا قول کیا ہے۔
- نصیرالدین ہاشمی اردو کے دکن میں پیدا ہونے کے قائل ہیں۔
- ڈاکٹر گیان چند جین نے کھڑی بولی کو اردو کی اصل قرار دیا ہے۔
- انشاء اللہ خان انشا نے اردو کو عربی فارسی ترکی اور برج بھاشا پر مشتمل قرار دیا ہے۔

لسانیات کے متعلق اقوال

- اگر مسلمان ہندوستان میں نہ آتے تب بھی جدید ہند آریائی زبانوں کی پیدائش ہو جاتی لیکن ان کے ادبی آغاز و ارتقا میں ضرور تاخیر ہو جاتی۔ (سنیتی کمار چٹرجی)
- ہندوستان کی جدید زبانوں کی پیدائش پراکرتوں سے نہیں بلکہ اپ بھرنشوں سے ہوئی۔ (محی الدین قادری زور)
- اردو کھڑی بولی اور ہریانی کی آمیزش سے نکلی ہے۔ (مسعود حسین خان)
- ماہر لسانیات نے اپ بھرنشوں کو ہند آریائی زبانوں کے عہد وسطیٰ اور عہد جدید کو ملانے والی کڑی کہا ہے۔



اردو کی ابتدا کے بارے میں مختلف نظریات

- محمد حسین آزاد نے اردو کا ابتدائی سرچشمہ برج بھاشا کو قرار دیتے ہوئے آبِ حیات میں لکھا ہے کہ ''اتنی بات ہر شخص جانتا ہے کہ ہماری زبان برج بھاشا سے نکلی ہے۔''
- محمد حسین آزاد کے مطابق اردو شاہجہاں کے عہد میں تکمیل کو پہنچی۔
- میر امن، سرسید، امام بخش، سید شمس اللہ قادری، ماہر لسانیات روڈولف ہیوز نلے نے بھی برج بھاشا کو ہی اردو کی اصل قرار دیا ہے۔
- میر امن کے مطابق اردو اکبر کے عہد میں پیدا ہوئی اور شاہجہاں کے زمانے میں اس نے فروغ پایا۔
- محمود شیرانی نے اپنی کتاب 'پنجاب میں اردو' میں یہ خیال ظاہر کیا ہے کہ اردو کی داغ بیل پنجاب کے علاقے میں پڑی ہے۔
- شیر علی سرخوش، جارج گریرسن اور ٹی گراہم بالی نے بھی اردو کو سرزمین پنجاب سے منسوب کیا ہے۔
- ڈاکٹر بخاری نے اردو کی جائے پیدائش اڑیسہ کو قرار دیا ہے۔
- شوکت سبزواری نے دوآبۂ گنگ و جمن کو اردو کا مسکن قرار دیا ہے۔
- مسعود حسین خان نے سرزمین دہلی اور اس کے گرد و نواح کو اردو کی جائے پیدائش قرار دیا ہے۔
- مسعود حسین خان نے لکھا ہے کہ ''نواح دہلی کی بولیاں اردو کا اصل منبع ہیں اور حضرت دہلی اس کے حقیقی مولد و منشا۔''
- سید سلیمان ندوی نے اردو زبان کے آغاز کا سہرا سندھ کے سر باندھا ہے۔
- سلیمان ندوی نے نقوش سلیمانی میں لکھا ہے کہ ''مسلمان سب سے پہلے سندھ میں پہنچے ہیں۔ اس لیے قرین قیاس یہی ہے کہ جس کو ہم آج اردو کہتے ہیں اس کا ہیولیٰ اسی وادی سندھ میں تیار ہوا ہوگا۔

➤ مغربی ہندی کی پانچ بولیاں ہیں (گریرسن کے مطابق)

(1) کھڑی بولی یا ہندوستانی (اردو، ہندی)، (2) ہریانوی (بانگڑو) (3) برج بھاشا (4) قنوجی

(5) بندیلی

➤ مغربی ہندی کی یہ پانچوں بولیاں دو گروہوں میں تقسیم کی جاسکتی ہیں:

(1) (اُو) کو ترجیح دینے والی بولیاں تین ہیں (1) برج بھاشا (2) بندیلی (3) قنوجی

(2) (اَ) کو ترجیح دینے والی بولیاں دو ہیں (1) کھڑی بولی (2) ہریانوی (بانگڑو)

☆☆☆

ص 125 جلد اوّل باب دوم)

- **فخر دین نظامی:** کدم راؤ پدم راؤ
- **میرانجی شمس العشاق:**

(1) خوش نامہ (ایک سو ستر اشعار پر مشمل ایک نظم ہے جس کا وزن ہندوی ہے اور جس میں خوش نامی ایک نیک سیرت لڑکی کو موضوع سخن بنایا گیا ہے اور اسی کے نام پر نظم کا نام 'خوش نامہ' رکھا ہے۔)

(2) خوش نغز (بہتر اشعار اور نو ابواب پر مشتمل نظم ہے۔

ہر باب کا پہلا مصرع 'خوش پوچھی یا خوش کہی کے الفاظ سے شروع ہوتا ہے)

(3) '**شہادت التحقیق**: یہ مرانجی کی ایک طویل نظم ہے جو 563 اشعار پر مشتمل ہے۔

(4) **مغز مرغوب**: مختصر نظم ہے جو آٹھ ابواب اور 23 اشعار پر مشتمل ہے۔

نثری تصانیف: مرغوب القلوب، جل ترنگ، گل باس

- **اشرف بیابانی**

(1) **لازم المبتدی**: 198 اشعار پر مشتمل ایک طویل نظم ہے جسے 36 عنوانات کے تحت تقسیم کیا گیا ہے۔ اس نظم میں عورت اور مرد دونوں کے لیے ان مسائل کو بیان کیا گیا ہے جن کی ضرورت روزمرہ کی زندگی میں عام طور پر پڑتی ہے۔

(2) **واحد باری**: عربی فارسی اردو کی ایک منظوم لغت ہے جو امیر خسرو کی منظوم لغت 'خالق باری' کی روایت سے تعلق رکھتی ہے۔

(3) **نوسرہار** (909ھ/ 1503) اس مثنوی میں اشرف نے واقعۂ کربلا اور شہادت امام حسین کو موضوع سخن بنایا ہے۔

(4) **قصۂ آخر الزماں**

- جمیل جالبی کے مطابق بعض تذکروں میں اس تصنیف کا بھی ذکر ہے۔
- بہمنی دور کے دیگر شعرا میں قطب دین فیروز (پرت نامہ)، مشتاق اور لطفی کے نام قابل ذکر ہیں۔

دکن میں اردو کی ابتدا اور ارتقا

- دکنی نے مقامی زبانوں میں مرہٹی سے سب سے زیادہ اثر قبول کیا ہے۔
- عام خیال ہے کہ دکن میں علاء الدین خلجی اور ملک کافور کے حملوں سے اردو زبان کے لیے راہ ہموار ہوئی، لیکن صحیح معنوں میں اس کی ترقی کے امکانات اس وقت روشن ہوئے جب شاہ محمد بن تغلق نے دولت آباد کو اپنا پایۂ تخت بنایا اور علماء فضلا اور صوفیائے کرام کی ایک بڑی جماعت دہلی سے دکن میں منتقل ہوئی۔ اتنی بڑی آبادی کے دکن میں پہنچ جانے سے نئی عوامی زبان کو پھلنے پھولنے کا بہترین موقع نصیب ہوا۔
- دکن میں تصنیف و تالیف کا باقاعدہ سلسلہ بہمنی سلطنت کے قیام کے بعد شروع ہوا۔ بہمنی سلطنت 1347 میں قائم ہوئی اور تقریباً دوسو برس تک قائم رہی۔ اس سلطنت میں اٹھارہ سلاطین یکے بادیگرے تخت نشیں ہوئے۔ اس سلطنت کا بانی علاء الدین حسن بہمن شاہ تھا۔

بہمنی عہد میں اردو (قیام 1347)

- عین الدین گنج العلم (کوئی تصنیف دستیاب نہیں ہے)
- خواجہ بندہ نواز گیسو دراز (جو فیروز شاہ بہمنی کے زمانے میں گلبرگہ آئے)
- خواجہ بندہ نواز گیسو دراز حضرت نظام الدین اولیا کے خلیفہ اور خواجہ نصیر الدین چراغ دہلوی کے شاگرد تھے۔

تصانیف: معراج العاشقین، ہدایت نامہ، رسالہ بارہ ماسہ، شکار نامہ، تمثیل نامہ، چکی نامہ (نظم)، تلاوت الوجود۔

- **نوٹ:** 'معراج العاشقین جو اب تک اردو کی پہلی نثری تصنیف مانی جاتی رہی ہے نہ صرف اس دور (بہمنی دور) کی تصنیف نہیں ہے بلکہ اس کے مصنف خواجہ گیسو دراز کے بجائے مخدوم شاہ حسینی بیجاپوری ہیں جنھوں نے گیارہویں صدی ہجری کے نصف آخر یا بارہویں صدی کے اوائل میں 'تلاوۃ الوجود' کے نام سے ایک رسالہ لکھا تھا۔ (جمیل جالبی

دکن میں اردو کی ابتدا اور ارتقا

- دکنی نے مقامی زبانوں میں مرہٹی سے سب سے زیادہ اثر قبول کیا ہے۔
- عام خیال ہے کہ دکن میں علاء الدین خلجی اور ملک کافور کے حملوں سے اردو زبان کے لیے راہ ہموار ہوئی، لیکن صحیح معنوں میں اس کی ترقی کے امکانات اس وقت روشن ہوئے جب شاہ محمد بن تغلق نے دولت آباد کو اپنا پایۂ تخت بنایا اور علماء فضلا اور صوفیائے کرام کی ایک بڑی جماعت دہلی سے دکن میں منتقل ہوئی۔ اتنی بڑی آبادی کے دکن میں پہنچ جانے سے نئی عوامی زبان کو پھلنے پھولنے کا بہترین موقع نصیب ہوا۔
- دکن میں تصنیف وتالیف کا باقاعدہ سلسلہ بہمنی سلطنت کے قیام کے بعد شروع ہوا۔ بہمنی سلطنت 1347 میں قائم ہوئی اور تقریباً دوسو برس تک قائم رہی۔ اس سلطنت میں اٹھارہ سلاطین یکے بادیگرے تخت نشیں ہوئے۔ اس سلطنت کا بانی علاء الدین حسن بہمن شاہ تھا۔

بہمنی عہد میں اردو (قیام 1347)

- عین الدین گنج العلم (کوئی تصنیف دستیاب نہیں ہے)
- خواجہ بندہ نواز گیسودراز (جو فیروز شاہ بہمنی کے زمانے میں گلبرگہ آئے)
- خواجہ بندہ نواز گیسو دراز حضرت نظام الدین اولیا کے خلیفہ اور خواجہ نصیر الدین چراغ دہلوی کے شاگرد تھے۔

تصانیف: معراج العاشقین، ہدایت نامہ، رسالہ بارہ ماسہ، شکار نامہ، تمثیل نامہ، چکی نامہ (نظم)، تلاوت الوجود۔

- **نوٹ:** 'معراج العاشقین جو اب تک اردو کی پہلی نثری تصنیف مانی جاتی رہی ہے نہ صرف اس دور (بہمنی دور) کی تصنیف نہیں ہے بلکہ اس کے مصنف خواجہ گیسو دراز کے بجائے مخدوم شاہ حسینی بیجاپوری ہیں جنھوں نے گیارہویں صدی ہجری کے نصف آخر یا بارہویں صدی کے اوائل میں 'تلاوۃ الوجود' کے نام سے ایک رسالہ لکھا تھا۔ (جمیل جالبی

دکنیات

قطب شاہی عہد میں اردو

(1518ء-1687ء)

- ہمدان کے بادشاہ اویس قلی کا لڑکا سلطان قلی نے گولکنڈہ میں 1518 میں قطب شاہی سلطنت کی بنیاد رکھی تھی۔
- قطب شاہی سلطنت میں یکے بعد دیگرے آٹھ حکمراں ہوئے اور قطب شاہی سلطنت کا خاتمہ 1687 میں اورنگ زیب کے ہاتھوں ہوا۔
- قطب شاہی دور کے اوّلین شاعروں میں فیروز (پرت نامہ) سید محمود اور ملا خیال کے نام ملتے ہیں۔ یہ تینوں شاعر چوتھے قطب شاہی حکمراں ابراہیم قطب شاہ کے دور (1550ء/ 1580) سے تعلق رکھتے ہیں۔
- محمد قلی قطب شاہ (1550 سے 1580 تک) مملکت گولکنڈہ کا پانچواں فرماں رواں اور اردو کا پہلا صاحب دیوان شاعر تھا۔
- **ملا وجہی:** قطب مشتری، سب رس، تاج الحقائق
- **غواصی:** میناوست ونتی، سیف الملوک و بدیع الجمال، طوطی نامہ
- **عبداللہ قطب شاہ:** گولکنڈہ کا چھٹا فرماں رواں اور صاحب دیوان شاعر تھا۔
- **احمد جنیدی:** ماہ پیکر
- **ابن نشاطی:** پھول بن
- **قطب رازی:** تحفۃ النصائح (45 ابواب 690 اشعار)
- **میراں یعقوب:** شمائل الاتقیا
- **حضرت شاہ راجو حسینی:** سہاگن نامہ، چکی نامہ
- **عابد شاہ:** مراۃ السالکین، گلزار السالکین، کنز المومنین
- **طبعی:** بہرام و گل اندام
- **فائز:** رضوان شاہ و روح افزا
- **سید بلاقی:** معراج نامہ

○ **تصانیف:** گنج مخفی، گفتار حضرت امین، وجودیہ، کلمۃ الاسرار، محبت نامہ، رموز السالکین، کلام اعلیٰ، قربیہ، وجودیہ، عشق نامہ

- شاہ معظم: علی عادہ شاہ ثانی کے دور کے صوفی شاعر تھے۔
- معراج نامہ، ساقی نامہ، مفتاح الاسرار، آزاد نامہ، گلزار چشت، شجرۃ الاتقیا۔
- **سید میراں میاں ہاشمی**: ریختی کا صاحب دیوان شاعر ہے جو علی عادل شاہ ثانی کے عہد کا ممتاز شاعر اور شاہ ہاشم مہدی کا مرید تھا۔
- ہاشمی بچپن میں ہی آنکھ کی بینائی سے محروم ہو گیا تھا۔

تصانیف: یوسف زلیخا، معراج نامہ، عشقیہ مثنوی، دیوان ہاشمی، مخمس درنعت و مدح مہدی جون پوری

- **بحری**: من لگن، بنگاب نامہ



(2) میز بانی نامہ: یہ مثنوی حسن شوقی نے محمد عادل شاہ کی شادی کی تقریب پر کہی تھی۔

- مرزا محمد مقیم: مثنوی فتح نامہ بکھیری
- **مقیمی:** (1) چندر بدن و مہیار۔ یہ بیجاپور کی پہلی عشقیہ مثنوی ہے۔
- مثنوی چندر بدن و مہیار کا قصہ دکن میں لیلیٰ مجنوں اور شیریں وفرہاد کی طرح مشہور تھا۔
- مثنوی چندر بدن و مہیار میں کسی بادشاہ کی مدح میں کوئی شعر نہیں ہے۔

(2) سومہار کی کہانی

- **نوٹ:** جمیل جالبی کی تحقیق کے مطابق مرزا محمد مقیم اور مقیمی دو الگ الگ شخص ہیں۔
- صنعتی: قصہ بے نظیر، مثنوی گلدستہ
- **کمال خان رستمی:** خاور نامہ: یہ چوبیس ہزار اشعار پر مشتمل اردو زبان کی سب سے طویل مثنوی ہے جسے رستمی نے ملکہ خدیجہ سلطان کی فرمائش پر خاور نامۂ فارسی سے اردو میں منتقل کیا تھا۔
- خاور نامہ کو ادبی معجزہ بھی کہا گیا ہے۔
- خاور نامہ میں 222 عنوانات قائم کیے گئے ہیں۔
- **ملک خوشنود:** گولکنڈہ کا حبشی غلام تھا جو خدیجہ سلطان کے ساتھ بیجاپور جہیز میں آیا تھا۔
- ملک خوشنود نے سلطان محمد عادل شاہ کی فرمائش پر امیر خسرو کی ہشت بہشت کا منظوم ترجمہ 'جنت سنگار' کے نام سے کیا تھا۔
- **امین:** بہرام و بانو حسن (نامکمل) اس کو دولت شاہ نے مکمل کیا تھا۔
- **عاجز:** یوسف زلیخا، لیلیٰ مجنوں
- بیجاپور کی عادل شاہی سلطنت کا آٹھواں حکمراں **علی عادل شاہ ثانی** شاہی تھا جو بلند پایہ شاعر تھا۔ اس کا کلیات کلیات شاہی کے نام ہے۔
- شاہی محمد عادل شاہ کا فرزند اور جگت گرو ابراہیم عادل شاہ کا پوتا تھا۔
- شاہی نے اپنے دادا جگت گرو کی طرح استاد عالم کے لقب سے شہرت حاصل کی تھی۔

نصرتی: (1) گلشن عشق (2) علی نامہ (3) تاریخ اسکندری یا فتحنامہ بہلول

- **شاہ امین الدین اعلیٰ:** یہ میراں جی کے پوتے اور برہان الدین جانم کے فرزند تھے۔

- ابراہیم عادل شاہ ثانی المعروف بہ جگت گرو بیجاپور کا پہلا حکمراں ہے جس نے دکنی کو اظہارِ خیال کا ذریعہ بنایا۔
- ابراہیم عادل شاہ ثانی مغلیہ شہنشاہ اکبر اور گولکنڈہ کے قطب شاہی فرماں روا محمد قلی قطب شاہ کا ہم عصر تھا۔
- ابراہیم عادل شاہ ثانی موسیقی میں مہارت کی وجہ سے عرف عام میں 'جگت گرو' کے نام سے مشہور ہوا تھا۔
- جگت گرو کی تصنیف 'نورس' (1006ھ/ 1597) میں سترہ راگوں کے تحت 59 گیت اور سترہ دوہرے لکھے گئے ہیں۔ ہر گیت سے پہلے راگ کا نام دیا گیا ہے۔
- **برہان الدین جانم:** یہ مرانجی کے صاحب زادے اور خلیفہ تھے۔
- برہان الدین جانم کی وفات ابراہیم عادل شاہ ثانی کے دور حکومت میں ہوئی تھی۔

نثری تصانیف: رسالہ وجودیہ، کلمۃ الحقائق (شریعت وطریقت کے مسائل پر مبنی)

جانم کی نظمیں: ارشاد نامہ (990ھ/1582) (ارشاد نامہ ایک نظم ہے جو ڈھائی ہزار اشعار پر مشتمل ہے، وصیت الہادی، بشارت الذکر (ساٹھ اشعار پر مشتمل نظم ہے جو پانچ ابواب میں تقسیم ہے)، سکھ سہیلا (گیت)، منفعت الایمان، فرمان از دیوان (اس میں حروف تہجی کو سلوک کے کنایوں کے طور پر استعمال کیا گیا ہے)، حجت البقا (سولہ سو سے زیادہ اشعار پر مشتمل ایک طویل نظم ہے)

- **عبدل:** ابراہیم عادل شاہ ثانی کا درباری شاعر تھا۔
- عبدل نے 'ابراہیم نامہ' کے نام سے 1012ھ/ 1603 میں ایک طویل مثنوی لکھی جس میں ابراہیم کی ذات کو موضوع سخن بنایا ہے۔
- ابراہیم نامہ فارسی مثنوی کی ہیئت اور فارسی بحر میں لکھی گئی ہے۔
- ابراہیم نامہ کو بیجاپور کا پہلا ادبی کارنامہ کہا جاتا ہے۔
- **حسن شوقی:** اس دور کی مثنویاں (1) 'مثنوی فتح نامہ نظام شاہ' یہ مثنوی جنگ تالی کوٹ کی فتح کے موقع پر لکھی گئی تھی۔ یہ جنگ وجیانگر کے راجا اور دکن کے مسلمان بادشاہوں کے درمیان ہوئی تھی۔

عادل شاہی دور میں اردو

- سلاطین عثمانیہ کا شہزادۂ **یوسف عادل شاہ** نے 897ھ/ 1490 میں بیجاپور میں عادل شاہی سلطنت کی بنیاد رکھی تھی۔
- شہزادۂ یوسف کا خطاب ملک الشرق اور عادل خان تھا۔
- عادل شاہی سلطنت تقریباً دو سو برس تک قائم رہی اور اس درمیان نو بادشاہوں نے حکومت کی۔
- عادل شاہی حکومت کا خاتمہ 1668 میں اورنگ زیب کے ہاتھوں ہوا۔
- یوسف عادل (1490 سے 1518) کو بچپن سے شعر و شاعری کا شوق تھا۔ وہ خود فارسی میں شعر کہتا تھا۔
- یوسف عادل شاہ کا بیٹا اور عادل (1518 سے 1534) شاہی سلطنت کا دوسرا فرمان رواں **اسماعیل عادل شاہ** تھا جو فارسی میں اچھے شعر کہتا تھا اور وفائی تخلص کرتا تھا۔
- عادل شاہی سلطنت کا پانچواں بادشاہ **ابراہیم عادل شاہ** ثانی المعروف بہ 'جگت گرو' کا دورِ حکومت علم و ادب اور موسیقی کی ترقی کے لیے خاص اہمیت رکھتا ہے۔
- ابراہیمی عادل شاہ اول (1538 سے 1557 تک) عادل شاہی سلطنت کا تیسرا فرماں رواہے۔
- بہمنی دور حکومت میں شاہی دفتر ہندوی زبان میں کردیئے گئے تھے۔
- یوسف عادل شاہ نے اپنے زمانے میں ہندوی کو ہٹا کر فارسی میں شاہی دفتر دیا تھا۔
- **ابراہیم عادل شاہ** اول نے اپنے زمانے میں پھر سے شاہی دفتروں کو اردو میں کردیا تھا۔
- علی عادل شاہ اوّل (1557 سے 1580 تک) نے اپنے زمانے میں فارسی کو پھر سے دفتری زبان بنادیا تھا۔
- ابراہیم عادل شاہ ثانی المعروف بہ جگت گرو نے اپنے زمانے میں اردو کو دوبارہ رائج کیا تھا اور اس کے بعد عادل شاہی حکومت کے زوال تک اردو زبان ہی حکومت کے دفتروں کی زبان رہی تھی۔

مثنوی کدم راؤ پدم راؤ کا خلاصہ

اس مثنوی کا قصہ کدم راؤ اور پدم راؤ کے کرداروں پر مشتمل ہے۔کدم راؤ ہیرانگر کا راجا ہے اور پدم راؤ اس کا وزیر جو ایک ناگ ہے اور کدم راؤ کی عنایت سے اس کے سر پر پدم بھی موجود ہے۔ایک دن کی بات ہے کہ کدم راؤ دیکھتا ہے کہ ایک اعلا ذات کی ناگنی ایک ادنی سے سانپ کوڑیال سے جوٹ یعنی میل کھا رہی ہے۔یہ ماجرا دیکھ کر کدم راؤ آپے سے باہر ہو جاتا ہے اور تلوار سے سانپ کو مار دیتا ہے جس سے ناگنی کی بھی دم کٹ جاتی ہے۔اور وہ پاس کی ایک جھاڑی مین چلی جاتی ہے۔کدم راؤ وہاں سے پژمردہ ملول ہو کر اپنے محل میں آتا ہے اور چپ چاپ اپنے بستر پر لیٹ جاتا ہے۔رانی جب کدم کی یہ حالت دیکھتی ہے تو وہ اس کے پاس جا کر اس کی اداسی کا سبب پوچھتی ہے۔رانی کے بہت اصرار کے بعد وہ اس سے ناگنی اور کوڑیال کا چشم دید واقعہ سناتا ہے اور اس سے کہتا ہے کہ عورت ذات کی وفاداری سے اس کا بھروسہ اٹھ گیا ہے۔رانی کدم راؤ کو بہت سمجھاتی ہے کہ ہر عورت ایک جیسی نہیں ہوتی۔وہ تو ہمیشہ اس کی وفادار داسی بن کر رہی ہے لیکن رانی کی باتوں کا اس پر کوئی اثر نہیں ہوتا ہے اور وہ دنیا سے بیزار ہو جاتا ہے اور جوگیوں اور سنیاسیوں کی صحبت اختیار کرنے کا فیصلہ کرتا ہے۔وہ لوگوں سے کسی باکمال جوگی کو ڈھونڈھ کر لانے کا حکم دیتا ہے۔لوگ اکھر ناتھ نام کے جوگی کو اس کے پاس لاتے ہیں۔اکھر ناتھ اس کے سامنے اپنا کمال دکھاتا ہے اور لوہے کو سونا بنا دیتا ہے۔کدم راؤ اس سے بہت خوش ہوتا ہے اور اسے انعام واکرام سے نوازتا ہے اور اس سے یہ فن سکھانے کی فرمائش کرتا ہے۔جوگی اکھر ناتھ کدم راؤ کو دھنور بید اور امر بید سکھاتا ہے۔اور راجا سے ایک طوطا لانے کو کہتا ہے۔راجا محل سے رانی کے پالے ہوئے طوطے کو پھل کھلاتے ہوئے جوگی کے پاس لاتا ہے۔جوگی اکھر ناتھ اپنی روح کو کدم راؤ کے جسم میں اور کدم راؤ کی روح کو طوطے کے جسم میں منتقل کر دیتا ہے۔اور خود جوگی اکھر ناتھ راجا بن کر حکومت کرنے لگتا ہے۔کدم راؤ طوطا بن کر ادھر ادھر مارا مارا پھرتا ہے۔ایک دن اڑتے اڑتے اسے اپنا محل نظر آتا ہے اور وہ محل میں پدم راؤ کے پاس آتا ہے اور اس سے کہتا ہے کہ وہ راجا کدم راؤ ہے لیکن پدم راؤ کو اس کی بات پر یقین نہیں آتا ہے۔تب وہ اس سے ساری راز و نیاز کی باتیں

کدم راؤ پدم راؤ (1435ء)

(زمانہ تصنیف 825ھ اور 839ھ مطابق 1421ء 1435ء کا درمیانی حصہ)

مثنوی کدم راؤ پدم راؤ اردو زبان کی پہلی طبع زاد مثنوی ہے۔
مثنوی کدم راؤ پدم راؤ بہمنی دور کے پہلے شاعر فخر دین نظامی کی تخلیق ہے جس کا تخلص نظامی ہے۔
جمیل جالبی کے مطابق نظامی سلطان احمد شاہ بہمنی (نواں بادشاہ) کے دور میں بیدر میں سکونت پذیر تھے۔
نصیر الدین ہاشمی کے مطابق نظامی سلطان احمد شاہ کے درباری شاعر تھے۔
مثنوی کدم راؤ پدم راؤ احمد شاہ بہمنی کے دور ہی میں لکھی گئی۔
اس کا زمانہ تصنیف 825ھ 1421ء اور 839ھ 1435ء کا درمیانی حصہ ہے۔
مثنوی کدم راؤ پدم راؤ کا تعارف سب سے پہلے مجلّہ معارف میں نصیر الدین ہاشمی نے کرایا اور اس کا نام بھی تجویز کیا۔
مثنوی کدم راؤ پدم راؤ کو جمیل جالبی نے ترتیب دے کر ایک طویل مقدمے کے ساتھ 1973ء میں انجمن ترقی اردو پاکستان، کراچی سے شائع کرایا تھا۔
مثنوی کدم راؤ پدم راؤ میں اشعار کی تعداد 1032 ہے اور 1033 واں شعر نامکمل ہے۔
مثنوی کدم راؤ پدم راؤ بحر متقارب مثمن محذوف الآخر یا مقصور الآخر یعنی فعول فعولن فعول فعل یا فعول کے وزن میں لکھی گئی ہے۔
مثنوی کدم راؤ پدم راؤ میں ہندی اور مقامی الفاظ کی بہتات ہے۔
جمیل جالبی نے کدم راؤ پدم راؤ کی اولیت کو تسلیم کرتے ہوئے لکھا ہے:
"اس دور کی سب سے پہلی تصنیف جو اب تک دریافت ہوئی ہے فخر دین نظام کی کدم راؤ پدم راؤ ہے۔"
مثنوی کے دو مرکزی کرداروں کے نام پر اسے کدم راؤ پدم راؤ نام دے دیا گیا ہے۔

- **عبداللطیف**: وفات نامہ
- **مختار**: معراج نامہ
- **حسینی**: ہدایات ہندی
- **خواص**: قصہ حسینی
- **قدرتی**: قصص الانبیاء
- **سیوک**: جنگ نامہ
- اولیاء: قصہ ابوشحمہ

☆☆☆

(1) **قصیدہ درحمد باری،** (2) **قصیدہ درنعت**

(3) **درمنقبت حضرت علی** جو حضرت علی کی شان میں ہے۔

(4) قصیدہ 'درمنقبت دوازدہ امام' جو حضرت علی ہی کی شان میں ہے لیکن آخر میں دیگر ائمہ کا ذکر بھی شامل ہے۔

(5) **'قصیدۂ جمل جمل'** جو علی دادمحل کی تعریف میں ہے۔ اس قصیدے میں شاہی نے پہلے علی دادمحل کے سامنے کے حوض اور پھر محل کی تعریف کی ہے 'قصیدہ جمل جمل' لامیہ قصیدہ ہے۔

(6) **'قصیدۂ چار در چار'** 19 شعروں پر مشتمل یہ قصیدہ شاہی کا سب سے مختصر قصیدہ ہے جس میں شاہی نے عشق بازی کا ایک واقعہ نظم کیا ہے۔

مثنویاں:

- کلیات شاہی میں تین مثنویاں ہیں۔

(1) **مثنوی 'خیبر نامہ'** اس 72 اشعار کی مثنوی میں شاہی نے حضرت علی کے فتح خیبر کا واقعہ نظم کیا (بحر متقارب مثمن محذوف الاخر میں ہے)

(2) **مثنوی دکھائی گگن کا تماشا نگار** (بحر متقارب مثمن محذوف الآخر)۔ یہ مثنوی سات اشعار پر مشتمل ہے۔ اس مثنوی میں ایک محبوبہ کے سر کو آسمان کہا گیا ہے۔

(3) **مثنوی ایک محبوبہ** (بحر متقارب مثمن محذوف الآخر) سات اشعار پر مشتمل اس مثنوی میں سونے کے مختلف زیوروں سے آراستہ ایک محبوبہ کو دکھایا گیا ہے۔

غزلیں:

- کلیات شاہی میں 20 (بیس) غزلیں ہیں۔
- غزلوں میں اشعار کی تعداد 5 سے لے کر 14 تک ہے۔
- غزلوں کے جملہ اشعار کی تعداد (140) ایک سو چالیس ہے۔
- غزل نمبر 4 کے سوا ہر غزل کا عنوان 'غزل حضرت شاہی' ہے۔
- غزل نمبر '4' پر 'ریختۂ شاہی' کا عنوان لگا ہوا ہے۔
- شاہی کی بیس غزلوں میں سے پندرہ غزلوں میں اظہارِ عشق مرد کی طرف سے کیا گیا ہے اور

1067ھ کو تخت سلطنت پر متمکن کیا گیا تھا۔

خدیجہ سلطان عرف حضرت برہ صاحب علی عادل شاہ ثانی کی سوتیلی ماں تھیں۔

سلطان علی عادل شاہ ثانی کی تین اولاد ہیں:

(1) شہزادی شہر بانو عرف شاہ بی بی (2) شہزادہ حسین (3) شہزادہ سکندر

خدیجہ سلطان عرف برہ صاحبہ شادی کے بعد ملک خوشنود کو اپنے ساتھ گولکنڈہ سے بیجاپور لے آئی تھیں۔

رستمی کا خاور نامہ خدیجہ سلطان ہی کے اشارہ پر لکھا گیا تھا۔

علی عادل شاہ ثانی المتخلص بہ شاہی شعر و ادب میں اپنے دادا جگت گرو ابراہیم عادل شاہ ثانی کا جانشین تھا۔

جس طرح شاہی کے دادا نے اپنے لیے 'جگت گرو' کا لقب حاصل کیا تھا۔ اسی طرح شاہی نے بھی استاد عالم کا لقب پایا تھا۔

شاہی کے دربار کا ملک الشعرا نصرتی شاعری میں شاہی کو اپنا استاد تسلیم کرتا تھا:

مج استاد 'استاد عالم' اچھے جتا علم از بر جسے جسم اچھے

شاہی کے کلام کو لکھنے اور مدون کرنے کا کام اس کے صاحب ذوق مصاحب شاہ ابوالمعالی کے ذمہ تھا جو خود بھی فارسی کا اونچے درجے کا شاعر تھا۔

گولکنڈہ کے ساتویں قطب شاہی فرمانروا سلطان عبداللہ قطب شاہ علی عادل شاہ ثانی المتخلص بہ شاہی کا ہمعصر تھا۔

علی عادل شاہ ثانی اپنے دادا جگت گرو ابراہیم عادل شاہ کی طرح ہندو دیومالا سے اچھی طرح واقف تھا۔

رندی عیش کوشی، حسن پرستی اور خوش عقیدگی شاہی کے کلام کی خصوصیات ہیں۔

شاہی کے کارنامے کلیات شاہی کے حوالے سے

قصائد:

علی عادل شاہ ثانی شاہی کے کلیات میں کل چھ قصیدے ہیں:

علی عادل شاہ ثانی شاہی

(1638-1672ء)

- نام علی کنیت ابوالمظفر ،لقب عادل شاہ ثانی اور تخلص شاہی تھا۔
- شاہی 16 ربیع الثانی 1048ھ مطابق 27 اگست 1638 کو بیجاپور میں محلات سے باہر بدناپور نامی جگہ میں پیدا ہوا۔
- سلطان علی عادل شاہ ثانی المتخلص بہ شاہی کا انتقال 1083ھ/ 1672 میں فالج سے ہوا تھا۔
- علی عادل شاہ ثانی المتخلص بہ شاہی بیجاپور کے عادل شاہی حکومت کا آٹھواں بادشاہ تھا۔
- علی کے والد کا نام سلطان محمد عادل شاہ تھا جو ساتواں بادشاہ تھا بیجاپور کا
- معجز نامی شاعر نے شاہی کا قطعۂ تاریخ ولادت کہا ہے۔

ہاتفے از نہ فلک از سر ذوقِ نشاط
مولد شہزادی گفت 'کوکبِ شوکت رسید'

1048ھ

- سلطان محمد عادل شاہ کی ملکہ، گولکنڈہ کے چھٹے فرماں روا سلطان محمد قطب شاہ کی بیٹی اور سلطان عبداللہ قطب شاہ کی بہن خدیجہ سلطان جو بیگم میں سب سے محترم تھیں اور جو حضرت برہ صاحبہ یا حضرت بڑے صاحب کے لقب سے مشہور تھیں۔ شاہی یعنی علی کو بادشاہ یعنی محمد عادل شاہ کی اجازت سے ولادت کے تیسرے دن اپنی قیام گاہ 'آنند محل' لے آئیں اور اس محل کا نام بدل کر علی کے نام پر رکھ دیا۔
- خدیجہ سلطان عرف حضرت برہ صاحبہ یا حاجی بڑے صاحب نے علی عادل شاہ ثانی المتخلص بہ شاہی کی پرورش اور تربیت کی تھی۔
- شاہی یعنی شہزادہ علی کی چار سال چار ماہ کی عمر میں 20 شعبان بروز جمعہ 1052ھ کو رسم مکتب نشینی ادا کی گئی تھی۔
- شاہی یعنی علی کو انیس سال کی عمر میں سلطان علی عادل شاہ ثانی کے لقب سے 26 محرم

بتاتا ہے جو صرف کدم راؤ اور پدم راؤ ہی کو معلوم ہوتی ہیں۔ یہ سن کر پدم راؤ اپنا پھن کدم راؤ کے قدموں میں ڈال دیتا ہے اور دونوں آپس میں راز و نیاز کی باتیں کرتے ہیں۔ ایک رات جب اکھر ناتھ گہری نیند میں سو رہا ہوتا ہے تو پدم راؤ چپکے سے اس کے انگوٹھے میں ڈس لیتا ہے جس سے اس کی موت ہو جاتی ہے۔ کدم راؤ امر بید کی مدد سے پھر اپنے جسم میں اپنی روح منتقل کر لیتا ہے اور اپنے اصلی روپ میں آ کر اپنی حکومت سنبھال لیتا ہے۔ اس خوشی میں چھ مہینے تک جشن منانے کا سلسلہ جاری رہتا ہے۔

کرداروں کی پہچان

مثنوی کدم راؤ پدم راؤ میں اہم کردار کدم راؤ، پدم راؤ اور اکھر ناتھ جوگی ہیں۔



- محمد قطب شاہ نے اپنے منظوم دیباچہ (1025ھ-1616) میں لکھا ہے کہ محمد قلی کا ضخیم کلیات پچاس ہزار اشعار پر مشتمل ہے۔

مگر شاہ کہے بیت پچاس ہزار
دھرے وصف اپسن سو کہن بھوت عار

- کلیاتِ محمد قلی قطب شاہ کو ڈاکٹر زور نے 1940 میں مرتب کر کے شائع کیا تھا۔
- پروفیسر سیدہ جعفر نے چند ضروری اضافوں کے ساتھ مرتب کر کے 1985 میں شائع کیا تھا۔

محمد قلی کے قصائد

- محمد قلی قطب شاہ سب سے قدیم اور پہلا قصیدہ گو ہے۔
- محمد قلی قطب شاہ کے کلیات میں کل بارہ قصیدے ہیں لیکن ان میں سے صرف چھ مکمل ہیں۔ باقی یا تو ناقص الاوّل ہیں یا ناقص الاخر یا ناقص الطرفین
- قصیدۂ باغ محمد شاہی اور قصیدہ بسنت کو چھوڑ کر باقی قصیدے مذہبی محرکات کے تحت لکھے گئے ہیں۔
- 'عید قرباں' پر محمد قلی نے دو قصیدے لکھے ہیں اس کے علاوہ عید اور نوروز پر بھی قصائد لکھے ہیں۔



محمد قلی کی بیسیوں محبوبائیں تھیں۔ محلات کے علاوہ انیس کا ذکر محمد قلی نے بڑے پیار سے کیا ہے اور ان میں بھی، بارہ اماموں کی رعایت سے بارہ زیادہ عزیز تھیں

نبی صدقے بارہ اماماں کرم تھی
کرو عیش جم بازا پیاریوں سوں پیارے
(جمیل جالبی)

اس لیے مشہور ہے کہ محمد قلی قطب شاہ بارہ پیاریوں کا عاشق تھا۔

- محمد قلی قطب شاہ کے کلام میں موضوعات اور مضامین کا تنوع دیگر دکنی شعرا کے مقابلے میں سب سے زیادہ ملتا ہے۔
- محمد قلی قطب شاہ نے 'پیاریوں' پر جو نظمیں لکھی ہیں ان کی ایک اہم خصوصیت یہ ہے کہ ان میں ہر 'پیاری' کی انفرادی خصوصیات سامنے آتی ہیں۔
- محمد قلی قطب شاہ نے اپنے محبوباؤں کو ان ناموں سے مخاطب کیا ہے۔ ننھی، سانولی، کنولی، پیاری، گوری، چھبیلی، لالا، ل، موہن، محبوب، مشتری، حیدر محل۔
- محمد قلی قطب شاہ کے کلام میں اس کے بنوائے ہوئے باغات اور محلات شاہی میں باغ محمد شاہی، داد محل، علی محل، خداداد محل اور محل کوہ طور کا تذکرہ ملتا ہے۔
- محمد قلی دکنی تہذیب وتمدن کا معمار، فن تعمیر، فن خطاطی اور رقص وموسیقی کا دلدادہ تھا۔
- محمد قلی کی شاعری پر حافظ شیرازی کا واضح اثر دکھائی دیتا ہے۔
- محمد قلی قطب شاہ نے کم وبیش تمام اصناف سخن میں طبع آزمائی کی ہے۔
- محمد قلی خیالات وفضا میں ہندوی کلچر کا نمائندہ تھا لیکن اصناف سخن میں فارسی ادب کی پیروی کرتا تھا۔
- قلی قطب شاہ نے دکنی اردو کے علاوہ تیلگو زبان میں بھی شاعری کی ہے۔

محمد قلی کے کارنامے

- محمد قلی کے کلیات کو اس کے بھتیجے اور داماد سلطان محمد قطب شاہ نے مرتب کر کے اس پر ایک منظوم مقدمہ بھی تحریر کیا تھا۔

محمد قلی قطب شاہ

(1565-1611ء)

- نام محمد قلی
- محمد قلی گولکنڈہ کے قطب شاہی سلطنت کا پانچواں فرماں روا تھا۔
- محمد قلی 14 رمضان المبارک 973ھ مطابق 14 اپریل 1565 کو گولکنڈہ میں پیدا ہوا۔
- محمد قلی کا انتقال 17 ذی قعدہ 1020ھ مطابق 1611 میں 47 سال کی عمر میں ہوا۔
- محمد قلی، قطب شاہی سلطنت کے چوتھے تاجدار ابراہیم قطب شاہ کا تیسرا فرزند اور ایک ہندو خاتون بھاگیہ وتی کے بطن سے تھا۔
- محمد قلی قطب شاہ 21 ربیع الثانی 988ھ مطابق جون 1580 بروز جمعہ جبکہ اس کی عمر 14 سال 8 مہینے اور 8 دن تھی، گولکنڈے کے تخت پر متمکن ہوا تھا۔
- محمد قلی نے 999ھ مطابق 91-1590 میں شہر حیدرآباد کی بنیاد رکھی تھی۔
- ایران کے مشہور عالم مُدبّر اور دانشور میر مومن حیدرآباد 1581 میں آئے تھے جنھیں محمد قلی نے اپنا پیشوائے سلطنت مقرر کیا تھا۔
- محمد قلی قطب شاہ دکن کا پہلا بادشاہ ہے جس نے اسی برعظیم کا لباس اختیار کیا تھا۔
- محمد قلی قطب شاہ نے اپنی زندگی میں کبھی کسی کے قتل کا حکم نہیں دیا تھا۔
- محمد قلی ایک پرگو اور اردو زبان کا پہلا صاحب دیوان شاعر ہے۔
- محمد قلی قطب نے سب سے زیادہ تخلص اختیار کیے ہیں۔
- محمد قلی قطب شاہ نے اپنے کلیات میں سترہ تخلص استعمال کیے ہیں (تاریخ ادب اردو جلد اوّل ص 312 از جمیل جالبی)
- ڈاکٹر محی الدین قادری زور کے مطابق محمد قلی نے اردو شاعری کے لیے 'معانی' فارسی کے لیے قطب شہ اور تلگو کے لیے ترکمان کا تخلص استعمال کیا ہے۔
- محمد قلی قطب شاہ نے زیادہ تر معانی، قطب، قطب شہ، اور ترکمان بطور تخلص استعمال کیے ہیں۔
- محمد قلی کے لیے عورت اور وصل ہم معنی الفاظ تھے۔۔

ان میں معشوق عورت ہے۔ باقی چار غزلوں میں اظہارِ عشق عورت کی طرف سے ہوا ہے اور ان میں محبوب مرد ہے۔

متفرقات:

- متفرقات میں ایک مخمس 'برہنی'، ایک مثمن در مدح حضرت سید محمد حسینی خواجہ گیسو دراز بندہ نواز۔
- شب برات پر تین شعر کا ایک قطعہ، ایک رباعی ایک پہیلی اور تین فرد ہیں۔
- کلیاتِ شاہی میں بیس گیت تین کبت اور تین دہرے ہیں۔
- علی عادل شاہ ثانی نے اپنے گیتوں میں شاہی تخلص استعمال کرنے کے بجائے اپنے آپ کو 'مدن روپ' یا 'مدن گوپال' کہا ہے۔



کو بدیع الجمال سے ملاتی ہے اور گلستان ارم پہنچ کر شہزادہ سیف الملوک اور شہزادی بدیع الجمال کی شادی ہوتی ہے۔ اس طرح سیف الملوک شہزادی بدیع الجمال کو حاصل کر کے اس سے بیاہ رچانے میں کامیاب ہو جاتا ہے۔ اس کے بعد سیف الملوک کی سفارش پر ساعد کی شادی سراندیل کی شہزادی سے ہوتی ہے۔ سیف الملوک اور ساعد خوش خوش اپنی دلہنوں کے ساتھ مصر واپس ہوتے ہیں۔ عاصم نول جو شہزادے کی جدائی سے بے حال ہو گیا تھا جب اس کی سلامتی اور کامرانی کے ساتھ واپسی کی اطلاع ملتی ہے تو اس خوش خبری سے اس کی جان میں جان آجاتی اور وہ اپنا تخت و تاج شہزادے کے حوالے کر دیتا ہے۔

کرداروں کی پہچان

o عاصم نول	مصر کا بادشاہ ہے جس کی بیوی یمن کے راجا کی بیٹی ہے۔
o سیف الملوک	عاصم نول کا شہزادہ ہے۔
o صالح	بادشاہ کا وزیر ہے۔
o ساعد	وزیر صالح کا لڑکا ہے۔
o شہپال ابن شاہ رخ	بدیع الجمال کا باپ اور اجنہ کا بادشاہ ہے۔
o بدیع الجمال	جو کہ ہیروئن ہے گلستان ارم کی شہزادی ہے۔
o تاج الملوک	شہزادی سراندیل کا چچا ہے۔
o شہربانو	بدیع الجمال کی دادی ہے۔



بہت خوش ہوا اور اس مقصد کے لیے اپنے ایک سفیر کو بیش بہا تحائف کے ساتھ شاہ یمن کے پاس روانہ کیا۔یمن کے بادشاہ نے اس نسبت کو بخوشی قبول کیا اور بڑی دھوم دھام سے شادی ہوئی۔بادشاہ کے یہاں اسی سال ایک لڑکا پیدا ہوا جس کا نام سیف الملوک رکھا گیا۔اتفاقاً بادشاہ کے صالح نامی ایک وزیر کے یہاں بھی اسی دن ایک لڑکا تولد ہوا۔جس کا نام ساعد رکھا گیا۔عاصم نول نے ان دونوں کی پرورش ایک ساتھ کی۔جب سیف الملوک اور ساعد کی تعلیم و تربیت مکمل ہوگئی تو بادشاہ نے دونوں کو دربار میں طلب کیا اور اپنے خزانے کے صندوق سے ایک زرین کپڑا، انگوٹھی اور ایک خوبصورت گھوڑا سیف الملوک کے حوالے کرتے ہوئے کہا کہ ''یہ تحفے حضرت سلیمان نے مجھے دیے تھے۔جسے آج تک مین نے بہت حفاظت سے اٹھا رکھا ہے۔اور اب چونکہ تو ہی میرا وارث ہے۔اس لیے تجھے دیتا ہوں''۔رات میں شہزادے نے جب اس زرین کپڑے کو کھول کر دیکھا تو اس میں ایک خوب صورت شہزادی کی تصویر تھی جسے دیکھتے ہی وہ دیوانہ وار اس پر عاشق ہوگیا۔عاصم نول کو جب اس بات کی خبر ہوئی تو اس نے ساعد کو اطلاع دی کہ اس زرین پارچے میں جنوں کے بادشاہ شہپال ابن شاہ رخ کی دختر بدیع الجمال کی تصویر ہے جو گلستان ارم میں رہتی ہے۔اور گلستان ارم تک پہنچنا بہت مشکل ہے۔سیف الملوک چونکہ اس تصویر پر فریفتہ ہوگیا تھا اس لیے عاصم نول نے اسے دلاسہ دیا اور اپنے آدمیوں کو گلستان ارم کا پتہ لگانے کے لیے روانہ کیا۔لیکن اس شہر کا کہیں پتہ نہ چل سکا۔ باالآخر شہزادہ سیف الملوک خود اپنے والد سے اجازت لے کر ساعد کے ہمراہ گلستان ارم کی تلاش میں نکل کھڑا ہوتا ہے اور گلستان ارم کی تلاش میں سب سے پہلے ملک چین پہنچتا ہے جہاں شہزادے کو چین کے بادشاہ کے ذریعے گلستان ارم کا پتہ معلوم ہوتا ہے۔شہزادہ گلستان ارم کی تلاش میں شہر قیصر بھی پہنچتا ہے جہاں بندر رہتے ہیں صرف ایک انسان ہے جو ان کا بادشاہ ہے۔سفر کے دوران ساعد اس سے جدا ہو جاتا ہے اور شہزادے پر ایک حبشن عاشق ہو کر اسے قید کر دیتی ہے اور آخر کار شہزادہ کئی ایک مہمات سر کر کے جن میں دیو، اژدہوں، زنگیوں، سنگساروں وغیرہ سے مقابلہ بھی شامل ہے، سراندیل پہنچتا ہے۔شہزادہ سراندیل میں اپنے بچھڑے ہوئے رفیق ساعد سے ملتا ہے۔سراندیل کی شہزادی جو دیو کی قید میں تھی اس کی مدد سے بدیع الجمال کا پتا چلتا ہے۔سراندیل میں ہی یہاں کی شہزادی اور اس کی ماں سیف الملوک

سیف الملوک و بدیع الجمال

(1035ھ مطابق 1626ء)

- مثنوی سیف الملوک و بدیع الجمال الف لیلہ کی نثری داستان سے ماخوذ ہے جس میں اشعار کی تعداد دو ہزار ہے۔
- مثنوی سیف الملوک و بدیع الجمال میں بھی قطب مشتری کی طرح منظوم اصول نقد ہیں۔
- مثنوی سیف الملوک و بدیع الجمال میں مصر کے شہزادے سیف الملوک اور اجنّہ کی شہزادی بدیع الجمال کے حسن و عشق کی داستان ہے۔
- غواصی نے اس قصہ کو فارسی نثر سے دکنی نظم میں ترجمہ کیا ہے۔ وہیں مرزا بدیع اصفہانی نے گلدستۂ عشق کے نام سے فارسی میں نظم کیا ہے۔
- غواصی نے مثنوی سیف الملوک و بدیع الجمال کو سلطان محمد قطب شاہ کے عہد مین لکھنا شروع کیا تھا اور محمد سلطان عبداللہ کے عہد میں 1035ھ مطابق 1626ء میں مکمل کیا۔
- غواصی نے مثنوی کے خاتمہ پر عبداللہ قطب شاہ کو مخاطب کیا ہے۔

سیف الملوک اور بدیع الجمال کا خلاصہ

حضرت سلیمان کے زمانے میں مصر میں ایک نیک اور خدا ترس بادشاہ تھا۔ جس کا نام عاصم نول تھا۔ اس کی سخاوت اور عدل و انصاف کے دور دور تک چرچے تھے۔ خدا نے اسے ہر طرح کی نعمتوں سے نوازا تھا۔ مال و دولت، لشکر و سپاہ کسی چیز کی کمی نہ تھی لیکن وہ نعمت اولاد سے محروم تھا۔ اس نے خدا سے لو لگائی، اولیاء اللہ کی خدمت کی اور غریب غربا میں خیر خیرات کی پھر بھی اولاد نہ ہوئی۔ بالآخر مایوس ہو کر عاصم نول نے گوشہ نشینی اختیار کر لی۔ بادشاہ کو افسردہ و غمگین دیکھ کر وزرائے سلطنت نے باہم مشورہ کرنے کے بعد نجومیوں سے اس کی قسمت کا حال دریافت کیا۔ نجومیوں نے بادشاہ کی اقبال مندی اور خوش نصیبی کی پیش قیاسی کرتے ہوئے مشورہ دیا کہ وہ یمن کے راجا کی بیٹی سے عقد کرے تو اس سے بادشاہ کی اولاد ہوگی۔ یہ خبر سن کر بادشاہ

- طوطی نامہ کا اصل ماخذ سنسکرت زبان کی ایک کتاب "شکاسب تتی" ہے جس میں طوطے کی زبان سے ستر کہانیاں کہلوائی گئی ہیں۔
- ڈاکٹر محی الدین قادری زور نے کلیات غواصی کے قلمی نسخے کی روشنی میں ان کے قصائد کی کل تعداد 35 لکھی ہے لیکن مطبوعہ کلیات کے جامع محمد بن عمر نے صرف 21 رقصیدوں کو مستند مانا ہے۔
- غواصی کے دو قصیدوں کے علاوہ تقریباً سبھی عبداللہ قطب شاہ کی مدح میں ہیں۔
- ایک قصیدہ حضرت علی کی منقبت میں ہے اور ایک قصیدہ میں غواصی نے مناجات کے مضامین تحریر کیے ہیں۔



غواصی

- نام شیخ حسین بہاء الدین۔ تخلص غواصی۔ کنیت ابو محمد (وہاب اشرفی کے مطابق)
- بقول محی الدین قادری زور تاریخ پیدائش 957ھ مطابق 1550ء تا 988ھ مطابق 1580ء ہے۔
- ابراہیم قطب شاہ کے عہد میں غواصی پیدا ہوئے۔
- غواصی نے محمد قلی قطب شاہ کے عہد میں شاعری شروع کی۔
- 1045ھ میں غواصی کو شاہی سفیر کی حیثیت سے محمد عادل شاہ کے دربار میں بیجاپور بھیجا گیا۔
- غواصی عبداللہ قطب شاہ (گول کنڈہ کے فرماں روا) کے دربار کے ملک الشعرا تھے۔
- غواصی اردو کا پہلا شاعر ہے جس نے باقاعدہ درباری قصیدے لکھے۔

غواصی کے کارنامے

- تین مثنویاں غواصی کی یادگار ہیں۔

(1) مینا ستونتی: یہ ایک ہندوستانی قصہ پر مبنی مثنوی ہے۔

- بقول محمد حسن یہ ہندوستان شناسی کی ایک عظیم الشان روایت کا حصہ ہے، جس کا آغاز البیرونی سے ہوتا ہے۔
- مینا ستونتی ان قصوں میں سے ہے جو ہندوستان کی عورتوں کی وفاشعاری کی مثال کے طور پر بار بار فارسی میں نظم ہوا۔

(2) سیف الملوک و بدیع الجمال۔

(3) طوطی نامہ: یہ مثنوی غواصی کی شاہکار مثنوی ہے۔

- طوطی نامہ چار ہزار اشعار پر مشتمل ہے۔
- غواصی کی مثنوی طوطی نامہ 1049ھ مطابق 1639ء میں ضیاء الدین نخشی کی نثری تصنیف ''طوطی نامہ'' سے ماخوذ ہے۔

کردی تھی۔ اس وقت سراج کی عمر 24 برس تھی۔

- سراج کے پاس ہفتہ میں ایک روز محفل سماع منعقد ہوتی جس میں شہر کے عمائد اور مشائخ جمع ہوتے تھے۔
- میر حسن نے سراج کو آبرو کا معاصر لکھا ہے۔
- سراج کے دیگر معاصرین: شاہ حاتم، مرزا مظہر جان جاناں، شرف الدین مضمون، عبدالحی تاباں، محمد شاکر ناجی، مصطفیٰ خان یکرنگ، اشرف علی خان فغاں، میر تقی میر
- شعر گوئی میں سراج نے ولی سے استفادہ کیا ہے۔
- سراج اپنی زندگی ہی میں ولی کی جانشین کی حیثیت سے مشہور ہو گئے تھے۔
- ولی کے علاوہ غزل گو شعرا میں سب سے زیادہ الفاظ اور استعارات سراج نے معشوق کے لیے استعمال کیا ہے جیسے جاناں، سجن، من ہرن، موہن، پیو، شوخ، صنم، یار، چاند، دوست، جانی، گلبدن وغیرہ۔

سراج کے کارنامے

- کلیات سراج کو پہلی بار ترتیب دے کر عبدالقادر سروری نے شائع کیا تھا۔

o کلیات سراج میں گیارہ مثنویاں ہیں۔

(1) مثنوی بوستانِ خیال 1160 ایک عشقیہ مثنوی ہے جو کہ خود سراج کی آپ بیتی ہے۔

o بوستانِ خیال اس مثنوی کا تاریخی نام ہے جس سے 1160 برآمد ہوتا ہے۔

o بوستان خیال میں عاشق اور معشوق دونوں مرد ہیں۔

o بوستان خیال کا ہیرو ایک سردارزادہ ہے جو حسن میں یوسف ثانی ہے۔

o ڈاکٹر عبداللہ نے بوستان خیال کو عاشقانہ آپ بیتی سے تعبیر کیا ہے۔

o سید احتشام حسین نے بوستانِ خیال کو 'آپ بیتی' کے انداز کی مثنوی کہا ہے۔

o مثنوی بوستان خیال میں اس کے سن تصنیف یعنی 1160 کے برابر ہی یعنی 1160 اشعار ہیں۔

o مثنوی بوستان خیال کو سراج نے صرف دو دن میں مکمل کیا ہے۔

(2) مثنوی سوز و گداز، (3) مثنوی مناجات، (4) مثنوی نالۂ ہجر (فراق نامہ)، (5) مثنوی

سراج اورنگ آبادی

(1715-1763ء)

- نام سید سراج الدین تھا اور تخلص سراج
- سراج 1128ھ مطابق 1715 میں اورنگ آباد میں پیدا ہوئے۔
  (بقول جمیل جالبی اور عبدالقادر سروری)
- سراج کا انتقال 4 شوال 1177ھ مطابق 1763 میں اورنگ آباد میں ہوا۔
- سراج کا تعلق حسینی سادات کے ایک محترم گھرانے سے تھا۔
- بارہویں یا تیرہویں سال میں سراج پر جذب اور بے خودی کی کیفیت طاری ہوگئی تھی۔
- سراج کی یہ حالت 1141ھ سے 1148 تک یعنی سات سال تک برابر قائم رہی۔
- اس زمانے میں سراج کی منزل زیادہ تر حضرت نظام الدین اولیا کے مرید و خلیفہ حضرت شاہ برہان الدین غریب کے مزار پر ہوتی تھی۔ کبھی کبھی سراج ازخودرفتگی کی حالت میں رات رات بھر صحرانوردی کیا کرتے تھے۔
- سراج نے 1146 یا 1147 میں انیس بیس سال کی عمر میں حضرت شاہ عبدالرحمٰن سے بیعت کی۔
- یہی زمانہ سراج کے اردو شاعری کے آغاز اور عروج کا ہے۔
- سراج کے کلام میں بعض جگہ عبدالرسول خان کے طرف اشارہ ہے۔
- سراج کے بچپن کے دوست اور سب سے عزیز عبدالرسول خان تھے۔
- سراج کے خاص معتقدین میں ضیاء الدین پروانہ، شاہ تاج الدین شاہ چراغ ہیں۔
- **سراج کے شاگرد:** ضیاء الدین پروانہ، لارجے کشن بیجان، مرزا مغل کمتر، میر مہدی متین، مرزا محمود خان نثار، محمد عطا ضیا، محمد رضا بیگ خان وغیرہ
- سراج کی کوئی اولاد نہیں تھی۔
- سراج نے تمام عمر تنہا گزاردی
- سراج نے اپنے پیر و مرشد شاہ عبدالرحمٰن چشتی کے حکم سے 1152ھ میں شاعری ترک

مشرقی تنقید

عربی

- حضرت حسان بن ثابت کا ایک شعر ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ ''بہترین شعر وہ ہے جس کو سن کر لوگ سچا کہہ اٹھیں۔''
- محمد بن سلام الجمحی تصنیف 'طبقات الشعرا'
- محمد بن سلام نے شاعری کو صنعت گری قرار دیا ہے۔
- ابن قتیبہ تصنیف 'الشعر والشعراء'
- ابن قتیبہ اچھے اور برے کے اعتبار سے شاعری کو چار حصوں میں تقسیم کرتا ہے۔ اس کے نزدیک عمدہ شعر وہ ہے جس میں لفظ اور معنی دونوں اعلیٰ درجے کے ہوں، دوسرے تیسرے نمبر پر وہ شعر آتے ہیں جن میں لفظ اچھے اور معنی بے مصرف ہوں یا معنی عمدہ اور لفظ ناقص ہوں۔ سب سے پست درجے کا شعر وہ ہے جس میں نہ لفظ اچھے ہوں نہ معنی۔
- قدامہ ابن جعفر تصنیف 'نقد الشعر'
- قدامہ ابن جعفر نے حسن کاری کو شعر کے لیے ضروری قرار دیا ہے اور اخلاقی تعلیم کے نظریے کو رد کیا ہے۔
- قدامہ نے جھوٹ کو شاعری کے لیے ضروری بتایا ہے۔
- قدامہ نے کہا ہے کہ بہترین شعر وہ ہے جو سب سے زیادہ جھوٹا ہو (احسن الشعر اکذبہ)
- ابن رشیق — تصنیف 'العمدہ'
- ابن رشیق کی رائے ہے کہ شعر کی عمارت چار چیزوں سے اٹھتی ہے، لفظ، وزن معنی اور قافیہ
- ابن رشیق وزن اور قافیہ کو شعر کے لیے لازمی قرار دیتا ہے۔
- ابن خلدون تصنیف 'مقدمہ ابن خلدون'
- ابن خلدون کی رائے ہے کہ معانی الفاظ کے تابع ہیں۔
- جاحظ تصنیف 'کتاب الحیوان'، 'البیان والتبئین'
- جاحظ نے فضیلت لفظ پر زور دیا ہے اور لفظ کو معنی پر مقدم کیا ہے۔

ادنیٰ اور اعلیٰ جھوٹ اور پست و بلند معیار قائم کرتی ہے، تنقید ہر دور کی ابدیت اور ابدیت کی عصریت کی طرف اشارہ کرتی ہے۔ (آل احمد سرور)

- ایمرسن نے کہا ہے کہ جو شعر کہنے میں ناکام رہتا ہے وہ اپنی ناکامی کا بدلہ لینے کے لیے تنقید نگار بن جاتا ہے اور شاعروں پر نکتہ چینی کرتا ہے۔
- ڈرائیڈن نے کہا ہے کہ نقادوں میں نفرت کا جذبہ بہت شدید ہوتا ہے۔
- بائرن نے یہ کہہ کر تنقید نگار پر چوٹ کی کہ نقاد پر بھروسہ کرنے سے پہلے ہر ناممکن بات کا یقین کرلو۔
- تنقید نگار کی ذمہ داری بس اتنی ہے کہ وہ انھیں ان کے اصل روپ میں دیکھے اور ان کے بارے میں اپنے تاثرات بیان کردے (والٹر بیٹر)
- کولرج نے تنقید کو استدلال کی سائنس کہا ہے جو تخلیق شعر کے مسائل سے بحث کرتی ہے۔
- نقاد نہ فرائڈ کا خوشہ چیں ہوتا ہے اور نہ مارکس کا مقلد۔ وہ فرائڈ اور مارکس دونوں کے نظریوں میں سے کچھ مفید باتیں لے سکتا ہے شرط یہ ہے کہ مفید اور غیر مفید، درست اور نادرست کی سمجھ ہو۔ ضرورت اس کی ہے کہ ہم ادب کو ادب سمجھیں اور اسے ادب کی حیثیت سے جانچیں۔ (کلیم الدین احمد)
- اصل دشواری یہ ہے کہ اردو میں تنقید سے مراد تعریف ہے، تحسین ہے، تقریظ ہے اور کبھی کبھی نری تنقیص و بیجا نکتہ چینی، بے حاصل خردہ گیری ہے۔ آج بھی یہ کہنے کی ضرورت ہے کہ تنقید ایک قسم کی پرکھ ہے۔ ایک قسم کی کسوٹی ہے جس سے کھرے کھوٹے میں امتیاز کرنا ممکن ہے۔ (کلیم الدین احمد)
- تنقید کوئی کھیل نہیں ہے جسے ہر شخص بہ آسانی کھیل سکے۔ یہ ایک فن ہے ایک صناعی ہے فن تو ہر طرح کے ہوتے ہیں۔ مشکل بھی آسان بھی۔ تنقید مشکل ترین فن ہے۔ (کلیم الدین احمد)



اردو تنقید

- تنقید نقد سے مشتق ہے جس کے لغوی معنی کھرے اور کھوٹے کی پرکھ کے آتے ہیں۔
- اصطلاحی معنوں میں تنقید اس تجزیاتی عمل کا نام ہے جس کے تحت کسی فن پارے کی تشریح وتوضیح کرنے کے علاوہ اس کی قدر و قیمت متعین کی جاتی ہے۔
- کسی غزل، نظم، افسانہ، ڈراما، ناول یا کسی ادبی تخلیق کا مطالعہ کر کے اس کی خوبیوں اور خامیوں کو الگ الگ خانوں میں تقسیم کرتے ہوئے فن پارے اور فن کار کے مقام کا تعین کریں تو اس عمل کو تنقید یا ادبی تنقید کہا جاتا ہے۔
- تنقید کا کام فن پاروں کی قدر و قیمت کا تعین ہے۔
- تنقید کے ابتدائی نقوش تذکروں اور تقریظوں میں ملتے ہیں۔
- تنقید کے لیے استدلال ضروری ہے۔
- تنقید کی مقتضیات میں سے معروضیت کی خاص اہمیت ہے۔
- تنقید نگار کو مالی سے تشبیہ دی جاتی ہے۔

تنقید کے متعلق مختلف آرا و خیالات

- دنیا میں جو بہترین باتیں معلوم ہیں یا سوچی گئی ہیں انھیں غیر جانب دارانہ طور پر جاننے اور عام کرنے کی خواہش کا نام ہی تنقید ہے۔ (میتھیو ارنلڈ)
- ایلیٹ نے زندگی کے لیے تنقید کو اتنا ہی ضروری بتایا ہے جتنی کہ سانس۔
- فلابیر نے تنقید کو ادب کے جسم کا کوڑھ کہا ہے۔
- ٹینی سن نے تنقید کو ادب کے گیسوؤں کی جو بتایا ہے۔
- چےخوف نے تنقید کو اس مکھی سے تشبیہ دی ہے جو گھوڑے کو ہل چلانے سے روکتی ہے۔
- رچرڈسن کا کہنا ہے کہ تنقید ادب کے ساتھ وہ سلوک کرتی ہے جو ڈاکٹر جسم کے ساتھ کرتا ہے۔
- تنقید قدریں متعین کرتی ہے، ادب اور زندگی کو ایک پیمانہ دیتی ہے، تنقید انصاف کرتی ہے۔


تنقید

نامۂ شوق، (6) مثنوی احوال فراق، (7) مثنوی خط بندگی، (8) مثنوی مطلب دل، (9) مثنوی حمد باری تعالی، (10) مثنوی مناجات، (11) مثنوی درنعت حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم

- کلیات سراج میں 516 غزلیں، 9 رباعیاں، ایک قصیدہ 5 مستزاد، 11 مخمسات، ایک ترجیع بند اور 4 مناجات ہیں۔
- منتخب دیوانہا (1169ھ/ 1755) سراج کا آخری کارنامہ ہے اس میں فارسی شعرا کے کلام کا ردیف وار انتخاب کیا گیا ہے۔
- منتخب دیوانہا اس کا تاریخی نام ہے۔

منتخب اشعار

کہتے ہیں تری زلف کوں دیکھ اہل شریعت
قربان ہے اس کفر پر امکاں ہمارا

طلب کی راہ میں سختی جو پیش آوے تجھے سالک
خیالات جہاں کوں فتح کر زیر و زبر کرناں

دورنگی خوب نہیں یک رنگ ہوجا
سراپا موم ہو یا سنگ ہو جا

یار جانی تو زمانے میں نپٹ نایاب ہے
کیجیے دشمن اگر اپنا تو جانی کیجیے

تکیہ مخملی اپنے سرہانے رکھ
لیکن آنکھوں میں اپنے خواب نکال

کام جاہل کا ہے سخن چینی
اے سراج اس کوں تو ں جواب نہ دے

گر حقیقت کی سیر ہے خواہش
راہِ عشق مجاز لازم ہے

ادائے دل فریب روِ قامت
قیامت ہے قیامت ہے قیامت

خوب رو عاشقوں کے عاشق ہیں
حسن اور عشق میں جدائی نہیں

سراج کے متعلق مختلف آرا و خیالات

- اردو شاعری سراج کے لیے 'جذبات کا ازخود چھلکاؤ' تھا۔ (ورڈ سورتھ)
- ان (ولی، سراج) دونوں کی شاعری کے صحیح متابلے کے لیے اگر ہم کو الفاظ مستعار لینے کی اجازت ہو تو ہم کہیں گے 'ولی کی شاعری واہ اور ان (سراج) کی آہ ہے۔ (عبدالقادر سروری)
- عبدالقادر سروری نے سراج کو 'سراپا رہن عشق' کہا ہے۔

☆☆☆

- رس اس شی کو کہتے ہیں جو سامعین کے دلوں میں مختلف کیفیتیں پیدا کر کے انھیں متاثر کرتی ہے۔
- فن ڈراما پر پہلی مستند تصنیف بھرت منی کی ناٹیہ شاستر ہے جس میں رس کا تصور بھرت منی نے چھٹے اور ساتویں باب میں پیش کیا ہے۔
- بھرت کے بعد انندوردھن نے اپنی تصنیف 'دھونیہ لوک' میں 'دھونی' کا نظریہ پیش کیا تو رس کا تصور وسیع تر ہو گیا۔
- ابھینو گپت نے ابھینو بھارتی اور لوکن میں ناٹیہ شاستر اور دھونیہ لوک کی شرح کر کے اصول شعر مدون کیے ہیں۔
- وامن نے 'النکار' (زیبائش، صنعت گری) کی اصطلاح 'النکار سوتر' لکھ کر رائج کی تھی۔
- بھرت نے ناٹیہ شاستر میں رس کی آٹھ قسمیں بتائی ہیں۔
- بھرت نے ناٹیہ شاستر میں جن آٹھ رسوں کا ذکر کیا ہے وہ تمام آٹھ غالب جذبوں (استھائی بھاؤ) پر مبنی ہیں جو اس طرح ہیں:

(1) رتی (محبت، عشق) (2) ہاس (ہنسی) (3) شوک (دکھ، غم) (4) کرودھ (غصہ)، (5) اتساہ (جوش)، (6) بھیہ (ڈر، خوف)، (7) جگپسا (نفرت)، (8) وسمیہ (تحیر، استعجاب)

مندرجہ بالا آٹھ استھائی بھاؤ پر مبنی آٹھ رسوں کی تقسیم بھرت منی نے جس طرح کی ہے اس کو سنسکرت شعریات کی اساس تصور کیا جاتا ہے۔ ان آٹھ رسوں کی تقسیم اس طرح ہے:

(1) شرنگار رس، (2) ہاسیہ رس (3) کرن رس (4) رودر رس (5) ویر رس (6) بھیانک رس (7) ویبھتس رس (8) ادبھت رس

- بھرت منی کے بعد مصنفین نے ان آٹھ رسوں میں ایک اور رس کا اضافہ 'شانت رس' (اطمینان) کے نام سے کیا ہے۔
- بالمیکی تصنیف رامائن
- ویاس مہابھارت
- کالی داس ابھگیان شاکنتلم (شکنتلا)

☆☆☆

- جاحظ کا خیال ہے کہ کلام میں خوبصورتی کا سارا دار و مدار لفظ پر ہوتا ہے اور معنی کا درجہ اس کے مقابلے میں ثانوی ہے۔
- جاحظ کا قول ہے کہ عمدہ معانی ہمیشہ عمدہ الفاظ کے متقاضی ہوتے ہیں۔
- عبدالقادر جرجانی تصنیف (1) اسرار البلاغت، (2) دلائل الاعجاز،
- عبدالقادر جرجانی نے جاحظ سے اختلاف کرتے ہوئے کہا ہے کہ شاعری کی جمالیاتی اقدار کا تعلق الفاظ کے بجائے معانی سے ہے۔
- ابن معتز تصنیف طبقات الشعرا
- ابوبکر باقلانی تصنیف اعجاز القرآن
- ابن اثیر تصنیف الجامع الکبیر

فارسی

- نظامی عروضی تصنیف 'چہار مقالہ'
- نظامی شاعری کو ایسی صنعت بتاتا ہے جو اعلیٰ کو ادنیٰ اور ادنیٰ کو اعلیٰ کر دکھانے کی قدرت رکھتی ہے۔
- نظامی الفاظ پر معنی کو ترجیح دیتا ہے۔
- امیر عنصر المعالی کیکاؤس بن اسکندر تصنیف 'قابوس نامہ' فارسی تنقید پر پہلی کتاب ہے۔
- رشید الدین وطواط تصنیف 'حدایق السحر فی دقایق الشعر'
- وطواط شاعری میں صنائع کے استعمال پر بہت زور دیتا ہے۔ یہ کتاب اسی موضوع پر ہے۔
- شمس قیس رازی۔ تصنیف 'المعجم فی معاییر اشعار العجم'
- رازی کہتا ہے کہ شعر کو اتنا سہل ہونا چاہیے کہ جب پڑھا یا سنا جائے تو آسانی سے سمجھ میں آجائے۔

سنسکرت

- سنسکرت ادب میں ڈرامے کو سب سے اونچا مقام حاصل رہا ہے اور ڈرامے میں سب سے اہم چیز 'رس' ہے۔

پیدا ہوں اور اس کے جذبات کا تزکیہ یا تطہیر ہو جائے۔

- ارسطو شاعری کے لیے وزن کو ضروری نہیں سمجھتا تھا۔
- ارسطو استعارے کے استعمال پر زور دیتا تھا۔
- ارسطو کے نزدیک شاعری نقالی کا ایک عمل ہے (ارسطو نے نقل کا تصور افلاطون سے لیا ہے)
- شاعری جذبات کو برانگیختہ کرتی ہے۔
- شاعری جذبات کو ابھارتی بھی ہے اور انبساط و کیف بھی بخشتی ہے۔
- ارسطو ادب و تنقید کی تاریخ میں پہلا تھیوری ساز ہے جو ادب کے جانچنے کے اصول ادب ہی سے اخذ کرتا ہے۔
- **'کتھارسس'** کا تصور ارسطو کی نفسیاتی بصیرت کا مظہر ہے۔
- ارسطو ادب میں کلاسیکیت کا حامی تھا۔
- ارسطو شاعری کے لیے جھوٹ اور مبالغے کو جائز سمجھتا ہے۔
- ارسطو کے مطابق ڈرامے کے اجزائے ترکیبی چھ ہیں: (1) پلاٹ (2) کردار (3) مکالمہ (4) زبان (5) موسیقی (6) آرائش
- ارسطو نے ڈرامے کے فن میں پلاٹ کو اوّلیت دی ہے۔
- ارسطو نے المیہ کو تمام اصناف ادب کا جوہر کہا ہے۔

ہوریس

- ہوریس-فن شاعری (Arts Poetica)
- ہوریس ایک رومی عالم تھا جو حضرت عیسیٰ کی ولادت سے پینسٹھ برس پہلے پیدا ہوا۔
- ہوریس ارسطو کا شاگرد تھا۔
- ہوریس کی تصنیف 'فن شاعری' ہے، یہ کتاب ایک خط کی شکل میں ہے جس میں نظم کا پیرایہ اختیار کیا گیا ہے۔ اس خط میں کسی ایسے نوجوان کو مخاطب کر کے شعر و ادب کے بارے میں نصیحتیں کی گئی ہیں جو شاید شاعر یا ڈراما نگار بننے کا خواہشمند تھا۔
- ہوریس کی رائے ڈرامے کے بارے میں ہے کہ اسے پانچ ایکٹ سے زیادہ نہیں ہونا چاہیے۔

- افلاطون شاعری کو نقل کی نقل قرار دیتا ہے اور اسے عیب سمجھتا ہے۔
- افلاطون شاعری کو تین حصوں میں تقسیم کرتا ہے (1) بیانیہ شاعری، (2) ڈرامائی شاعری (3) رزمیہ شاعری۔
- افلاطون فن کو ایک جاندار شے تسلیم کرتا ہے جس طرح جسم، سر اور پیر رکھتا ہے اسی طرح ایک فن پارے میں آغاز، وسط اور انتہا ہوتے ہیں جو آپس میں گہرا ربط رکھتے ہیں۔
- افلاطون نے ایک مثالی ریاست کا تصور پیش کیا تھا اور اس سے شاعروں کو نکال دیا تھا۔

ارسطو

- ارسطو افلاطون کا شاگرد تھا لیکن شاعری اور ڈرامے کے بارے میں اس سے مختلف رائے رکھتا تھا۔
- اس کی تصانیف (1) فن خطابت (Rhetorics) (2) فن شاعری یا بوطیقا (Poetics)
- ارسطو نے اپنے استاد افلاطون کے برعکس شاعری کے جمالیاتی پہلو پر زور دیا ہے اور اسے ذریعۂ انبساط بتایا ہے لیکن ساتھ ہی یہ بھی کہا ہے کہ اعلیٰ اور صحت مند ذہن کسی فن پارے سے پورا انبساط اسی صورت میں حاصل کر پاتے ہیں جب اخلاقی قدروں کو نظر انداز نہ کیا گیا ہو۔
- افلاطون اور ارسطو دونوں کے نظریات میں بنیادی فرق یہ ہے کہ افلاطون کے نزدیک درس اخلاق کو اوّلیت حاصل ہے۔ ارسطو کے خیال میں اس کی حیثیت ضمنی اور ثانوی ہے۔
- ارسطو کے نزدیک افلاطون کے برخلاف نقالی عیب نہیں بلکہ خوبی ہے۔
- افلاطون شاعری کو الہامی مانتا تھا۔ مطلب یہ کہ شاعر اپنے اختیار سے شعر نہیں کہتا اور اس کی شعوری کوشش کو اس میں دخل نہیں۔ جبکہ ارسطو شاعری کو الہامی نہیں انسانی کوشش کا نتیجہ مانتا ہے۔
- ارسطو 'فارم' کو ٹریجیڈی کی جان بتاتا ہے۔
- ارسطو کا سارا زور المیہ (ٹریجیڈی) پر ہے۔
- المیہ کا مقصد ارسطو کے نزدیک یہ ہے کہ دیکھنے والے میں خوف اور ہمدردی کے جذبات

مغربی تنقید

ہومر

- حضرت عیسیٰ سے قریب پانچ ہزار برس پہلے ایک یونانی شاعر ہومر گزرا ہے، اس کی نظموں، ایلیڈ اور اوڈیسی میں شعر و ادب اور موسیقی کے بارے میں جو کچھ کہا گیا ہے اسے تنقید کا قدیم ترین نمونہ قرار دیا جاسکتا ہے۔
- ہومر کے نزدیک شعر و نغمہ میں صداقت ہونی چاہیے۔
- ہومر کے نزدیک شعر و نغمہ کا اصل مقصد سننے والوں کو مسرت بہم پہنچانا ہے۔
- ہومر شاعری کو الہامی قرار دیتا ہے۔

افلاطون

- نامور یونانی فلسفی افلاطون کا زمانہ حضرت عیسیٰ سے لگ بھگ چار سو سال پہلے کا زمانہ ہے۔
- افلاطون سقراط کا شاگرد اور ارسطو کا استاد تھا۔
- افلاطون نے ایک جگہ کہا ہے کہ شاعری کا زمانہ رخصت ہوا اب فلسفے کا زمانہ ہے اور فلسفہ ہی علم و صداقت کا سرچشمہ ہے۔
- افلاطون نے اپنی نظموں کو جلا دیا تھا۔
- افلاطون نے شاعری کو مخربِ اخلاق قرار دیا ہے۔
- افلاطون ڈرامے سے اس لیے بیزار ہے کہ ڈرامے کے زیادہ تر کردار بزدل، بدمعاش اور مجرم ہوتے ہیں۔ ڈراما نگار لکھتے وقت اپنے آپ کو ان کرداروں میں جذب کر دیتا ہے اور جب ڈراما پیش کیا جاتا ہے تو دیکھنے والوں کا بھی یہی حال ہوتا ہے۔
- افلاطون المیہ کے نسوانی کرداروں کی خاص طور پر مذمت کرتا ہے۔
- افلاطون اس شاعری کا حامی نہیں جس سے صرف مسرت حاصل ہو۔ اس کے نزدیک شاعری کا اصل مقصد زندگی کو بہتر بنانا اور اخلاقی تعلیم دینا ہے۔
- افلاطون شاعری اور مصوری کو فلسفے سے نیچی سطح پر رکھتا ہے۔

ہنری جیمس

- امریکی نقاد ہنری جیمس کی تصنیف Art of Fiction یعنی فکشن کا فن ہے۔
- ہنری جیمس کے نزدیک زندگی کی ترجمان ناول کے لیے بہت ضروری ہے۔اس کے بعد جو چیز ضروری ہے وہ ہے فارم۔

کروچے

- کروچے نے 'اظہاریت' (Expressionism) کانظریہ پیش کیا ہے۔

آئی اے رچرڈس

- Science and Poetry رچرڈس کی تصنیف ہے۔
- رچرڈس شاعری کو زندگی کے لیے ضروری قرار دیتا ہے اور کہتا ہے کہ ہم شاعری سے وہ حاصل کر سکتے ہیں جو سائنس ہمیں نہیں دے سکتی۔
- آئی رچرڈس نے بیسویں صدی میں عملی تنقید کو ایک نئے طریق کار کے طور پر پیش کیا تھا۔

ٹی ایس ایلیٹ

- ٹی ایس ایلیٹ نے 1928 میں اعلان کیا تھا کہ ''میں سیاست میں شاہ پرست، مذہب میں کیتھولک اور ادب میں کلاسیکیت کا قائل ہوں۔
- ایلیٹ شاعری کو جذبات کا اظہار نہیں جذبات سے فرار کہتا ہے۔
- ایلیٹ شاعری میں شعور کے عمل دخل کا قائل ہے۔
- ایلیٹ شاعری کو شخصیت کا اظہار نہیں بلکہ شخصیت سے فرار بتاتا ہے۔
- ہیوم اور پونڈ کی طرح ایلیٹ نے فن کار کے بجائے فن پارے کو توجہ کا مرکز بنایا ہے اور کہا ہے کہ تنقید کا کام یہ ہے کہ فن پارے کا تجزیہ وتشریح کر کے اس کی قدر و قیمت متعین کرے۔
- ایلیٹ نے معروضی تلازمہ Objective correlative کا تصور پیش کیا ہے۔
- ایلیٹ نے مہذب ہونے کے لیے اپنی روایات کی پاسداری کو ضروری تصور کیا ہے۔

سانت بیو

- سانت بیو نے تنقید کو سائنٹی فک بنانے کی کوشش کی ہے۔
- سانت بیو اپنے طریق کار کو سائنسی طریق کار کہتا تھا۔

ایڈگر ایلن پو

- ایڈگر ایلن پو فن میں نہ صداقت تلاش کرتا ہے نہ اخلاقی اقدار بلکہ وہ صرف جمالیاتی اقدار کا متلاشی ہے۔
- ایڈگر ایلن پو حسن کاری کو شاعری کا لازمی حصہ قرار دیتا ہے۔
- پو 'شعر گوئی' کے بجائے 'شعر سازی' کا نظریہ پیش کرتا ہے۔

میتھو آرنلڈ

- میتھو آرنلڈ کل یورپی ادب کو ایک اکائی مانتا ہے اور اسے ایسے سمندر سے تشبیہ دیتا ہے جس میں چاروں طرف سے دریا آکر گرتے اور ضم ہو جاتے ہیں۔
- میتھیو آرنلڈ نے تخلیقی شعور کی بنیاد پر گوئٹے کو بائرن پر ترجیح دی ہے۔

ٹالسٹائی

- 'جنگ اور امن' (War and Peace) اور 'اینا کرینینا' کا خالق مشہور روسی ادیب ٹالسٹائی انیسویں صدی کا ایک اہم مفکر ہے۔
- ٹالسٹائی کے تنقیدی نظریات 'فن کیا ہے' میں ہیں۔
- ٹالسٹائی ادب کو ایک مفید آلہ کار سمجھتا ہے اور اس کے ذریعے زندگی کو سنوارنے کا قائل ہے۔

والٹر پیٹر

- والٹر پیٹر کا کہنا ہے کہ فن کا اصل کمال فضول چیزوں کو خارج کر دینے میں ہے۔
- پیٹر کا مزاج رومانی ہے۔ اس کے نزدیک ذاتی تاثرات بہت اہم ہیں۔
- پیٹر ادب برائے زندگی یا ادب برائے اخلاق کے نظریہ کو رد کرتا ہے۔
- پیٹر فن برائے فن اور ادب برائے ادب کا قائل ہے۔

- An essay on Dramatic poetic میں ڈرائیڈن نے اپنے نظریات پیش کیے ہیں۔
- ڈرائیڈ کو انگریزی تنقید کا بانی اور انگلستان میں نوکلاسیکیت کا بابا آدم کہنا بجا ہے (نورالحسن ہاشمی)
- جانسن فن کو زندگی کا ایک ٹکڑا خیال کرتا ہے۔ فن کار سے اس کا تقاضا کرتا ہے کہ وہ اپنے گرد و پیش کی حقیقتوں کو پیش کرے۔

گوئٹے

- اس کے نزدیک شاعری کو انفرادی نہیں آفاقی ہونا چاہیے۔
- ہارٹلے نے 'تلازمۂ خیال' Association of idcas کا تصور پیش کیا تھا۔
- ورڈز ورتھ لیریکل بیلیڈز 1797 (Lyrical Ballads) مجموعہ کلام۔
- انگلستان میں رومانی شاعری اور رومانی تنقید کی بنیاد ورڈز ورتھ اور کولرج کے ہاتھوں پڑی۔
- ورڈز ورتھ نے 'لیریکل بیلیڈز' کی تمہید میں اپنے تنقیدی خیالات بیان کیے ہیں۔
- سب سے پہلے وہ یہ انقلابی اعلان کرتا ہے کہ اب شاعری بادشاہوں کے لیے نہیں کسانوں اور عام انسانوں کے لیے ہوگی اور ان ہی کی سادہ فطری زبان میں ہوگی۔
- ورڈز ورتھ نے شاعری کو جذبات کا بہاؤ کہا ہے۔

کولرج

- کولرج نے 'لٹریریا بایوگرافیا' Literaria Biographia لکھ کر ورڈز ورتھ کے بعض خیالات کی وضاحت کی ہے اور بعض غلطیوں کو درست کیا ہے۔
- کولرج موسیقی کو کانوں کی شاعری، مصوری کو آنکھوں کی شاعری اور باقی فنون کو گونگی شاعری کہتا ہے۔
- کولرج نے ادب میں تخیل کی اہمیت پر بہت زور دیا ہے۔
- کولرج تخیل کو قوت اختراع مانتا ہے اور اس کو دو حصوں میں تقسیم کرتا ہے۔
- پہلی قسم کو وہ ایک لاشعوری قوت کہتا ہے جو گرد و پیش کی چیزوں کو خود میں سمو لیتی ہے۔
- دوسری قسم کو وہ شعوری اور پہلی کا پرتو بتاتا ہے جو پہلی قوت کے ذریعے حاصل کیے ہوئے تجربات کو نئی صورت عطا کرتی ہے۔

لانجائنس

- لانجائنس نے شاعری میں 'علویت' کا نظریہ پیش کیا تھا
- لانجائنس افلاطون کے نظریات سے متاثر تھا۔
- علویت کے بارے میں' لانجائنس کی تصنیف ہے۔
- لانجائنس نے کہا ہے کہ شعر و ادب میں علویت ہونی چاہیے جسے محسوس تو کیا جاسکتا ہے لیکن لفظوں میں بیان نہیں کیا جاسکتا۔
- لانجائنس کے نزدیک جو چیزیں ادب کو علویت عطا کرتی ہیں وہ یہ ہیں: (1) خیال بلند ہو (2) جذبات میں ایسی شدت ہو کہ پڑھنے والے کے دل میں اتر جائیں (3) صنعتوں کا استعمال ہو (4) لفظوں کے انتخاب میں توجہ اور محنت سے کام لیا گیا ہو (5) لفظوں کی ترتیب سے ہم آہنگی ظاہر ہوتی ہو اور نغمگی پیدا ہوتی ہو۔
- ارتقاء (Sublianation) کا تصور لانجائنس سے منسوب ہے۔
- لانجائنس اصولوں کے بجائے ذوق و شوق و جذبہ پر زور دیتا ہے۔
- ارسطو کی بوطیقا اور لانجائنس کی تصنیف 'علویت کے بارے میں' مل کر تنقید کے دونوں پہلوؤں کو مکمل کر دیتی ہیں۔'' (جمیل جالبی)
- لانجائنس نے عظیم ادب کی پانچ خوبیاں کی ہیں۔

دانتے

- اس کی تصنیف 'طربیۂ خداوندی' (ڈوائن کامیڈی) ہے۔
- سرفلپ سڈنی کی تصنیف 'شاعری کی مدافعت' Defence of poetic ہے۔
- بوئیلو کی تصنیف 'فن شاعری' ہے۔

ڈرائیڈن

- انگریزی میں نوکلاسیکی تنقید کی بنیاد ڈرائیڈن نے ڈالی ہے۔
- ڈرائیڈن بوئیلو سے متاثر تھا۔

- **عزیز احمد** (ترقی پسند ادب، اقبال ایک نئی تشکیل)
- **اختر انصاری** افادی ادب، ادبی ڈائری
- **مجتبیٰ حسین** ادب و آگہی
- **ڈاکٹر محمد حسن** ادبی تنقید، مارکسی تنقید (مضمون)
- **ڈاکٹر قمر رئیس**
- **ڈاکٹر سید محمد عقیل رضوی** 'نئی علامت نگاری'، 'تنقید اور عصری آگہی'، 'اردو مرثیے کی سماجیات۔
- **محمد علی صدیقی** ''نشانات''، ''اشارات''، ''جہات''، ''توازن''، ''کروچے کی سرگذشت''، ''سرسید احمد خان اور جدت پسندی''، ''تلاش اقبال''۔
- **شارب ردولوی** تنقیدی مباحث، مراثیِ انیس میں ڈرامائی عناصر، مطالعہ ولی، افکار سودا، جگر فن اور شخصیت
- محمد حسن عسکری ترقی پسند تحریک کے سخت مخالف تھے۔
- ترقی پسند تحریک نے لوگوں کو مطالعے کا شوق دلایا۔ اس نے تنقید کو محض لفظی یا صنعتی شعبدہ بام ہونے سے بچایا..... اس نے بتایا کہ تنقید محض گلستان میں کانٹوں کی تلاش نہیں ہے۔ یہ تنقید ذہنی صحت کا معیار قائم کرتی ہے اور تجربے کی قدر و حیثیت متعین کرتی ہے۔ (آل احمد سرور)
- کلیم الدین احمد نے ترقی پسند ادب کو غیر تشفی بخش اور پروپیگنڈہ کہا ہے۔ کیونکہ انھیں ترقی پسند ادب کے اصول غلط معلوم ہوتے ہیں اس میں ادبی محاسن کا فقدان اور چند اشتراکی خیالات کی تکرار نظر آتی ہے۔
- ترقی پسند نقاد، جمالیات، لفظی خوبیوں اور دوسری چیزوں کا احساس رکھتے ہیں۔ اس سے متاثر ہوتے ہیں لیکن یہ نہیں بھولتے کہ خود ان کا احساس جمال مادی رشتوں اور رابطوں سے اثر پذیر ہوتا ہے۔ (احتشام حسین)

نفسیاتی تنقید

- ادب میں ادیب یا فنکار کی شخصیت کا مطالعہ نفسیاتی مطالعہ ہے اور اس نقطۂ نظر کی بنیاد پر جو تنقید کی جاتی ہے اسے نفسیاتی تنقید کہتے ہیں۔

مارکسی تنقید یا ترقی پسند تنقید

- انسان کے خیالات اور جذبات اس کے تمام مساعی ایک مخصوص دور کے ماحول کی پیداوار ہوتے ہیں اور جو مادی اسباب کسی ایک ماحول کی تشکیل کرتے ہیں ان میں طریقۂ پیداوار یا پیداوار کی غرض سے اقتصادی تنظیم سب سے زیادہ اہم ہے۔ (کارل مارکس)
- مارکسی تنقید سے تنقید کا وہ دبستان مراد ہے جو کارل مارکس کے نظریات کا علم بردار ہے اور ادب وشعر کو، مارکسی افکار کی کسوٹی پر پرکھتا ہے۔
- مارکسی نقاد ادب کو ایک آلۂ کار اور محنت کش عوام کی زندگی کو بہتر بنانے کا ذریعہ خیال کرتے ہیں۔
- جدلیاتی مادیت مارکسی تنقید کی پہچان ہے۔

ترقی پسند نقاد حسب ذیل ہیں

- اختر حسین رائے پوری "ادب اور زندگی (مضمون)، 'ادب اور انقلاب' 1932
- ادب اور زندگی پہلا مضمون ہے جس میں ادب کو مارکسی نظریات کی روشنی میں پرکھنے کی کوشش کی گئی ہے۔
- سجاد ظہیر 'اردو کی جدید انقلابی شاعری' (مضمون)
- سجاد ظہیر ترقی پسند تحریک کے بانیوں میں سے ہیں۔
- **ڈاکٹر عبد العلیم** اردو ادب کے رجحانات (مضمون)
- **مجنوں گورکھپوری** تنقیدی حاشیے
- **مجنوں گورکھپوری** پہلے تاثراتی تنقید نگار تھے بعد کو وہ ترقی پسند تحریک سے وابستہ ہو گئے۔
- **مجنوں کی کتابیں** تنقیدی حاشیے، تاریخ جمالیات، غزل سرا، غالب شخص اور شاعر، اقبال، نکات مجنوں۔
- احتشام حسین ادب اور سماج
- **ممتاز حسن** ماضی کے ادب عالیہ سے متعلق

تنقید کے مختلف دبستان

کارل مارکس

- کارل مارکس نے 'سرمایہ' لکھ کر جدلیاتی مادیت کی بنیاد رکھی ہے۔
- کارل مارکس نے یہ خیال پیش کیا ہے کہ ذرائع پیداوار کے رشتے سماجی شعور پر اثر انداز ہوتے ہیں۔

فرائڈ

- فرائڈ نے تحلیل نفسی کا نظریہ پیش کیا ہے۔
- فرائڈ نے کہا ہے کہ انسانی زندگی میں شعور سے زیادہ لاشعور کی اہمیت ہے۔
- تحلیل نفسی کا مطلب ہے ذہن کی تہہ میں چھپی ہوئی باتوں کا پتہ لگانا۔
- فرائڈ نے انسانی ذہن کو تین حصوں میں تقسیم کیا ہے (1) شعور (2) لاشعور (3) تحت الشعور
- فلپ سڈنی کی تنقیدی تصنیف 'ڈیفنس آف پوئٹری' ہے۔



اردو کے اہم ناقدین

سائنٹی فک تنقید

- سائنٹی فک ادبی تنقید سے مراد معروضی تنقید ہے یعنی ادب کو ایسے معیاروں سے پرکھنے کی کوشش جن میں سائنس کی سی صحت، قطعیت اور غیر جانب داری ہو۔
- مغرب میں سائنٹفک تنقید کے ابتدائی نقادوں میں میتھو آرنلڈ کا نام سرفہرست ہے۔
- ادبی تنقید فن ہے سائنس نہیں، گو سائنسی طریقہ کار سے مدد لے سکتی ہے اور لے رہی ہے۔ یہ مقصد نہیں ذریعہ ہے فن کو بہتر طور پر سمجھنے اور فن پاروں کی قدر و قیمت پانے کا، اس میں کوئی اصول حرف آخر نہیں لیکن ہر اصول سے فن کے ستر پردوں میں سے کچھ کو اٹھانے میں مدد ملتی ہے۔ (آل احمد سرور)

اردو کے سائنٹفک نقاد

- سید عبداللہ
- سید اعجاز حسین 'آئینہ معرفت'، 'مختصر اردو ادب'، 'نئے ادبی رجحانات'، 'مذہب اور شاعری'
- اختر حسین رائے پوری: ادب اور انقلاب، سنگ میل
- سید احتشام حسین
- عبادت بریلوی: اردو تنقید کا ارتقا، غزل اور مطالعہ غزل، غالب اور مطالعۂ غالب، مقدمات عبدالحق، اقبال کی اردو نثر، تنقیدی زاویے، روایت اور تجربے، جدید شاعری اور شاعری کی تنقید
- عبدالعلیم: اردو ادب کے رجحانات
- آل احمد سرور
- مسعود حسین خاں: اردو زبان و ادب، شعر و زبان، اقبال کی نظری و عملی شعریات، مقالات مسعود، قصہ مہر افروز دلبر (ترتیب)
- محمد حسن



- رشید احمد صدیقی
- شاعر کی زبان سے عالم بے خودی میں ایک ترانہ نکل جاتا ہے جو سامعہ سے دماغ تک پہنچ کر ہم وارفتۂ ہستی کر دیتا ہے۔ (رشید احمد صدیقی)
- خورشید الاسلام

نوٹ: واضح ہو کہ ہمارے بیشتر نقاد بیک وقت مختلف دبستانوں سے استفادہ کرتے ہیں۔ خاص کر تاثراتی، رومانی اور جمالیاتی تنقید کے دبستانوں سے وابستہ نقادوں کی فہرست تو تقریباً یکساں ہے اس لیے ایک ہی نام ایک سے زائد دبستانوں میں آپ کو مشترک نظر آئے گا۔

جمالیاتی تنقید

- جمالیاتی تنقید کا کام فن پارے میں موجود حسن و مسرت کے اجزا تلاش کرنا ہے۔
- کوئی تنقیدی فیصلہ جمالیاتی اقدار پر نظر رکھے بغیر صحیح نہیں ہوسکتا۔ (آسبورن)
- جمالیاتی تنقید میں زیادہ زور فنی اقدار پر دیا جاتا ہے۔
- جمالیات تنقیدی دبستان موضوع اور فکر کی عظمت کو پہلا مقام دیتا ہے۔
- **جمالیاتی تنقید کے نمائندہ نقاد**
- محمد حسین آزاد
- شبلی نعمانی
- مہدی افادی
- عبدالرحمٰن بجنوری (محاسن کلام غالب، باقیات بجنوری)
- نیاز فتح پوری
- محمد حسن عسکری
- اثر لکھنوی
- فراق گورکھپوری
- جمالیاتی تنقید اور تاثراتی تنقید کو ایک دوسرے سے خلط ملط نہیں کرنا چاہیے۔ (سید عبداللہ)

اردو میں اسلوبیاتی تنقید کے اولین نقاد اور رہبر مسعود حسین خان ہیں۔

- اردو میں اسلوبیاتی نقاد گوپی چند نارنگ ہیں۔

گوپی چند نارنگ کی تصانیف: ہندوستانی قصوں سے ماخوذ اردو مثنویاں، اردو غزل اور ہندوستانی ذہن وتہذیب، ہندوستان کی تحریک آزادی اور اردو شاعری، سانحۂ کربلا بطور شعری استعارہ، امیر خسرو کا ہندی کلام، ادبی تنقید اور اسلوبیات، ساختیات پس ساختیات اور مشرقی شعریات، قاری اساس تنقید، ترقی پسندی جدیدیت مابعد جدیدیت، جدید کے بعد۔

- مضامین: اسلوبیات انیس، اسلوبیاتِ میر، اسلوبیات اقبال
- اسپنگارن نے تاثراتی تنقید کو جدید تنقید یا تخلیقی تنقید کہا ہے۔

تاثراتی تنقید

- تاثراتی تنقید کو تنقید کہنا صحت سے خالی غیر ذمہ دارانہ قسم کی چیز ہے۔ (کلیم الدین احمد)
- تاثراتی تنقید یہ دیکھتی ہے کہ کسی فن پارے سے ذہن پر کیا تاثرات مرتب ہوتے ہیں۔
- تنقید نگار کی ذمہ داری بس اتنی ہے کہ وہ انھیں ان کے اصل روپ میں دیکھے اور ان کے بارے میں اپنے تاثرات بیان کردے۔ (والٹر پیٹر)
- تاثراتی تنقید کے اہم نقاد نیاز فتح پوری ہیں

اردو کے نمائندہ تاثراتی نقاد حسب ذیل ہیں

- محمد حسین آزاد (آبِ حیات)
- نیاز فتح پوری (انتقادیات)
- مہدی افادی (افاداتِ مہدی)
- فراق گورکھپوری (اندازے)
- فراق گورکھ پوری شروع سے آخر تک تاثراتی دبستان سے ہی متعلق رہے۔
- کچھ نقاد حسب ذیل ہیں جن کے یہاں تاثراتی تنقید کے نمونے کہیں کہیں مل جاتے ہیں:
- شبلی
- مجنوں گورکھپوری (تنقیدی حاشیے)
- عبدالرحمٰن بجنوری (محاسن کلام غالب)
- محمد حسن عسکری (انسان اور آدمی، ستارہ یا بادبان)

- تنقید کے سلسلے میں فن کار کی شخصی اہمیت کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ کسی فن پارے کو فن کار کی شخصیت سے جدا کر کے سمجھنے کا خیال مہمل ہے۔ فن کار کی شخصیت کو سمجھتے وقت تحلیل نفسی سے نقاد کا گریزاں رہنا عملی طور پر فن کار کی شخصیت سے جدا کر کے سمجھنے کے مرادف ہے۔ (شبیہ الحسن)
- تنقید کو نفسیات کی دلدل میں گرفتار نہیں ہونا چاہیے کیونکہ نفسیات کا علم ہمارے لیے بڑا مفید ہے مگر وہ بڑا پرفریب بھی۔ میں نفسیاتی شعور کی اہمیت کو تسلیم کرتے ہوئے سستی نفسیاتی تنقید کو گمراہ کن سمجھتا ہوں۔ (آل احمد سرور)
- انگریزی میں نفسیاتی تنقید نگاروں میں آئی اے رچرڈس اور آڈن کا نام اہم ہے۔
- اردو کے نفسیاتی تنقید نگار مندرجہ ذیل ہیں۔
- وحید الدین سلیم (افادات سلیم)
- میرا جی (میرا جی اردو کے پہلے باضابطہ نفسیاتی نقاد ہیں)، ('اس نظم میں')
- وزیر آغا (نظم جدید کی کروٹیں، اردو شاعری کا مزاج، اردو ادب میں طنز و مزاح، تخلیقی عمل، تنقید اور احتساب، تصورات عقل و خرد)
- سلیم احمد (نئی نظم اور پورا آدمی)
- ریاض احمد (مضمون 'اردو تنقید کا نفسیاتی دبستان)
- شبیہ الحسن (تنقید و تحلیل

انھوں نے نفسیاتی تنقید پر اہم کام کیا ہے)

اسلوبیاتی تنقید

- اسلوبیات کی اصطلاح اسلوب سے بنی ہے۔
- ادب میں اسلوب کے مطالعہ اور نقد و جرح کو اسلوبیاتی تنقید کہا جاتا ہے۔
- اسلوبیات محض ایک حربہ ہے کل تنقید ہرگز نہیں۔ تنقیدی عمل میں اس سے بیش بہا مدد لی جا سکتی ہے۔ اس لیے کہ تاثراتی اور جمالیاتی طور پر جو رائے قائم کی جاتی ہے، اسلوبیات اس کا کھرا کھوٹا پرکھ کر تنقید کو ٹھوس تجزیاتی، سائنسی معروضی عطا کر سکتی ہے۔ (پروفیسر گوپی چند نارنگ)

احتشام حسین کے اقوال

- ایک خیال کو جو کسی مادی تجربے پر مبنی ہو شدت احساس کے ساتھ مخصوص فنی طریق اظہار کے ساتھ پیش کرنا شاعری کہلاتا ہے۔
- اقبال صرف آزادی کے مفکر اور فلسفی ہی کی حیثیت سے نہیں بلکہ ایک ایسے خد و خال کے شاعر کی حیثیت سے بھی زندہ رہیں گے جو غیر معمولی لطافت و حسن اور طاقت سے بھرے ہوئے گیت گاتا ہے۔
- تنقید نگاری سے میرا مقصد ادب کی حقیقت و ماہیت پر غور کرنا، شاعر اور ادیب کو اس کی تخلیقی کاوش پر، نقاد کو اس صحیح شعور و ادراک پر داد دینا اور ادب کو زندگی کے تہذیبی رشتے میں دیکھنا ہے۔
- حقیقت کو اس کی مختلف شکلوں میں پہچاننے کے لیے ہر افسانے کے مواد کا مطالعہ، سماجی اور معاشی رجحانات، طبقاتی تضاد اور جہد حیات کی روشنی میں کرنا چاہیے۔

احتشام حسین کے متعلق مختلف آرا و خیالات

- احتشام صاحب کا طریقۂ کار یہ ہے کہ وہ اعلیٰ و اوسط شاعر اور متشاعر، ادیب اور خطیب سب کے ساتھ ایک ہی قسم کا خلوص برتتے ہیں کیونکہ ان کے پاس صرف ایک کسوٹی ہے اور وہ ہے سماجی یا سیاسی نقطۂ نظر۔ (خلیل الرحمٰن اعظمی)
- احتشام حسین کا مطالعہ بہت وسیع ہے۔ ادب کے جملہ سماجی علوم خاص طور پر تاریخ، سیاست، اقتصادیات اور عمرانیات وغیرہ پر ان کی گہری نظر ہے۔ ان سب سے مدد لیے بغیر وہ کسی فیصلے پر نہیں پہنچتے۔ (نور الحسن نقوی)
- پچھلے پینتیس چالیس سال سے اردو تنقید پر صرف ایک نقاد کی حکمرانی رہی ہے۔ سید احتشام حسین کی۔ یہ حکمرانی جابرانہ اور آمرانہ نہیں تھی بلکہ ایک ایسے ہمدرد اور دوست کی تھی جو دھیرے دھیرے دل و دماغ پر چھا جاتا ہے۔ (محمد حسن)
- اور جب احتشام حسین اس طرز میں لکھتے ہیں تو ایسا معلوم ہوتا ہے کوئی ہاتھی خوش فعلیاں کر رہا ہو۔ (کلیم الدین احمد)



احتشام حسین

- نام سید احتشام حسین
- احتشام حسین اعظم گڑھ کے قصبہ ،ماہل میں 21 اپریل 1912 کو پیدا ہوئے۔
- احتشام حسین کا انتقال الہ آباد میں 1972 میں ہوا۔
- احتشام حسین نے اعظم گڑھ اور الہ آباد میں تعلیم پائی۔
- احتشام حسین کا بحیثیت لکچرر تقرر لکھنؤ یونیورسٹی کے شعبۂ اردو فارسی میں 1936 میں ہوا تھا۔
- احتشام حسین الہ آبادی یونیورسٹی کے شعبۂ اردو میں پروفیسر کے عہدے پر 1961 میں فائز ہوئے تھے۔
- احتشام حسین کی تصنیفی زندگی کا باقاعدہ آغاز 1932 کے قریب ہوا۔
- احتشام حسین نے راک فیلر فاؤنڈیشن کی دعوت پر امریکہ کا سفر کیا تھا۔
- احتشام حسین اپنے ادبی سفر کی ابتدا میں نیاز فتح پوری کے رومانی افسانوں سے متاثر تھے۔
- احتشام حسین ترقی پسند تنقید کے نمائندہ نقاد ہیں اور آخر تک وہ اس تحریک سے وابستہ رہے۔
- احتشام حسین کی تنقید کی بنیاد اشتراکی نظریات پر ہے۔
- احتشام حسین تنقید میں سائنٹفک نظریے کے قائل ہیں۔

احتشام حسین کے کارنامے

- **تصانیف:** تنقیدی جائزے، تنقیدی حاشیے، تنقید اور عملی تنقید، ذوق ادب اور شعور، ادب اور سماج، روایت اور بغاوت، افکار و مسائل، اعتبار نظر، عکس اور آئینے، تنقیدی نظریات (اول، دوم)، اردو کی کہانی، اردو ساہتیہ کا اتہاس (ہندی) اردو ادب کی تنقیدی تاریخ۔
- **ویرانے:** احتشام حسین کے افسانوں کا پہلا اور آخری مجموعہ ہے۔
- **ساحل اور سمندر:** احتشام حسین کا سفرنامہ ہے۔

کوشش کی ہے۔

- کلیم الدین احمد کا کہنا ہے کہ اردو ناقد اصول تنقید سے ناواقف ہیں اور اردو میں اصول تنقید کی ترتیب وتشریح کا فقدان ہے۔
- ''میں یہ نہیں کہتا کہ پیغام اور شاعری میں کوئی بیر ہے شرط یہ ہے کہ پیغام شعری تجربہ بن جائے۔
- ''ادب دو چیزوں کے اتحاد کا نام ہے۔انسانی تجربات اور حسن صورت۔''
- ادب کی دنیا ایک ہے۔ اس میں الگ الگ چھوٹی چھوٹی دنیائیں ہیں،خودمختار حکومتیں نہیں۔شاعری کا مدعا آج بھی وہی ہے جو دو ہزار برس پہلے تھا اور فنون لطیفہ کے بنیادی قوانین،شاعری کی اصولی باتیں ساری دنیا میں ایک ہیں۔
- انہدام کے بغیر تعمیر ممکن نہیں۔ اگر اردو ادب کے نقائص بیان کیے جاتے ہیں،تو اس کا مقصد صرف یہ ہے کہ اردو انشا پرداز ان نقائص سے شناسائی حاصل کریں اور ان سے بچ کر ایک بہترین ادب کی تخلیق میں منہمک ہوجائیں۔
- کلیم الدین احمد نے اردو تنقید کے وجود کو محض فرضی، اقلیدس کا نقطۂ خیالی اور معشوق کی موہوم کمر سے تعبیر کیا ہے۔
- کلیم الدین احمد نے مثنوی کو بے لطف قصہ، مرثیے کو غیر حقیقی ماحول کا ترجمان، قصیدہ کو لفاظی اور غزل کو نیم وحشی صنف سخن قرار دیا ہے۔
- غالب ایک مبتذل صنف شاعری یعنی غزل پر لکھتے رہے، اس لیے شاعر کی حیثیت سے ان کا مقابلہ دانتے، شیکسپیئر سے کرنا اپنی کم فہمی کا ثبوت پیش کرنا ہے۔ پھر غالب میں وہ شاعرانہ اوصاف نہیں جو دانتے، شیکسپیئر میں پائے جاتے ہیں۔
- اردو تنقید کا حال مشاعروں جیسا ہے، مشاعروں میں شعروں کی شعریت یا عدم شعریت کی بنا پر تعریف یا مذمت نہیں ہوتی، تعریف اور مذمت دونوں کا سبب غیر متعلق ہے۔ یہی حال تنقید کا بھی ہے۔

- کلیم الدین احمد نے لکھا ہے کہ ''ڈاکٹر لیوس نے مجھے نقاد بنایا''۔
- کلیم الدین احمد کی پہچان متنازعہ نقاد کی حیثیت سے بھی ہے۔
- بقول نورالحسن نقوی کلیم الدین احمد نے تنقید کے میدان میں قدم رکھا تو اردو دنیا میں زلزلہ سا آ گیا۔
- بقول نورالحسن نقوی کلیم الدین کی تنقید یک رخی ہے۔ وہ اپنے ادب کو انگریزی ادب کے ہم پلہ دیکھنے کے خواہش مند ہیں۔
- بقول تنقید نگار کلیم الدین احمد ایوانِ ادب میں اس طرح داخل ہوئے جیسے کوئی مست ہاتھی شیشہ گر کی دکان میں گھس جائے۔

کلیم الدین احمد کے کارنامے

- اپنی تلاش میں (خودنوشت سوانح ہے)۔
- Psycho-Analysis and Literary Criticism اس کتاب کے علاوہ کلیم الدین کی تمام کتابیں اردو میں ہیں۔
- **تنقیدی تصانیف:** اردو شاعری پر ایک نظر (دو جلدوں میں)، اردو تنقید پر ایک نظر، عملی تنقید، سخنہائے گفتنی، اقبال ایک مطالعہ، انیس ایک شاعر، قدیم مغربی تنقید، اردو زبان اور فن داستان گوئی، تنقید کی بھول بھلیاں، ادبی تنقید کے اصول، میری تنقید ایک بازدید۔

کلیم الدین احمد کے اقوال

- کلیم الدین احمد نے تذکروں کو سرے سے تنقید ماننے سے انکار کیا ہے۔
- ''یہ تنقید محض سطحی ہے اس کا تعلق زبان، محاورہ اور عروض سے ہے لیکن یہ شاید کہنے کی ضرورت نہیں کہ تنقید کی ماہیت اور اس کے مقصد اور اس کے صحیح اسلوب سے بھی تذکرہ نویس واقفیت نہ رکھتے تھے۔ ان تذکروں کی اہمیت تاریخی ہے اور دنیائے تنقید میں ان تذکروں کا ہونا نہ ہونا برابر ہے۔''
- کلیم الدین احمد نے تنقید کے بعض مغربی اصولوں کو اردو شعر و ادب سے منطبق کرنے کی

کلیم الدین احمد

- نام کلیم الدین احمد
- کلیم الدین احمد 1908 میں پٹنہ میں پیدا ہوئے۔
- کلیم الدین احمد کا انتقال 1983 میں ہوا۔
- کلیم الدین احمد کے والد کا نام عظیم الدین احمد تھا جو ایک شاعر ہونے کے ساتھ اردو، فارسی اور عربی کے عالم بھی تھے۔
- کلیم الدین احمد نے اپنے والد کے کلام کا مجموعہ 'گل نغمہ' کے نام سے ترتیب دے کر اپنے مقدمے کے ساتھ شائع کیا تھا۔
- کلیم الدین احمد نے تین برس (23-1921) محمڈن اینگلو عربک اسکول پٹنہ سٹی میں تعلیم حاصل کی۔
- اپنے اسکول کے زمانے میں کلیم الدین احمد نے اپنی پسندیدہ غزلوں اور نظموں کی دو الگ الگ کاپیاں بنا رکھی تھیں (1) کشکول (2) سبد گل چیں
- غزلوں کے لیے مخصوص 'کشکول' نامی کاپی میں ولی، درد، جلال، نوح، احسن مارہروی اور ریاض خیرآبادی کی غزلیں ہوتی تھیں۔
- نظموں کے لیے مخصوص 'سبد گل چیں' نامی کاپی میں ظفر علی خاں، حالی، اکبر اور فضل حق آزاد کی نظمیں شامل تھیں۔
- کلیم الدین احمد نے اعلیٰ تعلیم لندن اور کیمبرج میں حاصل کی تھی۔
- کلیم الدین احمد نے Prof Gibbs سے عربی گرامر اور Prof. Guillaume سے الفخری پڑھا تھا۔
- کلیم الدین احمد نے کیمبرج میں ایف آر لیوس سے براہِ راست تربیت حاصل کی تھی اور انھیں کی زیرِ تربیت 'عملی تنقید' میں دسترس حاصل کی تھی۔
- کلیم الدین احمد کی تنقید میں لیوس کا واضح اثر نظر آتا ہے۔

آل احمد سرور کے متعلق مختلف آرا و خیالات

- معلوم نہیں کیوں سرور صاحب کچھ جھنجھلائے ہوئے ہیں۔شاید انھیں احساس کمتری ہے اور یہ احساس کمتری کہتا ہے تم نے ابھی تک کوئی مفصل کتاب کیوں نہیں لکھی وہ دسترخوان کی مکھی ہیں شہد کی مکھی نہیں۔ (کلیم الدین احمد)
- بقول شمس الرحمٰن فاروقی آل احمد سرور اس وقت اردو کے سب سے بڑے نقاد ہیں۔"



اقبال اور مغرب کا عکس غالب، عرفان غالب۔

آل احمد سرور کے اقوال

- میں نے اپنے مضامین میں جابجا شاعرانہ انداز بیان یا جذباتی اسلوب کے خلاف آواز بلند کی ہے۔ (تنقید کیا ہے)
- میں پہلے ادب میں ادبیت دیکھتا ہوں بعد میں کچھ اور گو یہ جانتا ہوں کہ ادب میں جان زندگی سے ایک گہرے اور استوار تعلق سے آتی ہے۔
- میں ادب کا مقصد نہ ذہنی عیاشی سمجھتا ہوں نہ اشتراکیت کا پرچار۔
- میں محض نیا یا پرانا کہلانا پسند نہیں کرتا۔ میں نیا بھی ہوں اور پرانا بھی لیکن قدرتی طور پر اپنے دور کے میلانات وخیالات سے متاثر ہوں۔
- میں مغربی اصولوں، نظریوں اور تجربوں سے مدد لینا اردو ادب کے لیے مفید سمجھتا ہوں، مگر اس کے یہ معنی نہیں لیتا کہ اپنے تہذیبی سرمائے کے قابل قدر حصوں کو نظر انداز کر دوں۔
- ادب سیاسی، مذہبی اور اخلاقی موضوعات سے مدد لیتا ہے، لیتا رہا ہے مگر یہ مذہب کا خادم ہے نہ سیاست کا نقیب ہے، نہ اخلاق کا نائب، ادب ہرجائی ہے اور ادب کا ہرجائی پن ہی اس کی دولت ہے۔ یہ معلومات نہیں تاثرات عطا کرتا ہے، یہ علم نہیں عرفان دیتا ہے۔ یہ نظریہ نہیں نظر بخشتا ہے۔
- خالص شاعری یا خالص آرٹ ایک اصطلاح ہے جو سہولت کے لیے یا سمجھانے کے لیے یا ادب کو پروپیگنڈے والے ادب سے ممتاز کرنے کے لیے استعمال کی جاتی ہے ورنہ خالص ادب کا وجود بہت کم ہے۔
- انگارے کے مصنفین نفسیاتی نقطۂ نظر سے جیمس جوائس اور معاشی نقطۂ نظر سے کارل مارکس کے مقلد تھے۔
- اچھی تنقید محض تخریبی نہیں ہوتی، محض خامیوں یا کوتاہیوں کو نہیں دیکھتی، وہ بلندیوں کو دیکھتی ہے اور یہ اندازہ لگاتی ہے کہ بلندی کیسی ہے۔

- آل احمد سرور اردو کے پہلے ناقد ہیں جن کا تمام تر تنقیدی سرمایہ مضامین کی صورت میں ہے۔ انھوں نے کسی موضوع پر کوئی مستقل تنقیدی کتاب تصنیف نہیں کی ہے۔
- آل احمد سرور کی تنقید دوٹوک فیصلے صادر نہیں کرتی بلکہ ان کے یہاں معروضی اصولوں کے تحت اچھے اور برے پہلوؤں کو آشکارا کرنے کا رویہ ہے۔
- آل احمد سرور کی تنقید پر جدید مغربی ناقدین ایلیٹ، رچرڈس وغیرہ کے ساتھ مارکسی اثرات بھی پائے جاتے ہیں۔
- آل احمد سرور تصورات کے ذیل میں حالی سے اور اسلوب کے ذیل میں محمد حسین آزاد سے بہت متاثر ہیں۔
- آل احمد سرور حسرت موہانی کی رائے سے اتفاق کرتے ہوئے غزل کی بہترین قسم عاشقانہ غزل کو قرار دیتے ہیں۔
- آل احمد سرور نے تنقید کے مختلف دبستانوں سے اثرات قبول کیے ہیں لیکن وہ کسی خاص نظریہ کے پیرو و مقلد نہیں۔
- آل احمد سرور کی تنقید نگاری کو اعتدال وتوازن سے تعبیر کیا جاسکتا ہے۔
- سرور نے غالب کا اڈیسن سے، سجاد انصاری کا نتشے سے، اقبال کا ملٹن سے، سرسید کا حالی و اکبر سے موازنہ کیا ہے۔

آل احمد سرور کے کارنامے

- **سلسبیل 1935:** پہلا شعری مجموعہ،-خواب اور خلش (شعری مجموعہ)
- **خواب باقی ہیں:** خودنوشت.
- **تنقیدی اشارے:** ریڈیائی تقریروں کا مجموعہ ہے۔
- **تنقیدی مضامین ومجموعے:** تنقید کیا ہے، ادب اور نظریہ، نظر اور نظریہ، نئے اور پرانے چراغ، مسرت سے بصیرت تک، ذوق جنوں، تنقید کے بنیادی مسائل، پہچان اور پرکھ، کچھ خطبے کچھ مقالے، فکر روشن، افکار کے دیے، اردو میں دانشوری کی روایت، دانشور اقبال، اقبال، اقبال فیض اور ہم، اقبال نظریہ اور شاعری (خطبہ)، اقبال اور ان کا فلسفہ،

آل احمد سرور

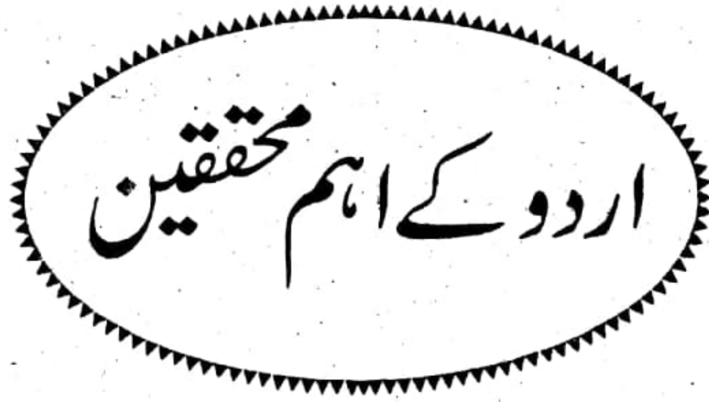
(1912ء۔9 فروری 2002ء)

- نام آل احمد سرور
- آل احمد سرور 1912ء میں بدایوں میں پیدا ہوئے۔
- آل احمد سرور کا انتقال 9 فروری 2002ء کو علی گڑھ میں ہوا۔
- آل احمد سرور نے ابتدائی تعلیم بدایوں، پیلی بھیت، گونڈا، غازی پور وغیرہ کے مدرسوں میں حاصل کی تھی۔
- آل احمد سرور نے بی اے سی کی ڈگری سینٹ جارج کالج آگرہ سے حاصل کی تھی۔
- آل احمد سرور نے ایم اے (انگریزی) علی گڑھ سے کیا تھا۔
- آل احمد سرور شعبۂ انگریزی علی گڑھ میں جونیئر لکچرر 1934 میں مقرر ہوئے تھے۔
- آل احمد سرور اس کے بعد ایم اے (اردو) کر کے شعبۂ اردو میں جونیئر لکچرر مقرر ہوئے تھے۔
- آل احمد سرور رضا انٹر کالج رامپور میں پرنسپل کے عہدے پر بھی فائز ہوئے۔
- آل احمد سرور نے لکھنؤ یونیورسٹی کے شعبہ اردو میں آٹھ نو سال گزارے۔
- آل احمد سرور اردو کے پروفیسر ہو کر 1955 میں علی گڑھ آئے۔
- آل احمد سرور علی گڑھ سے ریٹائر ہو کر اقبال انسٹی ٹیوٹ کے ڈائرکٹر ہو کر سری نگر گئے۔
- آل احمد سرور سری نگر کے بعد شعبۂ اردو علی گڑھ میں پروفیسر ایمریٹس کے اعزازی منصب پر فائز رہے۔
- آل احمد سرور انجمن ترقی اردو ہند کے جنرل سکریٹری بھی رہے۔
- آل احمد سرور کی ادبی زندگی کا آغاز شاعری سے ہوتا ہے۔
- ریڈیائی تقاریر پر مشتمل آل احمد سرور کا پہلا تنقیدی مضامین کا مجموعہ 'تنقیدی اشارے' کے عنوان سے 1942 میں منظر عام پر آیا تھا اور 2000 تک ان کے تنقیدی مضامین کے 23 مجموعے شائع ہوئے تھے۔

کلیم الدین احمد کے متعلق مختلف آرا و خیالات

- بعض لوگوں نے کلیم الدین کو مغرب پرست اور مغرب نواز بتایا ہے۔
- انھیں محض مغرب کا اندھا مقلد اور مارکسی تنقید کا کٹر مخالف کہہ کر ٹالا نہیں جا سکتا۔ ان کی انتہا پسندی سے چڑھنے کے بجائے ان کا سنجیدگی سے مطالعہ کرنا چاہیے۔ (آل احمد سرور)
- کلیم الدین احمد ہمارے چوٹی کے نقادوں میں سے ہیں۔ میں انھیں ایک بہت اہم نقاد ہی نہیں، تنقید کا ایک بہت اچھا معلم بھی سمجھتا ہوں۔ نقاد کا کام صرف بت گری نہیں بت شکنی بھی ہے اور کلیم الدین احمد نے بہت سے بت توڑے ہیں۔ (آل احمد سرور)
- کلیم الدین احمد کی تنقید ہمارے ذہنی افق کو وسیع کرتی ہے، ہمیں طرفداری کے بجائے فن فہمی کے آداب سکھاتی ہے۔ (آل احمد سرور)
- وہ وہی کہتے تھے جو انھیں کہنا تھا اور اسی شد و مد سے کہتے تھے جو ان کا شیوہ تھا۔ دراصل وہ کبھی اس نیت سے حملہ آور نہیں ہوتے تھے کہ میدان ان کے ہاتھ آجائے۔ (محمود الٰہی)




اردو کے اہم محققین

نیاز فتح پوری

- نیاز محمد خان
- نیاز فتح پوری بارہ بنکی میں پیدا ہوئے۔
- نیاز فتح پوری نے اپنے ادبی زندگی کی ابتدا افسانہ نگاری سے کی تھی۔
- نیاز فتح پوری کا رسالہ 'نگار' 1922ء میں آگرہ سے شائع ہونا شروع ہوا تھا اور پھر کچھ عرصہ بھوپال اور لکھنؤ سے نکلا تھا۔ اب نگار کراچی سے نکلتا ہے۔
- نیاز فتح پوری کی تنقید حالی کی تنقید کی ضد ہے۔
- نیاز فتح پوری رومانی اور تاثراتی تنقید نگار ہیں۔
- نیاز فتح پوری شعر و ادب کی افادیت کے قائل نہیں بلکہ اسے لطف اندوزی کا ذریعہ شمار کرتے ہیں۔
- نیاز فتح پوری کا خیال ہے کہ لٹریچر کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ وہ جذبات انسانی کو حرکت میں لائے۔

نیاز فتح پوری کے کارنامے

- **تنقیدی مضامین کے مجموعے:** انتقادیات، مالہ وماعلیہ
- **افسانوی مجموعے:** نگارستان ، جمالستان، نقاب اٹھ جانے کے بعد، حسن کی عیاریاں اور دوسرے افسانے۔ شبنمستان کا قطرۂ جوہر، مختارات نیاز
- **افسانے:** شہاب کی سرگزشت، شاعر کا انجام،

☆☆☆

کے باعث نفس مطلب کا دم گھٹ جاتا ہے۔

اعزازات وانعامات

- شمس الرحمٰن فاروقی کو سرسوتی سمان سے 1996ء میں نوازا گیا تھا۔
- شمس الرحمٰن فاروقی کو حکومت ہند نے پدم شری سے 2009ء میں نوازا تھا۔
- شمس الرحمٰن فاروقی کو ڈی لیٹ کی اعزازی ڈگری سے علی گڑھ مسلم یونی ورسٹی نے نوازا ہے۔

شمس الرحمٰن فاروقی کے کارنامے

- **کئی چاند تھے سرِ آسماں** (ناول)
- **سبز اندر سبز** (مجموعۂ کلام)

فاروقی کی دیگر تصانیف:

لفظ و معنی، شعر غیر شعر اور نثر، عروض آہنگ اور بیان، تنقیدی افکار، فاروقی کے تبصرے، افسانے کی حمایت میں، اثبات ونفی، تفہیم غالب، شعر شور انگیز (چار جلدوں میں میر تقی میر کے بارے میں)، انداز گفتگو کیا ہے، اردو غزل کے اہم موڑ، داستان امیر حمزہ: زبانی بیانیہ بیان کنندہ اور سامعین، اردو کا ابتدائی زمانہ: ادبی تہذیب و تاریخ کے پہلو، ساحری شاہی صاحب قرانی: داستان امیر حمزہ کا مطالعہ جلد اوّل، غالب پر چار تحریریں، غالب چند پہلو، تعبیر کی شرح، درس بلاغت (مرتبہ شعریات (ارسطو کی Poetics کا اردو ترجمہ بنام ''بوطیقا'')، نئے نام (مرتبہ)، تحفۃ السرور (مرتبہ) جدیدیت اور ہم۔

فاروقی کے متعلق کے مختلف آرا و خیالات

- تنقید میں شمس الرحمٰن کی کاوشیں اور ان کے نتائج نہ صرف قابل صد تحسین بلکہ قابل صد شکر ہیں۔ (فضیل جعفری)
- بقول محمد حسن عسکری ''لوگ اب فاروقی کا نام حالی کے ساتھ لینے لگے ہیں۔''

☆☆☆

شمس الرحمٰن فاروقی کی تنقید

(1935ء)

- نام شمس الرحمٰن فاروقی
- شمس الرحمٰن فاروقی اعظم گڑھ کے کوڑیا پار نامی گاؤں میں 1935ء میں پیدا ہوئے۔
- والد کا نام خلیل الرحمٰن فاروقی تھا۔
- فاروقی نے نویں جماعت تک تعلیم اعظم گڑھ میں حاصل کی۔
- فاروقی نے بی اے گورکھپور سے اور ایم اے انگریزی الہ آباد یونیورسٹی سے کیا۔
- فاروقی نے مرکزی سول سروس کا امتحان بھی پاس کیا تھا۔
- شمس الرحمٰن فاروقی ماہنامہ 'شب خون' کے بانی اور مدیر رہے ہیں۔
- شمس الرحمٰن فاروقی جدیدیت کے بنیاد گزاروں میں سے ایک ہیں۔
- شمس الرحمٰن فاروقی نے شاعری اور ناول نگاری کے میدان میں بھی طبع آزمائی کی ہے۔
- شمس الرحمٰن فاروقی ادب کو پروپیگنڈہ بنانے اور سماجی مسائل کے حل کی ذمہ داری ادیب پر ڈالنے کے سخت مخالف رہے ہیں۔
- فاروقی کے نزدیک افسانہ شاعری سے کمتر ہے۔
- فاروقی کے خیال میں شاعر اپنے تجربے کو قاری تک تین منزلوں یعنی اظہار، ترسیل اور ابلاغ کے ذریعے پہنچاتا ہے۔
- فاروقی کے نزدیک ''جس تحریر میں موزونیت اور اجمال کے ساتھ جمالیاتی حسن اور ابہام ہوگا وہی شاعری ہوگی۔''
- بقول فاروقی ''وہ نقاد جو معاصر ادب کا مطالعہ کرنے سے جی نہیں چراتا ہے اس میں مصروف و منہمک ہوتا ہے ہماری تعریف اور احترام کا مستحق ہے۔
- فاروقی کی رائے میں ابہام شاعری کی بہت بڑی خوبی اور تنقید کی سب سے بڑی لعنت ہے کیونکہ شاعری میں تو ابہام نئے نئے معنی کے دروازے کھولتا ہے اور تنقید میں ابہام

قاضی عبدالودود

(1313ھ مطابق 1896ء-1984ء)

- نام قاضی عبدالودود
- قاضی عبدالودود 1313ھ مطابق 1896ء میں کاکو بہار میں پیدا ہوئے۔
- قاضی عبدالودود کا انتقال 1984ء میں ہوا۔
- قاضی عبدالودود کے والد کا نام قاضی عبدالوحید تھا جو مولانا احمد رضا خاں علیہ الرحمۃ کے خاص ارادت مندوں میں شامل تھے۔
- قاضی عبدالودود 1923 میں انگلستان گئے تھے جہاں سے معاشیات میں اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کے بعد بیرسٹری بھی پاس کی تھی۔
- قاضی صاحب انگلستان سے واپس آنے کے بعد خدابخش اورینٹل لائبریری پٹنہ سے وابستہ ہوئے تھے۔
- قاضی عبدالودود ایک عظیم محقق تھے جنھوں نے محمود شیرانی کے روایت کو آگے بڑھایا۔
- قاضی عبدالودود نے پٹنہ سے رسالہ 'معیار' 1936 میں جاری کیا تھا۔
- قاضی عبدالودود نے پٹنہ سے تحقیقی رسالہ 'معاصر' نکالا تھا۔
- قاضی عبدالودود نے غالب سے متعلق چونکا دینے والے حقائق پیش کیے ہیں۔
- قاضی عبدالودود کے مطابق تحقیق کسی امر کو اس کی اصل شکل میں دیکھنے کی کوشش ہے۔

قاضی عبدالودود کے کارنامے

- **تبصروں کے مجموعے:** اشتر و سوزن، عیارستان
- **عیارستان** میں تین کتابوں (1) دیوان فائز مرتبہ: مسعود احسن رضوی (2) مرقع شعرا مرتبہ رام بابو سکسینہ (3) میر تقی میر حیات اور شاعری، تالیف خواجہ احمد فاروقی پر تبصرہ ہے۔
- **اشتر و سوزن** میں دو کتابوں (1) عمدۂ منتخبہ یعنی تذکرۂ سرور مرتبہ فاروقی (2) شاد کی کہانی

- **تین شاعر:** میر تقی میر، میر انیس اور ہوریس اسمتھ پر ایک تنقیدی نظر
- گارساں دتاسی (سوانح) - معانی سخن (انتخاب)
- سرگذشت غالب - رمز سخن (انتخاب)
- سرگذشت حاتم - فیض سخن (انتخاب)
- حیات سلطان محمد قلی قطب شاہ - متاع سخن (انتخاب)
- حیات میر محمد مومن - بادۂ سخن (انتخاب)
- نذر محمد قلی قطب شاہ - کیف سخن (انتخاب)
- کلیات قلی قطب شاہ: زور نے کلیات قلی قطب شاہ کو طویل اور مبسوط مقدمے کے ساتھ مرتب کیا ہے۔
- مثنوی طالب وموہنی (ترتیب)
- اردو شاعری کا انتخاب
- روح غالب: غالب کے اردو خطوط کے دل چسپ ادبی حصوں کا انتخاب
- مکاتیب شاد
- شاد اقبال

زور کے افسانوی مجموعے: (1) طلسم تقدیر (2) سیر گولکنڈہ (۳) گولکنڈے ہیرے

- زور کے افسانے: بالا، گولکنڈہ کی آخری رقاصہ، پانچ اشرفیاں، دفینہ، سر وصحرا، پانچ غنڈے، طلسم تقدیر، کھویا ہوا چاند، انار کے چودہ دانے، شہزادی کا عقد، اورنگ زیب اور تاناشاہ



- زور کی ہی کوششوں کا نتیجہ ہے کہ اردو ادب کی تاریخ اٹھارویں صدی کے بجائے پندرہویں صدی سے شروع کی جاتی ہے۔
- زور نے پانچ جلدوں میں تذکرہ مخطوطات مرتب کرکے شائع کیا تھا۔ اس تذکرے کی پہلی جلد 1943 میں شائع ہوئی تھی۔
- زور نے 1965 سے یومِ قلی قطب شاہ منانا شروع کیا تھا۔
- اردو میں اردو لسانیات پر باقاعدہ کام کی ابتدا زور صاحب نے ہی کی تھی۔
- زور نے ادارہ ادبیات اردو سے 1938 میں 'سب رس' کے نام سے ایک ماہ نامہ جاری کیا تھا۔

محی الدین قادری زور کے کارنامے

- نواب علی ابراہیم خان کا تذکرہ 'تذکرۂ گلزارِ ابراہیم 1198ھ- 1784 جس میں 320 شعرا کا ذکر ہے اور جسے جان گلکرسٹ نے مرزا علی لطف سے تذکرہ گلشن ہند 1215 کے نام سے سلیس اردو میں ترجمہ کرایا تھا۔
- ڈاکٹر زور نے تذکرہ گلزار ابراہیم اور تذکرہ گلشن ہند دونوں کو ایک ساتھ مرتب کرکے 1352ھ 1934 میں مسلم یونیورسٹی علی گڑھ پریس سے شائع کیا تھا۔
- **ہندوستانی لسانیات** 1960: اس میں لسانیات سے متعلق جملہ مباحث کو دو حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔
- **ہندوستانی صوتیات** (Hindustani Phonetics) یہ کتاب انگریزی میں ہے۔
- **اردو شہ پارے** 1929: یہ کتاب اردو ادب کے آغاز سے ولی دکنی کے زمانے تک نثر و نظم کا انتخاب ہے۔
- **عہد عثمانی میں اردو کی ترقی** 1935
- داستان ادب حیدرآباد
- **دکنی ادب کی تاریخ**
- اردو کے اسالیب بیان
- **روح تنقید** (زور کی اہم تصنیف ہے)
- **تنقیدی مقالات**: مقالات کا یہ مجموعہ روح تنقید کے حصہ دوم کی حیثیت سے شائع ہوا تھا

محی الدین قادری زور

(25 دسمبر 1905ء۔23 ستمبر 1962ء)

- نام محی الدین قادری تھا اور تخلص زور۔
- زور 25 دسمبر 1905ء کو حیدر آباد کے محلہ شاہ گنج میں پیدا ہوئے۔
- زور کا انتقال 23 ستمبر 1962ء کو حرکت قلب رکنے کی وجہ سے سری نگر کشمیر میں ہوا۔
- زور سری نگر کے خانیار شریف کے قبرستان میں مدفون ہیں۔
- زور کے والد کا نام سید غلام محمد شاہ قادری ہے جو زعم تخلص رکھتے تھے۔
- زور کی والدہ کا نام بشیر النساء بیگم تھا۔
- زور نے بی اے 1925 میں اور ایم اے اردو 1927 میں پاس کیا تھا۔
- زور نے لندن یونیورسٹی سے 'اردو زبان کا آغاز اور ارتقا' کے موضوع پر دو سال کے اندر اپنا مقالہ مکمل کر کے پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کی تھی۔
- زور نے ابتدائی سنسکرت اور لسانیات کی تعلیم لندن یونیورسٹی میں پروفیسر آر ایل ٹرنر سے حاصل کی تھی۔
- زور نے پروفیسر ایلائڈ جیمس سے اسکول آف اورینٹل اسٹڈیز لندن میں صوتیات کی تعلیم حاصل کی تھی۔
- زور نے 1930 میں پیرس یونیورسٹی میں داخلہ لے کر عام فن صوتیات اور انگریزی صوتیات کا علم پروفیسر ڈینل جونس، مس بی لیاس اور ای آرمسٹرانگ سے حاصل کیا تھا۔
- زور جامعہ عثمانیہ اور کشمیر یونیورسٹی میں اردو کے پروفیسر اور چادر گھاٹ کالج کے پرنسپل رہے ہیں۔
- زور نے 15 جنوری 1931 کو 'ادارہ ادبیات اردو' قائم کیا تھا اور اس کی عمارت کا نام 'ایوانِ اردو' خواجہ حسن نظامی نے تجویز کیا تھا۔
- زور اور ان کے ادارۂ ادبیات اردو نے دکنیات کو بڑے پیمانے پر روشناس کرایا ہے۔

حافظ محمود شیرانی

- نام محمود خان تھا اور شیرانی افغانوں کے قبیلہ شیرانی سے تعلق رکھنے کی وجہ سے لکھتے تھے۔
- محمود شیرانی 1880 میں پیدا ہوئے۔
- محمد شیرانی کا انتقال 1946 میں ٹونک راجستھان میں ہوا۔
- شیرانی کے والد کا نام محمد اسمٰعیل خان تھا۔
- محمود شیرانی اختر شیرانی کے والد ہیں۔
- حافظ محمود شیرانی نے خالق باری کو ضیاء الدین خسرو کی تصنیف ثابت کیا ہے۔
- محمود شیرانی کو تحقیق کا معلم اول کہا جاتا ہے۔
- محمود شیرانی نے پہلی بار تحقیق میں غیر جذباتی انداز نظر کی ضرورت کا احساس دلایا ہے۔
- محمود شیرانی نے نئے ماخذ کی تلاش اور اوّلین ماخذ کی اہمیت پر زور دیا ہے۔
- محمود شیرانی کے مطابق اردو کی ابتدا اس زمانے میں ہوئی جب سلطان محمود غزنوی اور شہاب الدین غوری ہندوستان پر بار بار حملہ کر رہے تھے۔

شیرانی کے کارنامے

- تنقید شعر العجم 1942
- پرتھوی راج راسو 1944
- قرآن پاک کی ایک قدیم تفسیر
- خالق باری (ترتیب)
- پنجاب میں اردو
- تذکرہ مجموعہ نغز از قدرت اللہ قاسم (ترتیب)

☆☆☆

خدائے تدوین

رشید حسن خاں

(25 دسمبر 1925ء۔ 2006ء)

- نام رشید حسن خان
- رشید حسن خان 25 دسمبر 1925ء کو شاہ جہاں پور میں پیدا ہوئے۔
- رشید حسن خان کا انتقال 2006ء میں شاہ جہاں پور میں ہوا۔
- رشید حسن خان کے والد کا نام امیر حسن تھا اور دادا کا علی حسن۔
- رشید حسن خان نے ابتدائی تعلیم مدرسہ بحر العلوم میں حاصل کی۔
- رشید حسن خان کی شادی منظور علی خان کی بیٹی نفیس بیگم سے ہوئی تھی۔
- رشید حسن خان کا تقرر شعبۂ اردو دہلی یونیورسٹی میں بحیثیت ریسرچ اسسٹنٹ پروفیسر خواجہ احمد فاروقی کے توسط سے 6 اگست 1959 میں ہوا تھا۔
- رشید حسن خاں نے اپنی ادبی زندگی کا آغاز 1944 میں کیا تھا۔

انعامات و اعزازات

- دہلی ساہتیہ کلا پریشد ایوارڈ 1977
- یوپی اردو اکادمی ایوارڈ 1978
- غالب ایوارڈ 1979
- امتیاز میر اعزاز (میر اکادمی، لکھنؤ) 1980
- نیاز فتح پوری، ایوارڈ (کراچی) 1989
- نیشنل ایوارڈ مہاراشٹر اردو اکادمی 1990
- محمد طفیل ادبی ایوارڈ (لاہور) 1990
- کل ہند بہادر شاہ ظفر ایوارڈ (دہلی اردو اکادمی) 1991

اعزاز وخطاب

➢ مسعود حسین خان کو 1984 میں ساہتیہ اکیڈمی ایوارڈ ملا تھا۔

➢ مسعود حسین خان کو امریکہ کی ایسوسی ایشن آف ایشین اسٹڈیز کی سینئر فیلوشپ کے اعزاز سے بھی نوازا گیا تھا۔

مسعود حسین خاں کے کارنامے

شعری مجموعے: روپ بنگال، (اس کا ہندی میں بھی ترجمہ ہو چکا ہے)۔-دونیم

دیگر تصانیف: شعر و زبان، اردو زبان و ادب، اردو کا المیہ، اقبال کی نظری و عملی شعریات (اس میں اقبال کی شاعری کا لسانیات کی روشنی میں مطالعہ کیا گیا ہے۔)، مقدمہ تاریخ زبان اردو

مسعود حسین خاں کی مرتب کی ہوئی کتابیں: قصہ مہر افروز و دلبر، بکٹ کہانی، عاشورہ نامہ، مثنوی کدم راؤ پدم راؤ



مسعود حسین خان

(28 فروری 1919ء۔16 اکتوبر 2010ء)

- نام مسعود حسین خان تھا
- مسعود حسین خان 28 فروری 1919ء کو قائم گنج فرخ آباد میں پیدا ہوئے۔
- مسعود حسین خان کا انتقال 16 اکتوبر 2010ء میں ہوا تھا۔
- مسعود حسین خان نے ابتدائی تعلیم دلی اور پھر ڈھاکہ میں حاصل کی تھی۔
- مسعود حسین نے ایم اے اور پی ایچ ڈی (1945) کی ڈگری علی گڑھ مسلم یونیورسٹی سے حاصل کی۔
- مسعود حسین خان نے لسانیات کی تعلیم پیرس اورلندن میں حاصل کی۔
- مسعود حسین خان نے وزیٹنگ پروفیسر کی حیثیت سے کیلی فورنیااور برکلے میں 1956-60 میں کام کیا۔
- مسعود حسین خان نے لسانیات میں ڈی لٹ کی ڈگری پیرس یونیورسٹی سے حاصل کی۔
- مسعود حسین خان علی گڑھ میں اردو کے لکچرر 1943 میں ہوئے۔
- مسعود حسین خان کی شادی ان کی ماموں زاد بہن نجمہ بیگم سے قائم گنج میں 3 فروری 1948ء میں ہوئی۔
- مسعود حسین خان شعبۂ اردو جامعہ عثمانیہ میں اردو پروفیسر 1962 میں ہوئے۔
- مسعود حسین خاں جامعہ ملیہ اسلامیہ 1973 میں وائس چانسلر ہوئے۔
- مسعود حسین خاں جامعہ اردو علی گڑھ کے اعزازی وائس چانسلر اور علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کے شعبہ لسانیات کے پروفیسر ایمریٹس بھی رہے۔
- مسعود حسین خان نے حیدرآباد کے قیام کے دوران 'قدیم اردو' کے نام سے ایک تحقیقی جریدہ جاری کیا تھا جس کا مقصد تھا جدید اصول کی بنیاد پر قدیم متون کی اشاعت
- مسعود حسین خان کے مطابق غزل میں رذیف جھانجھن کا حکم رکھتی ہے۔

امتیاز علی عرشی

(1322ھ مطابق 1904ء۔ 1981ء)

- نام امتیاز علی عرشی
- امتیاز علی عرشی 1322ھ مطابق 1904ء کو رامپور میں پیدا ہوئے۔
- عرشی کا انتقال 1981ء کو ہوا۔
- امتیاز علی عرشی رام پور رضا لائبریری کے ناظم 1933 میں مقرر ہوئے تھے۔
- امتیاز علی عرشی زندگی بھر رام پور رضا لائبریری سے وابستہ رہے۔
- امتیاز علی عرشی کا اصل میدان عربی تھا۔
- امتیاز علی عرشی کی شناخت ماہر غالبیات کی حیثیت سے ہے۔

عرشی کے کارنامے

- دیوانِ غالب نسخہ عرشی (1958) (ترتیب)
- مکاتیب غالب 1937 (ترتیب)
- رانی کیتکی کی کہانی (ترتیب)
- سلک گہر (ترتیب)
- باغ اردو (ترتیب)
- نادرات شاہی (ترتیب)
- تاریخ اکبری (ترتیب)
- فرہنگ غالب 1947
- انتخاب غالب
- تاریخ محمدی
- تذکرہ دستور الفصاحت از احمد علی خان یکتا (ترتیب)

☆☆☆

شاد کی زبانی پر تبصرہ ہے۔

طویل مضامین: آوارہ گرد اشعار، جہانِ غالب، تعین زمانہ

قاضی عبدالودود کی ترتیب کردہ کتابیں: دیوان جوشش، دیوان رضا، قطعات رضا، تذکرۂ ابن طوفان، قاطع برہان، تذکرۂ مسرت افزا، قطعات دلدار

- **دیگر کارنامے:** غالب بحیثیت محقق، یادداشت ہائے قاضی عبدالودود غالب کا فرضی استاد، معاصر غالب، تبصرہ فرہنگ غالب

قاضی عبدالودود کے متعلق مختلف آرا و خیالات

- قاضی صاحب کی تحریروں سے تحقیق کو جو طاقت اور عناصر ملتے ہیں ان میں ظاہری سطح پر سب سے نمایاں چیز تحقیق کی زبان ہے اور وہ اسلوب جو معنویت سے معمور اور رنگینی سے محفوظ ہے۔ (رشید حسن خان)
- قاضی صاحب نے بہت سے نئے ماخذ کا اس وقت پتا دیا جب ان کا علم اکثر لوگوں کو نہیں تھا۔ ان کی تحریریں ان کی وسعت مطالعہ کی شاہدِ عادل ہیں، کم ایسے ماخذ ہوں گے جو ان کے نظر سے نہ گزرے ہوں۔ (رشید حسن خان)

☆☆☆

بھی ہے۔

- 'گل نغمہ' فراق کے شعری مجموعے کا نام ہے تو دوسری طرف کلیم الدین احمد نے اپنے والد کے کلام کو بھی 'گل نغمہ' کے نام سے ہی ترتیب دیا تھا۔
- گوشۂ عافیت پریم چند کا ناول ہے، اور محمد حسن کا ڈراما بھی گوشۂ عافیت کے نام سے ہے۔
- سب رس وجہی کی مشہور داستان ہے تو وہیں محی الدین قادری زور سب رس کے نام سے ایک ماہنامہ نکالتے تھے۔
- کرشن چندر کے شاہکار ناول کا نام شکست ہے تو وہیں محمد حسن کے ایک ڈرامے کا نام بھی شکست ہے۔
- جہاں ''نقشِ فریادی'' فیض کے پہلے شعری مجموعے کا نام ہے وہیں محمد حسن نے غالب سے متعلق ایک ڈرامہ 'نقشِ فریادی' کے نام سے لکھا ہے۔

☆☆☆

کیا آپ جانتے ہیں؟

- خواب وخیال پریم چند کا افسانوی مجموعہ ہے۔
- خواب وخیال کے نام سے مجنوں گورکھپوری کا افسانہ بھی ہے۔
- خواب وخیال میر تقی میر اور میر اثر دونوں کی مثنوی بھی ہے۔
- بوستانِ خیال میر تقی خیال کی فارسی داستان ہے اور سراج اورنگ آبادی کی بھی مثنوی کا نام بوستان خیال ہے۔
- ٹیڑھی لکیر عصمت چغتائی کا ناول ہے اور سعادت حسن منٹو کے افسانے کا نام بھی ٹیڑھی لکیر ہے۔
- انارکلی امتیاز علی تاج کا ڈرامہ ہے اور منٹو کے ایک افسانوی مجموعے کا نام بھی انارکلی ہے۔
- ترقی پسند ادب سردار جعفری اور عزیز احمد دونوں کی کتاب کا نام ہے۔ وہیں منٹو کے طنزیہ افسانے کا نام ترقی پسند ہے۔
- ادب اور زندگی اختر حسین رائے پوری کا مضمون ہے اور مجنوں گورکھپوری کی کتاب کا نام بھی ادب اور زندگی ہے۔
- باغ و بہار میر امن کی داستان ہے اور باغ و بہار کے نام سے منٹو کا ڈرامہ بھی ہے۔
- آبِ حیات محمد حسین آزاد کی تصنیف ہے۔ تو وہیں عزیز احمد کے افسانے کا نام بھی آبِ حیات ہے۔
- نیرنگ خیال محمد حسین آزاد کے تمثیلی مضامین کا مجموعہ ہے اور ابوالکلام آزاد نے بھی نیرنگ خیال کے نام سے رسالہ نکالا تھا۔
- کاغذی پیرہن خلیل الرحمٰن اعظمی کا شعری مجموعہ ہے اور کاغذی ہے پیرہن کے نام سے عصمت چغتائی کا سوانحی ناول بھی ہے۔
- حب وطن کے نام سے حالی اور آزاد دونوں کی نظمیں ہیں۔
- 'نوطرزِ مرصع' تحسین کی داستان ہے تو نوطرز مرصع کے نام سے حسین آزاد کی نظم

- نیشنل حالی ایوارڈ (ہریانہ اردو اکادمی) 1992
- مولانا ابوالکلام آزاد ایوارڈ (یوپی اردو اکادمی لکھنؤ) 1998
- مدھیہ پردیش اردو اکادمی ایوارڈ (بھوپال) 2004

رشید حسن خاں کے کارنامے

(1) انتخاب نظیر اکبرآبادی 1970
(2) انتخاب شبلی 1971
(3) انتخاب مراثی انیس و دبیر 1971
(4) دیوانِ خواجہ میر درد 1971
(5) انتخاب سودا 1972
(6) انتخاب ناسخ 1972
(7) اردو املا 1972
(8) اردو کیسے لکھیں 1975
(9) زبان اور قواعد 1976
(10) ادبی تحقیق مسائل اور تجزیہ 1978
(11) تلاش و تعبیر (تنقیدی مضامین) 1988
(12) فسانۂ عجائب (تدوین) 1990
(13) باغ و بہار (تدوین) 1992
(14) تفہیم (تنقیدی اور تحقیقی مضامین) 1993
(15) انشا اور تلفظ 1994
(16) عبارت کیسے لکھیں 1994
(17) انشائے غالب 1994
(18) مثنوی گلزار نسیم (تدوین) 1995
19) انتخابِ کلام ناسخ 1996
(20) مثنویات شوق (تدوین) (1998)
(21) تدوین، تحقیق، روایت 1999
(22) مثنوی سحرالبیان (تدوین) 2002
(23) مصطلحات ٹھگی (تدوین) 2002
(24) کلیات جعفر زٹلی (تدوین) 2003

☆☆☆

محمد ندیم اقبال

بہادر گنج غازی پور